"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ "......(التوبة)

"قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ "......(الحديث)

ارشاد المفتین

(جلد چہارم)

(کتاب الصلوٰۃ)

فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر، ولی کامل

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی جامعۃ الحمید لاہور

ناشر

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: ارشادالمفتین (جلد چہارم)

مجموعہ فتاویٰ جات: حضرت اقدس مفتی حمیداللہ جان صاحب نوراللہ مرقدہ

باہتمام: حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

تصحیح وتخریج: مفتیان ومتخصصین جامعۃ الحمید لاہور

کمپوزنگ ترتیب وتبویب: مفتی محمد حامد علی نفیسی

اشاعت اول: اکتوبر 2017ء

قیمت:

ناشر: مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور

ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاویٰ ارشادالمفتین کی تصحیح وتخریج وکمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکرگزار ہوگا۔ از مرتب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط

ارشادالمفتین (جلد چہارم)

اجمالی فہرست

کتاب الصلٰوۃ

☆☆☆☆☆☆☆

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشادالمفتین (جلد چہارم)

کتاب الصلوٰۃ

الباب السادس فی الحدث فی الصلوٰۃ

الباب السابع فی مفسدات الصلوٰۃ

الباب الثامن فی صلوٰۃ الوتر

الباب التاسع فی النوافل

الباب العاشر فی قضاء الفوائت

الباب الحادی عشر فی سجدۃ السھو

الباب الثاني عشر في سجدة التلاوة

الباب الثالث عشر فی صلوٰۃ المریض

الباب الرابع عشر فی صلٰوۃ المسافر

الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ

عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ نے دین کے جو احکامات سرور کائنات ﷺ کے واسطہ سے ہم تک پہنچائے ہیں اور دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے ان پر عمل کرنا ہمارے لیے لازم ٹھہرایا ہے، وہ مختلف شعبہ جات میں تقسیم ہیں، بعض احکامات کا تعلق انسان کے عقائد کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی عبادات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کے معاملات کے ساتھ ہے اور بعض احکامات کا تعلق انسان کی اخلاقیات کے ساتھ ہے، قرآن وحدیث میں ان تمام احکام کے قواعد وضوابط اور اصول اور کلیات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے، اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان تمام احکامات کی تفاصیل اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل فقہاء کرام نے بڑی محنت، جانفشانی اور خداداد اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اور بڑی ہی عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ان تمام جزئیات کو اپنی کتب فقہ میں بیان کر کے امت محمد ﷺ پر ایک احسان عظیم فرمایا ہے، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا راستہ متعین کر دیا ہے، جس طرح ان کا یہ احسان عوام پر ہے اس سے بڑھ کر یہ احسان آج کے دور کے علماء کرام پر بھی ہے کہ ان کے سامنے جزئیات کا ذخیرہ موجود ہے، اگر فقہاء کرام نے یہ محنت نہ کی ہوتی تو جیسے آج کے دور میں علمی انحطاط بہت زیادہ ہو چکا ہے تو مسائل بتلانے میں اور ان مسائل کا استنباط کرنے میں بہت دقت پیش آتی تھی، اللہ تعالیٰ پوری امت کے تمام فقہاء و محدثین اور مفسرین کو اپنی شایان شان اجر عطاء فرمائے (آمین)

اب موجودہ دور کے اعتبار سے دو معاملات پیش نظر تھے، ایک یہ کہ علماء عربی کتب سے دور ہو کر اردو کتب کی طرف مائل ہیں جس کی وجہ سے علماء میں عربی ذوق کم ہوتا جا رہا ہے اور عربی کتابوں کا فہم بھی کم ہوتا جا رہا ہے اس بات کا تقاضا یہ تھا کہ ان فقہ اور فتاویٰ کی عربی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا جائے یا اردو میں ان مسائل کو جمع کر کے ترتیب دیا جائے تا کہ ان مسائل کو سمجھنے میں اور اس مجموعہ کو امت کے دوسرے افراد تک پہنچانے میں آسانی ہو، اس لیے علماء کرام نے بہت ساری عربی کتب کے اردو تراجم کیے، اور مفتیان کرام نے فتاویٰ کے باب میں بہت سارے اردو فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں لاکھوں مسائل موجود ہیں، اور وہ مسائل امت کی رہنمائی کے لیے چھپ کر منظر عام پر آ گئے ہیں، اور امت مسلمہ ان سے مستفید ہو رہی ہے۔

اور دوسری بات یہ تھی آج کے دور میں ہر آدمی ہر عالم سے اس کی بات کے حوالہ کا طلب گار ہے کہ آپ نے جو بات کی ہے اس کا حوالہ کیا ہے؟ اگر چہ ایک غیر عالم کے لیے ایک مستند عالم کی بات ہی حوالہ ہے، قطع نظر اس بات

سے یہ دور اس بات کا متقاضی ہے کہ عالم کے پاس اپنی ہر بات کا حوالہ موجود ہو، تاکہ لوگ مطمئن ہوں اور یہ بدگمانی نہ کریں کہ یہ اپنی طرف سے ہی کوئی بات کر رہے ہیں۔

الحمد للہ! فتاویٰ ''ارشاد المفتین'' ان دونوں باتوں کا مجموعہ اور ایک حسین گلدستہ ہے، جس میں عوام کو پیش آمدہ مسائل کا جواب اردو میں دیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے ساتھ اس مسئلہ کا ماخذ اور عربی حوالہ بھی موجود ہے، ہر آدمی کے لیے مسائل سمجھنا بھی آسان ہو گیا اور ہر مسئلہ کا حوالہ اور دلیل بھی ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

جس طرح اللہ والوں کا فیضان ان کی زندگی میں جاری ہوتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ان کا فیضان جاری رہتا ہے، اور فتاویٰ کا یہ مجموعہ استاذ محترم مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ کا ایک عظیم علمی فیضان ہے، جس طرح پہلے فقہاء کرام کی کی ہوئی محنت آج تک اس امت کے کام آرہی ہے اور امت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے، اسی طرح یہ فتاویٰ جو کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی علمی زندگی کا نچوڑ ہے جس میں مسائل کا بیان بھی ہے اور فقہی اصول اور کلیات کو بھی بیان بھی کیا گیا ہے یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک ایک عظیم علمی سرمایہ کے طور پر اہل علم اور عوام الناس کی دینی رہنمائی اور علمی پیاس کو بجھاتا رہے گا۔

فتاویٰ ''ارشاد المفتین'' کی تیسری جلد میں کتاب الصلوۃ کے مسائل شروع ہوئے تھے اور اس جلد میں شروع کے پانچ ابواب باب الامامۃ تک کے مسائل آگئے تھے، اب چوتھی جلد میں باب الحدث فی الصلوۃ سے لے کر باب الجمعۃ تک کے مسائل کو ترتیب دے کر یکجا کر دیا گیا ہے، مزید یہ کہ اس جلد میں حضرت کے لکھے ہوئے اہم تفصیلی فتاویٰ جات مثلاً جمعہ فی القریٰ کا تفصیلی فتویٰ، منیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟ کرسی پر نماز پڑھنے کا حکم، ماہ رمضان میں حرم میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنے کا حکم وغیرہ تفصیلی فتاویٰ جات کو شامل کتاب کیا گیا ہے (الحمد للہ علی ذالک) اور کتاب الصلوۃ کے بقیہ مسائل جلد نمبر پانچ میں انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہو جائیں گے، اور وہ جلد بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے گی۔

اس کتاب میں جو خوبی نظر آئے وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے ہے اور جو کمی کوتاہی نظر آئے وہ بندہ کی کم توجہی اور غفلت کا نتیجہ سمجھا جائے، اکابر علماء کرام اور مفتیان کرام سے گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران مسائل یا کتابت کی کوئی غلطی محسوس کریں یا کسی چیز کو قابل اصلاح سمجھیں تو بندہ کو مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے اور مسائل نکھر کر امت کے سامنے آسکیں۔

آخر میں انتہائی مشکور ہوں اپنے تمام اساتذہ اور اکابرین کا خصوصاً جانشین حضرت مفتی اعظمؒ، پیکر اخلاص و محبت، مجسمہ شفقت حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا جنہوں نے ہر معاملہ میں بھرپور سرپرستی

اور بہترین رہنمائی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ شفقت صحت وعافیت کے ساتھ تا دیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے اور ہمیں ان کے علوم اور فیضان سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

اور ان تمام حضرات کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے اس فتاویٰ کی ترتیب تصحیح اور تخریج پر کام کیا اور تعاون فرمایا، اور کتاب میں دیے گئے عربی حوالوں کو ان کے اصل مراجع سے بڑی جستجو اور جانفشانی سے تلاش کیا، میری مراد مفتی دین محمد صاحب مدرس جامعۃ الحمید، مفتی محمد ساجد صاحب مدرس جامعہ عربیہ قادریہ بہاولنگر، مفتی محمد امیر معاویہ صاحب متخصص جامعۃ الحمید اور ان کے رفقاء جنہوں نے دن رات ایک کر کے بڑی محنت سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اور ان تمام حضرات کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، اور استاذ جی کے اس فیض سے ہم سب کو حظ وافر نصیب فرمائے، اور استاذ جی کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری فرمائے اور اس کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی نصیب فرما کر چہار دانگ عالم میں اس کا فیض پھیلائے، اور اس جامعہ کو پورے عالم کے لیے رشد وہدایت کا عظیم مرکز بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین۔

والسلام

دعاؤں کا طلب گار

محمد حامد علی نفیسی

یکے از تلامذہ وخادمین حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم ومدرس جامعۃ الحمید عظیم آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

﴿الباب السادس فی الحدث فی الصلاۃ﴾

دوران نماز وضو ٹوٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مہربانی فرماکر مندرجہ ذیل سوال کا جواب عطا فرمائیں، ایک شخص باجماعت فرض نماز ادا کررہا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ جب ایک شخص نماز جمعہ کی جماعت میں صف اول میں کھڑا ہے اور اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ایسا واقعہ ہو جائے تو جس طرح سے بھی صفوں سے باہر نکلنا آسان ہو نکل کر دوبارہ وضو کرے، اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے اور یہی حکم جمعہ کا بھی ہے۔

”منہا إذا کان مقتدیا أن یعود إلی الإمام إن لم یکن فرغ الإمام“......(الھندیۃ: ۱/۹۵)

البتہ نماز میں بناء کرنے کی چند شرائط فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہیں:

۱۔ کہ حدث ایسا ہو جو موجب وضو ہو اور اس کا وجود نادر نہ ہو اور آفات سماویہ میں سے ہو فعل اختیاری نہ ہو۔

۲۔ محدث کو فی الفور وضو کرنے کے لیے لوٹنا پڑے گا۔

۳۔ نماز کے منافی کوئی فعل بھی نہ کرے۔

۴۔ اگر صاحب ترتیب ہو تو حدث سماوی کے بعد فوائت یاد نہ آئے۔

۵۔ اگر محدث امام ہے تو وہ ایسے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کرے جو ابتداءً امامت کے قابل ہو۔

۶۔ اگر محدث مقتدی ہے تو جب تک امام صاحب نماز سے فارغ نہ ہوں، بناء کرسکتا ہے، امام کے سلام کے بعد نہیں کرسکتا، یعنی جہاں سے نماز ٹوٹی تھی وہیں سے آگے نماز شروع کرے۔

”من سبقہ حدث توضأ وبنی کذا فی الکنز......منہا أن یکون الحدث موجبا للوضوء ولا یندر وجودہ وأن یکون سماویا لا اختیار للعبد......منہا أن ینصرف من ساعتہ حتی لو أدی رکنا مع الحدث أو مکث مکانہ قدر ما یؤدی رکنا فسدت صلاتہ......

منها أن لايظهر حدثه السابق بعدالحدث السماوي ......منها أن لايتذكر فائتة بعدالحدث السماوي وهو صاحب ترتيب كذافي البحر الرائق ومنهاإذاكان إماما أن لايستخلف من لايصلح للإمامة"...... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۹۳، ۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز وضو ٹوٹ گیا جب واپس آیا تو نماز ہو چکی تھی اب کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ پڑھتے ہوئے یا نماز عید پڑھتے ہوئے اگر وضو ٹوٹ جائے یعنی جماعت میں شریک ہونے کے بعد وضو ٹوٹ جائے اور آدمی وضو کرنے کے لیے چلا جائے اور جب واپس جماعت میں شریک ہونے کے لیے آئے تو جماعت ہوگئی ہو تو اپنی نماز جمعہ یا عیدین کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال نماز عید کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو مصلی کے لیے تیمم کرنا جائز ہے، البتہ جمعہ کے لیے تیمم کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کا خلیفہ موجود ہے، دونوں کے فوت ہو جانے کی صورت میں عید کی نماز بالکلیہ نہیں پڑھ سکتا، البتہ جمعہ کی نماز کی جگہ ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے، کیونکہ ظہر کی نماز جمعہ کا خلیفہ ہے۔

"ولايجوز للمقتدي ان لم يخف فوت الصلوة لوتوضا والايجوز ولواحدث احدهما بعدالشروع فيهابالتيمم تيمم وبنى بلاخلاف وكذلك بعدالشروع بالوضوء ان خاف ذهاب الوقت بالاجماع وان لم يخف ذهابه فان كان يرجوا ادراك الامام قبل الفراغ لايباح له التيمم بالاجماع وان لم يرج ادراكه قبل الفراغ تيمم وبنى عندابي حنيفة رحمه الله تعالى خلافالهما هكذافي النهاية والاصل ان كل موضع يفوت فيه الاداء لاالى خلف فانه يجوزله التيمم ومايفوت الى خلف لايجوزله التيمم كالجمعة كذافي الجوهرة النيرة"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اگر نیند آجائے تو وضو اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز باجماعت کے دوران سوجاتا ہے تو کیا اس کا وضو برقرار رہتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالا مسئلے میں دوصورتیں ہیں۔

(۱) اگر ہیئت مسنونہ کے ساتھ نماز پڑھے اور نیندکی وجہ سے اس کی ہیئت مسنونہ میں تغیر نہ آئے تو وضو برقرار رہے گا۔

(۲) اور اگر ہیئت مسنونہ کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو نیند کی وجہ سے اس کی نماز اور وضو ٹوٹ جائے گا۔

"ينقضه النوم مضطجعا في الصلاة وفي غيرها بلاخلاف بين الفقهاء وكذاالنوم متوركا بان نام على احد وركيه هكذا في البدائع وكذاالنوم مستلقيا على قفاه هكذافي البحر الرائق ولونام قاعدا واضعا اليتيه على عقبيه شبه المنكب لاوضوء عليه وهوالاصح كذافي محيط السرخسي ولونام مستندا الى مالوازيل عنه لسقط ان كانت مقعدته زائلة عن الارض نقض بالاجماع وان كانت غيرزائلة فالصحيح ان لاينقض هكذافي التبيين ولاينقض نوم القائم والقاعد ولوفي السرج اوالمحمل ولاالراكع ولاالساجد مطلقا ان كان في الصلاة وان كان خارجها فكذلك الافي السجود فانه يشترط ان يكون على الهيئة المسنونة له بان يكون رافعابطنه عن فخذيه مجافياعضديه عن جنبيه وان سجد على غيرهذه الهيئة انتقض وضوءه كذافي البحر الرائق"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲)

"والنوم مضطجعا اومتكئا اومستندا الى شيء لوازيل لسقط "......(هداية: ۱/۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیہا﴾

عمل قلیل سے موبائل فون بند کرنا:

مسئلہ نمبر(۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ساز والی ٹون بجنی شروع ہوجائے تو نمازی کیا کرے؟ کیا حالت نماز میں عمل قلیل کے ذریعے سے موبائل بند کرسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نمازی کو یہ عادت اپنانی چاہیئے کہ نماز سے پہلے اپنا موبائل فون کو بند کردے یا کم از کم اس کی ٹون (گھنٹی) ہی کو خاموش (silent) کردے، اگر اتفاق سے گھنٹی بند کرنا بھول گیا اور دوران نماز ٹون (گھنٹی) بجنے لگے تو اگر ممکن ہو تو عمل قلیل کے ذریعے (ایک ہاتھ جیب میں ڈال کر) موبائل فون کو بند کردے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی ،اگر موبائل بند نہیں کیا اور گھنٹی بجتی رہی تو نماز درست ہوجائے گی لیکن دوسرے نمازیوں کے لیے سخت ناگواری اور خشوع وخضوع میں خلل کا باعث ہوگی۔

”واشار بالاکل والشرب الی ان کل عمل کثیر فهو مفسد واتفقوا علی ان الکثیر مفسد والقلیل لا لأمکان الاحتراز عن الکثیر دون القلیل(الی قوله) ثم اختلفوا فیما یعین الکثرة والقلة علی اقوال احدها مااختاره العامة کمافی الخلاصة والخانية ان کل عمل لایشک الناظر انه لیس فی الصلوة فهو کثیر وکل عمل یشتبه علی الناظر ان عامله فی الصلوة فهو قلیل ،قال فی البدائع وهذا اصح وتابعه الشارح والولوالجی وقال فی المحیط انه الاحسن قال الصدر الشهید انه الصواب“......(البحر الرائق: ۲/۱۹،۲۰)

”(قوله الا لحاجة) کحک بدنه لشیء اکله واضره وسلت عرق یؤلمه ویشغل قلبه“......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

”وحاصله ان کل عمل هو مفید للمصلی فلاباس به اصله ماروی ان النبی ﷺ عرق فی صلاته فسلت العرق عن جبينه ای مسحه لانه کان یؤذیه فکان مفیدا“......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا نماز توڑکر موبائل فون بند کیا جاسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز ساز والی ٹون بجنی شروع ہوجائے تو نمازی کیا کرے؟ کیا نماز کو توڑکر موبائل بند کردے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دوران نماز موبائل فون کے بجنے سے نمازیوں کے خشوع میں خلل واقع ہونا کوئی ایسا عذر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے نماز توڑنے کی گنجائش ہو کیونکہ اگر نمازی کو کوئی ضرورت یا حاجت ہو تو اصلاح صلوٰۃ کے لیے نماز میں عمل قلیل کی گنجائش ہے اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

"ویکرہ ان یذب بیدہ الذباب والبعوض الاعندالحاجۃ بعمل قلیل کذا فی التتارخانیۃ"......(الھندیۃ: ۱/۱۰۹)

"(و) کرہ (کفہ) ای رفعہ ولولتراب کمشمر کم اوذیل (وعبثہ بہ) ای بثوبہ وبجسدہ للنھی الا لحاجۃ ولاباس بہ" ......(الدرالمختار: ۱/۹۴)

"(قولہ الالحاجۃ) کحک بدنہ لشیء اکلہ واضرہ وسلت عرق یؤلمہ ویشغل قلبہ" ......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

"وحاصلہ ان کل عمل ھو مفید للمصلی فلاباس بہ اصلہ ماروی ان النبی ﷺ عرق فی صلاتہ فسلت العرق عن جبینہ ای مسحہ لانہ کان یؤذیہ فکان مفیدا"......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز ادھر ادھر دیکھنا اور کپڑے ٹھیک کرنا:

مسئلہ نمبر(٦): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران زیادہ تر لوگ سرکو اوپر اٹھا کر دیکھتے ہیں اور کپڑے کو بار بار ٹھیک کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"یکرہ للمصلی ان یعبث بثوبہ أولحیتہ أوجسدہ وان یکف ثوبہ بان یرفع ثوبہ من بین یدیہ أومن خلفہ اذا ارادالسجود. کذافی معراج الدرایۃ"......
(الھندیۃ: ۱/۱۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیشوں سے مزین محراب میں امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷): کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ محراب میں شیشے کی چھوٹی چھوٹی ٹکریوں کوجوڑکرآرائش وزیبائش کی جاتی ہے،اوریہ چھوٹے چھوٹے شیشے کے ٹکڑے امام صاحب اورمقتدیوں کے اشکال کاعکس بناتے ہیں اس طرح امام کے سامنے کئی اشکال تصویروں کی صورت اختیارکرلیتے ہیں اس طرح نمازمیں خلل نہیں ہوگاامام صاحب اورنمازیوں کی نمازہوجاتی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

محراب میں آرائش وزیبائش کے لیے لگے ہوئے شیشوں میں اگرامام اورمقتدیوں کاعکس نظرآئے اوردل اس طرف متوجہ ہواورخشوع صلوٰۃ فوت ہوجاتاہوتواس سے نمازمکروہ ہوجاتی ہے۔

"وتکرہ بحضرۃ کل (مایشغل البال) کزینۃ (و) بحضرۃ ما(یخل بالخشوع)"......(حاشیۃ الطحطاوی: ۳۶۰)

"(ولاباس بنقشہ خلامحرابہ) فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی الخ"......(الدرالمختارعلی الرد: ۱/۳۸۲)

"ومحل الاختلاف فی غیرنقش المحراب امانقشہ فھومکروہ لانہ یلھی المصلی کمافی فتح القدیروغیرہ"......(البحرالرائق: ۲/۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازمیں عمل کثیرکاحکم:

مسئلہ نمبر(۸): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرامام صاحب دوران نمازاپنے

معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کرے، چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہوتو نماز کی باجماعت ادائیگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، عمل کثیر کی علامہ شامیؒ نے پانچ توجیہات بیان کی ہیں ان میں سے ان کے ہاں راجح یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو کوئی دوسرا دیکھنے والا یقین کے ساتھ یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا، لہٰذا اس صورت میں اگر امام صاحب کی حالت کو اس اصول سے دیکھا جائے گا کہ اگر ان کے اس فعل کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص ان کو یقین کے ساتھ خارج از نماز تصور کرتا ہو تو نماز فاسد ہے اور اگر ایسا نہیں تو نماز فاسد نہیں ہے۔

”ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لاصلاحها وفيه أقوال خمسة: أصحها مالايشك بسببه الناظر من بعيدفي فاعله أنه ليس فيها وان شك أنه فيها أم لافقليل (قوله وفيه اقوال خمسة اصحها مالايشك) صححه في البدائع وتابعه الزيلعي والولوالجي وفي المحيط أنه الأحسن وقال الصدر الشهيدأنه الصواب وفي الخانية والخلاصة أنه اختيار العامة“ ......

(الدرمع الرد: ۱/۶۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران کھجلی کرنا:

مسئلہ نمبر(۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کریں، چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہو تو نماز باجماعت کی ادائیگی درست ہو جائیگی یا نہیں؟

۲۔ کئی افراد نماز باجماعت یا تنہا ادا کرتے ہیں جب دائیں طرف سلام پھیرتے ہیں تو اچھی طرح نمازیوں کو پہچانتے ہیں پھر بائیں طرف بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے، یہ عمل بندہ کی نماز کو کس حال میں داخل کرتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں ایک ہی رکن میں بغیر عذر کے تین دفعہ لگاتار کھجلی کرنے سے نماز فاسد ہوجائے گی، لہٰذا نماز باجماعت کی ادائیگی درست نہ ہوگی۔

۲۔ سلام پھیرتے وقت اتنی تاخیر کرنا کہ ایک نظر سے لوگوں کو پہچان لے تو کوئی حرج نہیں ہے البتہ زیادہ تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے۔

"(قوله كالحركات الثلاثة المتواليات كثير) حتى لوروح على نفسه بمروحة ثلاث مرات أوحك موضعامن جسده كذلك أورمى ثلاثة أحجارأونتف ثلاث شعرات فإن كانت على الولاء فسدت صلاته وإن فصل لاتفسدوإن كثر وفي الخلاصة وإن حك ثلاثافي ركن واحدتفسدصلاته إذارفع يده في كل مرة وإلافلاتفسدلأنه حك واحد"......(الطحطاوی: ۱/۳۲۳) و(المحیط: ۲/۱۶۵)

"(الثالث:الحركات الثلاث المتوالية كثيروإلافقليل"...... (ردالمحتار: ۱/۶۲۴)

" قوله(ولفظ السلام)......وفي قوله لفظ السلام إشارة إلى أن الالتفات به يميناويساراليس بواجب وإنماهوسنة على ماسيأتي الىٰ إن الواجب السلام فقط دون عليكم"......(البحرالرائق: ۱/۵۲۵)

"وفي المجتبى ولم يذكرقدرمايحول به وجهه وقدوردفي حديث ابن مسعودأنه عليه السلام كان يسلم عن يمينه حتى يرى بياض خده الأيمن وعن يساره حتى يرى بياض خده الأيسر"......(أيضا: ۱/۵۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں لقمہ دینے والے اور لینے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نماز جمعہ پڑھا رہا ہے ایک بڑی آیت پڑھ لی ہے دوسری آیت کے آخری الفاظ کے لیے امام نے وقفہ کیا تو مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لے لیا

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خلل فاتح کی نماز میں واقع ہوا یا امام کی نماز میں؟ یا سب کی نماز باعث خلل واعادہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں نہ فاتح کی نماز فاسد ہوئی ہے اور نہ امام کی نماز۔

"والصحيح أنها لاتفسد صلاة الفاتح بكل حال ولا صلاة الإمام لو أخذ منه على الصحيح هكذا في الكافي" (الهندية : ۱/۹۹)

"بخلاف فتحه على امامه فانه لايفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال قوله بكل حال أي سواء قرأ الإمام قدر ماتجوز به الصلاة أم لا انتقل إلى آية أخرى أم لاتكرر الفتح أم لا هو الأصح نهر"......(الدر مع الرد: ۱/۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مساجد میں رکھی گئی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ٹوپیاں پہننی درست ہیں یا اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ مسجد میں ٹوپیاں رکھنا درست ہیں یا غلط؟ مزید یہ کہ اگر ایک مسجد کی ٹوپی اٹھا کر دوسری مسجد میں ثواب کی نیت سے رکھ دیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز کے لیے عمدہ لباس ہونا چاہیے،قولہ تعالیٰ: "خذوا زينتكم عند كل مسجد" (سورۃ اعراف)

اور ایسا لباس جو بڑی تقریبات وغیرہ میں پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو اس میں نماز مکروہ ہے، بناء بریں ان ٹوپیوں کا استعمال بھی مکروہ ہوگا، البتہ اگر عمدہ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اور جس مسجد کی ہیں اسی میں ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے دوسری مسجد میں ان کو رکھنا درست نہیں ہے۔

"(وكره تثاؤبه......و) صلاته (في ثياب البذلة) وهي ما يلبس في البيت ولايذهب بها الى اكابر"......(درر الحكام: ۱/۴۷۵،ب)

"وروى عن عمر رضي الله عنه انه رأى رجلا فعل ذلك فقال ارأيتك

لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكنت تمر في ثيابك هذه فقال لا فقال عمر (رضي الله عنه) الله احق ان يتزين له"...... (البحر: ۱۶۸/۳،ب)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوسجدوں میں سے ایک سجدہ چھوڑ دیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز میں دو سجدوں میں سے ایک سجدہ چھوڑ دیا پھر دوسری رکعت میں وہ چھوڑا ہوا سجدہ بھی کرلیا تو اب ایک رکعت میں تین سجدے کیے تو اس حالت میں سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس صورت میں سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوجائے گی۔

"مصلي الاربع اذارفع راسه عن الركوع من الركعة الثالثة فتذكر انه لم يسجد في الثانية الاسجدة واحدة فانه يسجد تلك السجدة ثم يتشهد للثانية ثم يسجد للثالثة سجدتين ثم يتم صلاته لان عوده الى السجدة المتروكة لايرفض الركوع ويلزم السهو لانه اخر السجدة في الركعة الثانية عن محلها "......(فتاوىٰ قاضي خان : ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳): محترم ومکرم حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

ہماری مسجد میں ایک مسئلہ درپیش ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سوئی گیس کا ہیٹر سجدہ کی جگہ نہیں ہونا چاہیے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعلے اٹھنے والی آگ نہیں یہ تو صرف سردیوں میں کمرہ گرم کرنے کے لیے سامنے ہیٹر لگائے ہیں، بعض دفعہ نمازیوں میں جھگڑا بھی ہوجاتا ہے کہ نماز میں اکثر مشابہت کے خیالات آتے رہتے ہیں مگر ابھی تک صحیح

صورت حال معلوم نہیں ہورہی کہ اس طرح کرنے سے نماز ہوجاتی ہے کہ نہیں؟ اس مسئلہ کا حل قرآن اور سنت کی روشنی میں دے دیں تاکہ اس جھگڑے کا حل ہوسکے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آمین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں گیس وغیرہ کے ہیٹر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے تشبہ بعبدۃ النار کی وجہ سے، واضح رہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کی عبارت دونوں قسم کی ہیں۔

"ومن توجه في صلوته الى تنور فيه نار تتوقد او كانون فيه نار يكره ولو توجه الى قنديل او الى سراج لم يكره كذافي المحيط السرخسي وهو الاصح كذافي خزانة الفتاوىٰ"...... (فتاوىٰ الهندية: ١٠٨/١)

"ان بعضهم قال تكره الى شمع او سراج كمالو كان بين يديه كانون فيه جمر او نار موقدة اه وظاهره ان الكراهة في الموقدة متفق عليها كمافي الحجر تامل "......(ردالمحتار: ٦٤٨٢/١)

"قوله وظاهره ان المراد بالموقدة الخ نعم ظاهره ذلك ولكن ظاهره ايضا ان عدم الكراهية فيها قول ضعيف ومافي العناية لايقتضي انهامتفق عليها بل يصح التشبيه على جعل الكراهة على القول المعتمد "......(تقريرات رافعي: ٨٥/١)

"وصار كمااذاصلي الى شمع او سراج على ماقالوا (قوله على ماقالوا) يشعر بالخلاف وقيل يكره والصحيح الاول لانهم لايعبدونه بل الضرام جمر او نار الخ"......(فتح القدير: ٣٦٣/١)

"وذكر الامام التمرتاشي واختلف فيمن صلي وبين يديه شمع او سراج فقيل يكره كمالو كان بين يديه كانون فيه جمر او نار موقدة والصحيح انه لايكره لان السراج او الشمع لايعبدة احد وعن ظهير الدين الاصل ان كل مايقع تشبها بهم فيمايعظمونه يكره الاستقبال في الصلوة اليه وهم يعبدون الجمر بدون الضرام الاان الاستقبال الى الضرام يكره لانه لاينفك عن

الجمر وقالوا ایضایکرہ الصلوۃ الی تنور مفتوح الرأس فیہ نارا"......(الکفایۃ علی الفتح القدیر : ۱/۳۶۳)

واضح رہے کہ جمرہ کے بارے میں جو مخصوص تصور عرف عام کی وجہ سے قائم ہے یہ یہاں صحیح نہیں ہے، کیونکہ جو بھی چیز آگ کی وجہ سے سرخ ہو کر آگ کا کام دینے لگ جاتی ہے وہی حکماً جمرہ ہے چاہے اس کا مادہ کوئلہ ہو یا لوہا ہو، نیز جب ایک چیز کے بارے میں کراہت واباحت میں تردد ہو تو ترجیح کراہت کو ہوتی ہے، اس لیے کہ مباح کو چھوڑنا مکروہ کے مرتکب ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔

"الشیء اذا تردد بین الاباحۃ والکراھۃ ترجح الکراھۃ لان ترک المباح اولیٰ واحق من ارتکاب المکروہ"

نیز واضح رہے کہ تشبہ بالکفار کی وجہ سے کراہت بھی کراہت تحریمی ہے، جیسا کہ علامہ انور شاہ الکشمیریؒ سے بول قائما کی بحث میں علامہ بنوریؒ معارف السنن:۱/۱۰۶، پر نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"ثم ان البول قائما وان کانت فیہ رخصۃ والمنع للتادیب لاللتحریم کماقالہ الترمذی ولکن الیوم الفتویٰ علی تحریمہ اولیٰ حیث اصبح شعار الغیر المسلین من الکفار واھل الادیان الباطلۃ"

ہیٹر کو شمع اور چراغ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، سابقہ عبارات سے فرق واضح معلوم ہو رہا ہے، لہذا تعارض عبارات اور تردد بین کراہۃ التحریم والاباحۃ کی وجہ سے اصولی طور پر عدم جواز کا فتویٰ احق بالقبول ہے، لہذا ہیٹر سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرد وعورت کا برابر کھڑے ہو کر جدا جدا نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی کسی محرم عورت کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے جبکہ نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مرد اور عورت اگر نماز اپنی اپنی پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد تو نہیں، البتہ مکروہ ہوگی۔

”فمحاذاۃ المصلیة لمصل لیس فی صلاتھامکروھة لامفسدفتح “...... (درمع ردالمحتار: ۱/ ۴۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں دفع وسوسے کے لیے استغفار پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز کے اندر وسوسہ سے جان چھڑانے کے لیے نمازی آدمی ”استغفر اللہ “وغیرہ پڑھ لے تو کیا نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر وسوسہ امور آخرت کے متعلق ہو تو استغفار کہنے کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وسوسہ امور دنیا کے متعلق ہو تو نماز فاسد ہوگی۔

”المصلی إذاوسوسه الشیطان فقال(لاحول ولاقوۃ الاباللّٰه) إن کان ذلک فی امرالاخرۃ لاتفسدصلاته وإن کان فی أمرالدنیا تفسدصلاته“ ......

(التتارخانیة : ۱/ ۴۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز مصافحہ کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے دوران کوئی شخص مصافحہ کرے تو کیا اس عمل سے نمازی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر نمازی نے نماز کے دوران کسی سے مصافحہ کرلیا تو اس سے نماز فاسد ہوجائے گی۔

”ویفسدھاردالسلام بلسانه ولوسھوا اوردالسلام بالمصافحة لانه کلام معنی“......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تصویر والا کپڑا پہننے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر تصویر سامنے لگی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تصویر نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں لگی ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہے نیز تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

"ویکره ان یصلی وبین یدیه اوفوق رأسه اوعلی یمینه اوعلی یساره اوفی ثوبه تصاویر".....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۷)

"ویکره ان یکون فوق رأسه اوخلفه اوبین یدیه اوبحذائه صورة حیوان لانه یشبه عبادتها واشدها کراهة امامه ثم فوقه ثم یمینه ثم یساره ثم خلفه" ......

(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کمرے میں تصاویر لگی ہوئی ہوں وہاں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا ایسے کمرہ میں جہاں جانوروں کی، انسانوں کی تصویریں یا درختوں دریاؤں وغیرہ کی سینریاں لگی ہوئی ہوں وہاں نماز ادا ہو سکتی ہے؟

(۲) کیا نماز کی نیت دل میں کرلینا کافی ہے یا زبان سے بھی ادا کرنا ضروری ہے؟

(۳) کچھ لوگ سنت نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں اور فرض نماز کے بعد دعا نہیں مانگتے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں جس کمرے کے اندر جاندار کی تصویر لگی ہوئی ہو چاہے اوپر ہو یا نیچے ہو سامنے ہو، دائیں ہو یا بائیں ہو تو اس کمرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے، غیر جاندار کی تصویر کا کوئی حرج نہیں ہے مثلاً سینریاں وغیرہ۔

(۲) نماز کی نیت دل میں کرلینا کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔

(۳) ہرنماز کے بعد دعا کرنا چاہے فرض ہو یا نفل مرغوب ومطلوب فی الشریعۃ ہے البتہ اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا کرنی چاہیئے اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا کرنی چاہیئے۔

(۱)"(ولبس ثوب فيه تماثيل) ذی روح وان يكون فوق رأسه اوبين يديه او(بحذائه)يمنة اويسرة اومحل سجوده (قوله ولبس ثوب فيه تماثيل)...... والتمثال خاص بمثال ذی الروح ويأتی ان غيرذی الروح لايكره قال القهستانی وفيه اشعار بانه لاتكره صورة الرأس وفيه خلاف كمافی اتخاذها كذافی المحيط قال فی البحر وفی الخلاصة وتكره التصاوير علی الثوب صلی فيه اولا انتهی وهذه الكراهة تحريمية "......(درمع الرد : ۱/۶۴۷)

"ويكره ان يصلی وبين يديه اوفوق رأسه اوعلی يمينه اوعلی يساره اوفی ثوبه تصاوير "......(فتاویٰ خانية علی هامش الهندية : ۱/۱۱۹)

(۲)"المعتبرفی النية عمل القلب ولايشترط التلفظ عندنا "......(فتاویٰ سراجيه : ۱۱)

"امااصلها ان يقصد بقلبه فان قصدبقلبه وذكربلسانه كان افضل "......(خانية علی هامش الهندية: ۱/۸۰)

"والحق انهم انما ذكروا العلم بالقلب لافادة ان النية انماهی عمل القلب وانه لايعتبر باللسان " ......(البحرالرائق : ۱/۲۸۲)

(۳)"ثم يدعوا بحاجته لقوله تعالیٰ(فاذافرغت فانصب والی ربک فارغب) قيل معناه اذافرغت من الصلاة فانصب للدعاء ورغب الی الله تعالیٰ بالاجابة وكان رسول الله فی اخرصلاته يتعوذبالله من المغرم والمأثم ومن فتنة المحياوالممات"......(مبسوط السرخسی : ۱/۱۴۳)

"وعن ابی امامة قال قيل يارسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير ودبرالصلوات المكتوبات " ......(مرقاۃ المفاتيح: ۳/۴۳)

"وعن عقبة بن عامر قال امرنی رسول الله ﷺ ان اقرء بالمعوذات فی دبركل صلاته"......(مرقاۃ المفاتيح :۳/۴۴)

"من قال دبر كل صلاة سبحان ربك رب العزة عمايصفون وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين ثلاث مرات فقداكتال بالجريب الاوفى من الاجر"......(كنزالعمال : ۲/۶۰)

"ياام سليم اذاصليت المكتوبة فقولي سبحان الله عشرا والله اكبر عشرا والحمدلله عشرا ثم سلي ماشئت فانه يقول لك نعم ثلاث مرات"......(كنزالعمال : ۲/۶۰)

"الااعلمكم بشيء تدركون به من سبقكم وتسبقون به من بعدكم ولايكون احدافضل منكم الامن صنع مثل ماصنعتم تسبحون وتكبرون وتحمدون في دبر كل صلاته ثلاثاوثلاثين مرة"......(كنزالعمال: ۲/۵۷)

"وعن ثوبان رضي الله عنه قال كان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت ياذاالجلال والاكرام"......(مرقاة المفاتيح ۳/۳۵)

"من صلى فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة"......(كنزالعمال: ۲/۳۳)

"عن ابي موسى الاشعري رضي الله عنه دعاالنبي ﷺ بماء فتوضا ثم رفع يديه فقال اللهم اغفرلعبيدبن عامر ورأيت بياض ابطيه فقال اللهم اجعله يوم القيامة فوق كثير من خلقك من الناس"......(فيض الباري : ۶/۲۳۷)

"ثم يدعون لانفسهم وللمسلمين بالادعية الماثورة الجامعة لقول ابي امامة قيل يارسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخير ودبرالصلوات المكتوبات ولقوله ﷺ والله اني لاحبك اوصيك يامعاذ لاتدعن دبر كل صلوة ان تقول اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك"......(مراقي الفلاح: ۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز فون کی گھنٹی بج جائے تو بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوران نماز فون کی گھنٹی بج رہی ہے تو کیا وہ فون جیب سے نکال کر بند کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ نماز سے قبل موبائل فون کو ضرور بند کرنا چاہیے بصورت دیگر دوران نماز اگر گھنٹی بج جائے تو موبائل فون کو عمل قلیل سے بند کردیں۔

"ویفسدها کل عمل کثیر لیس من اعمالها ولا اصلاحها وفیه اقوال خمسة اصحها مالا یشک بسببه الناظر من بعید فی فاعله انه لیس فیها وان شک انه فیها ام لا فقلیل"......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۶۱)

"العمل الکثیر یفسدالصلوة والقلیل لا کذافی محیط السرخسی واختلفوا فی الفاصل بینهما علی ثلاثة اقوال الاول ان مایقام بالیدین عادة کثیر وان فعله بید واحدة...... قلیل وان فعل بیدین کنزع القمیص وحل السراویل ولبس القلنسوة ونزعها ونزع اللجام هکذافی التبیین وکل مایقام بید واحدفهویسیر مالم یتکرر"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۱،۱۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز موبائل فون کو بند کرنے کے احکام:

مسئلہ نمبر(۲۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت میں شریک نمازی کی ٹون بجتی ہے، ٹون ساز ہے یا گانا ہے، وہ موبائل کو جیب سے نکالتا ہے، اور آف والا بٹن نظر سے دیکھ کر بند کرتا ہے تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

دوسرا شخص جیب کے اوپر سے ہی بغیر دیکھے بلا تخصیص کوئی بٹن موبائل آف کرنے کے لیے دباتا ہے نماز ٹوٹی یا نہیں؟

تیسرا شخص جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے اپنی انگلیوں سے آف بٹن کا اندازہ لگاتا ہے اور آف کردیتا ہے نماز ٹوٹی یا نہیں؟

ایک شخص تلاوت والی ٹون یانعت بغیر ساز کے لگاتا ہے نماز میں پانچ منٹ تک یہی کیفیت رہتی ہے، تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

چوتھے شخص کے موبائل میں ساز گانے یا شریعت کے خلاف ٹونیں ہیں تین منٹ تک نماز میں یہی کیفیت رہتی ہے، تو کیا نماز ٹوٹی یا نہیں؟

جماعت کی نماز اور انفرادی نماز میں موبائل بند کرنے کے احکامات میں کوئی فرق ہے؟

مسجد میں موبائل کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر ایک شخص ہمیشہ مسجد میں رہتا ہے اعتکاف وغیرہ میں تو کیا وہ موبائل استعمال کرسکتا ہے؟

اگر ٹون شریعت کے خلاف نہ ہو تو تبلیغی حضرات کے لیے مسجد میں موبائل کا استعمال کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) نماز سے قبل موبائل بند کردینا چاہیے، یا اس کی آواز بند کردینی چاہیے، اور اگر کسی وجہ سے موبائل کی گھنٹی بند کرنا بھول جائیں تو دوران نماز عمل قلیل کے ذریعے اسے بند کرلیا جائے، لہذا صرف یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر کسی بھی بٹن کو دبا دیا جائے اور باقی ان تمام صورتوں سے بچا جائے جو کہ سوال میں مذکور ہیں کیونکہ ان سے عمل کثیر لازم آتا ہے، واضح رہے کہ موبائل کی گھنٹی اگر کسی گانے یا کسی موسیقی پر مشتمل ہو تو چونکہ اس کا سننا ویسے بھی حرام ہے، اس لیے ایسی ٹون لگانا جائز نہیں ہے، اور قرآنی آیات اور نعتیہ اشعار کی صورت میں ٹون رکھنا اس لیے درست نہیں ہے کہ یہ ان کی عظمت کے خلاف ہے۔

(۲) مسجد میں ضرورت کی بناء پر موبائل سنا جاسکتا ہے۔

(۳) معتکف کو ضرورت پڑنے پر مسجد میں موبائل کے ذریعہ ضروری بات کرنے کی اجازت ہے۔

"ومثله مالو شمر للوضوء ثم عجل لادراک الركعة مع الامام واذا دخل في الصلاة كذالک وقلنابالكراهة فهل الافضل ارخاء كميه فيهابعمل قليل اوتركهما لم اره والاظهر الاول بدليل قوله الآتي ولوسقطت قلنسوته فاعادتها افضل تامل هذا"...... (فتاویٰ شامی: ۱/۴۷۳)

"القول الثاني ان مايعمل عادة باليدين كثير وان عمل بواحدة كالتعمم وشدالسراويل وماعمل بواحدة قليل وان عمل بهما كحل السراويل ولبس

القلنسوۃ ونزعها الااذاتکرر ثلاثامتوالیة وضعفه فی البحر بانه قاصر عن افادۃ مالایعمل بالید کالمضغ والتقبیل"......(الدرالمختار:۱/۳۶۲)

"قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کماینبت الماء النبات "......(الدرعلی هامش الرد:۵/۲۲۵)

"ویکره تحریما صمت ان اعتقده قربة والالالحدیث من صمت نجاویجب ای الصمت کمافی الغرر الاذکار عن شر لحدیث رحم الله امرأ تکلم فغنم اوسکت فسلم وتکلم الابخیر وهومالااثم فیه ومنه المباح عندالحاجة الیه لاعندعدمها وهومحمل مافی الفتح انه مکروه فی المسجد یأکل الحسنات کماتأکل النارالحطب کماحققه فی النهر"......(الدرعلی هامش الرد : ۲/۱۴۷)

"فلاینبغی له ان یشتغل بامورالدنیا بحر"......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۶)

"وقدکرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام ختم الدرس حین یقرر"......(الدرالمختارعلی هامش ردالمحتار:۵/۳۰۶)

"قوله لاعلام ختم الدرس امااذالم یکن اعلاما بانتهائه لایکره لانه ذکروتفویض بخلاف الاول فانه استعمله آلة للاعلام ونحوه اذاقال الداخل یاالله مثلا لیعلم الجلاس بمجیئه لیهیؤاله محلاویوقروه واذاقال الحارس لااله الاالله ونحوه لیعلم باستیقاظه فلم یکن المقصود الذکر امااذااجتمع القصد ان یعتبر الغالب کمااعتبر فی نظائره اه "......(فتاویٰ شامی:۵/۳۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر موبائل بند کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز جیب میں موبائل فون موجود ہے،اس کو نماز کی حالت میں جیب میں ہاتھ ڈال کر آف کر سکتے ہیں، یا اس کی گھنٹی بج جائے تو اس کو دوران نماز جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کو بند کر سکتے ہیں؟ جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگراس طریقے سے موبائل فون بند کیا جائے کہ باہر سے آنے والا شخص اس کو نماز سے خارج نہ سمجھے تو نماز فاسد نہ ہوگی یعنی عمل قلیل کے ساتھ بند کردینا چاہیے۔

”ویفسدھا العمل الکثیر لاالقلیل والفاصل بینھما ان الکثیر ھوالذی لایشک الناظر لفاعلہ انہ لیس فی الصلاۃ وان اشتبہ فھوقلیل علی الاصح وقیل فی تفسیرہ غیرھذا کالحرکات الثلاث المتوالیات کثیرودونھا قلیل قولہ ھوالذی لایشک الناظر الخ قال ابن امیرحاج والمرادمن الناظر من لاعلم لہ بکونہ فی الصلاۃ والافمن المعلوم انہ لوشاھد شروع انسان فی الصلاۃ ثم رای منہ ماینافیھا کان تناول مشطاوسرح راسہ اولحیتہ مرات متوالیات فانہ یفسد حےمامع انتفاع التیقن بانہ لیس فی الصلاۃ“ ......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۲۲،۳۲۳)

”ویفسدھاکل عمل کثیر لیس من اعمالھاولالاصلاحھا وفیہ اقوال خمسۃ اصحھا مالایشک بسببہ الناظر من بعید فی فاعلہ انہ لیس فیھاوان شک انہ فیھا ام لافقلیل لکنہ یشکل بمسئلۃ المس والتقبیل فتامل(قولہ وفیہ اقوال خمسۃ اصحھا مالایشک الخ) صححہ فی البدائع وتابعہ الزیلعی والولوالجی وفی المحیط انہ الاحسن وقال الصدرالشھید انہ الصواب وفی الخانیۃ والخلاصۃ انہ اختیار العامۃ وقال فی المحیط وغیرہ رواہ الثلجی عن اصحابنا حلیۃ ، القول الثانی ان مایعمل عادۃ بالیدین کثیر وان عمل بواحدۃ کالتعمم وشدالسراویل وماعمل بواحدۃ قلیل وان عمل بھماکحل السراویل ولبس القلنسوۃ ونزعھا الااذا تکررثلاثا متوالیۃ وضعفہ فی البحر بانہ قاصر عن افادۃ مالایعمل بالید کالمضغ والتقبیل، الثالث الحرکات المتوالیۃ کثیر والافقلیل،الرابع مایکون مقصودالفاعل بان یفرد لہ مجلسا علی حدۃ قال فی التتارخانیۃ وھذاالقائل یستدل بامرءۃ صلت فلمسھا زوجھا اوقبلھا بشھوۃ اومص صبی ثدیھا وخرج اللبن تفسدصلاتھا،الخامس التفویض الی رای المصلی فان استکثرہ فکثیروالافقلیل قال القھستانی وھوشامل للکل

واقرب الی قول ابی حنیفة قال فانه لم یقدر فی مثله بل یفوض الی رای المبتلی اه قال فی شرح المنیة ولکنه غیرمضبوط وتفویض مثله الی رای العوام ممالاینبغی واکثرالفروع اوجمیعها مفرع علی الاولین والظاهر ان ثانیهمالیس خارجاعن الاول لان مایقام بالیدین عادة یغلب ظن الناظر انه لیس فی الصلاة وکذاقول من اعتبر التکرارثلاثامتوالیة فانه یغلب الظن بذلک فلذااختاره جمهورالمشایخ" ......(درمختارمع شامی: ۱/۳۶۱)

"وکل عمل قلیل بغیرعذر فهومکروه کذافی البحرالرائق"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

بجلی اور گیس کے ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بجلی یا گیس کے ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر ہیٹر انسانی قد سے اوپر لگا ہوا ہو تو پھر بھی جائز ہے یا ناجائز؟ اگر نا جائز ہے تو اس کی وجہ برائے مہربانی بیان فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

ہیٹر اگر نمازی کے سامنے ہو اوپر ہو یا نیچے دونوں صورتوں میں آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی، اور اگر دائیں بائیں یا پیچھے ہو تو نماز بلا کراہت ادا ہو جائے گی۔

"ذکرذلک فی القنیة کتاب الکراهیة ونصه الصحیح انه لایکره ان یصلی وبین یدیه شمع اوسراج لانه لم یعبدهما احدوالمجوسی یعبدون الجمرلاالنار الموقدة حتی قیل لایکره الی النار الموقدة وظاهره ان المراد بالموقدة التی لهالهب لکن قال فی العنایة ان بعضهم قال تکره الی شمع او سراج کمالوکان بین یدیه کانون فیه جمر اونارموقدة وظاهره ان الکراهة فی الموقدة متفق علیه کمافی الجمر تامل"......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہیٹر اگر دیوار میں لگے ہوئے ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳): بخدمت جناب حضرت اقدس مفتی اعظم صاحب

عرض یہ ہے کہ ہمارے محلے کی جامع مسجد کی سامنے والی دیواروں پر موم بتی، چراغ اور ہیٹر گیس والے لگے ہوئے ہیں جو کہ نماز کے وقت میں جلائے جاتے ہیں اور عین جماعت کے وقت وہ جل رہے ہوتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

گیس، ہیٹر یا چولہا اگر نماز میں نمازی کے سامنے جل رہے ہوں تو اس صورت میں اس کے سامنے نماز پڑھنے والے شخص کی نماز مکروہ ہے، اس لیے مذکورہ اشیاء سامنے کی بجائے دائیں بائیں ایسی جگہ لگائی جائیں جہاں وہ کسی نمازی کے سامنے نہ آتی ہوں، مفتیٰ بہ قول کے مطابق جلتی ہوئی آگ اور انگارے دونوں کا حکم ایک ہے۔

"ومن توجه فی صلوته الی تنور فیه نارتتوقد او کانون فیه نار یکره ولو توجه الی قندیل اوالی سراج لم یکره کذافی محیط السرخسی وهوالاصح کذافی خزانة الفتاوی"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۰۸)

"ویکره ان یصلی وبین یدیه تنور او کانون فیه نارموقودة لانه یشبه عبادة النار وان کان بین یدیه سراج اوقندیل لایکره لانه لایشبه عبادة النار"......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۱۱۹)

"ولایکره صلوة الی ظهر قاعد اوقائم ولو یتحدث الااذاخیف الغلط بحدیثه ولاالی مصحف اوسیف مطلقا اوشمع اوسراج اونارتوقد لان المجوس انماتعبد الجمرلاالنار الموقدة قنیة (قوله قنیة) ذکرذلک فی القنیة فی کتاب الکراهیة ونصه الصحیح انه لایکره ان یصلی وبین یدیه شمع اوسراج لانه لم یعبدهما احدوالمجوس یعبدون الجمرلاالنار الموقدة حتی قیل لایکره الی النار الموقدة اه وظاهره ان المراد بالموقدة التی لهالهب لکن قال فی العنایة ان بعضهم قال تکره الی شمع اوسراج کمالوکان بین یدیه کانون

فیہ جمر او نار موقدۃ اہ وظاہرہ ان الکراھۃ فی الموقدۃ متفق علیھا کما فی الحمر تامل"......(الدرمع الرد: ۱/۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہیٹر کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر (۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موسم سرما میں مساجد کے اندر نمازی کے سامنے والی دیوار میں پیوست یا سجدہ کی جگہ فرش پر سوئی گیس یا بجلی کے ہیٹر رکھے ہوتے ہیں، اس صورت میں نماز کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟ مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نمازی کے سامنے یا سجدہ والی جگہ کے سامنے سوئی گیس یا بجلی والا ہیٹر رکھا ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لیے کہ مجوسیوں اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

"قال فی العنایۃ ان بعضھم قال تکرہ الی شمع او سراج کمالو کان بین یدیہ کانون فیہ جمر او نار موقدۃ اہ وظاہرہ ان الکراھۃ فی الموقدۃ متفق علیھا کمافی الحمر تامل"......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۲)

"ومن توجہ فی صلاتہ الی تنور فیہ نار تتوقد او کانون فیہ نار یکرہ ولو توجہ الی قندیل اوالی سراج لم یکرہ کذافی محیط السرخسی"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز دونوں ہاتھوں سے قمیص کو پکڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خداوند کریم آپ کو صحت اور زندگی عطا فرمائے (آمین)

ایک طویل عرصہ ہوا آپ کی محفل میں ایک مسئلہ سناتھا کہ دوران قیام نمازی اگر دونوں ہاتھوں میں ایک ہی وقت میں کسی چیز کو پکڑلے مثال کے طور پر بعض لوگ اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں قمیص کو درست کرنے کے لیے، تو کیا ایسا کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ برائے مہربانی اس کی صحیح صورت حال سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے پکڑ لینے سے نماز تو نہیں ٹوٹتی البتہ بلاضرورت ایسا کرنا احتیاط اور نماز کے ادب کے منافی ہے۔

"العمل الكثير يفسد الصلاة والقليل لا كذا في محيط السرخسي واختلفوا في الفاصل بينهما على ثلاثة اقوال الاول ان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيد واحدة كالتعمم ولبس القميص وشد السراويل والرمي عن القوس ومايقام بيد واحدة قليل وان فعل بيدين كنزع القميص وحل السراويل ولبس القلنسوة ونزعها ونزع اللجام هكذا في التبيين وكل مايقام بيد واحدة فهو يسير مالم يتكرر كذا في فتاوى قاضي خان والثاني ان يفوض الى راى المبتلى به وهو المصلي فان استكثره كان كثيرا وان استقله كان قليلا وهذا اقرب الاقوال الى راى ابي حنيفة رحمه الله تعالى والثالث انه لو نظر اليه ناظر من بعيد ان كان لايشك انه في غير الصلاة فهو كثير مفسد وان شك فليس بمفسد وهذا هو الاصح"......(فتاوىٰ الهندية: ۱۰۱، ۱۰۲/۱)

"ويكره نزع القميص والقلنسوة ولبسهما او خلع الخف في الصلوة بعمل يسير"......(فتاوىٰ التاتارخانية: ۱۱۹/۱)

"ويكره للمصلي ان يعبث بثوبه اولحيته اوجسده"......(فتاوىٰ الهندية: ۱۰۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز کشف عورت سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر غفلت کی وجہ سے کسی آدمی کی دوران نماز کشف عورت ہو جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں اگر کشف عورت کی حالت میں ایک رکن ادا کرلیا تو بالاجماع نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کشف عورت ہوتے ہی دوبارہ ستر کو ڈھانپ لیا تو بالاجماع نماز فاسد نہیں ہوگی، اگر رکن تو ادا نہیں کیا لیکن کشف عورت اتنی دیر رہا جس میں رکن کو ادا کیا جاسکتا تھا تو اس صورت میں اختلاف ہے، واضح رہے کہ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ جب کشف عورت عمداً نہ ہو، اور عمداً کی صورت میں ہر حال میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

"وان انکشفت عورته فی الصلاة فسترها بلامکث جازت صلاته اجماعا وان ادی رکنا مع الانکشاف فسدت اجماعاوان لم یؤده لکن مکث قدرمایمکن الاداء تفسد عندابی یوسف رحمه الله تعالی خلافالمحمدرحمه الله ولانص عن ابی حنیفة رحمه الله کذافی شرح النقایة "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۵۸)

"وانکشفت عورته ففیمااذا تعمد ذلک فسدت صلاته قل ذلک اوکثر وان لم یتعمد فان سجد مع ذلک اورکع فسدت صلاته علم ذلک اولم یعلم وان لم یؤدرکنا ومکث فان کان بعذره لاتفسد فی قولهم وان وجدسبیلا من التعبد عنهافمکث من غیرعذر اختلفت الروایات فیه وظاهرالروایة عن محمدرحمه الله تعالی ان صلاته تفسد وقیل قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ فی هذاکقول محمدرحمه الله تعالی"......(فتاویٰ خانیة: ۱/۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورت کا مرد کی مانند نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا مرد کی طرح نماز پڑھنا خصوصاً سجدہ مرد کی طرح کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس طرح نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عورت کے لیے کچھ افعال میں مرد کی طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ بعض افعال عورت کے بوجہ ستر کے مختلف ہیں۔

"والمرءۃ تنخفض فلاتبدیء عضدیھا وتلصق بطنھا بفخذیھا لانہ استر وحررنافی الخزائن انھاتخالف الرجل فی خمسۃ وعشرین "......(درمختار مع ردالمحتار: ۱/۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹیوب لائٹ کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب کے سامنے بجلی کی ٹیوب لائٹ جل رہی ہوتو شرعی مسئلہ کیا ہے کہ اس کو بند کردیا چاہیئے یانہیں؟ اگروہ جل رہی ہو اس کے سامنے نماز ہوجائے گی یانہیں؟ تقویٰ کس بات پر عمل کرنے میں ہے؟ اگر کوئی شخص اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد اس لیے نماز دوہرائے کہ ٹیوب لائٹ کی وجہ سے تقویٰ کی نماز نہیں ہوتی، تو اس کا عمل ٹھیک ہے یانہیں؟ نماز دوہرائی جائے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ٹیوب لائٹ چراغ اور موم بتی کے حکم میں ہے، اس کے آگے جلنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"الصحیح انہ لایکرہ ان یصلی وبین یدیہ شمع اوسراج لانہ لم یعبدھما احد"......(ردالمحتار: ۱/۴۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خوراک کا ذرہ منہ میں آنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر منہ میں خوراک کا ذرہ آجائے تو اسے باہر نکال دینا چاہیئے یانگل لینا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

دوران نماز اگر منہ میں خوراک کا ذرہ آجائے تو اسے نکال دینا چاہیئے، البتہ اگر نگل لیا اور اس کی مقدار چنے کی مقدار سے کم ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

"وفی باب الحدث من الاصل اذاکان بین اسنانه شیء فابتلعه لاتفسدصلاته لان مابین اسنانه تبع لریقه ولهذا لایفسدبه الصوم قالوا وهذا اذاکان بین اسنانه قلیل دون الجمعة لانه یبقی بین الاسنان عادة فاما اذاکان اکثر من ذلک تفسدصلاته"......(المحیط البرهانی: ۲/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زخم والے شخص کا مسجد میں آنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک شخص کے پاؤں میں گہرا اور سیاہ زخم ہے جب وہ شخص مسجد میں آتا ہے تو اس کے زخم کے بدبو کی وجہ سے لوگوں کا مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہوتا ہے، کیا ایسے شخص کا مسجد میں آنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

ایسے شخص کو جس کے زخم سے بدبو آتی ہے اور اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو، مسجد میں آنا شرعاً ممنوع ہے۔

("قوله واکل نحوثوم) ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی أذی الملائکة واذی المسلمین ولایختص بمسجده علیه الصلوة والسلام بل الکل سواء لروایة مساجدنا بالجمع خلافالمن شذویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحة کریهة ماکولا اوغیره وانماخص الثوم هنابالذکر وفی غیره ایضابالبصل والکراث لکثرة اکلهم لهاوکذالک الحق بعضهم بذالک من بفیه بخرأوبه جرح له رائحة"......(ردالمحتار: ۱/۴۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خارج صلوٰۃ مکبر کی تکبیر پر ارکان کی ادائیگی سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے وقت مسجد کی نیچے والی منزل اوراوپر والی منزل دونوں نمازیوں سے بھری ہوئی تھیں، اور مکبر ان میں ایسا شخص تھا جو کہ نماز سے خارج تھا لوگوں نے ارکان نماز اسی کی تکبیروں پر ادا کیے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح نمازیوں کا ایسے آدمی کی تکبیر کے ساتھ ارکان نماز ادا کرنا جو نماز میں شامل نہیں ہے جائز ہے یا نہیں؟ اوران لوگوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر تکبیر ایسے شخص نے کہی ہے جو نماز میں شریک نہیں تھا تو جن نمازیوں نے اس کی تکبیر پر عمل کیا تو ان کی نماز فاسد ہوگئی ہے۔

"المبلغ اذاقصد التبليغ فقط خاليا عن قصدالاحرام فلاصلاة له ولالمن يصلى بتبليغه في هذه الحالة لانه اقتدى بمن لم يدخل في الصلاة فان قصدبتكبيره الاحرام مع التبليغ للمصلين فذلك هوالمقصود منه شرعا كذافي فتاوى الشيخ "......(فتاویٰ شامی : ۱/۳۵۱)

"قالوا يسن جهرالامام بالتكبير بقدرالحاجة لتبليغ من خلفه فلوزاد على ذلك زيادة فاحشة فانه يكره لمافرق في ذلك بين تكبيرة الاحرام وغيرها ثم اذاقصد الامام اوالمبلغ الذى يصلي خلفه بتكبيرة الاحرام مجردالتبليغ خاليا عن قصد الاحرام للصلاة فان صلاته تبطل وكذاصلاة من يصلي بتبليغه اذاعلم منه ذلك واذاقصد التبليغ مع الاحرام فانه لايضر بل هوالمطلوب "

......(كتاب الفقه على مذاهب الاربعة : ۱/۲۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے دوران بچے کوسائیڈ پہ کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر نماز کے وقت میں گھر میں

ہوتا ہوں، میری ایک چھوٹی سی بچی ہے جو کہ التحیات پڑھتے وقت میری گود میں بیٹھتی ہے، یا سجدہ کی جگہ پر بیٹھ جاتی ہے، کیا نماز کے دوران یہ ممکن ہے کہ میں اس کو ہٹا کر ایک طرف کروں اور نماز بھی ادا ہوتی رہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر باپ ایک ہاتھ سے بچی کو ہٹا کر ایک طرف کردے اور نماز جاری رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"العمل الكثير يفسد الصلاة والقليل لا كذافي محيط السرخسي...... ان مايقام باليدين عادة كثير وان فعله بيدواحدة كالتعمم ولبس القميص وشدالسراويل والرمي عن القوس ومايقام بيدواحدة قليل "......(فتاوى الهندية: ۱۰۱/۱)

"وفي الظهيرية قال بعضهم كل عمل يقام باليدين عادة فهو كثير وان فعل بيدواحدة ومايقام بيدواحدة فهويسير وقال بعضهم كل عمل يشك الناظر في عامله انه في الصلاة اوليس في الصلاة فهويسير وكل عمل لايشك الناظر انه ليس في الصلاة فهو كثير وفي الصغرىٰ وهوالمختار"......(الفتاوى التاتارخانية: ۴۲۸/۱، قدیمی کتب خانہ)

"واتفقوا على ان الكثير مفسدوالقليل لا......ثم اختلفوا فيما يعين الكثرة والقلة على اقوال احدها مااختاره العامة كمافي الخلاصة والخانية ان كل عمل لايشك الناظر انه ليس في الصلاة فهو كثير وكل عمل يشتبه على الناظر ان عامله في الصلاة فهوقليل قال في البدائع وهذااصح وتابعه الشارح والولوالجي وقال في المحيط انه الاحسن وقال الصدر الشهيد انه الصواب"......(البحر الرائق : ۲/۳۰)

"عن ابي قتادة الانصاري ان رسول الله ﷺ كان يصلي وهو حامل امامة بنت زينب بنت رسول الله ﷺ ولابي العاص ابن ربيعة بن عبدشمس فاذاسجد وضعهاواذاقام حملها "......(صحيح البخاري : ۷۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام کاسترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز باجماعت کے لیے سترہ صرف امام صاحب کے لیے ہی کافی ہے؟ جولوگ علیحدہ علیحدہ اپنی نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے سترہ کا الگ اہتمام کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد یعنی مسجد شہداء میں جب جماعت کی نماز ہوتی ہے تو لوگوں کو زیادہ نمازی ہونے کی وجہ سے جماعت کے ساتھ پلاٹ میں نماز ادا کرنی پڑتی ہے، پلاٹ میں جو نمازی ہوتے ہیں ان کے آگے لکڑی دو یا تین جگہ کھڑی کر کے اوپر لمبا بانس باندھ دیتے ہیں، شمال اور جنوب کی طرف سترہ کے لیے اور لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پلاٹ میں جو اپنی بقایا رکعت فرض نماز کے بعد والی سنت نوافل وغیرہ الگ الگ پڑھ رہے ہوتے ہیں، آیا ان کے آگے سے گزر جانا گناہ تو نہیں ہے، کیونکہ جو بانس اوپر شمال اور جنوب کی جانب باندھا گیا ہے، زمین سے تقریباً دو فٹ اونچا ہوتا ہے، اوپر کوئی کپڑا وغیرہ بھی نہیں ڈالا جاتا، آپ بتائیں کہ یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ بانس اور زمین کے درمیان کھلا راستہ ہوتا ہے آدمی بیٹھ کر اس کے نیچے سے گزر سکتا ہے، اس مسئلہ میں آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

باجماعت نماز میں امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔

"وکفت سترة الامام للکل اه"......(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۴۷۲)

سترہ کے لیے ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) کے بقدر لمبا ہونا ضروری ہے، اور صورت مذکورہ شریعت کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے سترہ میں داخل نہیں ہے، لہٰذا آگے سے گزرنا درست نہیں ہے۔

"سترة بقدرذراع طولا وغلظ اصبع لتبدو للناظر بقربه دون ثلاثة ذراع علی حذاء حاجبیه لابین عینیه والایمن افضل"......(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۴۷۱)

"قال فی البحر وانه لااعتبار بالعرض وظاهره انه المذهب"......(البحرالرائق: ۲/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازی کے آگے سے گزرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی جو نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے آگے سے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بوقت ضرورت آدمی کیا کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نمازی صحراء یا بڑی مسجد میں ہو جس کی مقدار چالیس / چالیس شرعی گز ہو تو سجدہ کی جگہ کو دیکھتے ہوئے اس کی نظر جہاں تک پڑتی ہے اس کے اندر اندر سے گزر جانا جائز نہیں ہے اس کے باہر سے گزر سکتا ہے، اور اگر کمرے یا چھوٹی مسجد میں ہو تو مطلقاً اس کے سامنے سے گزرنا جائز نہیں ہے لہذا سترہ کا استعمال رکھنا چاہیے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنے میں گناہ گار ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ

(۱) اگر نمازی نے گزرنے کا راستہ بند نہ کیا ہو بلکہ گزرنے کے لیے دوسرا راستہ بھی موجود ہو تو گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

(۲) اور اگر راستہ بند کر دیا ہے تو نمازی گناہ گار ہوگا۔

(۳) اور اگر نمازی نے راستہ بند تو کر دیا ہے لیکن ساتھ گزرنے کے لیے دوسری جگہ موجود ہے تو گزرنے کی صورت میں دونوں گناہ گار ہوں گے۔

(۴) اور اگر نمازی نے راستہ بند تو نہیں کیا لیکن گزرنے والے کے لیے سوائے اس کے سامنے گزرنے کے کوئی اور صورت نہیں تو کوئی بھی گناہ گار نہیں ہوگا۔

"ویکرہ للمار ان یمر بین یدی المصلی لقول النبی ﷺ لویعلم المار بین یدی المصلی ماعلیہ من الوزر لکان ان یقف اربعین خیر لہ من ان یمر بین یدیہ ولم یوقت یوما اوشھرا اوسنۃ ولم یذکر فی الکتاب قدرالمرور واختلف المشایخ فیہ قال بعضھم قدرموضع السجود وقال بعضھم مقدارالصفین وقال بعضھم قدرمایقع بصرہ علی مار لوصلی بخشوع وفیماوراء ذالک لایکرہ وھوالاصح "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۰۹)

"وذکرقاضی خان فی شرحہ ان المسجداذاکان کبیرا فحکمہ حکم

الصحراء وفی الذخیرة من الفصل التاسع ان کان المسجد صغیرا یکرہ فی ای موضع یمر والیہ اشارمحمدفی الاصل قولہ ان کان المسجد صغیرا وھواقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھومختار القھستانی عن الجواھر"......(البحرالرائق مع منحة الخالق : ۲/۲۸)

"وقدافاد بعض الفقھاء ان ھنا صورا اربعا الاولیٰ ان یکون للمار مندوحة عن المرور بین یدی المصلی ولم یتعرض المصلی لذلک فیختص المار بالاثم ان مر،الثانیة مقابلتھا وھی ان یکون المصلی تعرض للمروروالمارلیس لہ مندوحة عن المرور فیختص المصلی بالاثم دون المار،الثالثة ان یتعرض المصلی للمروریکون للمارمندوحة فیاثمان اماالمصلی فلتعرضہ واماالمار فلمرورہ مع امکان ان لایفعل،الرابعة ان لایتعرض المصلی ولایکون للمار مندوحة فلایأثم واحدمنھما کذانقلہ الشیخ تقی الدین ابن دقیق العید رحمھم اللہ تعالی"......

(ردالمحتار: ۱/۴۶۹)

"ویغرزندبا بدائع الامام وکذاالمنفرد فی الصحراء ونحوھا سترة بقدرذراع طولا وغلظ اصبع لتبدوللناظر "......(الدرالمختارعلی ردالمحتار: ۱/۴۷۱،۴۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاسترہ کے لیےٹوپی یاچھڑی ہوناکافی ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کیساہے؟ بعض لوگ ٹوپی رکھ کراوربعض لوگ چھڑی لگاکرگزرجاتے ہیں،بعض کہتے ہیں کہ یہ گناہ ہے،سترہ کم ازکم ڈیڑھ فٹ ہوناچاہیے،بعض کہتے ہیں کہ ٹوپی یاچھڑی بھی کافی ہے،بعض کہتے ہیں کہ نمازی کوچاہیئے کہ گزرنے والےکوخودروک دے،شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر نماز پڑھنے والا چھوٹی مسجد یا مکان میں ہو جس کا رقبہ ۴۰*۴۰ ہاتھ سے کم ہو تو اس میں نمازی کے آگے سے گزرنا بغیر سترہ کے جائز نہیں ہے۔

اور اگر بڑی مسجد ہو جس کا رقبہ ۴۰*۴۰ ہو یا زیادہ ہو، یا صحراء میں ہو تو بغیر سترہ کے سجدہ کی جگہ سے کم از کم دو صف کا فاصلہ چھوڑ کر گزر سکتا ہے۔

سترہ کی مقدار کم از کم ڈیڑھ ہاتھ ہو اور موٹائی شہادت کے انگلی کے برابر ہو، نیز نمازی سامنے سے گزرنے والے کو روک سکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ہاتھ سے نہ روکے، بلکہ اشارے سے یا آواز بلند کرنے سے یا تسبیح کے ساتھ یا قراءت کے ساتھ روکے، البتہ تسبیح اور اشارہ دونوں کا کرنا مکروہ ہے۔

"ومرورمار في الصحراء اوفي مسجد كبير بموضع سجوده في الاصح اومروره بين يديه الى حائط القبلة في بيت ومسجد صغير فانه كبقعة واحدة (قوله في الاصح)هومااختاره شمس الائمة وقاضي خان وصاحب الهداية واستحسنه في المحيط وصححه الزيلعي ومقابله ماصححه التمرتاشي وصاحب البدائع واختاره فخرالاسلام ورجحه في النهاية والفتح انه قدر مايقع بصره على المار لوصلى بخشوع اى راميا ببصره الى موضع سجوده وارجح في العناية الاول الى الثاني بحمل موضع السجود على القريب منه وخالفه في البحر وصححه الاول وكتبت فيما علقته عليه عن التجنيس مايدل على مافي العناية فراجعه...... (قوله في بيت) ظاهره ولو كبيرا وفي القهستاني وينبغي ان يدخل فيه اى في حكم المسجد الصغير الدار والبيت (قوله ومسجدصغير) هواقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهوالمختار كمااشاراليه في الجواهر القهستاني (قوله فانه كبقعة واحدة)اى من حيث انه لم يجعل الفاصل فيه بقدر صفين مانعا من الاقتداء تنزيلا له منزلة مكان واحد بخلاف المسجد الكبير فانه جعل فيه مانعا فكذا هنايجعل جميع مابين يدى المصلى الى حائط القبلة مكانا واحدا بخلاف

مسجدالکبیر والصحراء فانه لوجعل کذلک لزم الحرج علی المارة فاقتصر علی موضع السجود هذاماظهرلی"......(در مختارمع الشامی: ۱/۳۶۹)

"ورجع فی فتح القدیر انه لافرق بین المسجد وغیره ای فی انه یکره المرور فیمایقع علیه بصره "......(منحة الخالق حاشیة البحرالرائق : ۲/۲۹)

"(ویغرزالامام فی الصحراء سترة بقدرذراع) بیان لاقلها والظاهر ان المراد به ذراع الید کماصرح به الشافعیة وهوشبران (ویدفعه بتسبیح او جهربقراءة اواشارة ولایزاد علیها عندناقهستانی لابهما فانه یکره"......(درمع الرد : ۱/۳۷۰تا ۳۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پی کیپ میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پی کیپ میں نماز ہوجاتی ہے یافاسد ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

پی کیپ سجدے میں حائل نہ ہوتو نماز ہوجائے گی۔

"وقدنبهنا بماذکرنا تنبیها حسنا وهوان صحة السجود علی الکور اذاکان علی الجبهة اوبعضها امااذاکان علی الرأس فقط وسجد علیه ولم تصب جبهته الارض علی القول بتعینها ولاانفه علی مقابله لاتصح اه فافهم"

......(فتاویٰ شامی : ۱/۳۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کھجور یاپلاسٹک کی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷): کیافرماتے ہیں علماء کرام اورمفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں انتظامیہ کی طرف

سے کھجور کی ٹوپیاں مہیا کی جاتی ہیں یا پلاسٹک کی یا کپڑے کی ٹوپیاں ہوتی ہیں، ان کا پہننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ آپ حضرات قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کریں کہ ان ٹوپیوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہاء نے ایسے کپڑے میں نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے جس میں زیادہ میل کچیل ہو یا اس کپڑے کو پہن کر آدمی معزز لوگوں کے سامنے جانے کو عار محسوس کرے، اور مسجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں میں یہ اکثر دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں (میل کچیل، معزز لوگوں کے سامنے پہننے کو عار) لہٰذا ان ٹوپیوں کے استعمال سے بچنا چاہیئے، البتہ اگر کسی جگہ ایسی ٹوپیوں کا اہتمام ہو جن میں یہ قباحتیں نہ ہوں ان کا استعمال بالکل جائز ہے، اور ان ٹوپیوں کے استعمال کو حرام کہنا بالکل درست نہیں ہے۔

"وکذلک یکره الصلاة فی ثیاب البذلة وروی ان عمر رضی الله عنه رأی رجلا فعل ذلک فقال ارأیت لو کنت ارسلتک الی بعض الناس اکنت ثمه فی ثیابک هذه فقال لا فقال عمر الله احق ان یتزین له " ......(المحیط البرهانی : ۲/۱۳۹)

"قوله وصلاته فی ثیاب بذلة ......قال فی البحر وفسرها فی شرح الوقایة بمایلبسه فی بیته ولایذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة"......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے اندر اپنے لیے جگہ مختص کرنا کیسا ہے؟ اور سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسجد میں نماز کے لیے جگہ مختص کرنا مکروہ ہے اور سجدے میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ لگانا بھی مکروہ ہے مگر عذر کی وجہ سے رخصت ہے۔

"ویکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانافی المسجد یصلی فیہ کذافی التتارخانیة"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۰۸)

"ویکرہ وضع الید قبل الرکبتین اذاسجد ورفعھماقبلھما اذاقام الامن عذر کذافی المنیة"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آنکھوں کے کونے سے ادہرادہر دیکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹): کیافرماتے ہیں علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں آنکھوں کے کونے سے ادھرادھر دیکھنا کیساہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب تک چہرہ نہ پھراہوتو آنکھوں کے کونوں کے ذریعے اِدھراُدھر دیکھنے سے نماز فاسدنہیں ہوتی البتہ بغیرضرورت کے دیکھنا خشوع وخضوع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے،تاہم امام کے لیے مقتدیوں پرنظر رکھنے کی نیت سے آنکھوں کے کونوں سے دیکھنے کی اجازت ہے،جیساکہ حضورﷺ کیاکرتے تھے۔

"ویکرہ ان یلتفت یمنة اویسرة بان یحول بعض وجھہ عن القبلة فامان ینظر بموق عینہ ولایحول وجھہ فلاباس بہ کذافی فتاوی قاضی خان"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۰۶)

"وقدصرحوا بان التفات البصر یمنة ویسرة من غیرتحویل الوجہ اصلا غیرمکروہ مطلقا والاولی ترکہ لغیرحاجة قولہ والاولی ترکہ لغیرحاجة ای فیکون مکروھاتنزیھا کماھو مرجع خلاف الاولی کماھوبہ صرح فی النھر وفی الزیلعی وشرح الملتقی للباقانی انہ مباح لانہ ﷺ کان یلاحظ اصحابہ فی صلاتہ بموق عینیہ ولعل المراد عندعدم الحاجة فلاینافی ماھنا"......(البحرالرائق مع منحة الخالق : ۲/۳۷)

"ولاباس بالنظر بموق عينيه يمنة ويسرة من غيرتحويل الوجه والاولیٰ تركه لغيرحاجة لمافيه من ترک الادب بالنظر الى محل السجود ونحوه كماتقدم"......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ٣٧٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرخ بلب جل رہا ہو تو نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہ اگر سرخ بلب جلتا ہو تو اس کی روشنی میں نماز پڑھنا جائز ہے یاناجائز ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر رنگ اور ہر قسم کے بلب کی روشنی میں نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔

"لايكره له ......التوجه لمصحف اوسيف معلق اوظهر قاعد ليتحدث اوشمع اوسراج على الصحيح "......(مراقى الفلاح : ٨٣)

"واذاكان التمثال مقطوع الرأس اى ممحوالرأس فليس بتمثال فلايكره لانه لايعبد بدون الرأس وصاركما اذاصلى الى شمع اوسراج على ماقالوا قوله على ماقالوا اشاربه الى ان فيه اختلاف المشائخ حيث قيل يكره التوجه الى الشمس اوالسراج اوالشمع والمختار انه لايكره "......(البناية شرح الهداية: ٢/٥٨)

"(و)لا الى(مصحف اوسيف مطلقا اوشمع اوسراج) اونار توقد لان المجوس انماتعبد الجمرلاالنار الموقدة قنية (قوله قنية)ذكرذلک فى القنية فى كتاب الكراهية ونصه الصحيح انه لايكره ان يصلى وبين يديه شمع اوسراج لانه لم يعبدهما احد"......(الدرمع الرد : ١/٦٤٨٢)

واضح رہے کہ اس سرخ بلب سے وہ سرخ بلب مراد نہیں ہے جو مسجدوں میں ممنوعہ اوقات میں جلایا جاتا ہے بلکہ وہ سرخ بلب مراد ہے جو روشنی کے لیے جلایا گیا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد میں اپنے لیے جگہ مخصوص کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) مؤذن اور مکبر جو مقرر ہوں کیا وہ مسجد میں امام صاحب کے بالکل پیچھے اپنی جگہ مختص کر کے وہاں ہر وقت مصلیٰ رکھ کر جگہ روک سکتا ہے؟ یا امام کے دائیں یا بائیں اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کر سکتا ہے؟

(۲) اگر اس کی مختص کردہ جگہ پر کوئی دوسرا نمازی جو اس کے اذان دینے سے پہلے مسجد میں آجائے اور شرارت سے مؤذن کی جگہ پر بیٹھ جائے تو اسے ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر وہ شریر نمازی جو مؤذن کی غیر حاضری میں جب مؤذن اپنے گھر میں ہو امام صاحب کے پیچھے بیٹھ جائے اور کہنے پر بھی جگہ نہ چھوڑے تو اس جھگڑے میں گناہ اس نمازی پر ہے یا مؤذن اور انتظامیہ مسجد پر؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) بشرط صحت سوال کسی شخص کے لیے مسجد میں اپنے لیے کوئی خاص جگہ متعین کرنا درست نہیں ہے بلکہ جو شخص پہلے پہنچ جائے وہ جس جگہ بیٹھنا چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

"ویکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانافی المسجد یصلی فیہ کذافی التتارخانیة"......(فتاوی الہندیة:۱۰۸/۱)

(۲) اگر کوئی شخص پہلے سے آکر مسجد میں کسی جگہ بیٹھ جائے تو دوسرے آدمی کے لیے اس کو اس جگہ سے ہٹانے کا اختیار نہیں۔

"وکرہ تحریما الوطء فوقہ والبول والتغوط ......وتخصیص مکان لنفسہ ولیس لہ اذعاج غیرہ منہ ولومدرسا قولہ ولیس لہ قال فی القنیة لہ فی المسجد موضع معین یواظب علیہ وقد شغلہ غیرہ قال الاوزاعی لہ ان یزعجہ ولیس لہ ذالک عندناہ ای لان المسجد لیس ملکا لاحد بحرعن النہایة"

......(درمع الشامی:۵۸۴، ۱/۴۹۰)

(۳) مذکورہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ اس آدمی کے بیٹھنے سے کسی قسم کے فساد کا اندیشہ نہ ہو اور اگر اس کے بیٹھنے سے جھگڑا اور فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے یا اس سے عام لوگوں کو نقصان ہو تو اس صورت میں اس بیٹھے ہوئے آدمی کو ہٹایا جاسکتا ہے۔

"والمراد بها التي لاتضر العامة والا ازعج القاعد فيهامطلقا "......(فتاویٰ شامی:۴۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد اگر کسی نے خبر دی کہ آپ نے رکعتیں کم پڑھی ہیں تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے عشاء کی نماز مکمل کی تو ساتھ والے ساتھی نے بتلایا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کیا اب اس نماز کو دوبارہ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نمازی کو اگر مکمل یقین ہو کہ میں نے چار رکعت مکمل پڑھی ہیں تو بتانے والے کی بات کو قبول نہ کرے اور بتانے والا شخص اگر عادل ہو اور نمازی کو اس کی بات کے سچ یا جھوٹ ہونے میں شک ہو تو احتیاطاً نماز کو لوٹا لے، اور اگر بتانے والا شخص فاسق ہو تو اس کی بات کو تسلیم نہ کرے، اور اگر بتانے والے دو عادل شخص ہوں اور نمازی کو ان کی بات میں شک ہو تو اپنے شک کو چھوڑ کر ان کی بات کو تسلیم کر لے اور اپنی نماز لوٹا لے، اور اگر امام کو شک ہو اور دو عادل شخص خبر دیں تو نماز کا لوٹانا واجب ہے، اور ایک عادل شخص کی وجہ سے لوٹانا مستحب ہے۔

"رجل صلى وحده اوصلى بقوم فلماسلم اخبره رجل عادل انك صليت الظهر ثلاث ركعات قالوا ان كان عندالمصلى انه صلى اربع ركعات لايلتفت الى قول المخبر وان شك المصلى فى قول المخبر انه صادق او كاذب روى عن محمد انه يعيد احتياطا وان شك فى قول رجلين عدلين اعادصلاته وان لم يكن المخبر عدلا لايقبل قوله وفى الظهيرية قال محمد بن الحسن امانافاعيد بقول واحد عدل بكل حال "......(التاتارخانية: ۱/۵۴۴، قدیمی کتب خانہ)

"قوله اخبره عدل تقدم ان الشك خارج الصلوة لايعتبر وان هذه الصورة مستثناة وقيد بالعدل اذلواخبره عدلان لزمه الاخذبقولهما ولايعتبر مثله وان لم يكن المخبر عدلا لايقبل قوله امداد وظاهر قوله اعاداحتياطا الوجوب

لکن فی التتارخانیة اذاشک الامام فاخبره عدلان یجب الاخذ بقولهما لانه لواخبره عدل یستحب الاخذبقوله "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاشلوارکوٹخنوں سےاوپررکھناصرف نمازمیں ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاشلوارکاٹخنوں سے نیچے ہوناصرف نمازمیں مکروہ ہے یانماز سے باہربھی؟ اوراسی طرح صرف نمازمیں ٹخنوں سےاوپرکرناکیساہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شلوارکاٹخنوں سے نیچے ہونادونوں حالتوں (نماز،غیرنماز) میں مکروہ ہے،اگرنماز سے پہلےٹخنوں سے نیچے ہوتونمازکی حالت میں اوپرکرناضروری ہے،لہذاصرف نمازکی حالت میں اوپرکرنامکروہ نہیں ہے جیساکہ ذیل کی حدیث میں صراحتاًاس کاحکم موجودہے،لہذابعض حضرات کایہ کہناکہ صرف نمازمیں اوپرکرنامکروہ ہےیہ قول درست نہیں ہے۔

"ویکره للرجال السراویل التی علی ظهرالقدمین "......(فتاویٰ شامی: ۵/۳۳۳)

"وعنه قال قال رسول الله ﷺ بینمارجل یجرازاره من الخیلاء خسف به فهویتجلل فی الارض الی یوم القیامة "......(مرقاۃ المفاتیح: ۸/۱۹۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتاہےکہ غیرنمازمیں بھی شلوارٹخنوں سےاوپررکھنےکاحکم ہے،اسی طرح اوربھی بہت سی احادیث موجودہیں جوغیرنمازمیں بھی ممانعت پردال ہیں۔

"حدثناموسی ابن اسماعیل ناابان نایحیی عن ابی جعفر عن عطاء بن یسار عن ابی هریرة قال بینما رجل یصلی مسبلا ازاره فقال له رسول الله ﷺ اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال اذهب فتوضأ فقال له رجل یارسول الله مالک امرته ان یتوضأ ثم سکت عنه فقال انه کان یصلی وهومسبل ازاره وان الله لایقبل صلوة رجل مسبل "......(سنن ابی داؤد: ۲/۲۱۰)

معلوم ہوا کہ اگر شلوار ٹخنوں سے نیچے ہو تو نماز میں اوپر کرنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیشے کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد کے اندر نماز پڑھ رہا ہے اس کے سامنے شیشہ لگا ہوا ہے جس میں ساری صورت نظر آتی ہے، آیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں شیشے کے سامنے نماز ہو جاتی ہے البتہ اگر شیشہ خشوع وخضوع میں مخل ہو تو پھر نماز مکروہ ہے۔

"بقی من المکروهات اشیاء اخر ذکرها فی المنیة ونورالایضاح وغیرهمامنها الصلوة بحضرة مایشغل البال ویخل بالخشوع کزینة ولهو ولعب "......

(فتاویٰ شامی : ۴۸۳م۴۸۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جیب میں اگر نوٹ ہوں تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نوٹ (پیسہ) جیب میں ہو اور اسی طرح نماز پڑھ لے جب کہ نوٹ پر تصویر ہوتی ہے اور تصویر شریعت محمدیہ میں حرام ہے، تو کیا اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز تصویر کے بارے میں ائمہ اربعہ کا مسلک ایک ہی ہے یا الگ الگ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نماز ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

"لایکره ان یصلی ومعه صرة اوکیس فیه دنانیر اودراهم فیهاصور صغار لاستتارها "......(البحرالرائق: ۴۸/۲)

"وفی الخلاصة من کتاب الکراهیة رجل صلی ومعه دراهم وفیها تماثیل ملک لاباس به لصغرها"......(البحرالرائق: ۲/۵۰)

تصویر جس طرح احناف کے نزدیک حرام ہے اسی طرح باقی سب ائمہ کے نزدیک بھی حرام ہے۔

"وظاهر کلام النووی فی شرح المسلم الاجماع علی تحریم تصویره صورة الحیوان فانه قال قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صور الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث یعنی مثل مافی الصحیحین عنه ﷺ اشدالناس عذابایوم القیامة المصورون یقال لهم احیوا ماخلقتم"......(البحرالرائق: ۲/۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز قرآن مجید ہاتھ میں پکڑ کر سماع کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس جگہ تراویح میں قرآن مجید سنارہاہوں وہاں سامع حافظ نہیں ہے، اوروہ قرآن ہاتھ میں لے کر سنتا ہے، کیا اس کی شرعاً اجازت ہے؟ اورکیا اس سے نماز فاسد تو نہیں ہوجاتی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سامع کا قرآن مجید کا ہاتھ میں لے کر نماز پڑھنا اور حافظ کو غلطی بتانا جائز نہیں ہے، اگر حافظ اس کے بتانے پر غلطی کو درست کرے گا تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی جس کی وجہ سے تمام جماعت کی نماز نہیں ہوگی۔

"لان التلقن من المصحف تعلم لیس من اعمال الصلوة وهذا یوجب التسویة بین المحمول وغیره فتفسد بکل حال وهوالصحیح هکذافی الکافی"

......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عمداً واجب چھوڑنے سے نماز کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۷): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص نماز کے اندر عمداً واجب چھوڑ دے تو کیااس سے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یانہیں؟اگرفاسدنہیں ہوتی تو کیا آخر میں سجدہ سہوکرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز کے اندر عمداً واجب کوچھوڑنے سے آدمی گناہ گارہوجاتاہےاورنماز واجب الاعادہ ہوجاتی ہے اگراعادہ نہ کیاتوفرض ساقط ہوجائے گالیکن نمازمکروہ تحریمی ہوگی۔

"وان كان تركه الواجب عمدا اثم ووجب عليه اعادة الصلوة تغليظا عليه لجبر نقصانها فتكون مكملة وسقط الفرض بالاولى وقيل تكون الثانية فرضا فهي المسقطة ولايسجد في الترك العمدللسهو لانه اقوى " ......(مراقي الفلاح: ۲۶۳)

"وظاهر كلام الجم الغفير انه لايجب السجودفي العمد وانماتجب الاعادة جبرالنقصانه كذافي البحرالرائق"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز اذان کاجواب دینے سے نماز کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہاتھا کہ مؤذن نے اذان شروع کردی اورجب مؤذن نے "اشهد ان محمدارسول الله " کہاتونمازی نے اس کے جواب میں جہراً"صلى الله عليه وسلم" کہااوردوسری مرتبہ کے جواب میں یہی الفاظ دوہرائے،جب کہ نمازی اس وقت حالت قعدہ میں تھا،نماز ختم ہوجانے کے بعدہمارے ایک دوست نے اسے بلایاتواس نے کہاکہ یہ ٹھیک ہے،چنانچہ مسئلہ مسجدمذکورکےامام کے پاس پہنچاتواس نے بھی کہاکہ جائزہے،وردہی توپڑھاہے،کیامذکورہ نمازی کایہ عمل اورمذکورہ امام کایہ فتویٰ دینادرست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر حضورعلیہ کا نام سننے کے جواب میں "صلی اللہ علیہ وسلم" کہنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہذا صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہوگئی اور واجب الاعادہ ہے، کیونکہ غیر کے جواب میں درود پڑھنا گفتگو کے حکم میں ہے۔

"ولو صلی علی النبی علیہ فی الصلاۃ ان لم یکن جوابا لغیرہ لاتفسد صلوتہ وان سمع اسم النبی علیہ فقال جوابا لہ تفسد صلاتہ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۹۹، کذافی خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۱۲۳)

"سمع اسم اللہ تعالیٰ فقال جل جلالہ او النبی علیہ فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ"......(الدر المختار علی ردالمحتار: ۱/۴۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز کسی کے جواب میں درود پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نماز میں آیت "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" پڑھ لے اور مقتدی جواب میں درود پڑھ لے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ حالت نماز میں کسی کے جواب میں درود پڑھ لینا مفسد صلوۃ ہے، اگر کسی کے جواب میں نہ ہو اتفاقاً ویسے پڑھ لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

"ولو صلی علی النبی علیہ فی الصلاۃ ان لم یکن جوابالغیرہ لاتفسد صلاتہ وان سمع اسم النبی علیہ فقال جوابالہ تفسد صلاتہ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۹۹)

"وکذالک اذاسمع اسم النبی ﷺ فصلی علیه فهذا اجابة تفسد وان صلی علیه ولم یسمع اسمه لاتفسد"......(البحرالرائق: ۲/۹)

"وعن ابی حنیفة من روایة الحسن تفسد ان ادی استفهامه وعن محمد انه یحمد بعدالفراغ ولوسمع اسم النبی ﷺ وصلی علیه تفسد وکذالوسمع اسم الشیطان فقال لعنة الله تفسد"......(بنایه شرح الهدایة: ۲/۴۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عمل کثیر کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۵۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن یہ پتانہیں چل سکا کہ عمل کثیر کسے کہتے ہیں کئی لوگوں سے پوچھا توسب نے مختلف جوابات دیے، آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ عمل کثیر کی جوراجح تعریف ہواس سے مطلع فرمائیں تاکہ تشفی ہوسکے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

عمل کثیر کی راجح اور مفتیٰ بہ تعریف یہ ہے کہ عمل کثیر اس عمل کو کہیں گے کہ دیکھنے والے کو یقین ہوکہ یہ آدمی نمازنہیں پڑھ رہا تو یہ عمل کثیر ہے اور اگر ایسانہ ہوتو عمل قلیل ہوگا جوکہ مفسد صلوٰۃ تونہیں لیکن بلاعذر اس سے بھی بچناضروری ہے۔

"والثالث انه لونظر الیه ناظر من بعید ان کان لایشک انه فی غیرالصلوٰة فهوکثیر مفسد وان شک فلیس بمفسد وهذا هوالاصح هکذافی التبیین وهواحسن کذافی محیط السرخسی وهواختیار العامة کذافی فتاوی قاضی خان والخلاصة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۰۲)

"وقال بعضهم ان کان بحال لوراٰه انسان لیستیقن انه لیس فی صلاة فهوکثیر وان کان یشک انه فی الصلاة اولیس فی الصلاة فهویسیر وهذااختیار العامة" ......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک رکن میں تین مرتبہ خارش کرنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب دوران نماز اپنے معمول کے مطابق صرف ایک رکن میں جسم پر تین مرتبہ خارش کرے چہ جائیکہ ان کو خارش کا مرض نہ ہو تو نماز کی باجماعت ادائیگی درست ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جس عمل کثیر سے نماز فاسد ہوتی ہے اس میں فقہائے کرام کے پانچ اقوال ہیں، جن میں راجح قول یہ ہے کہ ایسے نمازی کو اپنی حرکات وسکنات کی وجہ سے دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ آدمی نماز کی حالت میں نہیں ہے تو اس آدمی کی نماز فاسد ہوگی، ایک ہی رکن میں تین مرتبہ ایسے عمل کرنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے جو کہ افعال نماز کے خلاف ہو، اور اس کو فقہاء کرام نے مذکور الصدر قول میں شمار کیا ہے، بصورت مذکورہ میں امام کی نماز فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہے اور واجب الاعادہ ہے۔

"(و) یفسدھا (کل عمل کثیر) لیس من اعمالھا ولا اصلاحھا وفیہ اقوال خمسة اصحھا (مالایشک) بسببه (الناظر) من بعید (فی فاعله انه لیس فیھا قال ابن عابدین قوله وفیه خمسة اقوال اصحھا مالایشک الخ صححه فی البدائع وتابعه الزیلعی والولوالجی وفی المحیط انه الاحسن وقال صدرالشھید انه الصواب وفی الخانیة والخلاصة انه اختیار العامة "...... (در مختار مع ردالمحتار: ۱/۴۶۲،۴۶۱)

"والظاهر ان ثانیھما لیس خارجا عن الاول لان مایقام بالیدین عادة یغلب ظن الناظر انه لیس فی الصلاة وکذاقول من اعتبر التکرار ثلاثا متوالیة فانه یغلب الظن بذالک فلذا اختاره جمهور المشائخ "......(ردالمحتار: ۱/۴۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سر، گردن اور کان چھپانے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب جماعت کراتے وقت

سر پرٹوپی کے علاوہ رومال سے سر گردن اور کان چھپالیتے ہیں، حالانکہ مسجد میں دو ہیٹر لگے ہوئے ہیں، سردی کا عذر نہ ہونے کے باوجود سر، کان، رومال سے چھپالیتے ہیں، کیا نماز میں ایسا کرنا جائز ہے؟ اس سے نماز فاسد تو نہیں ہوجاتی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز کے دوران منہ اور ناک کو چھپانا مکروہ ہے گردن اور کان چھپانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"وتغطية انفه وفمه لمارويناويكره وضع شيء لايذوب في فمه وهو يمنع القراءة "......(حاشية الطحطاوى : ۳۵۵)

"ويكره التلثم وهوتغطية الانف والفم في الصلاة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۰۷)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز جسم کھجلانے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حالت قیام میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر اپنے جسم کو کھجلانے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(۲) رکوع سے اٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے قمیص کے پچھلے دامن کو سیدھا کرنا کیسا ہے؟

(۳) مصلی کو نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ احتلام والا تھا اب نماز کا اعادہ کرے یا نہ کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲) پہلی اور دوسری صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔

"الاول ان مايقام باليدين عادة كثيروان فعله بيدواحدة كالتعمم ولبس القميص و شدالسراويل والرمي عن القوس ومايقام بيدواحدة وان فعل بيدين كنزع القميص وحل السراويل ......والثالث انه لونظر اليه ناظر من بعيد ان كان لايشك انه في غيرالصلوة فهو كثير مفسد وان شك فليس بمفسد وهذاهو الاصح هكذافي التبيين وهواحسن كذافي محيط السرخسي

وھواختیار العامۃ کذافی فتاویٰ قاضی خان والخلاصۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۰۲)

"ثم اختلفوا فیمابین الکثرۃ والقلۃ علی اقوال احدھا مااختارہ العامۃ کمافی الخلاصۃ والخانیۃ ان کل عمل لایشک الناظر انہ لیس فی الصلوۃ فھو کثیر وکل عمل یشتبہ علی الناظر ان عاملہ فی الصلوۃ فھو قلیل قال فی البدائع وھذااصح"......(البحر الرائق: ۲/۲۰)

(۳) مذکورہ صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔

"ومن اقتدیٰ بامام ثم علم ان امامہ محدث اعادلقولہ علیہ السلام من ام قوما ثم ظھر انہ کان محدثا او جنبا اعادصلاتہ واعادوا"......(الھدایۃ: ۱/۱۳۰)

"واذاظھر حدث امامہ وکذاکل مفسد فی رأی مقتد بطلت فلیزم اعادتھا لتضمنھا صلوۃ المؤتم صحۃ وفسادا کمایلزم الامام اخبار القوم اذاامھم ھومحدث اوجنب"......(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱/۴۳۸،۴۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورۃ الفاتحہ کی کسی آیت کو بار بار پڑھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص فرض نماز میں سورۃ فاتحہ کی کسی آیت کو بار بار تکرار سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر کوئی شخص نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کی کسی آیت کو تکرار سے پڑھے اور اس تکرار کی مقدار سورۃ الفاتحہ کے اکثر حصے کے برابر ہوجائے تو تاخیر واجب (سورۃ کا ملانا) کی وجہ سے موجب سجدہ سہو ہے، یہ واضح رہے کہ یہ مسئلہ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کا ہے دوسری رکعتوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

"وکذالوقرأ اکثرھاثم اعادھا کمافی الظھیریۃ ......وقید بالاولین لان

الاقتصار علی مرۃ فی الاخرین لیس بواجب حتی لایلزم سجود السھو بتکرارفیھاسھوا ولولقعدۃ "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوی کا دوران نماز بوسہ لینے سے اس کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ اگر بیوی نماز پڑھ رہی ہو تو اس صورت میں اس کا بوسہ لینا جائز ہے، اور اس کی نماز میں فرق نہیں پڑتا اور یہ جائز بھی ہے کیا یہ واقعی درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

آپ نے جو سنا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نماز کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا شہوت کے ساتھ یا بغیر شہوت کے مفسد صلوۃ ہے۔

"ولو کانت المرأۃ فی الصلوۃ فجامعھا زوجھا بین الفخذین فسدت صلاتھا وان لم ینزل منھا بلۃ وکذا لوقبلھا بشھوۃ اوبغیرشھوۃ اومسھا بشھوۃ امالوقبلت المرأۃ المصلی ولم یشتھھا لم تفسد صلاتہ " ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۰۴)

"والمسئلۃ ذکرھا فی الخلاصۃ بقولہ لوکانت المرأۃ فی الصلوۃ فجامعھا زوجھا تفسد صلاتھا وان لم ینزل وکذالوقبلھا بشھوۃ اوبغیرشھوۃ اومسھا لانہ فی معنی الجماع امالوقبلت المرأۃ المصلی ولم یشتھھا لم تفسدصلاتہ"......(ردالمحتار: ۱/۴۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہوگا؟

مسئلہ نمبر(۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ان

پر سجدہ سہو واجب ہوا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام پر سجدہ سہو واجب ہوا تھا تو جب امام سجدہ سہو کرے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آ کر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے ہوئے سجدہ سہو کرے گا۔

"ولایشترط ان یکون مقتدیا به وقت السهو حتی لوادرک الامام بعدماسها یلزمه ان یسجد مع الامام تبعاله " ......(فتاویٰ الھندیة: ۱۲۸/۱)

"وفی التھذیب اذادخل المؤتم بعدماسها الامام سجدمع الامام "......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۵۶۵/۱)

"وکذلک المسبوق یسجدلسهوالامام سواء کان سهوه بعدالاقتداء به اوقبله بان کان مسبوقا برکعة وقد سهاالامام فیها"......(بدائع الصنائع : ۴۲۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثامن فی صلوۃ الوتر﴾

تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہونا:

مسئلہ نمبر(۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص رمضان المبارک میں تراویح کی نیت سے وتر کی جماعت میں شریک ہوجاتا ہے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کی وتر کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

وتر کی نماز ادانہیں ہوئی البتہ مذکورہ شخص کو چاہیئے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت پڑھ لے تو بہتر ہے یہ چار رکعت نفل ہوجائے گی۔

"التعیین لتمییز الاجناس الخ ویعرف اختلاف الجنس باختلاف السبب والصلوۃ کلھا من قبیل المختلف"......(الاشباہ والنظائر:۳٦)

"وفیھا اقتدی بہ علی ظن انہ فی التراویح فاذا ھو فی وتریتمہ معہ ویضم الیھا رابعۃ ولوافسدھا لاشیء علیہ"......(کبیری:۳۵٦)

"ولوصلی الوتر فی منزلہ ثم جاء الی قوم فی شھر رمضان یصلون الوتر وھویری انھم فی التطوع فدخل فی صلاتھم ثم قطع حیث علم انھم فی الوتر فعلیہ قضاء اربع رکعات،لانہ بالشروع التزم صلاۃ الامام وصلوۃ الامام ثلاث رکعات ومن التزم ثلاث رکعات یلزمہ اربع رکعات کمن نذر ان یصلی ثلاث رکعات وھذا الان مبنی التطوع علی الشفع دون الوتر والشفع الواحد لایتجزأ فالتزام بعضہ التزام لکلہ"......(المبسوط:۱۴۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت کی جگہ ثناء پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک شخص نے وتر میں دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کی بجائے "سبحانک اللھم" پڑھ لیا پھر رکوع میں اسے یاد آیا کہ میں دعائے قنوت بھول گیا ہوں پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس طرح نماز ہوگئی یا سجدہ سہو واجب کے ساتھ نماز ہوگی یا اعادہ نماز واجب ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں ثناء پڑھنے سے واجب ادا ہو گیا نہ سجدہ سہو واجب ہے نہ اعادہ نماز واجب ہے۔

"قوله ويسن الدعاء المشهور قدمنا فی بعث الواجبات التصريح بذلک عن النهر وذكر فی البحر عن الكرخي ان القنوت ليس فيه دعاء موقت لانه روی عن الصحابة ادعية مختلفة ولان الموقت من الدعاء يذهب برقة القلب وذكر الاسبيجابی انه ظاهر الرواية وقال بعضهم المراد ليس فيه دعاء موقت ماسوی اللهم انا نستعينک وقال بعضهم الافضل التوقيت ورجحه فی شرح المنية تبركا بالماثور والظاهر ان القول الثانی والثالث متحدان وحاصلهما تقييد ظاهر الرواية بغير الماثور كمايفيده قول الزيلعي وقال فی المحيط والذخيرة يعنی من غير قوله اللهم انا نستعينک الخ واللهم اهدناالخ فلفظ يعنی بيان المراد محمد فی ظاهر الرواية فلايكون هذاالقول خارجا عنها ولذا قال فی شرح المنية والصحيح ان عدم التوقيت فيما عداالماثور لان الصحابة اتفقوا عليه"...... (ردالمحتار: ۱/۴۹۳)

"هكذا فی التاتارخانية: ۱/۳۸۹) هكذا فی البحر الرائق: ۲/۴۳،۴۳)

"وليس فی القنوت دعاء موقت كذا فی التبيين والاولی ان يقرء اللهم انا نستعينک الخ"......(الهندية: ۱/۱۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

وتر میں دعائے قنوت یاد نہ ہو:

مسئلہ نمبر (۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ دوسری کونسی دعا پڑھے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگرکسی کودعائے قنوت یادنہ ہوتووہ "ربنا آتنافی الدنیاحسنة وفي الآخرة حسنة وقناعذاب النار" پڑھے، یا "اللهم اغفرلنا" تین بار پڑھ لے۔اوردعائے قنوت یادکرتارہے۔

"ومن لم يحسن القنوت يقول ربنا آتنافي الدنياحسنة وفي الآخرة حسنة وقناعذاب النار كذافي المحيط أويقول اللهم اغفرلناويكررذلك ثلاثاوهواختيارأبي الليث كذافي السراجية"......(الهندية : ١/ ١١١)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیادعائے قنوت پوری پڑھناضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(٦٠):(١) ایک شخص وترکی نمازمیں دعائے قنوت پڑھتاہے،لیکن آدھی ہوتی ہے کہ رکوع میں چلاجاتاہے اورباقی رکوع میں پوری کرتاہے کیاوترہوجائیں گے؟۔

(٢) اورایک شخص دعائے قنوت درمیان میں آدھی بھول جاتاہے،توکیاکرے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(١) پہلی صورت میں وترہوجائیں گے،

(٢) دعائے قنوت جتنی پڑھ لی ہے وہ کافی ہے رکوع کردے نمازہوجائے گی۔

"(قوله قطعه وتابعه) لأن المرادبالقنوت هنا الدعاء الصادق على القليل والكثيروما أتى به منه كاف في سقوط الواجب وتكميله مندوب"......(ردالمحتار : ١/ ٤٩٥)

"ولونسيه أي القنوت ثم تذكرةفي الركوع لايقنت فيه لفوات محله ولايعودإلى القيام في الأصح لأن فيه رفض الفرض للواجب فإن عادإليه وقنت ولم يعدالركوع لم تفسدصلاته لكون ركوعه بعدقرأة تامة وسجدللسهوقنت اولالزاوله عن محله الخ"...... (الدرالمختار : ١/ ٤٩٥،التاتارخانية : ١/ ٤٨٩)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعائے قنوت سے پہلے درود پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۶۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین رکعت وتر (واجب) عشاء کے دوران تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے اول، آخر کیا "صلی اللہ علیہ وسلم" پڑھنا چاہیے یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دعائے قنوت کے آخر میں درودشریف پڑھنا مستحب ہے۔

"(ومستحبة فی کل أوقات الامکان) ......وعقب إجابة المؤذن وعندنا الإقامة ......وعقب دعاء القنوت ......(ومکروهة فی صلاة غیر تشهد أخیر) ای وغیر قنوت وتر فإنها مشروعة فی آخره الخ"...... (ردالمحتار: ۱/۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قنوت وتر وقنوت نازلہ میں کونسی دعا پڑھنی بہتر ہے؟

مسئلہ نمبر(۶۲): معارف الحدیث کی جلدسوم صفحہ:۳۳۱ تا صفحہ:۳۳۴ کتاب الصلوۃ میں قنوت وتر کا ذکر ہے حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ "اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ" آخر میں حضرت مولانا منظور صاحب رقم طراز ہیں کہ اکثر ائمہ اور علماء نے وتر میں پڑھنے کے لیے اسی قنوت کو اختیار فرمایا ہے حنفیہ میں جو رائج ہے "اللھم إنا نستعینک ......الخ" اس کو امام ابن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے علامہ شامیؒ نے بعض اکابر احناف سے روایت کی ہے کہ مشہور یہ کہ "اللھم انانستعینک" کے ساتھ حسن بن علیؓ والی قنوت بھی پڑھی جائے سوال یہ ہے کہ اگر صرف حسن بن علیؓ والی قنوت کو وتر میں پڑھا جائے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ اللہ کی شان ہے کہ اس قنوت کو میں نے بہت جلد یاد کرلیا اور وتر میں پڑھنے کو بہت جی بھی کرتا ہے اگر وتر میں صرف اس قنوت کو پڑھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ قنوت میں کوئی خاص دعا متعین نہیں ادعیہ ماثورہ میں سے جو دعا بھی چاہے پڑھ لے،

لیکن بہتر یہ ہے کہ "اللهم انا نستعينک الخ" اور اس کے بعد "اللهم اهدنافيمن هديت" پڑھ لے اور قنوت نازلہ کے لیے بھی کوئی خاص دعا متعین نہیں، البتہ آپ ﷺ سے منقول دعا پڑھنا افضل ہے۔

"في الدر: وقنت فيه ويسن الدعاء المشهور، قوله(ويسن الدعاء المشهور...... أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب"......(ردالمحتار: ۱/ ۴۹۳)

"والأولى أن يقرأ اللهم إنانستعينک الخ ويقرأ بعده"اللهم اهدنافيمن هديت الخ" هكذاعلم رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي" "التحفة "ولاينبغي ان يقتصر على الدعاء المأثورة "اللهم إنانستعينک الخ واللهم اهدنافيمن هديت كي لايتوهم العوام أنه فرض ولكن إذا أتى بالدعاء المأثورفي بعض الأوقات وبغيره في البعض فهوحسن"......(التاتارخانية: ۱/ ۴۸۹، قدیمی کتب خانہ)

"وقدروى عن محمدأنه قال: التوقيت في الدعايذهب رقة القلب وقال بعض مشائخنا: المرادمن قوله ليس في القنوت دعاء موقت ماسوى قوله"اللهم انانستعينک لان الصحابة رضي الله عنهم اتفقوا على هذا في القنوت فالأولى أن يقرأه ولوقرأغيره جازولوقرأمعه غيره كان حسناوالأولى أن يقرأبعده ماعلم رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي في قنوته"اللهم اهدنا فيمن هديت الخ"وقال بعضهم الأفضل في الوتر أن يكون دعاء مؤقت، لأن الإمام ربمايكون جاهلافيأتي بدعاء يشبه كلام الناس فتفسدالصلاة وماروى عن محمدأن التوقيت في الدعاء يذهب رقة القلب محمول على أدعية المناسک دون لماذكره"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۶۱۳، ۶۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کی جماعت کے بعد دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی جماعت کے بعد امام صاحب کا دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حضور ﷺ کے اقوال وافعال کو دیکھتے ہوئے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ ہر اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور ہر انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا مرغوب اور مطلوب ہے۔

”فـائـدة واعـلـم ان الادعية بهـذه الهيـئة الـكـذائية لـم يثبت عن النبي ﷺ ولـم يثبت عنـه رفـع الايـدى دبـر الـصلوات في الدعوات الا اقل قليل ومع ذلک وردت فيه تـرغيبـات قـولية والامـر فـي مثله ان لايحكم عليه بالبدعة فهـذه الادعية فـي زمـانـنـا ليـسـت بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين “......(فيض البارى على صحيح البخارى : ۲/ ۱۶۷)

”عـن ابي امامة قال قيل يارسول الله اى الدعاء اسمع ؟قال جوف اليل الاخير ودبـر الـصلوات المكتوبات......قلت فيه اثبات الدعاء بعدالصلاة ......قد ثبت ذلک عـنـه ﷺ قـولا وفـعـلا فهذا حديث ابي امامة فيه ارشاد الامة بالدعاء بـعـدالـصـلـوات الـمـكـتـوبـات واماتاويله بان المراد من دبرالصلوات ماقبل السـلام كـمـازعـمـه ابـن الـقـيـم فـبـاطـل......والـحـاصل ان ماجرى به العرف فـي ديـارنـا من ان الامام يدعوفي دبرالصلوات مستقبلا للقبلة ليس ببدعة بل له اصل في السنة “......(اعلاء السنن: ۱۹۴، ۱۹۹/ ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کا چاند نظر آنے سے پہلے وتروں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کی تیسویں شب

کو اگر حکومت کی طرف سے چاند کے نظر آنے یا نہ آنے کے بارے میں کوئی اعلان تا حال نہ کیا گیا ہو ابھی تک شک ہو کہ آیا اگلے دن روزہ ہوگا یا عید؟ تو اس شب کو وتر اگر جماعت کے ساتھ ادا کر لیے، کیا وتر ادا ہو جائیں گے یا نہیں؟ جب کہ وتروں کی ادائیگی کے بعد عید کا چاند نظر آنے کا اعلان ہو جائے، نیز اس شب کو احتیاط کس امر میں ہے؟ باجماعت وتروں کی ادائیگی میں یا منفرداً ادا کرنے میں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ رمضان المبارک میں وتر باجماعت پڑھنا افضل ہے جب کہ غیر رمضان میں اگر وتر جماعت کے ساتھ ادا کیے تو بعض فقہاء کے نزدیک مع الکراہت ادا ہو جائیں گے، چنانچہ صورت مسئولہ میں آپ کے وتر ادا ہو گئے ہیں جب کہ ایسی شب جس میں عید ہونے کے قرائن غالب ہوں تو احتیاط منفرداً وتر پڑھنے میں ہے۔

"ویوتر بجماعة في رمضان فقط ای علی وجه الاستحباب وعلیه اجماع المسلمین کمافی الهدایة"......(البحر الرائق: ۱۲۳/۲)

"ولو صلوا الوتر بجماعة في غیر رمضان فهو صحیح مکروه کالتطوع في غیر رمضان بجماعة"......(البحر الرائق: ۱۲۲/۲)

"ولا یصلی الوتر بجماعة في غیر شهر رمضان وعلیه اجماع المسلمین قال ابن الهمام لانه نفل من وجه والجماعة في النفل في غیر رمضان مکروهة فالاحتیاط ترکها فیه"......(فتح القدیر: ۴۰۹/۱)

"ولا یصلی الوتر في جماعة في غیر شهر رمضان لانه لم یفعله الصحابة رضی الله عنهم بجماعة في غیر شهر رمضان واما في رمضان فهي بجماعة افضل من ادائها في منزله لان عمر رضی الله عنه کان یؤمهم في الوتر وفي النوازل یجوز الوتر بجماعة في غیر رمضان ومعنی قول الشیخ ولا یصلی الوتر في جماعة یعني به الکراهة لانفی الجواز وفي الینابیع اذا صلی الوتر مع الامام في غیر رمضان یجزیه ولا یستحب ذلک"......(الجوهرة النیرة: ۱۱۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو کیا وہ وتر کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا تو وہ شخص وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھی ہو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔

"واذاصلی معه شیئا من التراویح اولم یدرک شیئامنها اوصلاها مع غیره له ان یصلی الوتر معه هوالصحیح "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۱۷)

"قوله (فلیراجع) قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتربجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولاالعشاء" ......

(طحطاوی علی الدر:۱/۲۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حنفی المذہب آدمی رمضان میں حرم میں وتر جماعت کے ساتھ ادا نہ کرے:

مسئلہ نمبر(۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی المسلک آدمی رمضان المبارک میں اگر عمرہ کرنے کے لیے حرمین جائے تو وہاں پر ایک وتر کی جماعت ہوتی ہے؟ تو کیا حنفی المسلک آدمی ان کی اقتداء میں وتر کی نماز ادا کرے یا نہ کرے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

احناف کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام اور دو تشہد کے ساتھ واجب ہے۔

"هوفرض عملا وواجب اعتقادا وسنة ثبوتا"

"وهوثلاث رکعات بتسلیمة کالمغرب اه"......(تنویرالابصار مع الرد: ۲/۴۹۰ تا ۴۹۲)

"وقال ابوحنیفة الوترواجب لیس بفرض اه "......(رحمة الامة ۴۵، وکذافی الهندیة: ۱/۱۱۱، المحیط البرهانی: ۲/۲۶۵، معارف السنن: ۴/۱۷۰)

جب کہ حنابلہ کے ہاں وتر کی نماز سنت مؤکدہ ہے، المغنی میں ہے۔

"وهو سنة مؤكدة قال احمد من ترك الوتر عمدا فهو رجل سوء"

......(المغنی: ۲/۱۰۵، رحمة الامة: ۴۵)

اوراد نیٰ وتر ان کے یہاں ایک رکعت ہے، ادنیٰ الکمال تین رکعات ہیں جن میں سے پہلی دو رکعتیں صلوۃ اللیل میں سے ہیں اور آخرت رکعت وتر کی ہے، جب کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعات ہیں، چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں۔

"قال الوتر ركعة نص على هذا احمد رحمه الله وقال انا نذهب في الوتر الى ركعة"......(المغنی: ۲/۹۸)

"قوله الوتر ركعة يحتمل انه ارادجميع الوتر ركعة ومايصلى قبل ليس من الوتر كماقال الامام احمد ......ولكن يقول قبلها صلوة عشر ركعات ثم يوتر ويسلم ويحتمل انه ارادا قل الوتر ركعة فان احمد قال انانذهب في الوتر الى ركعة وان اوتر بثلاث اواكثر فلابأس ......قال ابو الخطاب اقل الوتر ركعة واكثره احدى عشر ركعة وادنى الكمال ثلث ركعات اه"......(المغنی: ۲/۹۹، رحمة الامة: ۴۶)

اقتداء مخالف کے بارے میں صحیح اور راجح قول کے مطابق مقتدی کی رائے کا اعتبار ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے۔

"لكن ذكر العلامة نوح آفندى ان اعتبار رأى المقتدى في الجواز وعدمه متفق عليه"......(فتاوىٰ شامی: ۲/۸، ایچ ایم سعید، ۱/۳۹۴، رشیدیہ کوئٹہ)

لہذا حرم میں ائمہ حرمین کی اقتداء میں وتر پڑھنے والے حنفی مقتدی کے اعتقاد کے مطابق وتر واجب ہے جب کہ امام کا اعتقاد سنیت وتر کا ہوتا ہے اس لیے حنفی کی اقتداء کی صورت میں اگر امام بھی حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہو یعنی امام مطلق وتر کی نیت کرے نہ کہ وتر مسنون کی اور اسی طرح دو رکعات پر سلام کے ساتھ فصل بھی نہ کرے تو ایسی صورت میں اقتداء درست ہے، لیکن اگر امام حنفی مقتدی کے مذہب کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء درست نہیں ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"وصح الاقتداء فيه ففي غيره اولىٰ ان لم يتحقق منه مايفسدهافي اعتقاده في الاصح كمابسطه في البحر بشافعي مثلالم يفصله بسلام لاان فصله على الاصح ،ولذاينوى الوتر لاالوتر الواجب اه "......(الدرمع الرد : ۱/۴۹۳،۴۹۴)

اور بظاہر بھی حنفی مقتدی کو اپنے امام کی حالت کا علم نہیں ہوتا کہ آیا اس نے مقتدی کے اعتقاد کی رعایت کی ہے یا نہیں؟ اس لیے بھی ان کی اقتداء درست نہیں ہے۔

فقہاء نے مذہب غیر پر عمل کرنے کے لیے عدم اتباع ہوئی اور ضرورت شدیدہ کے تحقق یقینی کی شرط لگائی ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اپنے رسالہ "شفاء العليل" استجار علی الحج کے مسئلے میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

"وهذامن اقوى الادلة على ماقلنا من ان ماافتوا به ليس عامافي كل طاعة بل هوخاص بمانصوا عليه مماوجدفيه علة الضرورة والاحتياج ......وعللوا ذالك بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب كيف يسوغ للمقلد طردذالك والخروج عن المذهب بالكلية من غيرحاجة ضرورية اه" ......(رسائل ابن عابدين : ۱/۱۶۳)

جب کہ رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا احناف کے ہاں صرف درجہ استحباب میں ہے جیسا کہ المحیط البرہانی میں ہے۔

"ذكرالشيخ القاضي الامام ابوعلي النسفي رحمة الله تعالى ان الوتر بجماعة احب الي في رمضان قال واختار علمائنا رحمهم الله تعالى ان يوترفي منزله في رمضان ولايوتربجماعة اه "......(المحيط البرهاني : ۲/۲۶۵،ادارہ القرآن)

لہذا صرف استحباب کے حصول کے لیے خروج عن المذہب درست نہیں ہے، اس لیے حنفی زائرین کو چاہیے کہ وہ رمضان میں ائمہ حرمین کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھیں، بلکہ علیحدہ پڑھیں۔

ہذا ما عندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم

حمید اللہ جان عفی عنہ

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب التاسع فی النوافل﴾

گرمی کی وجہ سے پورا مہینہ مسجد میں نماز چھوڑنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(٦٧): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد ساری ایک کمرہ پر مشتمل ہے صحن نہیں ہے، اورآج کل تراویح گرمیوں میں پڑھنی پڑتی ہیں مگر اندر گرمی کی شدت برداشت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ساتھ کے پڑوسی نے اپنی بیٹھک میں تراویح پڑھنے کی اجازت دی ہے جس کی وجہ سے رمضان کا پورا مہینہ مسجد میں عشاء کی نماز نہیں ہوئی کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ اگر نا جائز ہے تو قباحت کس درجے کی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

پانچوں وقت کی نماز سے مسجد کو آباد رکھنا اہل محلہ کے لیے ضروری ہے یہ اس کا حق ہے لہذا مسجد والے ایسی صورت میں فرض نماز مسجد میں ادا کریں پھر تراویح کے لیے بیٹھک میں جائیں۔

"قوله ومسجد حيه افضل من الجامع اى الذى جماعته اكثر من مسجد الحى وهذا احدقولين حكاهمافى القنية والثانى العكس وماهنا جزم به فى شرح المنية كمامر وكذا فى المصفى والخانية بل فى الخانية لولم يكن لمسجد منزله مؤذن فانه يذهب اليه ويؤذن فيه ويصلى ولو كان وحده لان له حقا عليه فيؤديه"......(شامى : ١/٤٨٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تسبیح تراویح کا حکم:

مسئلہ نمبر(٦٨): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تسبیح تراویح ثابت ہے یانہیں، ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تسبیح تراویح بدعت نہیں ہے مولوی صاحب کا بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

"قوله بين تسبيح ،قال القهستانى فيقال ثلاث مرات سبحان ذى الملك

والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی ولایموت سبوح قدوس ورب الملائکة والروح لااله الا الله نستغفر الله نسئلک الجنة ونعوذبک من النار لما فی منهج العباد "

......(ردالمحتار : ۱/۵۲۲)

"ومثله حاشیة الطحطاوی علی الدر : ۱/۲۹۶،ویؤیده مافی کنز العمال عن الدیلمی:۳/۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرض نماز مسجد میں پڑھ کر نماز تراویح گھر میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں محلّہ کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ نماز عشاء اور تراویح ادا کرتا ہوں جہاں نماز عشاء اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یاد رہے کہ یہ جگہ مسجد بھی نہیں ہے، ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ نیز اگر عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی جائے اور تراویح کی نماز گھر میں جا کر ادا کی جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں، نیز عورتوں کی نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے لیے گھر سے نکلنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر فرض نماز مسجد میں ادا کر کے نماز تراویح گھر میں باجماعت ادا کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ حافظ صاحب باشرع ہوں مکمل قرآن پاک تراویح میں سنائیں کیونکہ فرض نماز مسجد میں پڑھنا ہی زیادہ افضل ہے، فرض نماز باجماعت مسجد سے باہر ادا کرنا بلا عذر شرعی کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کا باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے نکلنا مکروہ ہے۔

"(ویکره حضورهن الجماعة)ولولجمعة وعیدووعظ (مطلقا)ولوعجوزالیلا.اه"......(الدرمع الرد: ۱/۳۱۸)

"وکره لهن حضور الجماعة الاللعجوزفی الفجروالمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی الکراهة فی کل الصلوات لظهورالفساد کذافی الکافی"......(الهندیة : ۱/۸۹)

"تنبیہ:هذه المضاعفة خاصة بالفرض لقوله ﷺ صلاة أحدكم في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا الا المكتوبة.اه" ......

(ردالمحتار: ۱/۴۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کی جماعت میں شرکت کا ایک نیا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت نماز تراویح پڑھے اور عورتیں ساتھ کھڑی ہو جائیں اور نماز تراویح ادا کریں اور کہیں کہ ہم نماز تراویح کی جماعت نہیں کروا رہی ہیں بلکہ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہی ہے صورت یہ ہوتی ہے کہ سورت فاتحہ کے بعد خاموش ہوتی ہیں باقی وہ قرآن خواں عورت کا قرآن سنتی ہیں اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اپنا اپنا کر کے نماز کا سلام پھیرتی ہیں اور نماز ختم کر دیتی ہیں کیا اس صورت میں ان کی تراویح کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور ہاں اس صورت میں جب اکیلے اکیلے پڑھیں امام کی نیت نہ ہو ساتھ کھڑی ہونے والی سامعہ لقمہ دے تو قرآن خواں عورت لقمہ لے لے ایسی صورت میں دونوں کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر اقتداء کی نیت نہ ہو تو اس صورت میں ساتھ کھڑی ہونے والی عورت سے لقمہ لینے کی صورت میں قرآن پڑھنے والی عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی اور لقمہ دینے والی نے اگر لقمہ دینے کی غرض سے لقمہ دیا ہے تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر اقتداء کی نیت نہ ہو تو سورت فاتحہ پڑھ کر خاموش ہونے کی صورت میں جو قصداً تاخیر ہو رہی ہے اس لیے اس صورت میں بھی نماز نہیں ہوگی، اس لیے عورتوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنے گھروں میں اکیلی اکیلی تراویح کی نماز ادا کریں اور اسی میں دین ودنیا کی بھلائی ہے۔

"وفتحه على غير امامه الا اذا أراد التلاوة وكذا الأخذ الا اذا تذكر فتلا قبل تمام الفتح(قوله وفتحه على غير امامه) لأنه تعلم وتعليم من غير حاجة بحر .وهو شامل لفتح المقتدى على مثله وعلى المنفرد وعلى غير المصلي وعلى امام آخر ولفتح الامام والمنفرد على أي شخص كان ان أراد به التعليم

لا التلاوة نهر. (وكذا الأخذ) ...... أوأخذالامام بفتح من ليس في صلاته"......(در مع ردالمحتار: ۱/ ۴۶۰)

"(قوله وتأخيرقيام) أشارالى أن وجوب السجود ليس لخصوص الصلاة على النبى ﷺ بل لترک الواجب وهوتعقيب التشهدللقيام بلافاصل حتى لوسكت يلزمه السهوكماقدمناه فى فصل اذا أرادالشروع"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح اور نماز جنازہ کے بعد انفرادی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۱): کیا نماز جنازہ اور نماز تراویح کے بعد انفرادی دعا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کا ثبوت نہیں ہے، البتہ نماز تراویح کے بعد گنجائش ہے نیز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعا کرنے کی گنجائش ہے، اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، چنانچہ ان عبارات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکٹھے ہو کر دعا کی ممانعت ہے نیز وہ عبارات بھی ہیں جن سے مطلق دعا کی اجازت معلوم ہوتی ہے، پہلی قسم کی عبارات تو بالاتفاق بالہیئۃ المخصوصۃ ہیں کیونکہ نفس دعا بعد صلوۃ الجنازۃ کے بارے میں احادیث و آثار صحابہ موجود ہیں، اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر اس کی تاویل ہیئۃ الاجتماع سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

کہ بہر حال نفس دعا انفرادی طور پر جائز ہے اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔" (کفایت المفتی: ۴/ ۱۱۱)

البتہ نماز تراویح کے بعد اجتماعی دعا کی گنجائش ہے۔

"وقيدبقوله"بعدالثالثة" لانه لايدعوبعدالتسليم كمافى الخلاصة ......واشاربقوله"وتسليمتين بعدالرابعة" الى انه لاشئ بعدهاغيرهما وهوظاهرالمذهب"......(البحرالرائق: ۲/ ۳۲۱)

" قال الفقیه ابوبکربن حامدأن الدعاء بعدصلوة الجنازة مکروه الخ"......
(الفوائد البهیة : ۱/ ۱۵۲)
"وقال محمدبن الفضل لاباس به کذافی القنیة الخ "...... (کفایت المفتی:۴/ ۱۵۸)
"وعن الفضلی لاباس به الخ "......(البحر الرائق: ۲/ ۳۲۱)
" قال فی الاحیاء فی بیان آداب التلاوة الثامن أن یقول فی مبتدأ قراء ته اعوذبالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم...... ولیقل عندفراغه من القرأة صدق الله تعالی وبلغ رسول الله ﷺ اللهم انفعنا به وبارک لنا فیه الحمدلله رب العالمین استغفرالله الحی القیوم الخ"......(الإحیاء: ۲/ ۲۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن میں تعاون لاجل الختم جائز ہے بعوض الختم جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۴۷): رمضان المبارک میں سامع کی مال ونقدی وغیرہ سے تراویح سنانے والا خدمت کرسکتا ہے یانہیں؟جب کہ گزشتہ کئی سالوں سے خطیب قائم مقام خطیب موذن ان حضرات کی(حافظ صاحب)تراویح سنانے والا خدمت کرتا رہا ہے،اب صورت حال یہ ہے کہ سماعت کرنے والے ایک مدرسہ میں قاری ہیں اوروہ وقت نکال کرحافظ صاحب سے دوربھی کرتے ہیں اوروہ مقروض بھی ہیں اکثر قاری صاحب بیماربھی رہتے ہیں توان کی حافظ صاحب خدمت نقدی کپڑاوغیرہ کی صورت میں کرسکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

تراویح میں قرآن مجیدسنانے پراجرت لیناناجائز ہے البتہ اگرپہلے سے اجرت طے شدہ نہ ہو اورنہ مسجد میں کوئی معین مقداردینے کاطریقہ چلا آرہا ہوتوحافظ صاحب کامختلف شکلوں میں تعاون کرناجائز ہے، یہ تعاون لاجل الختم ہے، بعوض الختم نہیں ہے، فقہاء کرام نے ان دونوں کے درمیان فرق واضح کرکے بتایاہے اوراس سے ختم قرآن پاک کےثواب پرکوئی اثرنہیں پڑتا۔

”وان القرأۃ لشئ من الدنیا لاتجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبہ الاستئجار علی القراۃ و نفس الاستئجار علیھا لا یجوز“......(فتاویٰ شامی: ۲/۵۴۲

”باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات) وایضافیہ لامعنی ایضا لصلۃ القاری لان ذالک یشبہ الاجر علی قراءۃ القرآن وذلک باطل“......(ردالمحتار جدید: ۲/۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن پرحافظ قرآن کا کچھ ہدیہ دینا یا لینا:

مسئلہ نمبر(۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں ختم قرآن پرحافظ قرآن کو جو نقدی و کپڑے عیدی یا ہدیہ کی صورت میں دئے جاتے ہیں اگر پہلے سے طے ہوں تو کیا حکم ہے؟ اور مقرر نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟ حافظ قرآن امام مسجد یا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟ اگر کوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ ناجائز ہونے کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گا؟ اور نماز تراویح کیسے پڑھے؟ جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ختم فی التراویح پر اجرت لینا جائز نہیں اور نہ اس صورت میں ختم کا ثواب ملے گا، البتہ اگر پہلے سے حافظ صاحب کے ساتھ کوئی رقم طے شدہ نہ ہو اور نہ اس مسجد میں کوئی معین مقدار دینے کا طریقہ چلا آرہا ہو اور عوام نے بطور اکرام کے اس کی مدد کی تو جائز ہے یہ امداد بعوض الختم نہیں لاجل الختم ہے اور ان دونوں میں فرق فقہائے کرام نے واضح کردیا ہے۔

”وان القرأۃ لشئ من الدنیا لاتجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبہ الاستئجار علی القراۃ ونفس الاستئجار علیھا لایجوز (باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات) وایضافیہ لامعنی ایضا لصلۃ القاری لان

ذالک یشبہ الاجر علی قرأۃ القرآن وذلک باطل" ...... (ردالمحتار جدید: ۹۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۷): ۱۔ رمضان میں ختم تراویح کے بعد مٹھائی تقسیم کرنا اور حافظ کو پیسے یا کپڑے دینا کیسا ہے؟

۲۔ مسجد کے اندر سنت، نوافل پڑھنا، وضو کرنا اور پائجامہ میں نماز پڑھنا یہ تمام چیزیں بدعت کیوں نہیں حالانکہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔

۳۔ میت کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کرنا اور لوگوں میں چاول وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے یا ناجائز اور قاری کو اپنی خوشی سے جو پیسے دیتے ہیں تو کیا میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے؟

۴۔ اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں مر گیا تو کوئی گناہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

۱۔ اگر ختم فی التراویح یا کسی اور خوشی کے موقع پر مٹھائی تقسیم کی جائے تو جائز ہے اسلام میں خوشیوں کے مواقع پر کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ثابت ہے نکاح کے وقت مسجد میں چھوہارے تقسیم کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح حضرت عمرؓ نے سورۃ بقرۃ اور آل عمران کی تعلیم کی تکمیل پر دو اونٹ ذبح کئے تھے، البتہ چندہ پر لوگوں کو مجبور نہ کیا جائے اسی طرح حافظ کو جو کپڑے اور پیسے دئے جاتے ہیں اگر وہ قرآن پڑھنے کی اجرت کے طور پر دیئے جائیں تو ناجائز ہے اور ویسے ہی خوشی سے بطور ہدیہ دیئے جائیں تو جائز ہے، بشرطیکہ اس مسجد میں معین رقم دینے کا رواج نہ ہو، اور حافظ صاحب بھی ان سے کچھ ملنے کی توقع نہ رکھیں۔

"وان علم القوم حاجتہ فاعطوہ شیئامن غیر شرط فھو حسن لانہ من باب البر والصدقۃ والمجازاۃ علی احسانہ لمکانھم وکل ذلک حسن"......

(البدائع: ۱/۳۷۶)

۲۔ اصطلاح شریعت میں ہر ایسے نوایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو خیر القرون کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس کا داعیہ اور سبب ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً

نہ صراحتاً نہ اشارۃً، مسجد میں نوافل یا سنت پڑھنا تو خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اسی طرح پاجامہ کو بھی حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے، اس لیے یہ امور بدعت شمار نہ ہوں گے حدیث میں ہے:

" وقال کعب بن مالک ؓ کان النبی ﷺ اذاقدم من سفر بدابالمسجد فصلی فیه "......(بخاری: ۱/ ۶۳)

۳۔ اہل سنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اموات مسلمین کو عبادات بدنیہ اور مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے، لہٰذا وہ ختم قرآن ہو یا کوئی چیز پکا کر تقسیم کی جائے جیسا کہ احادیث اور قرآن کی آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں میت کو ثواب پہنچتا ہے، اسی طرح اگر قاری کو پیسے دیتے ہوئے میت کی طرف سے صدقہ کی نیت کر لی جائے تو جائز ہے۔

"فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلاف للمعتزلة "......(شرح عقائد: ۲۰۵، مکتبہ الحسن لاہور)

"لکن اذا تصدق عن المیت علی من یقرأ القرآن ..... واهداه الی المیت نفعه ذلک "......(فتاوی ابن تیمیه: ۲۴/ ۳۰۵)

۴۔ جنابت کی حالت میں مرجانے سے گناہ نہیں ہوتا، البتہ جب غسل کی ضرورت پڑ جائے تو بغیر کسی عذر کے غسل میں تاخیر مناسب نہیں، فوراً غسل کرنا چاہیے۔

"(ان المؤمن لاینجس) ......وفیه دلیل علی جوازتأخیر الاغتسال للجنب وان یسعی فی حوائجه"......(مرقات: ۲/ ۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح میں بچے کی امامت اور اقتداء کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ حافظ قرآن ہے جس کی عمر ۱۳ سال ہے، رمضان المبارک میں قرآن تراویح میں سنانا چاہتا ہے کیا یہ بچہ امامت کرواسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں یہ بچہ اگر احتلام وغیرہ کی وجہ سے بالغ ہو چکا ہے تو اس کی امامت شرعاً درست ہے، لیکن اگر یہ بچہ ابھی نابالغ ہے تو شرعاً اس کی اقتداء کرنا، بالغوں کے لیے جائز نہیں، نابالغوں کے لیے درست ہے۔

"وادنی مدة البلوغ بالاحتلام ونحوه فی حق الغلام اثنتاعشرة سنة"......
(الهندیة: ۵/ ۶۱)

"وعلی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذافی فتاوی قاضی خان المختارانه لایجوزفی الصلوات کلهاکذا فی الهدایة وهوالاصح هکذافی المحیط وهوقول العامة وهوظاهرالروایة هکذافی البحرالرائق"...... (الهندیة: ۱/ ۸۵)

" (وفسداقتداء رجل بامرأة اوصبی) فرض کان المقتدی فیها اونفلابظاهرالروایة وهوالمختارولان نفله غیرمضمون بالافسادامّا التراویح فلایجوزاجماعا"......(النهرالفائق: ۱/ ۲۵)

"قال مشائخنا انمالایقتدی به لانه لاصلاة له اصلا انمایومربهاتخلقاولذالوصلت المراهقة بغیرقناع یجوز"......(الهدایة: ۱/ ۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امامت کے ضروری مسائل سے واقفیت اور تراویح میں تلاوت کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۷۶): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے لئے بنیادی کن کن باتوں کا پتہ ہونا ضروری ہے اور کیا اس کا حافظ اور باشرع ہونا بھی ضروری ہے؟

(۲) تراویح پڑھانے والے کو کس طرح قرأت کرنی چاہیے اور الفاظ کی ادائیگی کیسی ہونی چاہیے ؟ وقت کتنا لگانا چاہیے؟ اور بوڑھے اور کمزور لوگ ہوں تو ان کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مرقومہ میں امام کے لیے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ وہ نماز کا طریقہ جانتا ہو نیز اس کے ضروری مسائل سے واقف ہو، امام کے لئے حافظ قرآن ہونا ضروری نہیں البتہ امام کا باشرع ہونا اور مکمل سنت کے مطابق ڈاڑھی ہونا لازمی ہے۔

(۲) تراویح پڑھانے والے کو قرأت درمیانی رفتار سے کرنی چاہیے یعنی نہ تو اتنی تیز قرأت کرے کہ الفاظ ہی سمجھ میں نہ آئیں اور نہ ہی اتنی آہستہ قرأت کرے کہ پیچھے کھڑے ہونے والے مقتدی تھکن محسوس کریں البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن حکیم ختم کرنا سامعین اور قاری کے لیے سنت ہے۔

"والختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثا فضل"...... (الدر على الرد: ۱/۵۲۲)

اگر ضعیف لوگوں کا ضعف اس قدر شدید ہے کہ وہ بیٹھ کر اشاروں سے بھی تراویح نہیں پڑھ سکتے تو تب وہ معذور ہیں اور اگر مسجد میں آکر جماعت سے تراویح پڑھنا ناممکن ہو تو وہ گھر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر تراویح مکمل کرلیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح کی جماعت میں امام کے بھول جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام تراویح پڑھا رہا ہو اور دو رکعت کی بجائے تین یا چار رکعتیں بھول کر پڑھا دیں تو نماز تراویح ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر غلطی سے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں دو رکعت تراویح ہوگئی اور اگر درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں چار رکعت تراویح ہوگئی۔

"فلو صلى الامام اربعا بتسليمة ولم يقعد في الثانية فاظهر الروايتين عن ابي حنيفة وابي يوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسليمة اوتسليمتين قال ابو الليث تنوب عن تسليمتين وقال ابو جعفر وابن الفضل تنوب عن واحدة وهو الصحيح كذا في الظهيرية والخانية وفي المجتبى وعليه الفتوى، ولو قعد على راس الركعتين انه يجوز عن تسليمتين وهو قول العامة"...... (البحر الرائق: ۲/۱۱۷، ۱۱۸)

اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگئی اور دو رکعت کی قضا لازم ہوگئی، اور اگر تین رکعت پڑھ لی ہیں اور درمیانی قعدہ کیا ہے تو اس صورت میں دو رکعت تراویح ہوگئی اور دو رکعت کی قضا واجب ہوگی۔

"ولوصلی التطوع ثلاث رکعات ولم یقعدعلی رأس الرکعتین الاصح انه تفسدصلاته" ......(الهندیة : ۱/۱۱۳)

"وان صلی ثلاث رکعات بتسلیمة واحدة فهوعلی وجهین اما ان قعد فی الثانیة اولم یقعد...... وان لم یقعدفی الثانیة ساهیا اوعامداالاشک ان فی القیاس وهو قول محمدوزفرؒ واحدی الروایتین عن ابی حنیفةؒ تفسدصلاته ویلزمه قضاء رکعتین لاغیروامافی الاستحسان هل تفسدصلاته فی قول ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ اختلفوافیه قال بعضهم تفسدولایجزئ عن شئ وقال بعضهم تجزئ عن تسلیمة واحدة...... وجه من قال انه لایجوزعن شئ وهوالصحیح انه ترک القعدة المشروعة وهوالقعدة علی رأس الثانیة والقعدة علی رأس الثالثة غیرمشروعة فی التطوع فصارکانه لم یقعداصلافلایجوزبخلاف ما اذاصلی اربعاولم یقعدعلی رأس الثانیة لان القعدة علی رأس الرابعة مشروعة فجازت "......(قاضی خان: ۱/۲۴۰، ۲۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آٹھ تراویح پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں بعض لوگ آٹھ تراویح پڑھتے ہیں جبکہ عقیدہ کے لحاظ سے وہ اہل حدیث بھی نہیں کیاجوشخص آٹھ تراویح پڑھے گاوہ سنت مؤکدہ کاتارک نہ ہوگااوروہ شخص اس ترک کی وجہ سے گنہگارہوگایانہیں براہ کرم تفصیل سے جواب دیں کہ ان کے اس فعل کی وجہ سے ان کی تراویح اداہوگئی ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال تراویح کی بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اگرکوئی شخص ہمیشہ آٹھ تراویح پڑھے اورباقی چھوڑدے تووہ سنت مؤکدہ کاعلی سبیل الدوام تارک ہونے کی وجہ سے گنہگارہوگا۔

"ذکرفی الاختیاران ابایوسفؒ سأل اباحنیفۃؒ عنھاومافعلہ عمرؓ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ من السنن المؤکدۃ التراویح الی ان قال.....(ان التراویح عندناعشرون رکعۃ بعشرتسلیمات وھومذھب الجمھور ...... وللجمھورمارواہ الیھقی باسنادصحیح عن السائب بن یزیدقال کانوایقومون علی عھدعمرؓ بعشرین رکعۃ وعلی عھدعثمانؓ وعلیؓ مثلہ".....(حلبی کبیری:۳۴۷و۳۵۲،۳۵۱)

"ترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام.....ان اعتادہ اثم. لاشک ان الاثم مقول بالتشکیک بعضہ اشدمن بعض فالاثم لتارک السنۃ المؤکدۃ.....حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلھاویلام علی ترکھا مع لحوق اثم یسیر".....(ردالمحتار:۱/۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں دوران تلاوت فحش غلطی اسی رکعت میں ٹھیک کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۷۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گزارش ہے کہ ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب نماز تراویح میں قرآن پاک سنا رہے ہیں اور وہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر۵ کا آخری "ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھوفی الأخرۃ من الخاسرین الخ" کی جگہ اس نے" وھوفی الأخرۃ من المجرمین "پڑھا مسئلہ مذکورہ میں کچھ علماء کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اور کچھ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوئی؟ براہ کرم آپ اس کے بارے میں جواب جاری فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ اگر کسی نے نماز میں ایسی غلطی کی جس کی وجہ سے ترجمہ میں تبدیلی آگئی ہے، اگر غلطی کرنے کے بعد فوراً صحیح کردی تو نماز ہوجائے گی اور اگر صحیح نہ کی، بلکہ دوسری رکعت میں اس کی تصحیح کی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

"وقولہ وصح الباقلانی الفسادان غیرالمعنی نحورب العلمین للاضافۃ

کمالوبدل کلمة بکلمة وغیرالمعنی نحوان الفجارلفی جنات"...... (الدرمع الرد: ۱/۳۶۸)

"ذکرفی الفوائدلوقرأ فی الصلاة بخطافاحش ثم رجع وقرأصحیحاقال عندی صلاته جائزة الخ"...... (الهندیة: ۱/۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں آیت کی غلطی یا کسی آیت کے رہ جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاری صاحب نمازتراویح میں "وماکانوامومنین "کی جگہ"وماکانوافاسقین "پڑھ لیں تو کیا نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ نیز اگرتراویح میں کوئی آیت رہ جائے اور بعد میں کسی وقت یاد آئے تو اس کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ آیا وہ آیت اگلی منزل کے ساتھ ملاکر پڑھنی چاہیے یا ایک ہی رکعت میں اس آیت کو پڑھ لینا چاہیے یا اس رکعت میں ایک ہی آیت پڑھنی چاہیے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ آیت کا معنی تبدیل ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی،لہٰذا اس نماز کا اعادہ ضروری ہے،اوراگرتراویح میں قرآن پڑھتے ہوئے کوئی آیت چھوٹ جائے تو اس سے اگلی تراویح میں پہلے وہ رہی ہوئی آیت پڑھے اور بعد میں وہ جو پڑھ رہا ہے وہ پڑھے ایسا کرنا مستحب ہے۔

"ان ماغیرالمعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلک سواء کان فی القرآن اولا،الاماکان من تبدیل الجمل مفصولابوقف تام وان لم یکن التغییرکذالک فان لم یکن مثله فی القرآن والمعنی بعید متغیرتغییرا فاحشایفسد ایضا،کهذا الغبارمکان هذا الغراب وکذا اذالم یکن مثله فی القرآن ولامعنی له کالسرائل باللام مکان السرائر،وان کان مثله فی القرآن والمعنی بعیدولم یکن متغیرافاحشاتفسدایضاعندابی حنیفةؒ ومحمدؒ وهوالاحوط"......(ردالمحتار: ۱/۳۶۶)

”واذاقرأبالختم فغلط فترک سورة اوآية وقرأمابعدهافالمستحب له ان يقرأ المتروک،ثم المقروء ليکون علی الترتيب“......(مراقی الفلاح:۲۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حافظ لڑکی کا تراویح کی جماعت کرانا:

مسئلہ نمبر(۸۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ لڑکی رمضان المبارک میں تراویح پڑھاسکتی ہے یانہیں؟اگرچہ وہ فرض نمازاوروتر علیحدہ علیحدہ پڑھیں توشرعی حکم کیاہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں حافظ لڑکی کارمضان المبارک میں باجماعت تراویح پڑھانامکروہ ہےاوریہی حکم فرض نمازوں کابھی ہے۔

”(و)يکره تحريما(جماعة النساء)ولوفی التراويح فی غيرصلاة الجنازة (قوله ويکره تحريما) صرح به فی الفتح والبحر(قوله ولوفی التراويح) افادان الکراهة فی کل ماتشرع فيه جماعة الرجال فرضاً اونفلاً“......(ردالمحتار:۱/۴۱۸)

” وکذا المرأة تصلح للامامة فی الجملة حتی لوامت النساء جازوينبغی ان تقوم وسطهن لماروی عن عائشةؓ ”أنها أمت نسوة فی صلاة العصروقامت وسطهن “وامت ام سلمةؓ نساء وقامت وسطهن ولان مبنی حالهن علی السترو هذا استرلها الا ان جماعتهن مکروهة عندنا“...... (بدائع الصنائع:۱/۳۸۸،۳۸۷)

”ويکره امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلهامن الفرائض والنوافل الافی صلاة الجنازة هکذافی النهاية فان فعلن وقفت الامام وسطهن وبقيامها وسطهن لاتزول الکراهة“......(الهندية :۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آٹھ رکعات تراویح پڑھنا اور ۲۷ رجب کو نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۴): جناب مفتی صاحب آپکا تراویح سنت مؤکدہ بتانے کا بہت شکریہ: اگر آٹھ رکعت تراویح ادا کی جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

۲۔ ۲۷ ررجب کو کتنے اور کیسے نوافل پڑھنے چاہئیں اور کیا روزہ بھی رکھا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور علماء کا اجماع ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بیس رکعات تراویح کرواتے تھے اور اس پر کسی صحابیؓ نے انکار نہیں کیا، گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوگیا۔

"واما قدرها فعشرون ركعة في عشر تسليمات في خمس ترويحات كل تسليمتين ترويحة وهذا قول عامة العلماء، وقال مالك في قول ستة وثلاثون ركعة، وفي قول ستة وعشرون ركعة، والصحيح قول العامة لماروى" ان عمر فاروقؓ جمع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان على ابى بن كعب فصلى بهم في كل ليلة عشرين ركعة، ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعا منهم على ذلك"......(بدائع الصنائع: ۱/۶۴۴)

"التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين الخ وهي عشرون ركعة.........وفي ردالمحتار وهي عشرون ركعة هو قول الجمهور وعليه عمل الناس شرقا وغربا الخ"......(الدرمع الرد: ۱/۵۲۰، ۵۲۱)

لہٰذا اگر کوئی بجائے بیس کے آٹھ رکعات تراویح پڑھتا ہے، تو علی سبیل الاستمرار والاصرار تارک سنت اور مخالفت اجماع کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

۲۷ رجب کو مخصوص کیفیت اور کمیت کے ساتھ نوافل کے پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا اس دن کے نوافل کو خاص کیفیت اور کمیت کیساتھ پڑھنے کو مسنون سمجھنا بدعت ہے، عام معمول کے مطابق نوافل پڑھنا چاہیے، اسی طرح احادیث صحیحہ میں اس مہینے کے روزہ کی بھی خاص فضیلت ہمیں نہیں ملی اور اس روایت میں جس کی فضیلت مذکور ہے وہ صحیح نہیں۔

”عن علی کرم اللہ وجهه مرفوعا ان شهر رجب عظیم من صام منه یوما کتب اللہ له صیام الف سنة لایصح“.....(اللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة: ۱۱۵/۱)

البتہ نفل روزہ کسی کا دل چاہے رکھ لے، اختیار ہے اس پر خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیں اپنی طرف سے ایسے ہزار یا لاکھ فضیلت مقرر نہ سمجھے جس کا ثبوت احادیث صحیحہ صریحہ میں نہ ملے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نابالغ بچے کی اقتداء مطلقاً درست نہیں:

مسئلہ نمبر(۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وفقہائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند حفاظ نابالغ جورات کو نوافل میں قرآن سنانا چاہتے ہیں تو کیا ایسے نابالغ امام کی بغرض اصلاح اقتداء کرسکتے ہیں یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نابالغ حافظ کی اقتداء مطلقاً درست نہیں چاہے نوافل ہوں یا فرائض۔

”ولایصح اقتداء البالغ بغیر البالغ فی الفرض وغیرہ“.....(حلبی کبیری: ۴۴۴)

”ولایجوز للرجال ان یقتدوا بأمراۃ او صبی فقط“

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعوت افطار کی وجہ سے مسجد کی جماعت کو ترک کرنا:

مسئلہ نمبر(۸۴): ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ روزہ افطار کروانے کا بہت ثواب ہے، لہٰذا ہمیں ایک دوسرے کے گھر دعوت پر جانا چاہیے اور گھر پر ہی مغرب کی نماز باجماعت پڑھ لینی چاہیے، جبکہ میرا یہ موقف ہے کہ مساجد میں نماز کی فضیلت کے پیش نظر ایک دوسرے کی دعوت سے معذرت کرنی چاہیے اور نماز تراویح کی ادائیگی کا بندوبست کیا جبکہ محلہ میں مسجد ہے تو کیا صورت ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

روزہ افطار کی دعوت کرنا شرعاً درست ہے، لیکن اس کی وجہ سے جماعت کی نماز نہیں چھوٹنی چاہیے، اگر فرض مسجد میں ادا کریں اور تراویح گھر پر ہو تو جائز ہے بشرطیکہ کچھ لوگ مسجد میں بھی جماعت قائم کرنے والے ہوں اور اگر سب لوگ ہی مسجد چھوڑ دیں گے تو یہ درست نہیں۔

"ونفس التراویح سنة علی الاعیان عندنا...... والجماعة فیهاسنة علی الکفایة......وان صلی بجماعة فی البیت اختلف المشائخ ...... فاذاصلی فی البیت بجماعة فقدجاز...... والصحیح ان ادائهابالجماعة فی المسجدافضل وکذلک فی المکتوبات"......(الهندیة : ۱/۱۱٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیس رکعات تراویح کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل زوروشور سے آٹھ تراویح پر زوردیا جارہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف آٹھ تراویح ادا کی ہیں، جبکہ عموماً بیس تراویح ادا کی جاتی ہیں، جناب سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں بیس رکعات تراویح پر اجماع ہوا ہے کسی صحابی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا اگر بیس رکعات تراویح سنت نہ ہوتیں تو کوئی صحابی تو انکار کرتا لیکن کسی نے انکار نہیں کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیس رکعت تراویح پڑھی مذکورہ روایت اگرچہ ضعیف ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع اور توارث سے اس حدیث کے متن کو تقویت ملتی ہے، لہٰذا بیس رکعات ہی سنت مؤکدہ ہیں اور اسی پر امت کا عمل چلا آرہا ہے۔

"واماقدرهافعشرون رکعة فی عشرتسلیمات فی خمس ترویحات کل تسلیمتین ترویحة وهذاقول عامة العلماء،وقال مالک فی قول ستة وثلاثون رکعة،وفی قول ستة وعشرون رکعة، والصحیح قول العامة لماروی" ان

عمر فاروقؓ جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شہر رمضان علی ابی بن کعب فصلی بہم فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ، ولم ینکر علیہ احدفیکون اجماعامنہم علی ذلک"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۶۴۴)

"التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین الخ وھی عشرون رکعۃ......وفی ردالمحتاروھی عشرون رکعۃ ھوقول الجمہوروعلیہ عمل الناس شرقاًوغرباً الخ"......(الدرمع الرد: ۱/ ۵۲۰، ۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح کی چار رکعات کے بعد خاموش بیٹھ کر ذکر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر(۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفس درود پڑھنے کا عقیدہ تو ہمارے اہل سنت والجماعت کا جزء ایمان ہے لیکن آج کل جو چار رکعات کے بعد صلاۃ برمحمد زور سے کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں کیا فقہ حنفی یا خیر القرون میں اس کا ثبوت ملتا ہے جب کہ یہ جملے فارسی اور عربی سے مرکب ہیں نیز اس کو اتنا ضروری سمجھا گیا ہے کہ اس پر لڑائی لڑنا شروع کردی ہے شریعت کی رو سے اس کو واضح فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں تراویح کی چار رکعات کے بعد "صلاۃ برمحمد" کا نعرہ لگانا اسلاف سے ثابت نہیں ہے ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔ نیز شریعت میں امر مندوب پر اصرار ولڑائی قابل مذمت ہے اور اگر اصرار ولڑائی بدعت یا منکر پر ہو تو یہ بدرجہ اولی قابل مذمت ہے۔

"ان ھم مخیرون فی حالۃ الجلوس ان شاؤاسبحوا وان شاؤاقرؤا القرآن وان شاؤاصلوا أربع رکعات فرادی وان شاؤاقعدواساکتین الخ"......(البحر الرائق: ۲/ ۱۲۲)

"(لقد رأیت رسول اللہ ﷺ کثیرا ینصرف عن یسارہ) ھذا یدل علی کمال اطلاع الراوی علی احوالہ ﷺ قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب

وجعله عزماولم يعمل بالرخصة فقداصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصرعلى بدعة اومنكر"......(مرقات المفاتيح:۳/۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور دوران تراویح "صلاۃ برمحمد" کا نعرہ لگانا:

مسئلہ نمبر(۸۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ چند مسائل دریافت طلب ہیں، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد آپس میں مصافحہ کرنا اجتماعی طور پر کیسا ہے؟ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت "الصلاۃ برمحمد" کا نعرہ لگانا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر نماز کے بعد آپس میں اجتماعی طور پر سنت سمجھ کر مصافحہ کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور نماز تراویح کی چار رکعات کے بعد کھڑے ہوتے وقت الصلاۃ برمحمد کا نعرہ لگانا اسلاف سے ثابت نہیں ہے ہاں چار رکعات کے بعد حالت جلوس میں فقہاء کرام نے خاموش بیٹھنے اور ذکر کرنے میں اختیار دیا ہے۔

"وقدصرح بعض علمائناوغيرهم بكراهة المصافحة المعتادعقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاك الا لكونهالم تؤثرفي خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليهافيه توهم العوام بانهاسنة فيه الخ"...... (ردالمحتار: ۱/ ۲۶۰)

"ثم هم مخيرون في حالة الجلوس ان شاؤا سبحواوان شاؤا قعدواساكتين واهل مكة يطوفون اسبوعاويصلون ركعتين واهل المدينة يصلون اربع ركعات فرادى"......(الهندية: ۱/ ۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح گھر میں ادا کرنے والے فرض عشاء مسجد میں باجماعت ادا کریں:

مسئلہ نمبر(۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں جب تراویح

گھر میں ادا کرنی ہو تو عشاء کی فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں یا گھر میں ادا کریں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں۔

"(الجماعة سنة مؤكدة للرجال) والسنة المؤكدة التي تقرب منه المواظبة ويرد عليه مامر عن النهر الا ان يجاب بان قول العراقيين يأثم بتركها مرة مبنى على القول بانها فرض عين عند بعض مشائخنا كما نقله الزيلعي"......(ردالمحتار: ۱/۴۰۸)

"ان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة) قال في المبسوط لو صلى انسان في بيته لا يأثم فقد فعله ابن عمر وسالم والقاسم وابراهيم ونافع....(وان صلى أحد في بيته بالجماعة) حصل لهم ثوابها وأدركوا فضلها"......(حلبی کبیری: ۳۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاڑھی کٹوانے والے کا تراویح پڑھانا:

مسئلہ نمبر (۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز تراویح پڑھا سکتا ہوں میں حافظ قرآن ہوں پچھلے سال الحمدللہ بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی میں نے ڈاڑھی رکھ لی ڈاڑھی کے بال ڈیڑھ انچ سے ایک انچ کے قریب ہیں اور نیچے حصہ کا خط بنواتا ہوں گزشتہ ۲۰ سال سے میں سماعت کر رہا ہوں اب سنانے کا وقت آیا ہے تو بعض نمازی اور امام مسجد فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی برابر قبضہ یعنی ایک مشت ہو اور فرماتے ہیں کہ خط بنوانے سے بہتر ہے کہ ڈاڑھی صاف کروادی جائے ورنہ گناہ ہوتا ہے کیونکہ بار بار بنوانا پڑتا ہے نیز فرماتے ہیں خط بنوانے سے بہتر ڈاڑھی منڈوانا ہے۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب میں نے کئی عالم فاضل لوگوں کے پیچھے نماز فرض پڑھی ہے جو کہ میری طرح خط بنواتے ہیں ان کے بال مجھ سے بھی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں میرے بارے میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

(۱) قرآن پاک نماز تراویح میں پڑھا سکتا ہوں؟
(۲) خط کی بجائے ڈاڑھی صاف کروادوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

"قال في الدر واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم فتح"......(الدر مع الرد: ۴۲۳/۲)

(۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈوانا اور مٹھی سے کم ہو تو کٹوانا حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، بنابریں فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور نماز واجب الاعادہ نہیں ہے، لہٰذا آپ کی ڈاڑھی جب تک مٹھی بھر نہیں ہوجاتی کٹوانا جائز نہیں اور امامت مکروہ تحریمی ہوگی خط بنوانا تو جائز ہے، مگر ڈاڑھی کا کٹوانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی عالم فاضل کی ڈاڑھی مٹھی سے کم ہے اور کٹواتا ہے تو اس کے لئے بھی یہ جائز نہیں اور نہ ہی اس کا یہ فعل شرعاً حجت ہے۔

(۲) ڈاڑھی صاف کرانے کی بجائے پوری رکھنا ضروری ہے، ڈاڑھی منڈوانے والا اور ڈاڑھی کٹوا کر چھوٹی کرنے والا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا اه"...... (ردالمحتار: ۴۱۴/۱)

"وكره امامة العبد والاعرابي والفاسق والمبتدع والاعمى وولد الزنا"......(البحر الرائق: ۶۱۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صلوٰۃ التسبیح کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب رمضان میں اپنے مقتدیوں کو اکٹھا کر کے بلاتے ہیں اور صلوٰۃ التسبیح باجماعت ادا کرتے ہیں کیا از روئے شریعت یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب کا رمضان میں یا غیر رمضان میں اپنے مقتدیوں کو اکٹھا کر کے صلوۃ التسبیح اور دیگر نوافل کی جماعت کروانا مکروہ ہے۔

"التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعي يكره"......(الهندية : ۱/ ۸۳)

"ولا يصلى التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل التداعي"......(الدر المختار : ۱/ ۹۹)

"وتطوع على سبيل التداعي مكروهة"......(الدر المختار : ۱/ ۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صلاۃ التسبیح باجماعت ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صلاۃ التسبیح کی جماعت کرواتے ہیں شرعاً نوافل کی جماعت کا کیا حکم ہے؟ کتب فقہ کی روشنی میں جواب دیں شکریہ؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں صلاۃ التسبیح بھی ایک نفل نماز ہے اور لوگوں کو بلا کر اور جمع کر کے جماعت کے ساتھ نوافل کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر امام کے سوا تین آدمی ہوں تو جائز ہے اور چار یا اس سے زیادہ ہوں تو جائز نہیں۔

"التطوع بالجماعة اذا كان على سبيل التداعي يكره"......(الهندية : ۱/ ۸۳)

"ولا يصلى التطوع بجماعة خارج رمضان اى يكره ذلك لو على سبيل التداعي"......(الدر المختار : ۱/ ۵۴۴)

"وتطوع على سبيل التداعي مكروهة"......(الدر على الرد : ۱/ ۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضاء عمری کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر کے بعد قضاء عمری کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مروجہ قضاء عمری میں صرف چار رکعت نیت قضاء پڑھ کر ساری زندگی کی نمازوں کی قضاء سمجھ لی جاتی ہے اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ جتنی نمازیں زندگی بھر قضاء ہوئی ہوں ان سب کو قضاء کرنا فرض ہے صرف چار رکعت سے فریضہ ادا نہیں ہوگا لیکن قضاء عمری کی صورت اگر یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی جائز ہے عصر اور فجر کے بعد تا طلوع شمس صرف نفل پڑھنا مکروہ ہے فرض بلا کراہت پڑھے جا سکتے ہیں۔

"وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كمامر وهي الطلوع والاستواء والغروب"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۳۷)

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازِ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کے مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نمازِ عصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں۔

"ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الاثلاثة ووقت طلوع الشمس و وقت الزوال ووقت الغروب فانه لاتجوز الصلاة في هذه الاوقات كذافي البحر الرائق"......(الهندية: ۱/ ۱۲۱)

"وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة لف ونشر مرتب وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية كمامر (وهي الطلوع والاستواء والغروب)"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۳۷)

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام کا فرض نماز کے بعد سنتیں اپنے کمرے میں پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۴): میں اور میرے تمام ساتھی بالکل خیریت سے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ بھی خیریت سے رہیں، آمین،

محترم ایک مسئلہ درپیش تھا جس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑی وہ یہ کہ ہمارے محلے کے امام صاحب فرض نماز پڑھا کر باقی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے ہیں، پوچھنے پر بتایا گیا کہ سنت طریقہ یہی ہے کیا یہ درست ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سنن اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

"(قوله والأفضل فی النفل الخ) شمل مابعد الفريضة وماقبلها الحديث الصحيحين عليكم بالصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرأة في بيته إلا المكتوبة الخ"......(ردالمحتار: ۵۰۴/۱)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بوجہ عذر شرعی گھر والوں کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ کے قریب کوئی مسجد نہیں اور سردی بہت ہے اور ہمارے میں ایک ضعیف العمر شخص ہے وہ عشاء کی نماز مع تراویح گھر میں اپنے ذی رحم محرم یعنی بیوی، ماں، بہن، خالہ وغیرہ کو نماز پڑھاتا ہے، شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس کو گھر میں جماعت کرانا جائز ہے بلکہ اگر یہ شخص معذوری سے قبل مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے پابند تھے تو اس کو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

"وفي التراويح سنة كفاية (قوله سنة كفاية) أي على كل أهل محلة لما في منية المصلي من بحث التراويح من ان أقامتها بالجماعة سنة على سبيل الكفاية حتى لو ترك اهل محلة كلهم الجماعة فقدتركوا السنة وأساؤا

فی ذلک وإن تخلف من أفرادالناس وصلی فی بیته فقدترک الفضیلة (قوله علی قول) وغیرمستحبة علی قول آخربل یصلیهاوحده فی بیته وهماقولان مصححان وسیأتی قبیل ادراک الفریضة ترجیح الثانی بأنه المذهب اه''.....(ردالمحتار: ۱/۸ ۰ ۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خواتین کا تراویح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں حافظ قرآن خواتین کے لیے تراویح باجماعت کروانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کا نماز باجماعت کروانا مکروہ ہے۔

”صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاتهافی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتهافی بیتها یعنی الخزانة التی تکون فی البیت وروی ابن خزیمة عنه ﷺ ان احب صلوة المرأة الی الله فی اشد مکان فی بیتها ظلمة وفی حدیث له ولابن حبان وأقرب ماتکون من وجه ربها وهی فی قعربیتها ومعلوم ان المخدع لایسع الجماعة وکذاقعربیتها واشده ظلمة ولایخفی مافیه بتقدیر التسلیم فانمایفیدنسخ السنیة وهولایستلزم ثبوت کراهة التحریم فی الفعل بل التنزیه ومرجعها الی خلاف الاولیٰ ولاعلینا ان نذهب الی ذلک فان المقصود اتباع حیث کان “.....(فتح القدیر: ۱/۳۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خواتین کا نماز تراویح کے لیے مسجد میں آنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جامع مسجد عمر فاروق میں

ہر سال رمضان کے مہینے میں خواتین کے لیے بھی نماز تراویح کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ مسجد ایک نہایت مصروف روڈ میں ہے جہاں ہمہ وقت مردوں کا ہجوم رہتا ہے ایسے میں خواتین جن میں جوان بے پردہ لڑکیاں بھی ہوتی ہیں مسجد میں باجماعت نماز تراویح کے لیے آئی ہوتی ہیں، یہ انتظام مسجد کے تہہ خانہ میں ہوتا ہے جن کی حفاظت کے لیے ہر سال ایک ضعیف العمر خاتون کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا اس پرفتن دور میں خواتین کا مسجد میں نماز تراویح کے لیے آنا جائز ہے؟

(۲) اگر نہیں تو مسجد کی انتظامیہ کس حد تک گنہگار ہوگی اور انہیں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ عورتوں کا نماز تراویح سمیت تمام نمازوں کے لیے مسجد میں آنا ممنوع ہے اور انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے گھر میں نماز ادا کریں، خصوصاً جب کہ مذکورہ صورت میں تو جوان بے پردہ لڑکیاں بھی آتی ہوں تو ممانعت اور بھی سخت ہو جاتی ہے اور مسجد کی انتظامیہ کو چاہیئے کہ بجائے عورتوں کے لیے انتظام کرنے کے ان کو مسجد میں آنے سے منع کر دے۔

"عن عمرة بنت عبدالرحمن انهااخبرته ان عائشة رضي الله عنها زوج النبي ﷺ قالت لوادرک رسول الله ﷺ مااحدث النساء لمنعهن المسجد کمامنعه نساء بني اسرائيل"......(سنن ابی داؤد: ۱/۹۴)

"عن عبدالله عن النبي ﷺ قال صلوة المرأة في بيتهاافضل من صلاتها في حجرتها وصلوتها في مخدعها افضل من صلاتهافي بيتها"......(سنن ابی داؤد: ۱/۹۴)

"قوله ولايحضرن الجماعات لقوله تعالیٰ وقرن في بيوتکن وقال ﷺ صلوتهافي قعربيتها افضل من صلوتها في صحن دارها وصلوتها في صحن دارها افضل من صلوتها في مسجدها وبيوتهن خيرلهن ولانه لايؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلوة النهارية والليلية قال المصنف في الکافي والفتوی اليوم علی الکراهة في الصلوة کلها لظهورالفساد"......(البحر الرائق: ۱/۶۲۷)

"وکرہ لهن حضور الجماعة الاللعجوز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتوی الیوم علی الکراهة فی کل الصلوات لظهور الفساد کذافی الکافی وهوالمختار کذافی التبیین"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۸۹)

"(ویکره حضورهن الجماعة) ولولجمعة وعیدووعظ (مطلقا) ولوعجوزا لیلا(علی المذهب) المفتی به لفساد الزمان"......(درمختار: ۱/۳۱۸،۳۱۹)

"قوله ولوعجوزا لیلا بیان للاطلاق ای شابة اوعجوزا نهارااولیلا"......(فتاویٰ شامی:۱/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازتراویح گھر میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۸): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے تین دن نمازتراویح مسجد میں ادا کی، باقی دن گھر پرنمازتراویح ادا کی، لہذا ہم باقی دن گھر میں بندوبست کرلیں ایسا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ محلہ میں مسجد موجود ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مسجد میں جماعت کے ساتھ نمازتراویح ادا کریں، اسی پرصحابہ اورصالحین کا عمل ہے۔

البتہ اگرمسجد میں تراویح کی جماعت ہوتی ہے توگھرمیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں گناہ نہیں ہے۔

"وذکرالطحاوی فی اختلاف العلماء وقال لاینبغی ان یختار الانفراد علی وجه یقطع القیام فی المسجد فالجماعة من سنن الصالحین والخلفاء الراشدین رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین حتی قالوا رضی الله تعالیٰ عنهم نورالله قبرعمررضی الله تعالی کمانورمساجدنا والمبتدعة انکروا اداءها بالجماعة فی المسجدفاداؤها بالجماعة جعل شعارالسنة کاداء الفرائض بالجماعة شرع شعارا لاسلام"......(مبسوط السرخسی:۲/۱۹۷)

"ولوصلی انسان فی بیته لایاثم هکذا کان یفعل ابن عمروابراهیم والقاسم

وسالم الصواف رضی اللہ عنہم اجمعین بل الاولیٰ اداء ھابالجماعۃ لمابینا"......(مبسوط السرخسي: ۱۹۸،۱۹۷/۲)

"قولہ والجماعۃ فیھاسنۃ علی الکفایۃ افادان اصل التراویح سنۃ عین فلوترکھا واحد کرہ بخلاف صلاتھا بالجماعۃ فانھا سنۃ کفایۃ فلوترکھا الکل اساؤا امالوتخلف عنھارجل من افرادالناس وصلی فی بیتہ فقدترک الفضیلۃ وان صلی احدفی البیت بالجماعۃ لم ینالوا فضل جماعۃ المسجد......وظاھر کلامھم ھناان المسنون کفایۃ اقامتھا بالجماعۃ فی المسجدحتی لواقاموا ھاجماعۃ فی بیوتھم ولم تقم فی المسجد اثم الکل"......(فتاویٰ شامي: ۱/۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کے ایک خاص طریقے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۹۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں نماز تراویح کے بعد وتروں کی جماعت اہل حدیث امام صاحب کچھ اس طریقے سے کرواتے ہیں وتر تین رکعت (ہرایک رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت) دورکعت کے بعد بغیر التحیات بیٹھ کر پڑھاتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں پھر ہاتھ منہ پر پھیر کر سجدہ میں چلے جاتے ہیں بعد التحیات کے سلام پھیر دیتے ہیں، کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

وتر کا یہ طریقہ راجح اور دلائل قویہ کے خلاف ہے لہذا حنفی حضرات کو چاہیئے کہ وہ وتر میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں، نیز بقیہ نمازوں میں اس کے پیچھے حنفی کی اقتداء درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ حنفی مقتدی کو یقین ہو کہ امام جائز اور ناجائز کے اہم مختلف فیہ مسائل میں احتیاط سے کام لیتا ہے، مثلاً بہنے والے خون سے وضوء کرتا ہے اور عام جرابوں پر مسح نہیں کرتا ہے وغیرہ تو اس کی اقتداء درست ہے ورنہ نہیں۔

"عن البحر ان یتیقن المراعاۃ لم یکرہ اوعدمھا لم یصح وان شک کرہ"

......(الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار: ۱/۴۱۲)

نوٹ: یہ تفصیل اس وقت ہے کہ اس کا عقیدہ فاسد نہ ہو مقلدین کو مشرک نہ جانتا ہو اور سب سلف نہ کرتا ہو ورنہ اس کی امامت بہرحال مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر سننے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۰): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احقر عبید اللہ حافظ قرآن ہے اور ایک مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، مگر عبید اللہ کا جو سامع ہے وہ مسجد کا خطیب ہے اور حافظ قرآن نہیں ہے، اور وہ تراویح میں قرآن ہاتھ میں پکڑ کر قرآن سے دیکھ کر سنتا ہے اور بوقت ضرورت دیکھ کر لقمہ بھی دیتا ہے تو حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ

(۱) کیا دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے؟

(۲) ایسے سامع کا لقمہ لینا چاہیے یا نہیں؟

(۳) اگر ایسے سامع نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لے لیا تو آیا امام کی نماز باقی رہے گی یا فاسد ہو جائے گی؟ اگر امام کی نماز فاسد ہے تو کیا وہ دو رکعات کہ جس میں امام نے لقمہ لیا ہے ان کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(۴) سامع چونکہ مسجد کا خطیب ہے اور بار بار سمجھانے کے باوجود وہ یہی کہتا ہے کہ دیکھ کر قرآن سننا جائز ہے کیونکہ حرم میں بھی دیکھ کر سنتے ہیں اس استدلال کی حیثیت کیا ہے؟

(۵) حافظ صاحب ۱۸ پارے سنا چکے ہیں اور سامع بار بار سمجھانے کے بعد بھی باز نہیں آتا، تو کیا قرآن مکمل کرنا چاہیے یا ترک کر دینا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مقتدی کو قرآن پاک دیکھ کر امام کو لقمہ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اس عمل کثیر کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام اس کا لقمہ لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی، کما فی العبارۃ الآتیۃ، لہٰذا مذکور خطیب صاحب کا استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن وسنت اور فقہاء کرام کا اجتہاد دلیل ہوتی ہے، کما فی الدر المختار،

"وقراء ته من مصحف ای مافیه قرآن مطلقا لانه تعلم وفی الشامیة قوله مطلقا ای قلیلا او کثیرا اماما او منفردا قوله لانه تعلم ذکروا لابی حنیفة رح فی علة

الفساد وجهين احدهما ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل كثير والثاني انه تلقن من المصحف فصار كمااذاتلقن من غيره"......(الدر مع الرد: ۵۸۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعشاءاورتراویح گھرمیں پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ عشاء کی نماز باجماعت مسجد میں اداکرنے کی بجائے مدرسہ میں اداکرتے ہیں اور مدرسہ ہی میں تراویح پڑھتے ہیں وجہ یہ ہے کہ بقول ان کے انتشار سے بچاجائے آیاایساکرنادرست ہے؟ جولوگ مدرسہ میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ گناہ گارتونہیں ہورہے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز اورتراویح مسجد کے علاوہ کسی جگہ باجماعت اداکرنے سے گناہ لازم نہیں آتا،البتہ چونکہ مسجد میں نمازاداکرنامستقل فضیلت ہے،لہذامسجد کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی،البتہ جماعت کاثواب مل جائے گا،واضح رہے کہ گھرمیں جماعت کی اجازت اس صورت میں ہے کہ اس کی وجہ سے مسجد بغیرجماعت کے نہ رہے۔

"وان صلى بجماعة فى البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعة فى البيت فضيلة وللجماعة فى المسجد فضيلة اخرىٰ فاذاصلى فى البيت بجماعة فقدجاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله القاضى الامام ابوعلى النسفى والصحيح ان ادائها بالجماعة فى المسجد افضل وكذلك فى المكتوبات "......(فتاوىٰ الهندية: ۱۱۶/۱)

"ان اقامتها بالجماعة سنة على الكفاية حتى لو ترك اهل المسجد كلهم الجماعة فقداساؤا واثموا وان اقيمت التراويح بالجماعة فى المسجد وتخلف عنهاافراادالناس وصلى فى بيته لم يكن مسيئا......واطلق المصنف فى الجماعة ولم يقيدها بالمسجد لمافى الكافى والصحيح ان للجماعة

فی بیتہ فضیلۃ وللجماعۃ فی المسجد فضیلۃ اخریٰ فھو حازاحدی الفضیلتین وترک الفضیلۃ الاخریٰ "......(البحر الرائق: ۲/۱۲۰)

"وان صلوا بالجماعۃ فی البیت فقداختلف المشائخ فیہ والصحیح ان للجماعۃ فی البیت فضیلۃ وللجماعۃ فی المسجد فضیلۃ اخریٰ فھذاجاء باحدی الفضیلتین وترک الفضیلۃ الزائدۃ "......(فتاویٰ التاتارخانیۃ:۱/۴۷۷،مطبوعہ جدیدرشیدیہ کوئٹہ: ۲/۳۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا گھر میں حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھتیجا حافظ قرآن ہے ہم گھر میں اپنی باپردہ عورتوں کے ساتھ کافی عرصہ سے گھر پر ہی تراویح پڑھتے ہیں اور پورا قرآن سنتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں یا صرف مسجد میں ہی پڑھنی چاہئیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آپ گھر میں تراویح پڑھ سکتے ہیں البتہ فرض قریبی مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

"قولہ والجماعۃ فیھاسنۃ علی الکفایۃ الخ افاد ان اصل التراویح سنۃ عین فلوترکھا واحد کرہ بخلاف صلاتھا بالجماعۃ فانھاسنۃ کفایۃ فلوترک الکل اساؤا امالوتخلف عنھا رجل من افرادالناس وصلی فی بیتہ فقدترک الفضیلۃ وان صلی احدفی البیت بالجماعۃ لم ینالوا فضل جماعۃ المسجد وھکذا فی المکتوبات کمافی المنیۃ "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۲۱)

"والصحیح ان للجماعۃ فی بیتہ فضیلۃ وللجماعۃ فی المسجد فضیلۃ اخریٰ فھوحاز احدی الفضیلتین وترک الفضیلۃ الاخریٰ" ......(البحر الرائق: ۲/۱۲۰)

"قوله عليه السلام صلوة الرجل في الجماعة تفضل على صلوته في بيته اوسوقه سبعا وعشرين ضعفا والله الهادي "......(حلبي كبيري : ۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوافل کو بیٹھ کر پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نوافل کو بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

"ويجوز ان يتنفل القادر على القيام قاعدا بلا كراهة في الاصح كذافي شرح مجمع البحرين لابن الملك "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۱۴)

"حدثنا قتيبة بن سعيد قال ناحماد عن بديل وايوب عن عبدالله بن شقيق عن عائشة قالت كان رسول ﷺ يصلي ليلا طويلا فاذاصلى قائما ركع قائما واذاصلى قاعدا ركع قاعدا"......(صحيح مسلم : ۱/۲۵۲)

"قولها واذاصلى قاعدا ركع قاعدا فيه جواز التنفل قاعدا مع القدرة على القيام وهواجماع العلماء "......(حاشية نووي على صحيح مسلم : ۱/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ حافظ قرآن کا تراویح پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے کہ حافظ قرآن کی عمر پندرہ سال ہو اور بلوغت کے آثار دکھائی نہ دیتے ہوں تو کیا ایسے حافظ قرآن کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا قرآن سننے کی غرض سے کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

پندرہ سال کی عمر کے حافظ قرآن کو قرآن پاک سنانے کی غرض سے نماز تراویح میں امام بنانا جائز ہے، لیکن اگر حسین ہونے کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ایسے لڑکے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

"(بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل ھو الانزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل)..... (فان لم يوجدفيهما) شيء (فحتى تم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتىٰ) لقصراعمار اهل زماننا" ...... (الدر على الرد:۱۰۷/۵)

"(قوله وكذاتكره خلف امرد) الظاهر انهاتنزيهية ايضا والظاهر ايضا كماقال الرحمتي ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة"..... (فتاوی شامی:۱/۴۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محلّہ کی مسجد میں تراویح کے باوجود گھر میں تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۱۰۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گھر محلّہ کی مسجد کے قریب ہے لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ ہم رمضان المبارک میں تراویح اپنے گھر میں پڑھیں اور اس میں قرآن پاک کا ختم کردیں، چونکہ قاری صاحب ہمارے گھر کے افراد میں موجود ہے، مہربانی فرما کر مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آگاہ کریں کہ کیا ہم تراویح محلّہ کی مسجد ہونے کے باوجود گھر میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر تراویح پڑھ سکتے ہیں تو عشاء کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کہ ہم باجماعت مسجد میں ادا کریں، تراویح گھر میں پڑھیں یا نماز عشاء بھی گھر میں ادا کرسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ تراویح کی نماز باجماعت گھر میں ادا کرسکتے ہیں لیکن فرض مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

"افادان اصل التراويح سنة عين فلوتركها واحد كره بخلاف صلاتها بالجماعة فانهاسنة كفاية فلوتركها الكل اساؤا امالوتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقدترك الفضيلة وان صلى احدفي البيت

بالجماعة لم ينالوافضل جماعة المسجد وهكذا في المكتوبات كما في المنية"......(فتاویٰ شامی: ١/٥٢١)

"وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشائخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرىٰ فاذاصلى في البيت بجماعة فقدجاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرىٰ هكذا قاله القاضي الامام ابوعلي النسفي والصحيح ان اداء هابالجماعة في المسجد افضل وكذلك في المكتوبات "......(فتاویٰ الهندية: ١/١١٦)

"وان صلى بجماعة في البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة في البيت فضيلة وللجماعة في المسجد فضيلة اخرى فاذا صلى في البيت بجماعة فقدحاز فضيلة ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الاخرى هكذا قاله القاضي الامام ابوعلي النسفي رحمه الله تعالىٰ والصحيح ان ادائها بالجماعة في المسجد افضل لان فيه تكثير الجماعة وكذلك في المكتوبات "
......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية:١/٢٣٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تہجد کی کم سے کم کتنی رکعات ہیں؟

مسئلہ نمبر(١٠٦): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تہجد کی کتنی رکعت پڑھ سکتے ہیں کم ازکم؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہیں، کم ازکم دورکعت پڑھ سکتے ہیں۔

"(قوله واقلهاعلى مافي الجوهرة ثمان) قيدبقوله على مافي الجوهرة لانه في الحاوي القدسي قال يصلي ماسهل عليه ولوركعتين والسنة فيها ثمان ركعات باربع تسليمات اه والتقييد باربع تسليمات مبني على قول الصاحبين واماعلى قول الامام فلاكماذكره في الحلية وقال فيها ايضا وهذابناء على ان

اقل تهجده ﷺ كان ركعتين وان منتهاه كان ثماني ركعات أخذا ممافي المبسوط السرخسي ثم ساق تبعالشيخه المحقق ابن الهمام الاحاديث الدالة على ماعينه في المبسوط من منتهاه وحديث ابي الداؤد الدال على ان اقل تهجده ﷺ اربع سوى ثلاث الوتر وتمام ذلك فيها فراجعها لكن ذكر آخراعنه ﷺ من استيقظ من الليل وايقظ اهله فصليا ركعتين كتبامن الذاكرين الله كثيرا والذاكرات رواه النسائي ......اقول فينبغي القول بان اقل التهجد ركعتان واوسطه اربع واكثره ثمان والله اعلم" ...... (ردالمحتار: ١/٥٠٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح کے پیچھے نفلوں کی نیت سے کھڑے ہونا:

مسئلہ نمبر(۱۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب رمضان المبارک میں چودہ تراویح میں اپنی منزل پوری کر کے بعد میں کسی دوسرے حافظ کو چھ تراویح پڑھانے کے لیے مصلے پر کھڑا کر دیتے ہیں اور وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی پارے سے قرأت کر کے چھ تراویح پڑھا دیتا ہے خود امام صاحب پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں یا کبھی کسی ختم قرآن کے پروگرام پر دعا کرانے کے لیے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آ کر رات کو قیام اللیل کی صورت میں خود تراویح کی نیت کرتے ہیں اور باذوق حضرات پیچھے نفلوں کی نیت کر کے قرآن سنتے ہیں، جواب طلب امور یہ ہیں۔

(۱) امام صاحب کا چودہ تراویح کے بعد چھ تراویح میں پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

(۲) کیا امام صاحب کا چودہ تراویح پڑھانا اور باقی چھ دوسرے حافظ کا پڑھانا درست ہے؟

(۳) امام صاحب کا چودہ تراویح میں اپنی ترتیب سے منزل پڑھنا اور دوسرے حافظ کا چھ تراویح میں کسی دوسرے مقام سے قرأت کرنا کیسا ہے؟

(۴) رات کو قیام اللیل میں مقتدیوں کا تراویح پڑھنے والے امام کے پیچھے نفلوں کی نیت کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) امام صاحب کا تراویح پڑھانے والے کے پیچھے نفلوں کی نیت کر کے کھڑا ہونا درست ہے۔

"ولابأس لغیر الامام ان یصلی التراویح فی مسجدین لانه اقتداء المتطوع بمن یصلی السنة وانه جائز کمالوصلی المکتوبة ثم ادرک الجماعة ودخل فیها والله اعلم".....(بدائع الصنائع: ۱/۶۴۷)

(۲) دواماموں کا تراویح پڑھانا بھی جائز ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ دوسرا امام کمال ترویحہ پر آگے ہو نہ کہ شفعہ پر لیکن افضل یہ ہے کہ ساری تراویح ایک امام پڑھائے۔

"والافضل ان یصلی التراویح بامام واحدفان صلوها بامامین فالمستحب ان یکون انصراف کل واحدعلی کمال الترویحة فان انصرف علی تسلیمة لایستحب ذلک فی الصحیح".....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۱۶)

(۳) دوسرے حافظ کا کسی بھی دوسرے مقام سے قرأت کرنا درست ہے، البتہ جہاں سے قرأت کرے گا ترتیب سے کرے گا۔

"واذاجمع بین سورتین بینهما سوراوسورة واحدة فی رکعة واحدة یکره وامافی رکعتین ان کان بینهما سورلایکره وان کان بینهما سورة واحدة قال بعضهم یکره وقال بعضهم ان کانت السورة طویلة لایکره هکذافی المحیط ......هذا کله فی الفرائض وامافی السنن فلایکره هکذافی المحیط ".....

(فتاویٰ الهندیة: ۱/۷۸،۷۹)

(۴) چوتھی صورت کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی صورت کا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حافظ قرآن خواتین کا تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عورتیں حافظ قرآن ہیں وہ یہ چاہتی ہیں کہ تراویح میں قرآن مجید اپنی جماعت سے مکمل کریں کیا ایسے کرنا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ میں صحیح جواب دیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کی جماعت اس حال میں کہ عورت ہی ان کی امام ہو یہ مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یاغیر تراویح کی جماعت ہو۔

"ویکره تحریما جماعة النساء ولوفی التراویح"......(درمختار:۳۱۸/۱)

"ویکره امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلهامن الفرائض والنوافل الافی صلاة الجنازة هکذافی النهایة"......(فتاویٰ الهندیة: ۸۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اجرت علی التراویح کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۹): کیافرماتے ہیں حضرات علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۱۴سال کاحافظ قرآن تراویح کی جماعت شرعاً کرواسکتا ہے یانہیں؟ نیزکسی بھی صورت میں حافظ قرآن تراویح پڑھانے کی اجرت لےسکتا ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شرعاً لڑکابارہ سال قمری کے بعدبالغ ہوسکتا ہے،اگریہ بالغ ہوچکاہے یعنی اس کواحتلام وغیرہ ہواہے تونمازتراویح وغیرہ میں امامت کراسکتا ہےاوراگربالغ نہیں ہواتوپندرہ سال قمری کاتوہرحال میں شرعاً بالغ شمارہوگا چودہ کانہیں۔

تراویح پراجرت لینادیناجائزنہیں "الآخذوالمعطی آثمان" البتہ اگرعوام شرط کیےبغیراس کی امدادکرلیں توجائزہے۔

"(بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال) والاصل هوالانزال(والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلمايعلم منها فان لم يوجدفيهما شیء فحتی تم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتی لقصراعمار اهل زماناوادنی مدته له اثناعشرة سنة ولهاتسع سنين هوالمختار كمافی احكام الصغار"......(درعلی الشامی: ۱۰۷/۵)

"(قوله به يفتي) هذاعندهماوهورواية عن الامام وبه قالت الائمة الثلاثة وعندالامام حتى يتم له ثماني عشرة سنة ولهاسبع عشرسنة (قوله لقصر اعمار اهل زماننا)ولان ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما عرض على النبى ﷺ يوم احد وسنة اربعة عشرفرده ثم يوم الخندق وسنة خمسة عشر فقبله ولانها العادة الغالبة على اهل زماناوغيرها احتياط فلاخلاف فى الحقيقة والعادة احدى الحجج الشرعية فيمالانص فيه نص عليه الشمنى وغيره درمنتقى (قوله وادنى مدته) اى مدة البلوغ والضمير فى له للغلام وفى لهاللجارية"......(فتاوىٰ شامي: ۵/۱۰۷)

"ويمنع القارى للدنيا والاخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراء ةالاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقراء ة واعطاء الثواب للآمر والقراء ة لاجل المال فاذالم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرء احدلاحد فى هذاالزمان بل جعلوا القرآن عظيمامكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا اناللہ وانا اليه راجعون"......(فتاوىٰ شامي : ۵/۳۹)

"ونصبه اهم الواجبات فلذاقدموه على دفن صاحب المعجزات ويشترط كونه مسلما حراذكراعاقلا بالغا قادرا قرشيا لاهاشميا"......(درمختارعلى الشامي: ۱/۴۰۵)

"وامامة الصبى العاقل فى التراويح والنوافل المطلقة تجوزعندبعضهم ولاتجوز عندعامتهم كذافى محيط السرخسي "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام کومختصر تراویح پڑھانے پرمجبور کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۱۰): کیافرماتے ہیں مفتیانِ دین وعلماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال ہم نے اپنے محلّہ

کی مسجد میں رمضان شریف میں قرآن شریف سنانا چاہا، امام صاحب کے مشورے سے بات طے ہوئی اور اس مشورے کی اطلاع اکثر مقتدیوں کو بھی کردی گئی، کسی نے قرآن شریف سننے سے انکار نہیں کیا لیکن رمضان المبارک کی پہلی شب جب حافظ صاحب تراویح پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو چند افراد نے ان کو روک لیا کہ ہم قرآن نہیں سنتے بلکہ امام صاحب مختصر تراویح پڑھائیں گے، اور امام صاحب کو کھینچ کر محراب کی طرف دھکیل دیا اور کہا کہ مختصر تراویح پڑھاؤ، جب کہ اکثر لوگ قرآن شریف سننے کے حق میں تھے مگر امام صاحب نے نا چاہتے ہوئے بھی مختصر تراویح پڑھائی۔

واضح رہے کہ ان چند افراد کا قرآن سننے سے انکار حافظ صاحب کے خاندان سے ذاتی بغض کی بنیاد پر تھا دینی لحاظ سے حافظ صاحب میں کوئی نقص نہیں تھا، بہر حال اگلے دن حافظ صاحب نے اپنے گھر میں قرآن شریف سنانا شروع کردیا، اس بات کا علم ہونے پر تقریباً دو تہائی نمازیوں نے تراویح پڑھنے کے لیے حافظ صاحب کے گھر آنا شروع کردیا اور ایک تہائی نمازی مسجد میں رہ گئے۔

مذکورہ شر پسند افراد مسجد کی نسبت ہر وقت اپنی طرف کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسجد کی زمین ہمارے بڑوں نے وقف کی ہے لہذا یہ ہماری مسجد ہے جب کہ مسجد کی تعمیر سب نے مل کر کی ہے، اب حافظ صاحب کے خاندان والے کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنائیں گے تاکہ اس قسم کے جھگڑے کا کوئی امکان نہ رہے، اس تفصیل کے بعد مندرجہ ذیل مسائل کا حل بتلا کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) امام صاحب پر زبردستی کرکے ان کو مختصر تراویح پڑھانے پر مجبور کرنے کی صورت میں امام صاحب کو مختصر تراویح پڑھانی چاہیے تھی یا نہیں؟

(۲) رمضان المبارک میں مسجد کے نمازیوں میں تفریق کا گناہ کس پر ہے؟

(۳) حافظ صاحب کے خاندان والے اگر الگ مسجد بنائیں گے تو شرعاً اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ جب کہ اس سے موجودہ مسجد کے نمازی دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

(۴) اگر دوسری مسجد بنادی جائے تو کیا وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں امام صاحب کو مسجد میں مختصر تراویح پڑھانی چاہیئے اور جو لوگ قرآن سننا چاہتے ہیں وہ امام صاحب کے ساتھ فرض نماز باجماعت پڑھ کر گھر میں یا کسی اور جگہ جا کر تراویح میں قرآن سنیں

اورسنائیں کیونکہ گھرمیں بھی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے ،اوررہی دوسری مسجد کا بنانا تواگراس دوسری مسجد کی وجہ سے پہلی مسجد کی جماعت میں کمی آتی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے توشرعااس کی اجازت نہیں ہے۔

”وان صلی بجماعة فی البیت اختلف المشائخ والصحیح ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخریٰ فاذاصلی فی البیت بجماعة فقدحازفضیلة ادائها بالجماعة وترک الفضیلة الاخریٰ هکذاقاله القاضی الامام ابوعلی النسفی“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۱۶)

”واطلق المصنف فی الجماعة ولم یقیدها بالمسجد لمافی الکافی والصحیح ان للجماعة فی بیته فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخریٰ فهوحازاحدی الفضیلتین وترک فضیلة الاخریٰ“ ......(البحرالرائق: ۲/۱۲۰)

”وقال البغوی قال عطاء لمافتح الله تعالیٰ علی عمر رضی الله عنه الامصار امرالمسلمین ببناء المساجد وامرهم ان لایبنوامسجدین یضاراحدهما الآخر ومن المضارة فعل تفریق الجماعة اذاکان هناک مسجد یسعهم فان ضاق سن توسعته اواتخاذمسجد یسعهم“......(مرقاة المفاتیح : ۲/۳۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوشخص عشاء کی جماعت میں شامل نہ ہوکیاوہ وتر کی جماعت میں شامل ہوسکتاہے؟

مسئلہ نمبر(۱۱۱): کیافرماتے ہیں مفتیان عظام اورعلماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص عشاء کی نمازجماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا کیاوہ شخص وترجماعت کے ساتھ پڑھ سکتاہے یانہیں؟

(۲) ایک حافظ صاحب عشاءاورفجر کی نمازپڑھاتے ہیں اس کے علاوہ وہ تراویح کے اندرقرآن حکیم بھی سناتے ہیں تو کیاوہ ختم قرآن کے موقع پرپیسے لے سکتے ہیں؟

(۳) عذاب قبر کے بارے میں کہ قرآن حکیم میں کہاں آیاہے؟

مندرجہ بالاسوالات کے جوابات قرآن اورحدیث کی روشنی میں دے کرعنداللہ ماجورہوں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) وہ شخص وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔

"واذاصلی معه شیئا من التراویح اولم یدرک شیئامنها اوصلاها مع غیره له ان یصلی الوترمعه هوالصحیح کذافی القنیة "......(فتاویٰ الهندیة: ۱۱۷/۱)

"قوله فلیراجع قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع للتراویح ولاللعشاء عندالامام رحمه الله تعالیٰ "......(طحطاوی علی الدرالمختار: ۲۹۷/۱)

(۲) صورت مسئولہ میں حافظ صاحب چونکہ دونمازوں کی امامت کرواتے ہیں اس لیے ان کا اجرت لینا جائز ہے اوراگرختم قرآن پر پیسے طے نہ کیے جائیں لوگ اپنی خوشی سے حافظ صاحب کی مدد کردیں تو ان کے لیے لینا جائز ہے۔

"وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ"......(الهدایة: ۳۰۶/۳)

"قوله وبعض مشائخنا استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن وهم ائمة بلخ فانهم اختاروا قول اهل المدینة وقالوا ان المتقدمین من اصحابنا بنوا هذا الجواب علی ماشاهدوا فی عصرهم من رغبة الناس فی التعلیم بطریق الحسبة ومروءة المتعلمین فی مجازاة الاحسان بالاحسان ......الخ وکذا یفتی بجواز الاجارة علی تعلیم الفقه وقال الامام الخیزاخزی فی زماننا یجوزللامام والمؤذن والمعلم اخذالاجرة کذافی الروضة " ......(العنایة علی فتح القدیر : ۴۰،۴۱/۸)

(۳) قرآن حکیم میں عذاب قبر کا ذکر مختلف مقام میں موجود ہے جن سے عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

"النار یعرضون علیها وفیه ستة اوجه یکون رفعا علی البدل من سوء ویجوز ان یکون بمعنی هوالنار ویجوزان یکون مرفوعا بالابتداء وقال الفراء یکون مرفوعا بالعائد علی معنی النار علیهایعرضون ......والجمهور علی ان العرض

فی البرزخ واحتج بعض اهل العلم فی تثبیت عذاب القبر بقوله النار یعرضون علیهاغدوا وعشیا مادامت الدنیا کذلک قال مجاهد وعکرمة ومقاتل ومحمدبن کعب کلهم قال هذه الآیة تدل علی عذاب القبر فی الدنیا "
......(الجامع لاحکام القرآن :۱۵/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عصر کی اذان کے بعد نوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۲): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) عصر کی اذان کے بعد لیکن نماز عصر ادا کرنے سے پہلے کیا نفل پڑھ سکتے ہیں؟

(۲) دو رکعت نماز نفل میں کیا بیک وقت، حاجت، توبہ، شکرانے اور ایصال ثواب کی نیت کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) عصر کی اذان کے بعد نماز سے قبل نفل پڑھنا جائز ہے نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

"السنة رکعتان قبل الفجر واربع قبل الظهر وبعدهارکعتان واربع قبل العصر"......(الهداية: ۱/۱۵۱)

"ویکره ان یتنفل بعدالفجر حتی تطلع الشمس وبعدالعصر حتی تغرب"
......(الهداية:۱/۸۳)

(۲) دو رکعت نفل میں بیک وقت حاجت، توبہ، شکرانے اور ایصال ثواب کی نیت کرنا جائز ہے لیکن اس طرح کرنا مناسب نہیں بلکہ علیحدہ نیت اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ دو دو نفل علیحدہ پڑھیں۔

"واماالذانوی نافلتین کمااذانوی برکعتی الفجر التحية والسنة اجزأت عنهما"......(الاشباه والنظائر :۳۰)

"فیجوز بناء النفل علی النفل وان کره یعنی انه مع صحته مکروه لان فیه تاخیرالسلام عدم کون النفل بتحریمیة مبتدأة" ......(ردالمحتار: ۱/۳۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مغرب کی اذان کے بعد نوافل ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۳): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ لوگ اذان مغرب کے بعد اور جماعت کھڑی ہونے کے درمیان وقفہ میں دو نوافل ادا کرتے ہیں، کچھ لوگ اس کے حق میں ہیں اور کچھ لوگ مخالفت میں، اس مسئلہ میں ہماری شرعی راہنمائی کی جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ائمہ احناف کے نزدیک مغرب کی نماز کے فرضوں سے پہلے نفل نہیں پڑھنے چاہئیں، جو لوگ پڑھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی اور مسلک ہوگا، ان کو نہ روکا جائے البتہ ان کی وجہ سے جماعت کو مؤخر نہ کیا جائے۔

"وروی محمد عن ابی حنیفة عن حماد انه سأل ابراهیم النخعی عن الصلوة قبل المغرب قال فنهی عنها وقال ان رسول الله ﷺ وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونها وقال القاضی ابوبکر بن العربی اختلف الصحابة فی ذلک ولم یفعله احد بعدهم فهذا یعارض ماروی من فعل الصحابة ومن امره ﷺ بصلاتهما لانه اذا اتفق الناس علی ترک العمل بالحدیث المرفوع لایجوز العمل به لانه دلیل ضعفه علی ماعرف فی موضعه ولو کان ذالک مشتهرا بین الصحابة لماخفی علی ابن عمر او یحمل ذالک علی انه کان قبل الامر بتعجیل المغرب وتمامه فی شرح المنیة وغیرها"......(فتاویٰ شامی:۱/۳۷۷)

"واما اذا کان فی المغرب فالمستحب ان یفصل بینهما بسکتة یسکت قائما مقدار مایتمکن من قراءة ثلاث آیات قصار کذافی النهایة"......(فتاویٰ الهندیة:۱/۵۷)

"تسعة اوقات یکره فیها النوافل ......ومنها مابعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب"......(فتاویٰ الهندیة:۵۲،۱/۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اذانِ مغرب کے بعد سجدہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی اذان کے بعد اور مغرب کی نماز سے پہلے کوئی نفل یا کوئی سجدہ یا سجدہ میں دعا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ برائے کرم راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"انه صلى الله عليه وسلم كان يواظب على صلاة المغرب باصحابه عقب الغروب ......وروى محمدعن ابى حنيفة عن حماداانه سال ابراهيم النخعى عن الصلاة قبل المغرب قال فنهى عنها"......(فتاوىٰ شامى: ۱/۲۷۷)

مغرب کاوقت مختصر ہوتا ہے مغرب کی نماز فرض جلدی پڑھیں اس سے پہلے نوافل وغیرہ ہرگز نہ پڑھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مغرب کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد میں ایک شخص مغرب کی نماز سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھ رہا ہے، اور کسی کی نہیں مان رہا اور کہتا ہے کہ مجھے حوالہ لاکر دکھاؤ، برائے مہربانی بحوالہ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھنا خلاف سنت ہے کیونکہ نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھنا حضور ﷺ اور شیخین سے ثابت نہیں ہے ،اگر نماز مغرب سے پہلے نوافل پڑھیں گے تو نماز مغرب میں تاخیر لازم آئے گی جو کہ مکروہ ہے۔

"(قوله وقبل صلاة المغرب) عليه اكثر اهل العلم منهم اصحابنا ومالك واحدالوجهين عن الشافعى لماثبت فى الصحيحين وغيرهما ممايفيد انه ﷺ كان يواظب على صلاة المغرب باصحابه عقب الغروب ولقول ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما مارأيت احدا على عهدرسول الله ﷺ يصليهما رواه ابوداؤد وسكت عنه والمنذرى فى مختصره واسناده حسن

وروی محمدعن ابی حنیفة عن حمادانه سأل ابراھیم النخعی عن الصلاة قبل المغرب قال فنھی عنھاوقال ان رسول اللہ ﷺ وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونھا وقال القاضی ابوبکر بن العربی واختلف الصحابة فی ذالک ولم یفعله احدبعدھم فھذایعارض ماروی من فعل الصحابة ومن امرہ ﷺ بصلاتھما لانه اذااتفق الناس علی ترک العمل بالحدیث المرفوع لایجوزالعمل به لانه دلیل ضعفه علی ماعرف فی موضعه ولوکان ذالک مشتھرابین الصحابة لماخفی علی ابن عمر اویحمل ذلک علی انه کان قبل الامر بتعجیل المغرب وتمامه فی شرح المنیة وغیرھما"......(فتاویٰ شامی : ۱/۳۷۷)

"والمغرب ای وندب تعجیلھا لحدیث الصحیحین کان یصلی المغرب اذاغربت الشمس وتوارت بالحجاب ویکرہ تاخیرھا الی اشتباک النجوم"......(البحرالرائق: ۱/۴۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی تراویح کے ایک خاص طریقہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک قاریہ صاحبہ ہیں جورمضان المبارک میں تراویح کااہتمام کرتی ہیں،طریقہ مندرجہ ذیل ہیں۔

قاریہ کی اقتداء میں پہلی تکبیرہوتی ہے پھرزیرلب قاریہ اپنی سورۃ فاتحہ پڑھتی ہیں اورباقی عورتیں الحمدشریف اورقل شریف پڑھ کرکھڑی ہوجاتی ہیں،پھرقاریہ قرآن اونچی آوازمیں پڑھتی ہیں اورباقی عورتیں نمازکی حالت میں قرآن سنتی رہتی ہیں،پھرقاریہ صاحبہ اللہ اکبرکہہ کررکوع میں جاتی ہیں دوسری عورتیں بھی رکوع کرتی ہیں اسی طرح سجوداورپھرسلام۔

کیامندرجہ بالاطریقہ نمازشریعت محمدی کے مطابق ہے۔

ان کایہ بھی کہناہے کہ ہم جماعت تونہیں کراتے ،اگرجماعت نہیں توپھرقل شریف کے بعدجوعورتیں کھڑی ہوکرسنتی ہیں تویہ تاخیرہوگی،اس کے بارے میں سمجھائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالاطریقہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں ہے ،اس لیے عورتیں اپنی تراویح علیحدہ علیحدہ گھر میں اداءکریں اوریہی طریقہ ان کے لیےسب سےافضل واعلیٰ ہے۔

"ویکرہ امامة المرأة للنساء في الصلوات كلهامن الفرائض والنوافل الا في صلاة الجنازة هكذافي النهاية..... وصلاتهن فرادىٰ افضل هكذافي الخلاصة " .....(فتاویٰ الهندية: ۱/۸۵)

"ويكره للنساء ان يصلين جماعة لانهن في ذالك لايخلون عن ارتكاب محرم اى مكروه لان امامتهن امان تتقدم على القوم اوتقف وسطهن وفي الاول زيادة الكشف وهي مكروهة وفي الثاني ترك الامام مقامه وهومكروه"......(شرح العناية على الهداية على هامش فتح القدير:۱/۳۰۵)

"(قوله لانها لاتخلوعن ارتكاب محرم)وهوزيادة الكشف وحرمتهاظاهرة لقوله تعالىٰ ولايبدين زينتهن الاماظهر منها اوترك مقام الامام وهوحرام ايضا لانه ترك السنة من كل وجه فانه لم يعمل به النبى عليه السلام ولاواحدمن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم"......(كفايه على الهداية على فتح القدير : ۱/۳۰۶،۳۰۵)

"صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتهافي حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها يعني الخزانة التي تكون في البيت "......(فتح القدير : ۱/۳۰۷)

"(قوله ولايحضرن الجماعات) لقوله تعالىٰ وقرن في بيوتكن،وقال ﷺ صلاتهافي قعربيتها افضل من صلاتها في صحن دارها،وصلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها وبيوتهن خيرلهن " ......(البحرالرائق: ۱/۶۲۷)

"ولايجب السجودالابترك واجب اوتاخيره اوتاخيرركن اوتقديمه "......
(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۱۲ سالہ بچے کو تراویح میں سامع بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۷): کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام ومفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح میں میرا ایک بیٹا قرآن کریم سناتا ہے چھ، سات مرتبہ تراویح میں قرآن کریم سناچکا ہے دوسرا بیٹا جس کی عمر ۱۲،۱۱ سال ہے قرآن کریم ماشاء اللہ خوب یاد ہے، طہارت وغیرہ کا اہتمام بھی کرتا ہے، کیا چھوٹے بچے کو سامع بنایا جاسکتا ہے اور وہ تراویح میں لقمہ دے تو اس کا لقمہ لینے سے نماز فاسد تو نہیں ہوگی۔

جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بچہ نماز تراویح میں لقمہ دے سکتا ہے اور اس کے لقمہ کی وجہ سے نماز تراویح فاسد نہیں ہوگی، تاہم بچے کو طہارت کے مسائل میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے اور طہارت کے بارے میں اس کو ترغیب دینی چاہیئے۔

"المراهق كالبالغ"......(فتاوىٰ الهندية: ۹۹/۱)

"فتح كتب الى الحسن بن علی اذاافتتح الصبی المراهق على الامام هل تبقى صلاة الامام صحيحة قال نعم" ......(التاتارخانية: ۴۲۳/۱)

"وفتح المراهق كالبالغ"......(البحر الرائق: ۱۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نابالغ تراویح میں امام نہیں بن سکتا:

مسئلہ نمبر(۱۱۸): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک دینی مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں، مسئلہ یہ درپیش ہے کہ کیا ایک نابالغ بچہ نماز تراویح کی جماعت کرواسکتا ہے یا نہیں؟ فقہی لحاظ سے اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نابالغ بچہ تراویح میں امامت نہیں کرواسکتا۔

"(ولايصح اقتداء رجل بامرءة) وخنثىٰ (وصبى مطلقا) ولوفى جنازة ونفل على الاصح"......(الدر المختار على هامش الرد: ۴۲۷/۱)

"وامامة الصبی العاقل فی التراویح والنوافل المطلقة تجوزعندبعضهم ولاتجوز عندعامتهم کذافی محیط السرخسی"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۱٦)

"جوزهااکثر علماء خراسان ولم یجوز هامشائخ العراق رحمهم الله تعالی...... وکان الشیخ الامام شمس الائمة السرخسی یفتی بعدم الجواز وفی الخانية هوالصحیح وکان یقول الامام ضامن والصبی لایصلح للضمان"......(فتاویٰ التاتارخانية: ۱/۳۸٦ ،تاتارخانیه جدید: ۲/۳۳۵)

"فصل فی امامة الصبیان فی التراویح ،وقال شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالیٰ الصحیح انه لایجوز لانه غیرمخاطب وصلاته لیست بصلاة علی الحقیقة فلایجوز امامته کامامة المجنون "......(فتاویٰ قاضی خان هامش علی الهندية: ۱/۲۴۳)

"فی المنتقی لوان قوما صلوا خلف الصبی لاتجوزصلاتهم لانه یصلون لتعبد ولاتعبد فیمایفعله الصبی"......(المحیط البرهانی:۲/۲٦۳)

"وامامة الصبی المراهق لصبیان مثله یجوز کذافی الخلاصة وعلی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذافی فتاویٰ قاضی خان المختارانه لایجوز فی الصلوات کلهاکذافی الهداية وهوالاصح هکذافی المحیط وهوقول العامة وهوظاهر الرواية هکذافی البحر الرائق"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازِ چاشت کا صحیح وقت کیا ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۱۹): محترمی ومکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر کوکافی عرصہ سے نمازِ چاشت کے اوقات کے سلسلے میں تردد تھا کہ صحیح اوقات کیا ہیں؟ عام لوگوں میں

اس کا وقت ۱۰ بجے مشہور ہے مگر دن کے اوقات چھوٹے بڑے گرمی سردی کی وجہ سے ہوتے رہتے ہیں، بہشتی زیور سے تو اتنا پتہ چلتا ہے کہ نماز اشراق کے بعد جب دھوپ کافی تیز ہوجائے اور سورج اونچا ہوجائے تو اس وقت نماز چاشت ہوتی ہے، مگر صحیح گھنٹوں کا حساب اس سے متعین نہیں ہوسکتا۔

آج کل چونکہ سہولت کی بناء پر گھڑی سے اوقات کا تعین کرتے ہیں جیسا کہ فرض نمازوں میں ہوتا ہے اس لیے اگر گھنٹوں کے حساب سے اوقات معلوم ہوجائیں تو یہ قاعدہ گرمی وسردی کے موسم میں اور بادل کے دن بھی جاری ہوسکتا ہے، جس سے بہت سہولت ہوگی۔

اب اگر موسم گرما کی مثال لیں تو ان دنوں سورج صبح پانچ بجے طلوع ہوتا ہے اور اس سے تقریباً ۲۰ منٹ کے بعد اشراق کا وقت داخل ہوجاتا ہے، مگر گھنٹوں کے حساب سے یہ اندازہ ہم ناواقفین نہیں لگا سکتے کہ ۵ بج کر ۲۰ منٹ کے بعد کتنے گھنٹے گزر جائیں تو نماز چاشت کا وقت داخل ہوجاتا ہے، اس سلسلے میں احقر کی راہنمائی فرمائیں تاکہ اپنے سارے متعلقین کو مطلع کردوں اور خود بھی عمل کروں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اشراق وچاشت ایک ہی نماز ہے یا الگ الگ؟ محدثین اور فقہاء کرام کے نزدیک ایک ہی نماز ہے، اور عام صوفیاء کے نزدیک دونوں علیحدہ علیحدہ مستقل نمازیں ہیں، اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے کچھ دیر بعد ہے اور اس کو ضحوۃ الصغریٰ بھی کہتے ہیں اور چاشت کا وقت ربع النہار کے بعد ہوتا ہے اس کو ضحوۃ الکبریٰ بھی کہتے ہیں، یعنی سورج کے طلوع وغروب کے درمیانی وقت کو جمع کرکے چار پر تقسیم کرلیں جو جواب آئے اتنا وقت سورج نکلنے کے بعد چاشت کا وقت ہوگا (مثال کے طور پر سورج کے طلوع اور غروب کے درمیان بارہ گھنٹے ہیں، اس کو چار پر تقسیم کیا تو جواب تین آیا اب چاشت کا وقت سورج نکلنے کے تین گھنٹے بعد ہوگا۔

”قال الشیخ ذهب الفقهاء والمحدثون الی ان صلاۃ الضحی وصلاۃ الاشراق واحدۃ ان صلاها متصلۃ بارتفاع النهار بعدخروج الوقت المکروه ف“اشراق“وان تراخی قلیلا ف ”ضحی“ اقول ویوید هذاالقول اثرعن ابن عباس کان یقول صلاۃ الاشراق هی صلاۃ الضحیٰ ذکره الشعرانی فی کشف الغمۃ (۹۷/۱)وذکره الزرقانی فی شرح المواهب (۱۱/۸) عن اوسط الطبرانی وابن مردویه وبالجملۃ لم یفرد المحدثون وعامۃ الفقهاء صلاۃ الاشراق بالذکر وکل مایستدل به للاشراق ذکره المحدثون فی

احادیث صلاۃ الضحیٰ ،ویرید الشیخ ان الصلاۃ واحدۃ والفرق اعتباری بالتقدیم والتاخیر ثم فی العنوان والتسمیۃ فحسب لاغیر ثم ان الدارمی فی مسندہ افرد بابالاربع اول النھار کماافرد باب الصلاۃ الضحیٰ وکماافرد باب الصلاۃ الاوابین وصنیعہ یفید من یفرق بین الاشراق والضحیٰ،واللہ اعلم ،قال الشیخ وقدفرق بینھما السیوطی وعلی المتقی قال الراقم لعلہ علیہ صنیعھما فی بعض کتبہ وعلی ذلک عامۃ الصوفیۃ فی تالیفھم یفردون کلابالذکر فکل منھما صلاۃ علحدۃ مستقلۃ کماھی مستقلۃ فی التسمیۃ "......(معارف السنن : ۲۶۲/۴)

"وذکرہ الشیخ ابوالطیب فی شرح الترمذی لہ (۳۳۵/۱)وحملھم ایاہ علی صلاۃ الضحیٰ لاینافی الحمل علی الاشراق کمافعلنا فقدقال العلامۃ سراج احمد فی شرح الترمذی لہ ان المتعارف فی اول النھار صلاتان الاولی بعدطلوع الشمس وارتفاعھا قدررمح اورمحین ویقال لھا صلاۃ الاشراق ، والثانیۃ عندارتفاع الشمس قدرربع النھار الی ماقبل الزوال ویقال لھا صلاۃ الضحیٰ ،واسم الضحی فی کثیر من الاحادیث شامل لکلیھما وقدورد فی بعضھا لفظ الاشراق ایضا فقداخرج السیوطی عن ام ھانی ان رسول اللہ ﷺ قال لھا (یاام ھانی ھذہ صلاۃ الاشراق) وعزاہ الی الطبرانی وبالجملۃ فقدورد اطلاق الاشراق والضحیٰ علی کل من الصلاتین وبعضھم یطلقون علی الاولیٰ الضحوۃ الصغریٰ وعلی الثانیۃ الضحوۃ الکبریٰ، (۳۴۳/۱)" ......(اعلاء السنن: ۲۹، ۳۰/۷)

"وندب اربع فصاعدا فی الضحیٰ علی الصحیح من بعدالطلوع الی الزوال ووقتھاالمختار بعدربع النھار " ......(درمختارعلی ردالمحتار: ۵۰۵/۱)

"(ومن المندوبات صلاۃ الضحیٰ)واقلھا رکعتان واکثرھا ثنتاعشرۃ رکعۃ ووقتھامن ارتفاع الشمس الی زوالھا"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱۱۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنت اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ آج کل جو طریقہ دیہاتوں میں رائج ہے کہ سنت و نوافل پڑھنے کے بعد لوگ دعا کے لیے بیٹھے رہتے ہیں اور امام صاحب فارغ ہوکر دعا منگواتے ہیں بلکہ لوگ امام صاحب کو دعا منگوانے پر مجبور کرتے ہیں، آیا یہ طریقہ التزام خلاف سنت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جو سنتیں و نوافل فرض نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں، ان کے بعد انفرادی دعا مسنون ہے جب کہ اجتماعی دعا نہ سنت ہے اور نہ بدعت اور اس پر امام کو مجبور کرنا جہالت ہے، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ سنن و نوافل گھر تشریف لاکر ادا فرماتے تھے۔

"واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدى دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لايحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي ﷺ وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين"......(فیض الباری: ۲/۱۶۷)

"عن زيد بن ثابت رضى الله عنه ان النبي ﷺ قال صلوة المرء في بيته افضل من صلوته في مسجدى هذا الاالمكتوبة"......(سنن ابی داؤد:۱/۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز تراویح کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۱۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح سنت ہے یا فرض ہے یا کہ نفل؟ صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

”والتراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين)......وكيف لاوقد ثبت عنه ﷺ عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ كمارواه ابوداؤد وبحر“......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۲۰)

”ونفس التراويح سنة على الاعيان عندنا كماروى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله وقيل تستحب والاول اصح“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سنت ونوافل اپنے کمرے میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۴): محترم جناب مفتیان کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ درپیش تھا، جس کی وجہ سے آپ کو زحمت دینی پڑھی، پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے محلے کے امام صاحب فرض نماز بڑھا کر باقی نماز اپنے کمرے میں جا کر پڑھتے تھے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ سنت طریقہ یہی ہے کیا یہ درست ہے، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سنت کو مسجد میں ادا کرنا جائز ہے،لیکن گھر میں ساتھ والے کمرے میں ادا کرنا افضل ہے اور حضور ﷺ کا اکثر معمول یہی تھا لہذا اگر آدمی کو معلوم ہو کہ گھر میں جا کر کوئی ایسی مشغولی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے سنت چھوٹ جائیں تو گھر میں ادا کرنی چاہئیں۔

”التطوع فى المساجد حسن وفى البيت افضل وبه كان يفتي الشيخ ابوجعفر“......(التاتارخانية جديد: ۲/۳۰۶)

”وفى الجامع الصغير اذاصلى الرجل المغرب فى المسجد بالجماعة يصلى ركعتين المغرب فى المسجد ان كان يخاف ان لورجع الى بيته ليشتغل بشيء وان كان لايخاف فالافضل ان يصلى فى بيته لقوله عليه السلام خيرصلوة الرجل فى المنزل الاالمكتوبة“......(فتاوىٰ التاتارخانية: ۲/۳۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اوابین کے نوافل کی تعداد اور وقت:

مسئلہ نمبر (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اوابین کے نوافل کس وقت پڑھنے چاہئیں، اور کتنی رکعتیں ہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اوابین کے نوافل مغرب کے بعد چھ رکعتیں ہیں۔

"وندب ست ركعات بعد المغرب لقوله ﷺ من صلى بعدالمغرب ست ركعات كتب من الاوابين وتلاقوله تعالىٰ انه كان للاوابين غفورا"..... (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۹۰)

"وندب الاربع قبل العصر والعشاء وبعدهاوالست بعد المغرب.....واماالستة بعدالمغرب فلماروى ابن عمررضى الله عنهما انه ﷺ قال من صلى بعدالمغرب ست ركعات كتب من الاوابين وتلاقوله تعالىٰ فانه كان للاوابين غفورا"..... (البحرالرائق: ۲/۸۷،۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ لڑکے کا تراویح میں امامت کروانا:

مسئلہ نمبر (۱۲۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک بچہ جس کی عمر تقریباً چودہ سال دس ماہ ہے کیا وہ تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر مذکور بچے کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ سال ہوگئی ہے تو اس کی امامت تراویح میں درست ہوگی بشرطیکہ وہ مسائل امامت سے واقف ہو اور دوسرا کوئی مانع شرعی موجود نہ ہوں۔

نوٹ: واضح رہے کہ قمری سال تقریباً دس دن شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔

"وعلى قول ائمه بلخ يصح الاقتداء بالصبيان فى التراويح والسنن المطلقة كذافى فتاوىٰ قاضى خان المختار انه لايجوز فى الصلوات كلهاكذا

فی الهداية وهو الاصح هكذا فی المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية هكذا فی البحر الرائق "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۸۵)

"الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدرفرض " ......(الدر المختار على الشامی: ۱/۴۱۲)

"بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل ولم يذكر الانزال صريحا لانه قلما يعلم منها فان لم يوجد فيهما شیء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتی "......(الدر المختار على الشامی :۵/۱۰۷)

"قوله به يفتى هذا عندهما وهو رواية عن الامام وبه قالت الائمة الثلاثة وعند الامام حتى يتم له ثمانی عشر سنة ولهاسبع عشر سنة "......(فتاوىٰ شامی: ۵/۱۰۷)

"واجل سنة قمرية بالاهلة على المذهب وهی ثلاثمائة واربعة وخمسون وبعض يوم وقيل شمسية بالايام وهی ازيد باحد عشر يوما"......(فتاوىٰ شامی: ۳/۴۴۵،۶۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیمار عورت کا بیٹھ کر تراویح ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۱۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک عورت بیمار ہے کیا وہ بیٹھ کر تراویح ادا کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اور تراویح لازمی ہے کہ پوری پڑھی جائیں یا آٹھ بھی پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں عورت نماز تراویح بیٹھ کر ادا کرسکتی ہے۔

"ويتنفل ای فی غير سنة الفجر فی الاصح كماقدمه المصنف بخلاف سنة

التراویح لانها دونها فی التاکد فتصح قاعدا وان خالف المتوارث وعمل السلف کمافی البحر ودخل فیه النفل المنذور فانه اذالم ینص علی القیام لایلزمه القیام فی الصحیح کمافی المحیط وقال فخرالاسلام انه الصحیح من الجواب وقیل یلزمه واختاره فی الفتح نهر قوله قاعدا ای علی ای حالة کانت وانمااختلاف فی الافضل کمایاتی"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۱۵)

"تعذرعلیه القیام اوخاف زیادة المرض صلی قاعدا یرکع ویسجد لقوله تعالیٰ الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم"......(البحرالرائق:۲/۱۹۸)

(۲) صورت ثانیہ میں ائمہ اربعہ کے نزدیک نمازتراویح کی بیس رکعات سنت ہیں اگرکسی شخص نے ۲۰ سے کم اداکیں تواس کی سنت ادانہیں ہوگی۔

"وسن فی رمضان عشرون رکعات بعدالعشاء قبل الوتر وبعده بجماعة وختم مرة بجلسة بعدکل اربع بقدرها......وذکرفی الاختیار ان ابایوسف سال اباحنیفة عنها ومافعله عمر فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا......وقوله عشرون رکعة بیان لکمیتها وهوقول الجمهور لمافی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمربن الخطاب بثلاث وعشرین رکعة وعلیه عمل الناس شرقا وغربا"......(البحرالرائق:۲/۱۱۶،۱۱۷)

"مقدارالتراویح عنداصحابنا والشافعی رحمه الله تعالیٰ ماروو االحسن عن ابی حنیفةرحمه الله تعالیٰ قال القیام فی شهر رمضان سنة لاینبغی ترکها یصلی اهل کل مسجد فی مسجدهم کل لیلة سوی الوتر عشرین رکعة خمس ترویحات بعشرتسلیمات یسلم فی کل رکعتین"......(فتاویٰ قاضی خان هامش علی الهندیة:۱/۲۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کا عورتوں کو صلوۃ التسبیح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر(۱۲۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے گاؤں سکنہ گوہاوہ بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں ایک مولوی صاحب عورتوں کو مسجد میں صلوۃ التسبیح تقریباً دس بجے اس طرح پڑھاتے ہیں کہ تمام عورتیں ہوتی ہیں ساتھ اس کی بیوی بھی ہوتی ہے امام صاحب کے پیچھے ایک چادر پردے کی صورت میں ہوتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ یہ طریقہ قرآن وحدیث کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

امام مذکور کا اس طرح عورتوں کا صلوۃ التسبیح کی جماعت کروانا شرعاً جائز نہیں ہے لہذا امام صاحب کو چاہیے کہ اس سے احتراز کریں، نیز عورتوں کا مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

"ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کمافی الدرولاخلاف فی صحة الاقتداء اذلامانع نهر "......(الدرالمختار: ۱/۹۹)

"ولایصلی التطوع بجماعة الافی شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسی ان التطوع بجماعة انمایکره اذاعلی سبیل التداعی امالواقتدیٰ واحدبواحداواثنان بواحد لایکره واذا اقتدیٰ ثلاثة بواحد اختلف فیه واذا اقتدیٰ اربعة بواحد کره اتفاقا"......(التاتارخانیة جدید: ۲/۲۹۳،۲۹۲)

"ومنها ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الافی قیام رمضان وفی الفرض واجبة اوسنة مؤکدة "......(بدائع الصنائع : ۲/۲۱)

" ویکره حضورهن الجماعة ولولجمعة وعیدووعظ مطلقا ولوعجوزا لیلا"......(الدرعلی الرد: ۱/۳۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماءعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں رمضان میں وتروں کی نماز کے بعد اجتماعی دعاء کروائی جاتی ہے آیاوتر کی جماعت کے بعد اجتماعی دعاء کروانا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

وتروں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا شرعاً جائز ہے،مگر تارک پر ملامت نہ کی جائے ،بشرطیکہ تارک بھی اس کو بدعت نہ سمجھے،اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا مانگنی چاہیئے،اس لیے کہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔

”واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبي عليه السلام ولم يثبت عنه رفع الايدى دبر الصلوات في الدعوات الاقل قليل ومع ذلك وردت فيه ترغيبات قولية والامر في مثله ان لايحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية في زماننا ليست بسنة بمعنى ثبوتها عن النبي عليه السلام وليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين“......(فيض البارى: ٢/١٦٧)

”فاعلم ان الفضائل والرغائب لاتنحصر فيما ثبت فيه فعله ﷺ فقط فان النبي عليه السلام كان يخص لنفسه امور تكون اليق بشانه واحرى لمنصبه واذ لم يستوعب الفضائل كلها عملا وجب ان يرغب فيها قولا لتعمل بها الامة فمنها صلاة الضحىٰ فانه اذالم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفة له دل على فضلها قولا لتعمل بها امته وتحرز الاجر الاترى انهم تكلموا في ثبوت الاذان من النبي عليه السلام فعلا مع كونه من افضل الاعمال فالفضل لاينحصر فيما ثبت فعله منه فان كلا يختار لنفسه ما ناسب شانه ومن هذا الباب رفع اليدين بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلا وكثر فضله قولا فلا يكون بدعة اصلا فمن ظن ان الفضل فيما ثبت عمله ﷺ به فقط فقد حاد عن طريق الصواب وبنى اصلا فاسدا يخبرك عن البناء مع ان ادعية النبي ﷺ

قداخذت ماخذالاذکار ولیس فی الاذکار رفع الایدی ونحن فی جلبتنا اذا لم نفز بالاذکار فینبغی لنا ان لانحرم من الادعیة ونرفع لهاالایدی لثبوته عنه عقیب النافلة وان لم یثبت بعدالمکتوبة فاذاثبت جنسه لم تکن بدعة اصلامع ورودالقولیة فی فضله "......(فیض الباری: ۲/۴۳۱)

"لاریب ان الادعیة دبرالصلوات قدتواترت تواترالاینکر امارفع الایدی فثبت بعدالنافلة مرة اومرتین فالحق بهاالفقهاء المکتوبة ایضا "......(فیض الباری: ۶/۲۲۵)

"نعم نحکم بکونها بدعة اذاافضی الامر الی النکیر علی من ترکها"......(فیض الباری: ۶/۲۲۵)

انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعاؤں کی مثالیں:

(۱)عن جابر بن عبدالله رضی الله عنهما قال کان رسول الله ﷺ یعلمنا الاستخارة فی الامور کلها کمایعلمنا السورة من القرآن یقول اذاهم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیرالفریضة ثم لیقل اللهم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک الخ"......(فیض الباری:)

(۱)"عن ابن عباس رضی الله عنهما قال بت عندمیمونة فقام النبی ﷺ فاتی حاجته غسل وجهه ویدیه ثم نام ثم قام فاتی القربة فاطلق شناقها ثم توضأ وضوء ابین وضوئین لم یکثر وقدابلغ فصلی فقمت فتمطیت کراهیة ان یری انی کنت اتقیه فتوضأت فقمت عن یساره فاخذباذنی فادارنی عن یمینه فتتامت صلوته ثلاث عشرة رکعة ثم اصطبح فنام حتی نفخ وکان اذانام نفخ فاذنه بلال بالصلاة فصلی ولم یتوضأ وکان یقول فی دعائه اللهم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا"......(فیض الباری: ۶/۲۲۱)

(۳)"عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال دعاالنبی علیه السلام بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال اللهم اغفرلعبید بن عامر ورایت بیاض ابطیه فقال اللهم اجعله یوم القیامة فوق کثیر من خلقک من الناس"......(فیض الباری: ۶/۲۳۷)

(۴)"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اقبل رسول الله ﷺ فدخل مكة فاقبل الی الحجر فاستلمه ثم طاف بالبيت ثم اتی الصفا فعلاه حتی ينظر الی البيت فرفع يديه فجعل يذكر الله ماشاء ويدعو"......(مرقاة المفاتيح : ۵/۴۹۵،۴۹۴)

اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعاؤں کی مثالیں:

(۱)قال يحيی بن سعيد سمعت انس بن مالک قال اتی رجل اعرابی من اهل البدوالی رسول الله ﷺ يوم الجمعة فقال يارسول الله هلكت ....هلک الناس فرفع رسول الله يديه يدعوورفع الناس ايديهم معه يدعون الخ"......(فيض الباری: ۲/۵۰۲)

(۲)"عن ابی امامة قال قيل يارسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات"......(مرقاة المفاتيح: ۳/۴۳)

(۳)"عن ابی بكرة قال كنا عندرسول الله عليه السلام فانكسفت الشمس فقام النبی عليه السلام يجر ردائه حتی دخل المسجد فدخلنافصلی بنا ركعتين حتی انجلت الشمس فقال النبی عليه السلام ان الشمس والقمر لاينكسفان لموت احدفاذارأيتموهما فصلوا وادعوا حتی يكشف مابكم" ......(فيض الباری : ۲/۵۰۷)

(۴)"عن ام عطية رضی الله عنها قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدورفيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلاهن ......(جماعة المسلمين ودعوتهم ای دعائهم)"......(مرقاة المفاتيح:۳/۳۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ختم قرآن فی التراویح پرامام کوہدیہ یاعیدی دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۸): محترم ومکرم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) نمازتراویح میں ختم قرآن پر حافظ قرآن کو جونقدی وکپڑے، عیدی یاہدیہ کی صورت میں دیے جاتے ہیں اگر پہلے سے طے ہوں تو کیا حکم ہے؟اور مقرر نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

(۲) حافظ قرآن امام مسجدیا مؤذن ہے تو کیا حکم ہے؟اگرکوئی اور ہے تو کیا حکم ہے؟ناجائز ہونے کی صورت میں کیا مقتدی کو قرآن سننے کا ثواب ملے گااور نمازتراویح میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، نیز مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) اگرکوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو کیا حکم ہے؟اوروہ نمازتراویح کیسے پڑھے؟

جواب سے مطلع فرماکر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲) رمضان المبارک میں ختم قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کی جو خدمت اہل محلہ بطور تبرع کے کریں یہ جائز ہے، کیونکہ یہ "ھل جزاء الاحسان الاالاحسان" کے قبیل سے ہے،لیکن علماء نے اس کی چند شرائط مقرر کی ہیں(۱) پہلے سے اجرت طے نہ کی ہو(۲) مسجد کاریٹ معلوم ومتعین نہ ہو۔

یادرہے کہ حافظ قرآن نمازتراویح پڑھانے والا چاہے امام مسجد ہی ہو یامؤذن ہویاان کے علاوہ کوئی اور ہوسب کاحکم ایک ہی ہے،اس صورت میں نمازتراویح میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی اورثواب بھی ملے گا۔

"وان علم القوم حاجته فاعطوه شيئا من غير شرط فهو حسن لانه من باب البر وصدقة والمجازاة على احسانه بمكانهم وكل ذلك حسن "......(بدائع الصنائع: ۱/۳۸۶)

(۳) اگرکوئی شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے کیونکہ رمضان میں اعتکاف بیٹھناسنت مؤکدہ ہے،اورتراویح بھی جماعت کے ساتھ پڑھے۔

"الاعتكاف مستحب والصحيح انه سنه مؤكدة لان النبي عليه السلام واظب عليه في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة "......(هدايه : ۱/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجدیں کم ہوں تو گھروں میں قرآن کریم سنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایریا میں مسجدیں کم ہیں اور حافظ صاحبان پچاس ساٹھ کے قریب ہیں مسجد میں سنانے کے لیے ان کو جگہ نہیں ملتی کیا یہ حافظ صاحبان اپنے اپنے گھروں میں نماز تراویح پڑھا سکتے ہیں؟ یہ حافظ صاحبان اگر نہیں گے سنائیں گے نہیں تو اندیشہ ہے کہ بھول جائیں بلکہ اکثر بھول بھی جاتے ہیں، برائے مہربانی اس بارے میں ہمیں شرعی حکم بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مسجد میں جب کچھ لوگ تراویح ادا کر رہے ہوں تو حافظ صاحبان کے لیے اپنے اپنے گھروں میں تراویح کی جماعت میں قرآن پاک سنانا جائز ہے، البتہ گھر میں تراویح ادا کرنے والوں کو چاہیئے کہ فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کریں۔

"الجماعة سنة كفاية فيهاحتى لواقامها البعض في المسجد بجماعة وباقي اهل المحلة اقامها منفردا في بيته لايكون تاركا للسنة لانه يروى عن افرادالصحابة التخلف وقال في المبسوط لوصلى انسان في بيته لايأثم فقدفعله ابن عمروعروة وسالم والقاسم وابراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية اذلايظن بابن عمر ومن تبعه ترك السنة انتهىٰ وان صلاها بجماعة في بيته فالصحيح انه نال احدى الفضيلتين فان الاداء في المسجد له فضيلة ليس للاداء في البيت ذلك وكذاالحكم في الفرائض " ......(حاشية الطحطاوى على المراقى :۴۱۳)

"وان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتخلف عنهارجل من افرادالناس وصلى في بيته فقدترك الفضيلة لاالسنة قال في المبسوط لوصلى انسان في بيته لايأثم فقد فعله ابن عمروسالم والقاسم وابراهيم ونافع فدل فعل هؤلاء ان الجماعة في المسجد سنة على سبيل الكفاية اذلايظن بابن عمر ومن معه ترك السنة وهذاهوالصواب، وقوله من افرادالناس فيه اشارة الى ماتقدم انه ان كان ممن يقتدى به لاينبغي له ان يتخلف وصرح به

قاضی خان وغیرہ واماابن عمر ومن ذکرمعہ منہ فقدلایکونون مقتدین اذذاک لوجود من ھومقام علیھم فی العلم کعمروعثمان وعلی وابن مسعود وغیرھم بالنظر الی من تخلف کل واحدمنھم وان صلی احدفی بیتہ بالجماعۃ حصل لھم ثوابھا وادرکوا فضلھا ولکن لم ینالوا فضل الجماعۃ التی تکون فی المسجد لزیادۃ فضیلۃ المسجد وتکثیر جماعتہ واظھار شعائرالاسلام وھکذافی المکتوبات ای الفرائض"......(حلبی کبیری: ۳۴۸)

"وان صلی بجماعۃ فی البیت اختلف فیہ المشایخ والصحیح ان للجماعۃ فی البیت فضیلۃ وللجماعۃ فی المسجدفضیلۃ أخری فاذاصلی فی البیت بجماعۃ فقدجازفضیلۃ ادائھابالجماعۃ وترک الفضیلۃ الاخری ھکذا......وھی سنۃ للرجال والنساء جمیعاکذافی الذاھدی ونفس التراویح سنۃ علی الاعیان عندناکماروی الحسن عن ابی حنیفۃ ...... لوادی التراویح بغیرجماعۃ اوالنساء وحداتافی بیوتھن یکون تراویح کذافی معراج الدرایۃ ولوترک اھل المسجدکلھم الجماعۃ فقدأساؤا واثموا کذافی المحیط السرخسی.وان تخلف واحدمن الناس وصلاھافی بیتہ فقدترک الفضیلۃ ولایکون مسیئاولاتارکاللسنۃ الخ"......(الھندیۃ : ۱۱۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازاستخارہ کاصحیح طریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۳۰): کیافرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ میں نے اپنے بیٹی کی شادی کرانی ہے علماء سے استخارہ کے بارے میں سنا ہے،لیکن استخارہ کی نماز کے صحیح طریقے کا علم نہیں ہے،قرآن وحدیث کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ استخارہ کہتے ہیں کسی جائز کام کرنے یانہ کرنے کے بارے میں اللہ سے خیرطلب

کرنا، احادیث نبوی ﷺ میں بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز استخارہ کی نیت سے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں "قل یایھا الکفرون" اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھے (یا کوئی سی بھی صورت) اس کے بعد استخارہ کی دعائے ماثورہ پڑھے، اور ہذاالامر کی جگہ پر اپنی خواہش کا اظہار کرے، ہوسکے تو اس دعا سے پہلے اور بعد میں حمد وثناء وصلوۃ علی النبی ﷺ پڑھے، پھر باوضو ہو کر سنت کے مطابق سوجائے، صبح جب اٹھے تو جس طرح دل کا میلان ہو وہی کام کرے، اور بعض حضرات نے اس کی علامات یہ بھی بتائی ہیں کہ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی رنگ نظر آئے تو یہ خیر کی علامت ہے، اور اگر سیاہی یا سرخی نظر آئے تو یہ نہ کرنے کی علامت ہے اور سات دن تک کی جاسکتی ہے لیکن یہ بات واضح رہے کہ نماز کے متعذر ہونے کی صورت میں بغیر نماز کے بھی استخارہ کرسکتے ہیں۔

"الاستخارة طلب الخیر من اللہ تعالیٰ فیمایقصدمن الامور"

"عن جابر بن عبداللہ قال کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا السورۃ من القرآن یقول لنا اذاھم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ولیقل اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک الکریم فانک تقدرولااقدروتعلم ولااعلم وانت علام الغیوب اللھم فان کنت تعلم ان ھذاالامر یسمیه یعنیه الذی یرید خیرالی دینی ومعاشی ومعادی ومعاقبه امرفاقدرہ لی ویسرہ لی وبارک لی فیه اللھم ان کنت تعلم شرالی مثل الاول فاصرفنی عنه واصرفه عنی واقدرلی الخیر حیث کان ثم ارضنی اوقال عاجل امرا"

"وقال صاحب البذل المراد بالامر مایعتنی بشانه ویندر ووجودہ قبل السفر والعمارۃ ونحوھما لاکالاکل والشرب المعتاد ولیقرء فی الاولیٰ الکافرون وفی الثانی الاخلاص ویکررالصلوۃ حتی یظھر الی سبع مرات "......(بذل المجھود ۲۰۰/۳)

"ومنھارکعتاالاستخارۃ عن جابر بن عبداللہ قال ......وینبغی ان یکررھاسبعا لماروی ابن السنی یاانس اذاھممت بامر فاستخرربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه ولوتعذرت علیه الصلوۃ

استخار بالدعاء ملخصاوفی شرح الشرعة المسموع ومن المشائخ انه ینبغی ان ینام علی طھارة مستقبل القبلة بعدقراء ة المذکورة فان رأی فی منامه بیاضا اوخضرة فذلک الامر خیر وان رأی فیه السوداء اوحمرة فھوشرینبغی ان یجتنب "......(فتاوی شامی: ۵۰۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں تراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر(۱۳۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں مسجد موجود ہے اس کے باوجودایک آدمی ہرسال حافظ صاحب کوبلاتاہےاورتراویح کی جماعت کرواتاہےاوراس کے گھروالےصرف اس کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں جب کہ محلے کی مسجد میں بھی ہرسال حافظ صاحب قرآن سناتے ہیں تواس آدمی کاتراویح کی جماعت اپنے گھرمیں کروانااورمسجدمیں نہ جاناکیساہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اس آدمی کاگھرمیں تراویح کی جماعت کرواناجائزہےلیکن افضل پھربھی یہ ہےکہ مسجدمیں جاکرجماعت کےساتھ ادا کی جائے۔

"وان صلی بجماعة فی البیت اختلف فیه المشائخ والصحیح ان للجماعة فی البیت فضیلة وللجماعة فی المسجد فضیلة اخریٰ فاذاصلی فی البیت بجماعة فقدحازفضیلة ادائها بالجماعة وترک الفضیلة الاخریٰ ھکذاقاله القاضی الامام ابوعلی النسفی والصحیح ان اداء ھا بالجماعة فی المسجد افضل وکذلک فی المکتوبات "......(فتاوی الھندیة: ۱۱۶/۱)

"وکل ماشرع بجماعة فالمسجدفیه افضل وان صلی احدفی البیت بالجماعة لم ینالوا فضل جماعة المسجد وھکذافی المکتوبات"......(الدرمع الرد: ۵۲۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں باہر کے سپیکر بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۲): جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

جناب عالی! گزارش ہے کہ ہماری مسجد جامع مسجد حنفیہ سعدی روڈ میں ہمارے موجودہ امام صاحب نے قرآن پاک کا حوالہ دے کر مسجد کے باہر کے سپیکر نماز تراویح کے وقت بند کرا دیے ہیں کیا باہر کے سپیکر نماز کے وقت چلائے جائیں یا نہیں؟ جب کہ مسجد کے اندر بھی چھوٹے سپیکر موجود ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قرآن پاک میں ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور چپ رہو، بنا بریں جب باہر والا سپیکر استعمال کریں گے تو باہر کے لوگ اس پر توجہ نہیں کر سکیں گے، نیز گھروں میں مستورات جو نماز وغیرہ میں مشغول ہیں ان کی نماز میں خلل آئے گا، اسی طرح بیمار وغیرہ پریشان ہوں گے، لہٰذا امام صاحب کا موقف درست ہے، صرف اندر کا سپیکر استعمال کریں بشرطے کہ باہر اقتداء کرنے والوں کو دقت درپیش نہ ہو۔

"ولایجهدالامام نفسه بالجهر کذافی البحر الرائق، واذاجهر الامام فوق حاجة الناس فقداساء لان الامام انمایجهر لاسماع القوم لیدبروا فی قراءته لیحصل احضار القلب کذافی السراج الوهاج "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۷۳)

"واذاقرئ القرآن فاستمعواله وانصتوا یقتضی وجوب الاستماع والانصات عندقراءة القرآن فی الصلوة وفی غیرها"......(احکام القرآن للجصاص: ۳/۶۱)

"(وجهر بقراءة الفجر واولی العشائین ولوقضاء والجمعة والعیدین)...... ولایجهد الامام نفسه بالجهر وفی السراج الوهاج الامام اذاجهر فوق حاجة الناس فقداساء وافادانه لافرق فی حق الامام بین الاداء والقضاء لان القضاء یحکی الاداء والحق بالجمعة والعیدین التراویح والوتر فی رمضان للتوارث المنقول"......(البحر الرائق: ۵۸۵، ۱/۵۸۶)

"اجمع العلماء سلفاوخلفا علی استحباب ذکر الله تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرها من غیر نکیر الاان یشوش جهرهم بالذکر علی نائم اومصل اوقاری"......(شرح الحموی علی الاشباه: ۳/۱۹۱)

"واما کراهة الجهر بالقراء ة والذکر اذاتأذی به نائم اوغیره "......(معارف السنن :۱۵۸/۴)

"ویجهرالامام وجوبا بحسب الجماعة فان زادعلیه اساء قوله فان زادعلیه اساء وفی الزاهدی عن ابی جعفر لوزادعلی الحاجة فهوافضل الااذاجهد نفسه اواذی غیره قهستانی"......(الدرمع الرد: ۱/۳۹۳)

"وعن ابی قتادة قال ان رسول الله ﷺ خرج لیلة فاذاهو بابی بکر یصلی یخفض من صوته ومربعمر وهویصلی رافعا صوته قال فلمااجتمعا عندالنبی ﷺ قال یاابابکر مررت بک وانت تصلی تخفض صوتک قال قداسمعت من ناجیت یارسول الله وقال لعمر مررت بک وانت تصلی رافعا صوتک فقال یارسول الله اوقظ الوسنان واطرد الشیطان فقال النبی ﷺ یاابابکر ارفع من صوتک شیئا وقال لعمراخفض من صوتک شیئا،رواه ابوداؤد وروی الترمذی نحوه،وقال لعمر اخفض من صوتک شیئا ای قلیلا لئلایشوش بک نحو مصل اونائم اومعذور"......(مرقات المفاتیح : ۲۵۰، ۳/۲۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کامسجد میں تراویح پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرف رمضان المبارک میں مستورات مسجد میں تراویح کی نماز میں شرکت فرماتی ہیں آیا یہ صورت جائز ہے یانہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ عورتیں جس کمرے میں نماز پڑھتی ہیں وہ کمرہ مسجد سے الگ ہے مسجد اور اس کمرے کے درمیان بڑاراستہ ہے تقریباً پندرہ سولہ فٹ کاجوگزرگاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے،جوتے بھی اس راستے میں اتارے جاتے ہیں اور سبزہ بھی لگارکھا ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ امام صاحب جہاں نماز پڑھاتے ہیں اور تراویح وغیرہ کی امامت کرواتے ہیں اس جگہ سے مسجد کی حدود جونماز اداکرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے وہ اندر کاہال آٹھ صفوں کا ہے اور ساری مسجد وہاں،

برآمدہ، صحن سب کو ملا کر سولہ صفوں کی جگہ ہے، اس اعتبار سے مستورات اور امام کے درمیان دس صفوں سے زیادہ کی جگہ خالی ہے، اب ان مستورات کے لیے اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں عورتوں کا مسجد کی بجائے پردے کا انتظام کر کے گھر میں کسی حافظ کو بلا کر تراویح پڑھنا بہتر ہے، مستورات کا صورت مذکورہ میں فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اقتدا کرنا درست نہیں ہے۔

"وکرہ لھن حضور الجماعۃ الا للعجوز فی الفجر والمغرب والعشاء والفتویٰ الیوم علی الکراھۃ فی کل الصلوات لظھور الفساد کذا فی الکافی وھو المختار کذا فی التبیین"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸۹)

"طریق تجری فیہ عجلۃ ای تمر وبہ عبر فی بعض النسخ والعجلۃ بفتحتین وفی الدرر ھو الذی تجری فیہ العجلۃ والاوقار اہ وھو جمع وقر بالقاف قال فی المغرب واکثر استعمالہ فی حمل البغل او الحمار کالوسق فی حمل البعیر قولہ او نھر تجری فیہ السفن ای یمکن ذلک ومثلہ یقال فی قولہ تجری فیہ عجلۃ "......(فتاویٰ شامی: ۲/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکلنا:

مسئلہ نمبر (۱۳۴): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا عورتوں کو نماز تراویح پڑھنے کے لیے گھروں سے نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ آج کل بعض دینی درس گاہوں میں یا مساجد میں عورتوں کے لیے انتظام کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عورتوں کے لیے سب سے افضل اور بہتر جگہ نماز پڑھنے کے لیے گھر کا اندرونی حصہ ہے عورتوں کا مساجد کی جماعت میں شریک ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

"قوله ولايحضرن الجماعات بقوله تعالى وقرن في بيوتكن وقال ﷺ صلاتها في قعربيتها افضل من صلاتها في صحن دارها وصلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها وبيوتهن خيرلهن ولانه لايؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمل الشابة والعجوز والصلوة النهارية والليلية قال المصنف في الكافي والفتوىٰ اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد"......(البحر الرائق: ۱/۶۲۷،۶۲۸)

"وقوله ويكره لهن حضورالجماعات كانت النساء يباح لهن الخروج الى الصلوات ثم لماصارسببا للوقوع في الفتنة منعهن عن ذلک جاء في التفسير ان قوله تعالى ولقدعلمنا المستقدمين منكم ولقدعلمناالمستاخرين نزلت في شان النسوة حيث كان المنافقون يتاخرون للاطلاع على عوراتهن ولقدنهى عمرالنساء عن الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة فقالت لوعلم النبي ﷺ ماعلم عمر رضي الله عنه مااذن لكن في الخروج"......(عنايه على الفتح القدير:۱/۳۱۷)

"قلت المراد من الكراهة التحريم ولاسيما في هذاالزمان لفساداهله" ......(البناية: ۲/۳۵۴)

"ولايحضرن الجماعات يعني في الصلوات كلها ويستوى فيه الشواب والعجائز وهوقول المتاخرين لظهور الفساد في زماننا"......(تبيين الحقائق : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کے متصل کمرہ میں عورتوں کا تراویح ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے ساتھ ایک کمرہ ہے جس میں عورتوں کے تراویح پڑھنے کا علیحدہ انتظام کیا گیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں جا کر تراویح ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک عورت نے ۱۹دن تراویح مسجد میں ادا کی ہے اب اس کا دل چاہتا ہے کہ اعتکاف میں بھی ٹی وی کے اندر جو تراویح پڑھی جاتی ہیں ان کے پیچھے ادا کروں یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کا مسجد میں جا کر تراویح ادا کرنا جائز نہیں ہے۔
عورت کا ٹی وی میں لگی ہوئی تراویح کی اقتداء کرنا بھی درست نہیں ہے۔

"ویکره حضورهن الجماعة ولولجمعة ووعظ مطلقا ولوعجوزاليلاعلى المذهب المفتي به لفسادالزمان "......(درمع الرد :۴۱۸،۴۱۹/۱)

"قوله على المذهب المفتي به اى مذهب المتاخرين قال فى البحر وقديقال هذه الفتوىٰ التى اعتمدهاالمتاخرون مخالفة لمذهب الامام وصاحبيه فانهم نقلوا ان الشابة تمنع مطلقا اتفاقا واماالعجوز فلها حضورالجماعة عندالامام الافى الظهر والعصروالجمعة اى وعندهما مطلقافالافتاء بمنع العجائز فى الكل مخالف للكل فالاعتماد على مذهب الامام اه قال فى النهر وفيه نظر بل هوماخوذ من قول الامام وذلك انه انما منعها لقيام الحامل وهوفرط الشهوة بناء على ان الفسقة لاينتشرون فى المغرب لانهم بالطعام مشغولون وفى الفجر والعشاء نائمون فاذافرض انتشارهم فى هذه الاوقات لغلبة فسقهم كمافى زماننا بل تحريهم اياهاكان المنع فيهااظهر من الظهر"......(فتاوىٰ شامى: ۴۱۹/۱)

"ومنها ان ينوى الامام امامتها اوامامة النساء وقت الشروع لابعده ولايشترط حضورالنساء لصحة نيتهن " ......(فتاوىٰ الهندية: ۸۹/۱)

"المانع من الاقتداء ثلاثة اشياء (منها)طريق عام يمر فيه العجلة والاوقار هكذافى شرح الطحاوى اذاكان بين الامام وبين المقتدى طريق ان كان ضيقا لايمر فيه العجلة والاوقار لايمنع وان كان واسعا يمرفيه العجلة والاوقار يمنع كذافى فتاوىٰ قاضى خان...... والمانع من الاقتداء فى الفلوات

قدرمایسع فیه صفین وفی مصلی العید الفاصل لایمنع الاقتداء وان کان یسع فیه الصفین اواکثر وفی المتخذ لصلاۃ الجنازہ اختلاف المشایخ وفی النوازل جعله کالمسجد کذافی الخلاصة"......(فتاویٰ الهندیة: ۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حفاظ کے بچوں سے نوافل میں قرآن پاک سننا:

مسئلہ نمبر(۱۳۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مدارس میں رمضان المبارک میں ان بچوں کو جو حفظ کر چکے ہیں یا حفظ کر رہے ہیں ان کے اساتذہ نفلوں میں کھڑا کر کے منزل سنتے ہیں یعنی بچے ۲ رکعت نفل کی نیت باندھتے ہیں اور منزل سنانا شروع کر دیتے ہیں، اس سنانے والے کے پیچھے ایک یا دو بچے بھی سننے کے لیے نیت باندھ لیتے ہیں، آیا یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں؟ مذکورہ صورت میں کیا بالغ بچہ نابالغ بچے کے پیچھے نیت باندھ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی یاد رہے کہ جب قاری اور سامع دونوں ہی بھول جاتے ہیں تو استاد صاحب غلطی بتا دیتے ہیں، اسی طرح کیا نماز میں خلل تو واقع نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بچوں کی منزل محفوظ کرانے کے لیے یہ طریقہ تو درست ہے، لیکن نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز مفتی بہ قول کے مطابق درست نہیں ہے، خواہ فرض ہوں یا نفل، اسی طرح استاذ جو نماز میں شریک نہیں ہے وہ لقمہ بھی نہیں دے سکتا، اگر دے گا اور امام نے لقمہ لے لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

"ولایجوز للرجال ان یقتدوا بامرء ۃ اوصبی اماالمرء ۃ فلقوله علیه السلام اخروهن من حیث اخرهن اللہ فلایجوز تقدیمها واماالصبی فلانه متنفل فلایجوز اقتداء المفترض به وفی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم یجوزه مشایخنا ومنهم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف وبین محمدوالمختار انه لایجوز فی الصلوات کلها لان نفل الصبی دون نفل البالغ حیث لایلزمه القضاء بالافساد بالاجماع ولایبنی القوی علی

الضعیف بخلاف المظنون لانه مجتهد فیه فاعتبر العارض عدمابخلاف اقتداء الصبی بالصبی لان الصلوۃ متحدة "......(هدایه:۱۲۷،۱۲۶/۱)

"واماامامة الصبی فلان صلاته نفل لعدم التکلف فلایجوز بناء الفرض علیه لماسیأتی قیدبالرجل لان اقتداء المرء ة بالمرء ة صحیح مکروه وکذا اقتداء الصبی بالصبی صحیح "......(البحر الرائق: ۱/۲۲۸)

"وکان الشیخ الامام الاجل شمس الائمة السرخسی یفتی بعدم الجواز وکان یقول الامام ضامن والصبی لایصلح للضمان ولان صلاة القوم صلاة حقیقة وصلاة الصبی لیست بحقیقة فلایجوز بناء الحقیقی علی غیر الحقیقی فعلی ورود هذه العلة لوان هذاالصبی ام صبیانا بمثل حاله یجوز کذاقیل وفی المنتقیٰ لوان قوما صلواخلف الصبی لاتجوز صلاتهم لانهم یصلون للتعبد ولاتعبدفیمایفعله الصبی "......(المحیط البرهانی : ۲/۲۶۳)

"وان فتح غیر المصلی علی المصلی فاخذ بفتحه تفسد"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۹۹)

"ولوسمعه المؤتم ممن لیس فی الصلوۃ ففتحه علی امامه یجب ان تبطل صلاة الکل لان التلقین من خارج" ......(البحر الرائق: ۲/۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب جو کہ دیوبندی عالم اور مدرس ہیں نے ایک دن تراویح پڑھانے کے بعد مقتدیوں کو اطلاع دیے بغیر اچانک ایک رکعت وتر کی نماز پڑھا دی اور مسئلہ بتائے بغیر گھر چلے گئے ،واضح رہے کہ مذکورہ امام پہلے سے تین رکعت وتر پڑھتے اور پڑھاتے رہے ہیں جیسا کہ عام معمول ہے ،اب پوچھنا یہ ہے کہ ایک حنفی المسلک عالم کے لیے ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں دو مسئلوں کی وضاحت ضروری ہے ایک یہ کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہے اور ایک سلام کے ساتھ تین رکعت پڑھنا بھی واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بعض مسائل میں خروج عن المذہب کرتا ہے تو یہ تلفیق ہے جو کہ اجماعاً باطل ہے، اور اس سے اتباع ہوا کا دروازہ کھلتا ہے لہذا ایک حنفی المسلک امام کے لیے ایسا عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

"اتفق ثلاثة من الائمة على ان صلاة الوتر سنة وقال ابوحنيفة ان الوتر واجب"......(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ١/٢٩٩)

"عن ابى حنفية رحمه الله تعالىٰ فى الوترثلاث روايات فى رواية فريضة وفى رواية سنة مؤكدة وفى رواية واجب وهى آخر اقواله وهوالصحيح كذا فى محيط السرخسى ......و الوتر ثلاث ركعات لايفصل بينهن بسلام" ......(فتاوىٰ الهندية: ١/١١٠)

"وبهذاتبين سرماذهب اليه الفقهاء من عدم جوازترک مذهب الى مذهب لان هذا ان كان على وجه التخطية للمذهب المتروک فهوليس باهل لها وان كان على وجه الترجيح فهوليس ايضا من اهله فلاوجه للانتقال الاالهوى اوشىء لايعتد به فلايجوز لاسيما اذاكان هذاالصنيع يفتح عليه باب اتباع الهوى والشهوات " ......(اعلاء السنن : ٢٠/٨٤)

"قوله وان الحكم الملفق المرادبالحكم حكم الوضعى كالصحة مثاله متوضى سال من بدنه دم ولمس امرأة ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعى والحنفى والتلفيق باطل فصحته منتفية "......(فتاوىٰ شامى: ١/٥٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھے جائیں یا کھڑے ہوکر؟

مسئلہ نمبر(۱۳۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح اور وتروں کے بعد دونفل بیٹھ کراداکرنے کا ثواب زیادہ ہے یا کھڑے ہوکر پڑھنے کا؟ کیونکہ ہمارے ہاں ایک صاحب خصوصیت کے ساتھ گاہے گاہے کھڑے ہوکر ترغیب دیتے ہیں کہ ان دونفلوں کا ثواب بیٹھ کراداکرنے کا زیادہ ہے اور پھر وہ بیٹھ کر ہی اداکرتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

وتر کے بعد دورکعت نفل پڑھنادونوں طرح جائز ہے،مگرعام ضابطہ کے مطابق کھڑے ہوکر پڑھنے میں ثواب پورااور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھاہوگا،مگر بعض اکابر نے نوافل بعدالوتر کواس ضابطہ سے مستثنیٰ قراردیاہے۔

"سوال نفل مغرب وآنچه بعدوترمیخوانند ایستاده باید خواند یانشسته؟

جواب ،نمازنفل استاده خواندن ثواب زائد دارد ،ونشسته هم جائزاست بے کراهت ،ودورکعت بعدوتر نشسته باید خواند کذاجاء فی الحدیث "

......(مجموعة الفتاویٰ علی حاشية خلاصة الفتاوی:۱/۱۱۴)

"عن ام سلمة رضی الله عنها ان النبی ﷺ کان یصلی بعدالوتر رکعتین خفیفتین وهوجالس"......(سنن ابن ماجة:۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کاتراویح کی جماعت کروانا:

مسئلہ نمبر(۱۳۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حافظ لڑکی اپنے گھرمیں عورتوں کوقرآن پاک سنانے کی غرض سے نمازتراویح باجماعت پڑھاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عورتوں کی جماعت کے بارے میں اصل حکم تو یہی ہے کہ ان کی جماعت مکروہ ہے،اگرچہ تراویح میں ہی کیوں نہ ہواس لیے خواتین کوتراویح اور وتر کی نماز بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنی چاہیے۔

"قال ولیس علی النساء اذان ولااقامة لانها سنة الصلاة بالجماعة وجماعتهن

منسوخة لمافي اجتماعهن من الفتنة ......وكذلك ان صلين يصلين بغير اذان ولااقامة لحديث رابطة قالت كنا جماعة من النساء عندعائشة رضي الله عنها فامتنا وقامت وسطنا وصلت بغيراذان ولااقامة ولان المؤذن يشهرنفسه بالصعود الى اعلى المواضع ويرفع صوته بالاذان والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة فان صلين باذان واقامة جازت صلاتهن مع الاساءة لمخالفة السنة والتعرض للفتنة "......(المبسوط للسرخسي: ۱/۲۷۲)

"وكذاالمرءة تصلح للامامة في الجملة حتى لوامت النساء جازوينبغي ان تقوم وسطهن لماروى عن عائشة رضي الله عنها انهاامت نسوة في صلاة وامت ام سلمة النساء وقامت وسطهن ولان مبنى حالهن على الستر وهذااسترلها الاان جماعتهن مكروهة عندنا"......(بدائع الصنائع : ۱/۳۸۷)

"قال الشيخ السهارنفوري في كتابه بعدذكر الاحاديث الواردة في جماعة النساء وعبارة الفقهاء في ذلك،وبتقدير التسليم اى النسخ فان مايفيدنسخ السنية وهو لايستلزم كراهة التحريم في الفعل بل التنزيه ومرجها الى خلاف الاولى ولاعلينا ان نذهب الى ذلك المقصود اتباع الحق حيث كان انتهى"......(بذل المجهود: ۱/۳۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صلوۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیافقہ حنفی میں نفل نمازصلوۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کی اجازت ہے کیایہی نمازنفل امام باآواز بلندمقتدی حضرات کو پڑھاسکتاہے؟ ۷۵ مرتبہ کلمہ امام بلندآواز سے پڑھ سکتاہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریرفرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ صلوۃ التسبیح اکیلےاکیلے پڑھناچاہئے باجماعت پڑھنامکروہ ہے۔

"التطوع بالجماعة اذاكان على سبيل التداعي يكره"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۸۳)

"ولايصلي التطوع بجماعة الافي شهر رمضان وعن شمس الائمة السرخسي ان التطوع بالجماعة انمايكره اذاكان على سبيل التداعي امالواقتدى واحدبواحداواثنان بواحد لايكره واذااقتدى ثلاثة بواحد اختلف فيه وان اقتدى اربعة بواحد كره اتفاقا"......(فتاوى التاتارخانية جديد: ۲/۲۹۲،۲۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا استخارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۴۱): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) کسی کام کے استخارہ کرنے کے بعد اس کام کا کرنا یا نہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) میں نے اپنی شادی کے بارے میں استخارہ شروع کیا تھا تین دن کرنے کے بعد مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا میں نے اپنے ایک استاذ سے پوچھا کہ استخارہ کس طرح کرتے ہیں انہوں نے پوچھا کہ کس لیے کرنا ہے؟ میں نے بتایا تو فرمانے لگے نہ کرو، اس لیے کہ استخارہ کرنے کے بعد وہ کام لازم ہو جاتا ہے چاہے آدمی کا دل چاہے یا نہ چاہے، میں نے چھوڑ دیا، چوتھے دن میں نے ایک اور کام کے لیے استخارہ شروع کر دیا یعنی ہم نے مچھلی فارم بنانا ہے اس کے لیے، تو چوتھے استخارہ کرنے کے بعد رات کو اس کام کے بارے میں خواب آنے کی بجائے شادی کے بارے میں خواب میں آ گیا کہ میں نے اس گھر میں نکاح کر لیا ہے جس کے بارے میں ایک دن پہلے استخارہ کیا تھا، جب کہ اس رات شادی کے متعلق استخارہ نہیں کیا تھا، اب آیا کہ میرے لیے اس گھر میں شادی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ نہ کرنے پر شریعت کی طرف سے کوئی پکڑ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

استخارہ کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا ہے اور مشورہ لینا ہے، اور اس میں کسی چیز کا نظر آنا کوئی ضروری

نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دل کا میلان ہوجانا اور قلبی خلجان اور تردد دور ہونا ہے تو ظاہر ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کی طرف طبعیت مائل ہوجاتی ہے تو اس کام کو عمل میں عام طور پر لایا جاتا ہے، لیکن اگر استخارہ کرنے کے بعد اور کرنے کی طرف طبعیت کے میلان کے بعد بھی اگر اس کو عمل میں نہ لیا تو گناہ کی بات نہیں ہے۔

"وینبغی ان یکررھا سبعا لما روی ابن السنی یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه ولو تعذرت علیه الصلوة استخار بالدعاء اھ ملخصا وفی شرح الشرعة المسموع من المشایخ انه ان ینبغی ان ینام علی طهارة مستقبل القبلة بعد قراءة الدعاء المذکور فان رأی فی منامه بیاضا او خضرة فذلک الامر خیروان رأی فیه سوادا او حمرة فهو شر ینبغی ان یجتنب"......(فتاویٰ شامی: ۵۰۸،۵۰۷/۱)

"واذا استخار مضی لما ینشرح له صدره وینبغی ان یکررھا سبع مرات لما روی عن انس قال قال رسول الله ﷺ یا انس اذا هممت بامر فاستخر ربک فیه سبع مرات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیه"......(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۳۹۸)

"وعن جابر قال کان رسول الله ﷺ یعلمنا الاستخارة ای طلب تیسر الخیر فی الامرین من الفعل او الترک من الخیر وهو ضد الشر فی الامور ای التی نرید الاقدام علیها مباحة کانت او عبادة لکن بالنسبة الی ایقاع العبادة فی وقتها وکیفیتها لا بالنسبة الی اصل فعلها ......وفی الحدیث ماخاب من استخار ولا ندم من استشار ولا عال من اقتصد رواه الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی الله عنه قیل ویمضی بعد الاستخارة لما ینشرح له صدره انشراحا خالیا عن هوی النفس فان لم ینشرح لشیء فالذی یظهر انه یکرر الصلوة حتی له الخیر قیل الی سبع مرات وان کان الامر عجلة فلیقل اللهم خرلی بکسر الخاء واخترلی واجعل لی الخیرة بفتح الیاء فیه "......(مرقات المفاتیح: ۳۶۶،۳۶۳،۳۶۲/۳)

”(ومن المندوبات صلوة الاستخارة) قال الشيخ اسماعيل وفي شرح الشرعة من هم بامر وكان لايدرى عاقبته ولايعرف ان الخير في تركه اوالاقدام عليه فقدامره رسول الله ﷺ ان يركع ركعتين يقرء في الاولى فاتحة الكتاب وقل يايها الكفرون وفي الثانية الفاتحه وقل هوالله احد فاذافرغ قال اللهم الخ ثم المسموع من المشايخ ينبغي ان ينام على الطهارة مستقبل القبلة بعدقراءة الدعاء المذكور فان رأى في منامه بياضااوخضرة فذلك الامر خيروان رأى فيه سوادا اوحمرة فهوشر ينبغي ان يجتنب عنه اه “......(منحة الخالق على البحر: ۹۱،۹۲/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مردکاصلوۃ التسبیح میں عورتوں کاامام بننا:

مسئلہ نمبر(۱۴۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کیاایک مردامام صرف اکیلی عورتوں کی صلوۃ التسبیح کی جماعت کراسکتاہے؟ برائے مہربانی عام طور پر ہمارے علاقہ میں دیکھاگیاہے، مردحضرات اکیلی عورتوں کی تسبیح نمازکی جماعت کراتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مردامام کاصرف عورتوں کی جماعت کرواناصلوۃ التسبیح کی شرعاً جائزنہیں ہے، کیونکہ صلوۃ التسبیح نفلی نماز ہے اورنفلی نمازکی جماعت علی سبیل التداعی کروانامنوع ہے لہذاجس کام کی شرعاً اجازت ہواس کوتوکیاجائے اورجس کام سے شرع میں منع کردیاگیاہواس سے اجتناب کیاجائے اللہ تعالیٰ ہم سب کودین کی پیروی کرنے کی توفیق عطافرمائے، آمین۔

”التطوع بالجماعة اذاكان على سبيل التداعي يكره وفي الاصل للصدرالشهيد امااذاصلوا بجماعة بغيراذان واقامة في ناحية المسجد لايكره وقال شمس الائمه الحلواني ان كا ن سوى الامام ثلاثة لايكره بالاتفاق وفي الاربع اختلف المشايخ والاصح انه يكره هكذافي الخلاصة “......(فتاوىٰ الهندية: ۸۳/۱)

”ولایصلی تطوعا بجماعة الافی قیام رمضان لماروی عن رسول الله ﷺ انه قال صلوة المرء فی بیته افضل من صلواته فی المسجد الاالمکتوبة ولوجاز اداء النافلة بالجماعة لکان ادائهافی المسجد افضل کمافی المکتوبة ولان الجماعة لاظهار الشعائر فیختص بالمکتوبات“......(المحیط البرهانی : ۲/۲۶۳)

”ویکره الاجتماع علی احیاء لیلة من هذه اللیالی فی المساجد قال فی الحاوی القدسی ولایصلی تطوع بجماعة غیرالتراویح“......(البحرالرائق: ۲/۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت علی سبیل التداعی یعنی جب تعداد تین سے زائد ہو درست نہیں ہے، کیونکہ اس کی جماعت کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں ہے۔

”ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان ای یکره ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کمافی الدررولاخلاف فی صحة الاقتداء اذلامانع نهر“......(الدرالمختار: ۱/۹۹)

”ولایصلی التطوع بجماعة الافی شهررمضان وعن شمس الائمة السرخسی ان التطوع بالجماعة انمایکره اذاکان علی سبیل التداعی امالواقتدی واحدبواحداواثنان بواحد لایکره واذااقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیه وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقا“......(التاتارخانیة: ۲/۲۶۳)

"ومنها ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الافی قیام رمضان وفی الفرض واجبة اوسنة مؤکدة لقول النبی ﷺ صلاۃ المرء فی بیته افضل من صلاته فی مسجده الاالمکتوبة "......(بدائع الصنائع: ۲/۲۱)

"والنفل بالجماعة غیرمستحب لانه لم تفعله الصحابة فی غیررمضان اه وهوکالصریح فی انهاکراهة تنزیه فتامل "......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

محلّہ کی مسجد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ نماز اور تراویح پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۱۴۴): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محلّہ کی مسجد چھوڑ کر ایک ایسی جگہ نماز عشاء اور نماز تراویح ادا کرنا کہ جہاں نماز عشاء اور نماز تراویح کے علاوہ جماعت نہیں ہوتی اور یادرہے کہ یہ جگہ مسجد بھی نہیں ہے، توایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز تراویح میں جماعت سنت علی الکفایۃ ہے، اگران حضرات کیوجہ سے مسجد کی جماعت ترک ہوتی ہے توسب گناہ گار ہوں گے اور اگر مسجد کی جماعت بھی ہوتی ہے تواس صورت میں ان کی نماز تو درست ہے، تاہم مسجد کے ثواب سے محروی رہے گی۔

"والجماعة فیهماسنة علی الکفایة فی الاصح فلوترکها اهل مسجد اثموا لالوترک بعضهم وکل مایشرع بجماعة فالمسجد فیه افضل وقال الشامی وان صلی احدفی البیت بالجماعة لم ینالوا فضل جماعة المسجد"......(درعلی الرد : ۱/۵۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں تیز رفتاری سے قرآن پاک پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۱۴۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں تراویح کی

نماز میں اکثر حفاظ کرام بڑی تیز رفتاری سے تلاوت کرتے ہیں، تراویح میں تلاوت کس رفتار سے کی جائے، وضاحت کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن مجید کو اتنا تیز پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں، جائز نہیں ہے البتہ اگر حروف نہ کٹیں بلکہ ہر ہر لفظ پورا پورا ادا ہو تو تیز پڑھنا جائز ہے۔

"وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین قولہ بین بین ای بان تکون بین الترسل والاسراع"......(ردالمحتار: ۱/۴۰۰)

"عن ابی عثمان النھدی قال دعا عمر رضی اللہ عنہ بثلاثۃ من القراء فاستقرأھم فامر اسرعھم قراءۃ ان یقرأ للناس بثلاثین ایۃ فی کل رکعۃ اہ قولہ عن ابی عثمان الخ قال المؤلف دلالتہ علی کیفیتہ قراءۃ القرآن فی التراویح ظاھرۃ"......(اعلاء السنن : ۷/۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایصال ثواب کے لیے نفل پڑھ سکتا ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نفل پڑھ کر ثواب بخشا جاسکتا ہے۔

"وفی البحر من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابھا الیھم عند اھل السنۃ والجماعۃ کذا فی البدائع......وانہ لافرق بین الفرض والنفل اہ وفی جامع الفتاویٰ وقیل لایجوز فی الفرائض "......(ردالمحتار: ۱/۶۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا ظہر کی سنتوں کو دو، دو کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر کی پہلی چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا، (۱) غلط ہے (۲) درست ہے (۳) بہتر ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز ظہر کی پہلی چار سنتیں دو دو کر کے پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ چار رکعات پڑھنا ہی مسنون ہے۔

"وسن مؤكدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة (قوله بتسليمة) لما عن عائشة كان النبي ﷺ يصلي قبل الظهر اربعا "......

(ردالمحتار مع درمختار: ۱/۴۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب العاشر فی قضاء الفوائت﴾

فجر کی نماز ہمیشہ قضاء کرکے پڑھنے والے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہمیشہ فجر کی نماز قضاء کرکے پڑھتا ہے اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

جان بوجھ کر نماز قضاء کرنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے۔

"(ھی فرض عین علی کل مکلف) بالاجماع (وان وجب ضرب ابن عشر علیھا بید لا بخشبۃ) لحدیث مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر (ویکفر جاحدھا) لثبوتھا بدلیل قطعی (وتارکھا عمدا مجانۃ) ای تکاسلا فاسق"......(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱/ ۲۵۹،۲۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرض لوٹانے کی صورت میں سنن مؤکدہ لوٹائے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام صاحب کے ساتھ فرض نماز کی دوسری تیسری رکعت میں ملے اور بعد میں بھول کر سلام پھیر لیا اور ذہن میں یہ رہا کہ نماز مکمل کرلی ہے، اور بعد میں سنتیں اور نوافل پڑھنے کے بعد یاد آیا تو کیا فرض نماز لوٹانے کے بعد سنتیں اور نوافل بھی دوبارہ پڑھنی پڑھیں گی۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں فرض نماز لوٹانے کی صورت میں فرض کے بعد پڑھی جانے والی سنن مؤکدہ کا اعادہ کیا جائے گا کیونکہ سنن مؤکدہ فرائض کے تابع ہیں البتہ نوافل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

"الخلاصۃ السنۃ اذا فاتت مع الفریضۃ تقضی تبعا للفرض والافلا"......(التاتارخانیۃ جدید: ۲/ ۳۰۱)

"واما اعادة التراویح وسائر سنن العشاء فمتفق علیها اذا کان الوقت باقیا هکذا فی التبیین"......(هندیة: ۱/۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

فی نماز کا فدیہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فدیہ فی نماز کتنا بنتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

دو کلو گندم یا اس کی قیمت فی نماز دینا ہوگی۔

"اذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فاوصی بان تعطی کفارة صلوته یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله"......(الهندیة: ۱/۱۲۵)

"ولو مات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر) کالفطرة(وکذا حکم الوتر)ولصوم وانما یعطی (من ثلث ماله)"......(الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/۵۴۱، ۵۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر (۱۵۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی کی بہت ساری نمازیں قضاء ہوگئیں تو ان کو ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے نیز قضاء نماز فرض نماز سے پہلے ادا کرے یا بعد میں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جس شخص کی بہت سی نمازیں قضاء ہو جائیں تو وہ تحری کر کے ان نمازوں کی تعداد معلوم کرے اگر متعین تعداد کا علم نہیں تو اندازاً جتنی نمازیں قضاء ہیں ان کی قضاء شروع کر دے اور ہر نماز کی قضاء کے وقت یہ نیت کرے کہ میرے ذمہ سب سے پہلے وہ نماز جس کی میں نے ابھی تک قضاء نہیں کی مثلاً فجر کی نماز میں نیت کرے میرے ذمہ

سب سے پہلی فجر کی جو نماز ہے وہ قضاء کر رہا ہوں نیز قضاء نمازوں کی ادائیگی کا کوئی وقت متعین نہیں جس وقت چاہے ادا کرے سوائے اوقات ثلاثہ مکروہہ کے کیونکہ ان اوقات میں نماز پڑھنا درست نہیں۔

"فان ارادتسهيل الامريقول اول فجرمثلافانه اذاصلاه يصيرمايليه اولااويقول آخرفجرفان ماقبله يصيرآخرا"......(ردالمحتار: ۱/۵۴۵)

"ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الاثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لاتجوزالصلاة في هذه الاوقات كذافي البحر الرائق"......(الهندية: ۱/۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے فدیہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی عبدالخالق کینسر کا مریض تھا جس کی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے بھی نہ رکھ سکا اور اسی مرض میں وفات پائی، وفات کے آخری ایام میں چند نمازیں بھی رہ گئیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ جس مرض کی وجہ سے مریض روزے نہ رکھ سکے اور اس میں وفات بھی ہو جائے تو اس پر ان روزوں کا فدیہ واجب ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو نمازیں آخری ایام میں رہ گئیں ان کا فدیہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ان پر روزوں کا فدیہ واجب نہیں ہے البتہ نمازیں جو بیماری کی وجہ سے آخری ایام میں رہ گئیں اگر وہ ان ایام میں نمازوں کو اشارے کے ساتھ پڑھ سکتا تھا اور نہیں پڑھی تو ان کے ذمے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو بہتر یہ ہے کہ بالغ ورثاء اپنے حصہ سے ان نمازوں کا فدیہ ادا کریں۔

"واذامات المريض ولم يقدر على اداء الصلاة بالايماء برأسه لايلزمه الايصاء بهاوان قلت ......وكذا حكم الصوم في شهر رمضان ان افطر فيه المسافر والمريض وماتاقبل الاقامة للمسافر وقبل الصحة للمريض لعدم ادراكهما

عـدة مـن ايـام اخر فلايلزمهما الايصاء به ولزم عليه..... الوصية بمااى بفدية ماقـدرعلـيـه مـن ادراك عـدة من ايام اخران افطربعذر وان لم يدرك عدة من ايام اخر ان افطر بدون عذر لزمه بجميعماافطره..... وبقى بذمته فيخرج عنه وليه من ثلث ماترك فيعطى لصوم كل يوم وكذا يخرج الصلاة كل وقت حتى الوتر نصف صاع من بر اودقيقة اوسويقة اوصاع تمر اوذبيب اوشعير اوقيمتـه وان لـم يوص وتبـرع عنـه وليـه جـاز "......(مـراقى الفلاح : ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸)

"فـان مـاتـوا فيـه اى فـي ذلك الـعـذر فـلاتجب عليهم الوصية بالفدية لعدم ادراكهـم عـدة مـن ايـام اخـر...... وفـدى لزوما عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف في ماله...... بوصيته من الثلث ......وان لم يوص وتبرع وليه به جاز ان شاء الله تعالى"......(الدرالمختار على هامش الرد المحتار: ۲/ ۱۲۸، ۱۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کی طرف سے نمازوں کا فدیہ:

مسئلہ نمبر(۱۵۳): میرے والدصاحب کا30سال پہلے انتقال ہوگیا تھا وہ زندگی میں نماز کے پابند نہیں تھے ان کی بہت سی نمازیں چھوٹ گئی تھیں،اس وقت ان کے دوبیٹے اور تین بیٹیاں حیات ہیں،اب ان نمازوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہم کیا کرسکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر والد نے وصیت کی ہے تو پھر اس کے ثلث مال سے وصیت کو پورا کیا جائے گا اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو تو پھر حیلہ کیا جائیگا،حیلہ یہ ہے کہ وارث قرض لے پھر اس کو مسکین پر بنیت فدیہ صدقہ کردے پھر مسکین اس کو صدقہ کردے کسی وارث پر اور پھر یہ اس کو مسکین پر صدقہ کردے یہاں تک کہ تمام نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔

اگر اس نے وصیت نہ کی ہو تو بھی ورثاء تبرعاً اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کرسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تمام ورثاء راضی ہوں اور موجود بھی ہوں اور کوئی نابالغ بھی نہ ہو۔

"اذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصیٰ بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترک مالا يستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلوة ماذكر كذافي الخلاصةوفي الفتاوى الحجة وان لم يوص لورثته يتبرع بعض لورثته يجوز ويدفع عن كل صلوة نصف صاع حنطة منوين ولودفع عن جملة الى فقير واحد جاز " ......(الهندية: ۱/۱۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعصر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازعصر کے بعد قضاء نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قضاء نمازیں عصر کی نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں،البتہ تین اوقات میں قضاء نمازیں بھی پڑھنا مکروہ ہے اس کے علاوہ جس وقت ادا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، جن تین اوقات میں کوئی نماز قضاء کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں: (۱) طلوع شمس کے وقت یہاں تک کہ صاف روشن ہوجائے۔(۲) استوائے شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہوجائے۔(۳) سورج کے زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک،ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز کی قضاء نہیں ہوسکتی اور نہ نوافل پڑھنا درست ہیں،البتہ عصر کی نماز کے بعد جب تک سورج زرد نہ ہوجائے،قضاء نمازیں پڑھنا درست ہے،البتہ سورج کے زرد ہونے کے بعد سے غروب آفتاب تک (اس دن کی عصر کی نماز کے علاوہ دوسری) قضاء نمازیں پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"وجميع أوقات العمر وقت للقضاء الا الثلثة المنهية" ......
(الدر المختار: ۱/۵۳۷)

"وكره صلوة ولوعلى جنازة وسجدة تلاوة وسهو مع شروق واستواء وغروب الاعصر يومه"......(الدر المختار: ۱/۲۸۲)

"ثلاثة أوقات لایصح فیهاشئ من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمة (الی ان قال) أی الاوقات المکروهة أولهاعندطلوع الشمس والثانی عنداستوائهاوالثالث عنداصفرارها الی ان تغرب"......(مراقی الفلاح: ۱۸۵، ۱۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضاءنمازوں کواداکرنے کاطریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۵۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاءنمازوں کواداکرنے کاکیاطریقہ ہے؟ قرآن وسنت اورفقہ حنفی کی روشنی میں جواب مدلل عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں قضاءنمازوں کواداکرنے کاطریقہ یہ ہے کہ اگرصاحب ترتیب ہویعنی اس کی قضاءشدہ نمازیں چھ سے کم ہوں توقضاءنمازیں ترتیب سے لوٹائے یعنی پہلے پہلی قضاء پھردوسری الخ اوراگرصاحب ترتیب نہ ہوتوپھرجیسے چاہے قضاءنمازیں اداکرے چاہے پہلے ساری فجرکی نمازوں کی قضاءکرے یاچاہےتوہرنمازکے ساتھ ایک نمازقضاءکرتارہےاورنیت یہ کرے گا،مثلاًمیں فجرکی سب سے پہلی قضاءشدہ نمازپڑھتاہوں۔

"الترتیب بین الفائتة القلیلة وهی مادون ست صلوات وبین الوقتیة المتسع وقتهامع تذکرالفائتة لازم وکذا الترتیب بین نفس الفوائت القلیلة مستحق ای لازم لانه فرض عملی یفوت الجوازبفوته والاصل فی لزوم الترتیب قوله علیه السلام من نام عن صلاة ان نسیهافلم یذکرها الاوهویصلی مع الامام فلیصل التی هوفیهاثم لیقض التی تذکرثم لیعدالتی صلی مع الامام وهوخبرمشهورتلقته العلماء بالقبول فیثبت به الفرض العملی ورتب النبی علیه السلام قضاء الفوائت یوم الخندق"......(الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۴۰)

"ویسقط الترتیب عندکثرة الفوائت وهوالصحیح هکذافی محیط

السرخسی وحدالکثرۃ ان تصیر الفوائت ستابخروج وقت الصلاۃ السادسۃ وعن محمدانہ اعتبردخول وقت السادسۃ والاول ھوالصحیح کذا فی الھدایۃ"......(الھندیۃ : ۱۲۳/۱)

"ثم اذاکثرت الفوائت حتی سقط الترتیب لاجلھافی المستقبل سقط الترتیب فی نفسھا ایضاحتی قال اصحابنافیمن کان علیہ صلاۃ شھرفصلی ثلاثین فجراً ثم صلی ثلاثین عصراً ھکذا اجزاہ وفی الخانیۃ فان کان بین الاولی والثانیۃ فوائت ستۃ یجوزلہ قضاء الثانیۃ وان کان دونھالایجوزما لم یقض ماقبلھا"......(التتارخانیۃ جدید : ۴۴۶/۲)

"اذا ارادان یقضی الفوائت ذکرفی فتاوی أھل سمرقندأنہ ینوی اول ظھرللہ علیہ وکذلک کل صلاۃ یقضیھاواذا ارادان یصلی ظھرا آخرینوی ایضا آخرظھرللہ علیہ وفی الکافی ولولم یقل الاول والآخروقال نویت الظھرالفائتۃ جازوفی الحجۃ ولوقال نویت قضاء أقرب صلاۃ الظھرجازوکذلک یقول لکل صلاۃ"......(التتارخانیۃ جدید : ۴۵۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سابقہ قضاء شدہ نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۵۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قضاء ہوگئی اور میں سابقہ قضاء نمازیں بھی پڑھنا چاہتا ہوں اس کے بارے میں طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قضاء نمازوں کا حساب کریں اور بعد میں قضاء کریں اور اگر آپ صاحب ترتیب بنتے ہیں یعنی نمازیں قضاء شدہ چھ سے کم ہیں تو ترتیب سے قضاء کرنی پڑے گی ،بصورت دیگر پھر غیر مرتب قضاء کر سکتے ہیں۔

"الترتیب بین الفائتة والوقتیة وبین الفوائت مستحق کذافی الکافی حتی لایجوزاداء الوقتیة قبل قضاء الفائتة کذافی محیط السرخسی" ......
(الھندیة: ۱/ ۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضاء نمازادا کرنے کے لئے نیت کیسے کی جائے؟

مسئلہ نمبر(۱۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک آدمی کی کئی نمازیں قضاء ہوئی ہیں اگروہ ہرنماز کے ساتھ قضاء پڑھے تو وہ نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض اور وتر کی نیت کیا کرے گا؟ اور عشاء کی نماز کے فرض ایک دن اور وتر دوسرے دن قضاء پڑھ سکتا ہے یادونوں اکٹھے قضاء کرے گا؟ ایک ہی دن ادا کرنے ہوں گے، جیسے عشاء کی نماز ایک وقت میں ادا کرتے ہیں؟ یا الگ الگ دنوں میں بھی عشاء اور وتر کو قضاء کرسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص جس نماز کی قضاء کررہا ہے اس نماز کی ادا کی نیت کی طرح قضاء کی نیت کرے اگردن اور تاریخ یاد نہ ہو تو قضاء نمازوں کی نیت یوں کرے مثلاً سب سے پہلے جو فجر قضاء ہوئی وہ پڑھتا ہوں یا یوں نیت کرے اگر صاحب ترتیب نہ ہو سب سے آخر میں جو فجر قضاء ہوئی وہ پڑھتا ہوں اسی طرح کی نیت کرکے پڑھتا رہے یہاں تک کہ ختم ہوجائیں یا چھ فرض نمازوں سے کم قضاء ہوئی ہوں تو عشاء اور وتر کے درمیان ترتیب ضروری ہے اور اگر قضاء زیادہ ہوں تو ترتیب ضروری نہیں۔

"کثرت الفوائت فان ارادتسھیل الامر یقول اول فجر مثلافانه اذاصلاہ یصیر مایلیه اولا اویقول آخر فجر فان ماقبله یصیر آخراولایضرہ عکس الترتیب لسقوطه بکثرة الفوائت"......(الدر مع الرد: ۲/ ۵۴۵)

"(الترتیب بین الفروض الخمسة والوتراداء وقضالازم) الا اذاضاق الوقت المستحب اونسیت الفائتة اوفاتت ست اعتقادیة لدخولھافی حدالتکرار المقتضی للحرج بخروج وقت السادسة علی الاصح) قوله

اوفائت ستایعنی لایلزم الترتیب بین الفائتة والوقتیة ولابین الفوائت اذاکانت الفوائت ستا کذافی النهر"......(الدر مع الرد: ۱/ ۵۳۶،۵۳۷،۵۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضاءنماز کے پہلے تشہد میں درودشریف ودعاپڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نماز جس کے لیے مدت یاتعدادنمازوں کی مقرر(متعین) نہ ہوسکے توایسی حالتوں میں مندرجہ ذیل اوراد کس حالت میں اداکریں؟

۱۔ چاررکعتوں والی نمازوں میں دورکعات کے بعدتشہد"عبدہ ورسولہ" تک پڑھے یادرودشریف اوردعابھی پڑھ کرتیسری رکعت کے لیے کھڑاہوجائے؟

۲۔ تیسری اورچوتھی رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھے یاسورت فاتحہ کے بعدمزیدکوئی سی سورت بھی پڑھ لے؟

۳۔ اگردونوں صورتیں جائزہوں توکونسی بہتر ہے یاکوئی اورمسئلہ اس بارے میں ہوتوذکرفرماکرمشکورفرمادیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جب تک یقین ہوکہ یہ میرے ذمہ قضاءنماز ہے اس وقت تک توفرض نماز کے طریقہ سے پڑھے اورجب یقین نہ ہوبلکہ احتیاطاً قضاء لائے توہررکعت میں فاتحہ مع سورت کے پڑھے پہلے قعدہ میں تشہد تو"عبدہ ورسولہ" تک پڑھے درودشریف دعاکے متعلق صریح جزئیہ فقہاء کانہ مل سکا،لیکن احتیاط کی صورت میں ہررکعت میں فاتحہ اورسورت کے پڑھنے میں فقہاء نے علت یہ لکھی ہے کہ اگراس شخص پرفرض باقی نہ ہوتونفل ہوجائیں گےاس سے معلوم ہوتاہے کہ پہلے قعدہ میں درودشریف ضروری نہیں اوریہی نوافل کاحکم ہے۔

"ویقرأ فی الرکعات کلها الفاتحة مع السورة کذافی الظهیریة وفی الفتاوی رجل یقضی الفوائت فإنه یقضی الوتروإن لم یستیقن أنه هل بقی علیه وترا ولم یبق فإنه یصلی ثلاث رکعات ویقنت لم یقعدقدر التشهدثم یصلی رکعة أخری فإن کان وترافقدأداه وإن لم یکن فقدصلی التطوع أربعاولایضره القنوت فی التطوع"......(الهندیة : ۱/ ۱۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی سنتیں قضاء ہوجائیں تو کب پڑھی جائیں گی؟

مسئلہ نمبر(۱۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں یہ مسئلہ باعث نزاع بنا ہوا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب فجر کی سنتیں قضاء ہوجائیں تو قبل طلوع الشمس پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ باقی حضرات کہتے ہیں کہ قبل طلوع الشمس نہیں پڑھ سکتے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس میں احناف کا کیا مذہب ہے؟ اور بعد طلوع الشمس قضاء کرنا سنت ہے یا مستحب؟ کیا قبل طلوع الشمس قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

مکمل وضاحت اور تحقیق کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر فجر کی سنت رہ جائیں تو قبل طلوع الشمس قضاء کرنا باتفاق حنفیہ مکروہ ہے، لہذا صبح کی فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے قضاء کرنے والا گناہ گار ہوگا، اور بعد طلوع الشمس حضرات طرفین کے نزدیک قضاء نہیں کریں گے، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قضاء کرنا میرے نزدیک محبوب ہے، بہر حال بعد طلوع الشمس قضاء کرنا امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا بھی درست نہیں ہے۔

"قال في الدر ولايقضيها الابطريق التبعية "...... (الدر علی ھامش رد: ۱/۵۳۰)

"قال ابن عابدين واما اذافاتت وحدها فلاتقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعدالصبح واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى دليل ان يقضيها الى الزوال كمافي الدرر قيل هذاقريب من الاتفاق لان قوله احب دليل على انه لولم يفعل لالوم عليه وقالا لايقضي وان قضى فلاباس به كذا الخبازية ومنهم من حقق الخلاف وقال الخلاف في انه لو قضى كان نفلا مبتدأ اوسنة كذافي العناية يعني نفلا عندهما سنة عنده كماذكره في الكافي"...... (ردالمحتار: ۱/۵۳۰، البحرالرائق: ۲/۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فی نماز کا فدیہ کتنا ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۶۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکسی شخص کی نمازیں قضاء ہوگئی ہوں اور وہ آدمی فوت ہوگیا ہوتواس کی طرف سے فی نماز کا کتنافدیہ ادا کیا جائے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دوکلوگندم یا اس کی قیمت ایک نماز کے فدیہ میں دیناہوگی ،واضح رہے کہ اس حکم میں وترکوالگ نماز شمار کیاجائے گا،یعنی نماز وتر کا فدیہ نماز عشاء کے فدیہ سے الگ دیاجائے گا۔

"اذامات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصیٰ بان تعطی كفارة صلواته يعطی لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله"......(فتاویٰ الهندية : ۱/۱۲۵)

"ولومات وعليه صلوات فائتة واوصی بالكفارة يعطی لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر ولصوم وانمايعطی من ثلث ماله"

......(الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۵۴۱،۵۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلوع فجر اورنماز فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنا درست ہے؟اور یہ کچھ لوگ فجر کی سنتوں کونماز فجر کے بعد قضاء کرتے ہیں،کیایہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مندرجہ بالامسئلہ میں دوسوال مذکور ہیں،پہلے سوال کاجواب یہ ہے کہ طلوع فجر اورنماز فجر کے بعدقضاء نماز پڑھنا درست ہے،اوردوسرے سوال کاجواب یہ ہے کہ شیخین کے نزدیک فجر کی سنتیں اگرقضاء ہوجائیں توان کی قضاءنہیں ہے،نہ طلوع شمس سے پہلے نہ طلوع شمس کے بعد،البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اسی دن طلوع شمس کے بعدزوال تک صبح کی سنتیں قضاء کرنامستحب ہے۔

"تسعة اوقات يكره فيهاالنوافل ومافي معناهما لاالفرائض هكذافي النهاية والكفاية فيجوز فيهاقضاء الفائتة وصلوة الجنازة وسجدة التلاوة كذا في فتاوىٰ قاضي خان منهامابعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر كذافي النهاية والكفاية .....ومنها مابعدصلاة الفجر قبل طلوع الشمس هكذافي النهاية والكفاية"......(فتاوىٰ الهندية: ۵۲،۵۳/۱)

"اتفق اصحابنارحمهم الله تعالى على ان ركعتي الفجر اذافاتتا وحدهما بان جاء رجل ووجدالامام في صلاة الفجر ودخل مع الامام في صلاته ولم يشتغل بركعتي الفجر انهالاتقضي قبل طلوع الشمس واذاارتفعت الشمس لاتقضي قياسا وهوقول ابي حنيفة وابي يوسف رحمهماالله تعالى وتقضي استحسانا الى وقت الزوال وهوقول محمد رحمه الله تعالى واذافاتتا مع الفرض تقضي مع الفرض الى وقت الزوال واذازالت الشمس يقضي الفرض ولاتقضي السنة"......(المحيط البرهاني: ۲/۲۳۴)

"وقتان آخران يكره فيهماالتطوع وهمابعدطلوع الفجر الى طلوع الشمس الاركعتي الفجر ومابعدصلاة العصر الى وقت غروب الشمس لايكره فيهماالفرائض ولاصلاة الجنازة"......(المحيط البرهاني: ۲/۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعصر کے بعدقضاءعمری پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازعصر کے بعدقضاءعمری کی نماز پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مروجہ قضاءعمری جس میں صرف چاررکعت بنیت قضاء پڑھ کرساری زندگی کی نمازوں کی قضاء سمجھ لی جاتی ہے اس کی توشرعاکوئی حیثیت نہیں ہے، بلکہ جتنی نمازیں زندگی بھرقضاء ہوئی ہوں ان سب کوقضاء کرنافرض ہے،

صرف چار رکعت سے فریضہ ادا نہیں ہوگا، لیکن اگر قضاء عمری کی صورت یہ ہو کہ زندگی بھر کی نمازوں کو اسی ترتیب سے ادا کیا جائے تو اس صورت میں عصر کی نماز پڑھنے کے بعد قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی جائز ہے، عصر کے بعد تا غروب شمس اور فجر کے بعد تا طلوع شمس صرف نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، فرض بلا کراہت پڑھے جاسکتے ہیں۔

"ولا بأس بان يصلي في هذين الوقتين (يعني بعد الفجر والعصر) الفوائت ويسجد للتلاوة "......(هداية: ۸۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قضا نمازوں میں کیا نیت کرے گا؟

مسئلہ نمبر (۱۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضاء نمازیں کن کن اوقات میں پڑھی جاسکتی ہیں؟ اور اگر کئی نمازیں قضاء ہوں تو ان میں کیا نیت کرے گا؟ نیز سنتوں اور وتروں کی بھی قضاء کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں قضاء نمازوں کو تین اوقات کے علاوہ جس وقت چاہے ادا کرسکتا ہے (۱) طلوع شمس (۲) زوال شمس (۳) غروب شمس، ان تین اوقات میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر قضاء نمازیں کئی ہوں تو نیت یہ کرے، کہ ظہر پہلی وہ فرض نماز جو مجھ سے فوت ہوئی ہے اور اب تک میرے ذمے باقی ہے اس کی قضاء کر رہا ہوں، اسی طرح باقی نمازوں کی قضاء ہے، اور وتر کی قضاء بھی کرنی پڑے گی، اور سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔

"ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الاثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لاتجوز الصلوة في هذه الاوقات كذافي البحر الرائق:"......(فتاوىٰ الهندية: ۱۲۱/۱)

"ولو كانت الفوائت كثيرة فاشتغل بالقضاء يحتاج الى تعيين الظهر والعصر ونحوهما وينوي ايضا ظهر يوم كذاوعصريوم كذا كذافي فتاوىٰ قاضي خان والظهيرية وهوالاصح كذافي التبيين في مسائل شتى، فان ارادتسهيل الامر ينوي اول الظهر عليه كذافي فتاوى قاضي خان والظهيرية "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۲۶)

”وسائر النوافل اذافاتت عن وقتها لاتقضی بالاجماع سواء فاتت مع الفرض اوبدون الفرض هذاهوالمذكور فی ظاهرالرواية وفی الخلاصة الخانية“......(فتاویٰ التتارخانية جديد: ۲/۳۰۳)

”الوتر علی درجة من السنة حتی يقضی لوفات وادنی درجة من الفرض حتی لايكفر جاحده ولاآذان فيه ولااقامة “......(فتاویٰ التتارخانية جديد: ۲/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیامیت کی طرف سے نمازوں کافدیہ دیناضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۶۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی ریاض احمد کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ علیل رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملی ہیں، والدہ مرحومہ کی جونمازیں بیماری کے دوران قضاء ہوئیں کیاان کا فدیہ دیناضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرمرحومہ نے وصیت کی ہے اور مال چھوڑاہے تووصیت کے مطابق اس کے ترکے میں سے فدیہ دینالازم ہے اوراگروصیت نہیں کی تووارثوں کے ذمہ فدیہ دیناضروری نہیں ہے اگروہ دے دیں توتبرع اوراحسان ہوگااوراس پران کواجربھی ملے گا۔

”اذامات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصی بان تعطی كفارة صلواته يعطی لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وفی فتاوی الحجة وان لم يوص لورثته وتبرع بعض الورثة يجوز“......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۵)

”رجل مات وعليه صلوات فاوصیٰ ان يطعموا عنه بصلاته اتفق المشائخ علی انه يجب تنفيذه هذه الوصية من ثلث ماله ......والوتر كذالک والصحيح ان

هذاقول ابی حنیفة فی الوتر...... وفی فتاوی الحجة وان لم یوص الورثة وتبرع بعض الورثة یجوز"......(فتاویٰ التاتارخانیة جدید: ۲/۳۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خنثیٰ کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لی بعد میں پتہ چلا کہ امام تو خنثیٰ تھا اب یہ آدمی نماز کو لوٹائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جس آدمی نے خنثیٰ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، لہذا اب اس کی قضاء کرے گا۔

"والحاصل ان کلا من الامام والمقتدی اماذکر اوانثیٰ اوخنثیٰ وکل منهااما بالغ اوغیره فالذکر البالغ تصح امامته للکل ولایصح اقتداء ه الابمثله والانثیٰ البالغة تصح امامتها للانثیٰ مطلقا فقط مع الکراهة ویصح اقتداء هابالرجل وبمثلها وبالخنثیٰ البالغ ویکره لاحتمال انوثته والخنثیٰ البالغ تصح امامته للانثیٰ مطلقا فقط لاللرجل ولالمثله لاحتمال انوثته وذکورة المقتدی"......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فدیہ کے حکم میں وتر الگ نماز شمار ہوگی:

مسئلہ نمبر (۱۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فدیہ پانچ فرض نمازوں کا دیا جائے گا یا نماز وتر علیحدہ شمار کر کے چھ نمازوں کا دیا جائے گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

پانچ فرض اور وتر کا بھی فدیہ دینا ہوگا گویا دن کی چھ نمازیں ہوں گی اور بارہ کلو گندم یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔

”اذامات الرجل وعلیه صلوات فائتة فاوصی بان تعطی کفارة صلوته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۲۵)

”ولومات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوة نصف صاع من بر کالفطرة وکذاحکم الوتر ولصوم وانمایعطی من ثلث ماله“......(الدرالمختار علی هامش الرد المختار: ۱/۵۴۲،۵۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بوڑھا آدمی جس کو کوئی سورت یاد نہ ہو تو قرأت کیسے کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۶۷): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ میں ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کررہا ہوں، امید ہے کہ آپ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گے، شکریہ۔

ایک بوڑھا مرد یا عورت جس نے اپنی تمام جوانی بے نمازی ہو کر گزاری اور اب بڑھاپے میں یہ احساس پیدا ہوا کہ نماز پڑھنی چاہیئے، لیکن اب بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ نہایت کمزور ہو چکا ہے، اور باوجود کوشش کے نہ تو ثناء یاد ہو سکی اور نہ ہی قرآن کا کچھ حصہ (یعنی سورۃ فاتحہ اور چند دوسری سورتیں) اب ایسے بوڑھے شخص کے لیے حکم ہے؟

کیا یہ شخص اپنی نماز میں قرأت چھوڑ دے حالانکہ قرآن پڑھنا نماز میں فرض ہے، اگر قرآن پڑھنے کی بجائے کچھ اور پڑھنا ہو تو مثلاً کوئی مخصوص لفظ تو یہ لفظ قیام میں کتنی مقدار اور رکوع سجدہ اور التحیات میں کتنی مقدار میں پڑھے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر مسلمان مرد وعورت کے ذمہ نماز فرض عین ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے اور اگر غلطی سے اب تک نہیں پڑھی تو ان نمازوں کی قضاء لازم ہے، اگر زیادہ سورتیں یاد نہیں ہیں تو کم از کم سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الکوثر اور سورۃ الاخلاص یاد کرلیں اور ہر رکعت میں انہی کو پڑھ لیا کریں، اور قضاء صرف فرائض اور وتر کی ہوتی ہے، اور آئندہ اہتمام سے ادا کرنے کی کوشش کریں نیز اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگتے رہیں۔

”الصلوة فریضة محکمة لایسع ترکها ویکفر جاحدها کذافی الخلاصة“

......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۵۰)

"واما فرضية الخمس فقوله تعالى حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى،وهذه الآية قاطعة على فرضية الخمس لانه تعالىٰ فرض جمعا من الصلوات "......(البناية :۳/۵)

"كل صلوة فاتت عن الوقت بعدوجوبها فيه يلزمه قضاء ها سواء ترك عمدا اوسهوا اوبسبب نوم وسواء كانت الفائتة كثيرة اوقليلة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲۱)

"من فاتته صلوة قضاها اذاذكرها وقدمها على فرض الوقت "......(الهداية : ۱/۱۶۱)

"وادنى مايجزئ من القراءة في الصلوة آية عندابي حنيفة وقالاثلث آيات قصاراواية طويلة "......(الهداية: ۱/۱۱۹)

"يجب القضاء بتركه ناسيا اوعامدا وان طالت المدة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۱۱)

"وفي الفتاوىٰ رجل يقضي الفوائت فانه يقضي الوتر وان لم يستيقن انه هل بقي عليه وترا اولم يبق فانه يصلي ثلاث ركعات ويقنت ثم يقعدقدرالتشهد ثم يصلي ركعة اخرى"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جماعت کھڑی ہوتو فجر کی سنتیں پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فجر کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یانہیں؟شرعی طریقہ کیاہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگرصبح کی جماعت ہورہی ہوتواگرایک رکعت کے ملنے کی امید ہے توصبح کی سنتیں علیحدہ ہوکرپڑھ لے پھرجماعت میں شریک ہوجاوےاوراگرپہلے نہ پڑھ سکے توپھرفرضوں کے بعدطلوع آفتاب سے پہلے نہ پڑھے بلکہ طلوع آفتاب کے بعدپڑھنی چاہئیں۔

یادرہے اگرصبح کی جماعت ہورہی ہوتو سنتیں مسجد سے باہرادا کریں، اگرمسجد کے باہرکوئی جگہ نہ ہوتو صفوں سے ایک طرف ہوکرادا کریں، بشرطیکہ جماعت چھوٹ جانے کا خطرہ نہ ہو۔

"واذاخاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعة اکمل والابان رجا ادراک رکعة فی ظاهر المذهب وقیل التشهد واعتمده المصنف والشرنبلالی تبعا للبحر لکن ضعفه فی النهر لایترکها بل یصلیها"......(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار : ۱/۵۲۹)

"ومن انتهیٰ الی الامام فی صلوة الفجر وهولم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان یفوته رکعة ویدرک الاخریٰ یصلی رکعتی الفجر عندباب المسجد ثم یدخل وان خشی فوتهما دخل مع الامام کذافی الهدایة ولم یذکر فی الکتاب انه ان کان یرجوا ادراک القعدة کیف یفعل فظاهر ماذکر فی الکتاب انه ان خاف ان تفوته الرکعتان یدل علی انه یدخل مع الامام" ......(هندیة : ۱/۱۲۰)

"قال الشیخ الکاسانی فی البدائع ویکره ان یصلی شیئا منهاوالناس فی الصلوٰة اواخذالمؤذن فی الاقامة الارکعتی الفجر فانه یصلیهما خارج المسجد وان فاتته رکعة من الفجر فان خاف ان تفوته الفجر ترکهما"......(بدائع الصنائع : ۱/۶۳۹)

"وعن ابن عباس رضی الله عنه فی تاویل قوله تعالیٰ وادبارالنجوم انه رکعتاالفجر وروی عن النبی ﷺ انه قال صلوهما فان فیهماالرغائب وروی عنه انه قال صلوهما ولوطردتکم الخیل"......(بدائع الصنائع : ۱/۶۳۶،۶۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کی چھ نمازیں قضاء ہوجائیں تو کیا وہ صاحب ترتیب رہے گا؟

مسئلہ نمبر(۱۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگرکسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہوگئیں اوراس نے ان کو ادا کرلیا تو کیاوہ صاحب ترتیب ہوگایانہیں؟

(۲) اگرکسی شخص نے فجر کی سنتیں نمازنکل جانے کا خوف سے ادانہ کیں تو کیاان کوطلوع شمس کے بعدادا کرے گایانہیں؟اوراگرایساہےتواس پرحدیث سے کیادلیل ہے؟

(۳) اگرکسی شخص نے مثلاً نمازظہرکی پہلی چاررکعات ادانہ کیں اس وجہ سے کہ ظہرکی جماعت ہورہی تھی توبعدمیں جب ان کوادا کرے گاتوچارسنتیں نفلوں سے پہلے ادا کرے گایابعدمیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگرکسی بالغ شخص کی چھ نمازیں مسلسل قضاء ہوگئیں اوراس نے ان سب کوادا کرلیاتووہ صاحب ترتیب ہوگا۔

(۲) اگرکسی شخص سے فجر کی سنتیں رہ گئی ہوں تووہ ان کوطلوع شمس کے بعداسی دن زوال سے پہلے ادا کرے، اس کے بعدقضانہیں کرسکتے۔

(۳) اگرکسی شخص کی ظہر کے فرضوں سے پہلے والی چارسنتیں رہ جائیں توان کواس طرح ادا کرنا بہتر ہے کہ فرضوں کے بعدپہلے ظہرکی دوسنتیں ادا کرے اوربعدمیں چارسنتیں پڑھےاورنفل ان کے بعدپڑھناچاہےتوپڑھ لے۔

(۱)"قوله(سبب القضاء لبعضها) كمااذاترك رجل صلاة شهر مثلا ثم قضاهاالاصلاة ثم صلى الوقتية ذاكرالهافانهاصحيحة اه بحر وقيد بقضاء البعض لانه لو قضى الكل عادالترتيب عندالكل كمانقله قهستاني"......(فتاوىٰ شامي : ۱/۵۴۰)

(۲)"عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعدطلوع الشمس"......(جامع الترمذي :۱/۲۰۷، مطبوعه مكتبه رحمانيه لاهور)

(۳)"لكن الخلا ثابت في تقديمها وتاخيرها كمامرثم رجح في الكافي تقديم الاربع لانهافائتة وتلك وقتية فيقدم الفائتة على الوقتية وذكر خواهرزاده في شرح المبسوط على قول ابي حنيفة يصلي ركعتين ثم يقضي الاربع قال وهوالاصح وكذاقال الشيخ كمال الدين بن الهمام الاولىٰ تقديم الركعتين

لان الاربع فاتت عن الموضع المسنون فلایفوت الرکعتین ایضاعن موضعھما قصدابلاضرورۃ"......(منیۃ المصلی :۳۲۵)

"اشتھر فیمابین المصنفین انہ لاقضاء للسنن عندابی حنیفۃ والحق ان للسنن قضاء ولکنہ اخف بعدخروج الوقت کمافی العنایۃ واذافاتت رکعتاالفجر فنقول لایقضیھما بعدطلوع الشمس وھوالقول القدیم للشافعی واماجدیدہ فھوان یصل قبل طلوع الشمس ،واماامالک واحمد فموافقان لابی حنیفۃ فقال محمدبن حسن یقضیھما بعد طلوع الشمس قبل الزوال وھوالمختار فان اباحنیفۃ واباِیوسف ایضالایمنعان من القضاء بعدطلوع الشمس وفی الدرالمختار قضاء الفرض فرض وقضاء الواجب واجب وقضاء السنن سنۃ"......(العرف الشذی علی ھامش الترمذی: ۱/۲۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیافجر کی سنتوں کی قضاء لازم ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۰): کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ صبح فجر کی نماز قضاء ہوجائے تو کیا فجر کی سنتیں پڑھنالازم ہیں یانہیں؟اورقضاءنمازِفجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے اداکرنی ہیں یابعدمیں؟سنتوں کی نیت کیاہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نمازفجرقضاءہوجائے تواسی دن زوال سے پہلے فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھنی ہیں ،زوال کے بعدیاکسی اوردن فرضوں کے ساتھ سنتیں پڑھناضروری نہیں ہے،فجر کی سنتیں فرض نماز سے پہلے پڑھنالازم ہیں۔

نیت: دورکعت نمازسنت قضاءنمازفجر،باقی نیت دوسری نمازوں کی طرح ہی ہے۔

"والشرع انماورد فی قضاء رکعتی الفجر عندفوتھا مع الفرض قبل الزوال کمافی غداۃ لیلۃ التعریس ولم یرد فی قضاء ھا اذافاتت وحدھا ولااذافاتت مع الفرض بعدالزوال"......(حلبی کبیری: ۳۴۴)

"ولاشک ان اتمام الرکعتین خفیفتین مع مراعاۃ السنۃ فیھما قبل اتمام رکعتی الفرض مع مراعات السنۃ" ......(حلبی کبیری: ۳۴۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

مسئلہ نمبر (۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب ہے اس کی مغرب اور عشاء کی نماز قضاء ہوگئی اب فجر کے وقت جب بیدار ہوا تو وقت بہت کم تھا جس میں فجر کی نماز تو ادا کی جا سکتی تھی لیکن مغرب اور عشاء کی نماز جو قضاء ہوگئی وہ ادا نہیں کی جا سکتی، ایسا شخص کیا کرے؟ پہلے قضاء پڑھے یا ادا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں پہلے ادا پڑھے گا پھر جب سورج بلند ہو جائے تو دونوں نمازیں قضاء پڑھ لے، وقت کی تنگی کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

"ویسقط الترتیب عندضیق الوقت کذافی محیط السرخسی" ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۲)

"ثم تفسیر ضیق الوقت ان یکون الباقی منہ مالایسع فیہ الوقتیۃ والفائتۃ جمیعا حتی لوکان علیہ قضاء العشاء مثلا وعلم انہ لو اشتغل بقضائہ ثم صلی الفجر تطلع الشمس قبل ان یقعد قدرالتشھد صلی الفجر فی الوقت وقضی العشاء بعدارتفاع الشمس کذافی التبیین"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وتر پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ فرض نہیں ہوئے تو کیا وتروں کی قضاء ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھ کر سنن وتر وغیرہ بھی پڑھ لیے بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے فرض نہیں ہوئے، تو اب اگر وہ قضاء کرے گا تو فرض کے ساتھ وتر کی بھی قضاء کرے گا یا صرف فرض کی قضاء کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ شخص فرض اور سنتوں کی قضاء کرے گا اور وتروں کی قضاء نہیں کرے گا۔

"(العشاء والوترمنه الی الصبح و)لکن لایصح ان (یقدم علیھاالوتر)الاناسیا (لوجوب الترتیب)لانھمافرضان عندالامام "......(الدرالمختارعلی الشامی:۱/۳۶۶)

"قوله ولکن الخ جواب عن سوال مقدر تقدیره لم لایجوز تقدیمه بعددخول وقته اجاب بانه انمالایجوزللترتیب لالکون الوقت لم یدخل وهذاعلی قوله وعلی قولهما لانه تبع للعشاء واثرالخلاف یظهرفیما لوقدم علیهاناسیا اوتذکرانه صلاهافقط علی غیروضوء لایعیده عنده وعندهمایعید نهر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی جماعت کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر فجر میں ایک آدمی نماز باجماعت میں شریک ہونا چاہتا ہے لیکن جب مسجد میں داخل ہوتا ہے تو امام دوسری رکعت میں ہے تو آیا سنتیں پڑھنی چاہئیں؟ یا بغیر سنتیں ادا کیے جماعت میں شریک ہوجائے؟ اور اگر معلوم نہ ہو کہ امام پہلی رکعت میں ہے یا دوسری رکعت میں تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر ایک آدمی اس وقت میں مسجد آیا کہ امام فجر کی دوسری رکعت میں تھا تو اب اگر اسے یقین ہے کہ میں سنتیں ادا کر کے امام کے ساتھ تشہد میں شامل ہو جاؤں گا تو وہ پہلے فجر کی سنتیں پڑھ لے بعد میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے وگرنہ نہیں، اور اگر اسے معلوم نہ ہو کہ امام کونسی رکعت میں ہے تو وہ نماز میں شریک ہو جائے اور سنتیں ادا نہ کرے۔

"یکرہ تطوع عنداقامۃ صلاۃ مکتوبۃ) ای اقامۃ امام مذھبہ لحدیث اذااقیمت الصلاۃ فلاصلاۃ الاالمکتوبۃ(الاسنۃ فجر ان لم یخف فوت جماعتھا)ولوبادراک تشھدھافان خاف ترکھااصلا "......(درمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱/۳۷۸)

"ومن انتھیٰ الی الامام فی صلاۃ الفجر وھولم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان یفوتہ رکعۃ ویدرک الاخریٰ یصلی رکعتی الفجرعندباب المسجد ثم یدخل وان خشی فوتھما دخل مع الامام کذافی الھدایۃ ولم یذکر فی الکتاب انہ ان کان یرجوا ادراک القعدۃ کیف یفصل فظاھر ماذکرفی الکتاب انہ ان خاف ان تفوتہ الرکعتان یدل علی انہ یدخل مع الامام وحکی عن الفقیہ ابی جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ انہ قال علی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھمااللہ تعالی یصلی رکعتی الفجر لان ادراک التشھد عندھما کادراک الرکعۃ کذافی کفایۃ ......ولوادرک الامام فی الرکوع ولم یدرانہ فی الرکوع الاول اوالثانی یترک السنۃ ویتابع الامام کذافی الخلاصۃ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاقضاءنمازیں توبہ واستغفار سے معاف ہوسکتی ہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۷۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں توکتنی عمرتک قضاءنمازیں معاف ہیں، اگرمعاف نہیں توقضاءنمازوں کا کیاکیاجائےتوبہ واستغفار سے معاف ہوسکتی ہیں یانہیں؟ بلکہ فدیہ سے تلافی ہوگی، برائے مہربانی دلائل سے بات واضح فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں سائل کی نمازیں جوبالغ ہونے سے اب تک قضاءہوئی ہیں ان تمام کی قضاءفرض ہے توبہ سے شرعاًنمازیں معاف نہیں ہوتیں اورقضاءکرنے پرقدرت رکھنے کے باوجودفدیہ دینابھی جائزنہیں بلکہ صرف اورصرف ان کی قضاءضروری ہے۔

”کل صلاۃ فاتت عن الوقت بعدوجوبھا فیہ یلزمہ قضاء ھا سواء ترک عمدا اوسھوا اوبسبب نوم سواء کانت الفوائت کثیرۃ اوقلیلۃ فلاقضاء علی مجنون حالۃ جنونہ لمافاتہ فی عقلہ کمالا قضاء علیہ فی حالۃ عقلہ اھ ......وزادت الفوائت علی یوم ولیلۃ ومن حکمہ ان الفائتۃ تقضی علی الصفۃ التی فاتت عنہ الالعذروضرورۃ“ ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۱)

”اذامات الرجل وعلیہ صلوۃ فائتۃ فاوصی بان تعطی کفارۃ صلواتہ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث مالہ وان لم یترک مالایستقرض ورثتہ نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثتہ ثم یتصدق ثم ولم حتی یتم لکل صلاۃ ماذکرنا“......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب ترتیب پہلے قضاء نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر(۱۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب ترتیب آدمی سے اگر کوئی نماز قضاء ہوجائے اوروہ بھول جائے پھر نماز مغرب کے وقت یاد آجائے اور جماعت کھڑی ہونے لگے تو کیا پہلے قضاء نماز پڑھیں گے یا مغرب کی نماز پہلے پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں صاحب ترتیب آدمی پہلے اپنی قضاء نماز پڑھے گا پھر اس کے بعد وقتی نماز پڑھے گا۔

”ویراعی الترتیب وان کان لایؤدی الوقتیۃ علی وجہ الافضل کمالوضاق الوقت بحیث لایمکنہ ان یصلی الوقتیۃ الامع تخفیفھا وقصرالقراءۃ والافعال فیھا فانہ لابد من الترتیب والاقتصارعلی اقل ماتجوزبہ الصلاۃ کذافی التمرتاشی ثم ضیق الوقت یعتبرعندالشروع حتی لوشرع فی الوقتیۃ مع تذکر الفائتۃ واطال القراءۃ حتی ضاق الوقت لاتجوزصلاتہ الاان یقطعھا

ویشرع فیھا ولو شرع ناسیا والمسئلة بحالھا ثم تذکرھا عندضیق الوقت جازت صلاته ولایلزمه القطع کذافی التبیین"......(فتاویٰ الھندیة: ۱۲۲/۱)

"ولایظھر حکم الترتیب عندالنسیان مادام ناسیا واذاتذکر یلزمه ھکذافی التتارخانیة ناقلا عن الخلاصة"......(فتاویٰ الھندیة: ۱۲۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبوق تشہد پورا پڑھے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۷۶): کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق اگر تشہد میں آکر شریک ہوا اس کے شریک ہوتے ہی امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے تو اب آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ مقتدی مسبوق کو تشہد پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مقتدی مسبوق کو چاہیے کہ وہ اپنا تشہد پورا کرلے اور اگر اس نے تشہد کو پورا نہ کیا اور کھڑا ہوگیا تو بھی جائز ہے۔

"قوله فانه لایتابعه الخ ای ولوخاف ان تفوته الرکعة الثالثة مع الامام کماصرح به فی الظھیریة وشمل باطلاقه مالواقتدی به فی اثناء التشھد الاول اوالاخیر فحین قعدقام امامه اوسلم ومقتضاه انه یتم التشھدثم یقوم ولم اره صریحا ثم رأیته فی الذخیرة ناقلا عن ابی اللیث المختار عندی انه یتم التشھد وان لم یفعل اجزأه اه ولله الحمد"......(فتاویٰ شامی: ۴۹۶/۱)

"اذاادرک الامام فی التشھد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی اوسلم الامام فی آخرالصلاة قبل ان یتم المقتدی التشھد فالمختار ان یتم التشھد کذافی الغیاثیة وان لم یتم اجزأه "......(فتاوی الھندیة: ۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الحادی عشر فی سجدۃ السھو﴾

ایک نماز میں کئی بار بھولا تو ایک سجدہ سہو کافی ہے:

مسئلہ نمبر(۱۷۷): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسجد فرض نماز کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول جائے اور تیسری رکعت میں پھر بیٹھ جائے تو اس صورت میں کیا ایک ہی سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی، جب کہ وہ تیسری رکعت کے بعد پھر کھڑا ہو جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں ایک ہی بار سجدہ سہو لازم آئے گا۔

"ولو سھا فی صلاتہ مرارا یکفیہ سجدتان کذا فی الخلاصۃ "......(الھندیۃ: ۱/۱۳۰)

"(قولہ وان تکرر) حتی لو ترک جمیع واجبات الصلوۃ سھوا لایلزمہ الا سجدتان بحر " ......(ردالمحتار: ۱/۵۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت ضم کرنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک میں سہواً سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی ایک سورت پڑھ لی گئی سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟ ازراہ کرام قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں دلائل وبراہین کے ساتھ واضح جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

"ولو قرأ فی الاخریین الفاتحۃ والسورۃ لایلزم السھو ھو الاصح"......

(الھندیۃ: ۱/۱۲۶)

"واذاقرأ في الاخريين من الظهر او العصر الفاتحة والسورة ساهيا وفي "الحجة "وقرأ السورة دون الفاتحة فلاسهو عليه وهو المختار وفي "النصاب "وعليه الفتوى"......(فتاوى التتارخانية : ۲/۳۹۲)

"واذاقرأ.....الى قوله ساهيافلاسهو عليه هو المختار فان محمداً يقول في "الكتاب "ان شاء قرأ في الاخريين وان شاء سكت ذكر القرأة مطلقا"...... (المحيط البرهاني:۲/۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت کے بعد تین تسبیحات کی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

(۱) ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز میں تیسری رکعت میں بیٹھ جائیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے کھڑے ہو جائیں بعض دفعہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے کم لیکن آخر میں سجدہ سہو نہیں کرتے اور یہ عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے آیا کہ ہماری نماز ہوئی ہے یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی تیسری رکعت میں قل ھو اللہ پڑھتے ہیں اور وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں جبکہ دعا واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتے آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر امام ایک رکن یعنی اتنی مقدار بیٹھ جائے کہ اتنی مقدار میں تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" پڑھا جا سکتا ہے تو اتنی مقدار بیٹھنے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اس سے کم کی صورت میں واجب نہیں ہوتا اور سجدہ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ سہو نہ کرنے سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

"(وقدر الكثير مايؤدى فيه ركن) اى بسنة كماقيده في المنية قال شارحها ابن امير الحاج اى بماله من السنة اى بماهو مشروع فيه من الكمال السنى

کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاوھوتقیید غریب ووجھه قریب الخ"......(منحة الخالق علی البحر: ۱/۴۷۳)

(۲) صورت مرقومہ میں مفتی بہ قول کے مطابق سجدہ سہو واجب ہے، لہٰذا سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔

"بخلاف مالوتذکر القنوت فی الرکوع فانه لایعود ولایقنت فیه لفوات محله ولوعادوقنت لم یرتفض رکوعه لان القنوت لایقع فرضافلایرتفض به الفرض ویسجدللسھوعلی کل حال لترک الواجب اوتأخیره"......(حاشیة الطحطاوی: ۱/۳۶۱)

"لھاواجبات لاتفسدبترکھاوتعادوجوبافی العمدوالسھو ان لم یسجدله وان لم یعدھایکون فاسقاواثما"......(الدرمع الرد: ۱/۳۳۶،۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سہواً تین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۱۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے تین سجدے بھولے سے کر لیے تو کیا سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر کسی نے تین سجدے بھولے سے کر لیے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

"(قوله وترک تکریررکوع الخ) بالرفع عطفاعلی اتیان لأن فی زیادة رکوع وسجودتغییرمشروع لان الواجب فی رکعة رکوع واحدوسجدتان فقط فاذازادعلی ذلک فقدترک الواجب ویلزم منه ترک واجب آخروھومامراعنی اتیان الفرض فی محله لان تکریرالرکوع فیه تأخیرالسجودعن محله وتثلیث السجودفیه تأخیرالقیام اوالقعدة الخ"......(ردالمحتار: ۱/۳۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے تکرار کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورت فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ہماری مسجد میں امام صاحب نے تراویح میں سجدہ تلاوت سے کھڑے ہونے کے بعد دوبارہ بھول کر سورت فاتحہ پڑھ دی اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ از راہ مہربانی قرآن وسنت کے دلائل واضحہ کے ساتھ کافی وشافی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے سورت فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے اگر سورت فاتحہ مکمل یا اکثر حصہ دوبارہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا، کیونکہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے اور فاتحہ کے تکرار سے تاخیر واجب پایا گیا، لہٰذا سجدہ سہو ہوگا، البتہ اگر فاتحہ کے بعد سورت ملالی اور پھر سورت فاتحہ کا اعادہ یا تکرار کیا تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا مذکورہ امام نے چونکہ تلاوت کے بعد تکرار فاتحہ کیا، لہٰذا سجدہ سہو کے بغیر بھی نماز درست ہوگئی جیسا کہ بحر میں ہے:

”ولو قرأ الفاتحة مرتين يجب عليه السجود لتأخير السورة كذا في الذخيرة وغيرها وذكر قاضيخان وجماعة انها ان قرأها مرتين على الولاء وجب السجود وان فصل بينهما بالسورة لايجب........... وقراءة اكثر الفاتحة ثم اعادتها كقرائتها مرتين كمافي الظهيرية“......(البحر الرائق:۲/۱۶۷،۱۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چار رکعات والی نماز میں قعدہ اولیٰ میں بیٹھنا بھول جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۲): مندرجہ ذیل مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلاً جواب باوضاحت تحریر کردیجئے، واقعہ کچھ یوں ہے کہ امام صاحب چار رکعات نماز باجماعت فرض ادا کررہے تھے، دو رکعت نماز مکمل کرنے کے بعد جب مقتدی تشہد پڑھنے بیٹھنے لگے تو امام صاحب تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے اسی لمحے پیچھے کھڑے نمازی نے ”سبحان اللّٰــــــــہ“ کہا امام صاحب جو کھڑے تھے وہ دوبارہ بیٹھ گئے تشہد مکمل کرکے تیسری اور چوتھی رکعت مکمل کی پھر سجدہ سہو ادا کرکے نماز مکمل کی سوال یہ ہے کہ

۱۔ کیااس صورت حال میں نماز ہوگی؟

۲۔ جب امام صاحب سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا انہوں نے جواب دیا کیونکہ میں نے ابھی تیسری رکعت شروع نہیں کی تھی اس لیے تشہد کے لیے دوبارہ بیٹھا۔

۳۔ کیاامام کھڑا ہونے کے بعد دوبارہ بیٹھ سکتا ہے؟ اگر بیٹھ سکتا ہے تو کب اور کس حالت میں بیٹھ سکتا ہے؟

۴۔ کیافرض اور دوسری نمازوں کے لیے ایک ہی اصول ہے یا کوئی فرق ہے؟

برائے مہربانی سوالات کا جواب مکمل تفصیل وحوالہ جات کے ساتھ دیکر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

۱۔مفتی بہ قول کے مطابق نماز ہوگئی۔ ۲۔فرضوں کی دوسری رکعت میں امام صاحب بغیر بیٹھے کھڑے ہو جائیں تو اگر مکمل کھڑے ہو جائیں تو پھر بیٹھنا نہیں چاہیے، اگر مکمل کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ قعود کے قریب ہیں تو پھر بیٹھ جانا چاہیے۔

۳۔ تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہونے کے بعد قعدہ اولی میں واپس بیٹھنا نہیں چاہیے اور اگر پورے کھڑے نہ ہوں بلکہ قعود کے قریب ہوں تو واپس چلے جائیں اس کے علاوہ فرضوں اور سنتوں اور وتروں میں قعدہ اخیرہ میں اور نفلوں کی ہر قعدہ میں کھڑے ہونے کے بعد واپس لوٹ سکتے ہیں، بلکہ لوٹنا ہوتا ہے۔

"وفي الدرالمختار سها عن القعود الأول من الفرض) ولو عمليا أما النفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكره عاد إليه وتشهد ولا سهو عليه في الأصح مالم يستقم قائما في ظاهر المذهب وهو الأصح فتح وإلا أي وإن استقام قائما لا يعود لاشتغاله بفرض القيام وسجد للسهو لترك الواجب فلو عاد إلى القعود بعد ذلك تفسد صلوته لرفض الفرض لماليس بفرض وصححه الزيلعي وقيل لاتفسد لكنه يكون مسيئا ويسجد لتأخير الواجب وهو الأشبه كما حققه الكمال وقوله هو الحق بحر وفي الشامية كأن وجهه مامر عن الفتح أو مافي المبتغى من أن القول بالفساد غلط لأنه ليس بترك بل هو تأخير الخ"......(الدرمع الرد: ۱/ ۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تراویح میں آخری قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے امام کھڑا ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں امام صاحب آخری قعدہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور ساتھ بعض مقتدی بھی کھڑے ہو گئے پھر مقتدیوں میں سے کسی نے امام صاحب کو لقمہ دیا تو امام صاحب قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو آیا امام پر سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں اگر سجدہ سہو واجب تھا اور نہ کیا تو کیا وہ تلاوت جو ان دو رکعتوں میں کی ہے سنت پورا کرنے کے لیے وہ تلاوت دہرائے گا یا نہیں اور کیا دو رکعات واجب الاعادہ ہونگی یا نہیں؟اوضحوا بالدلائل.

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں امام صاحب پر سجدہ سہو واجب تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا،لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی اور اس میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔

"وعن ابی بکر الأسکاف انہ سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف الیہا رکعة اخری کانت ھذہ الاربعة عن تسلیمة واحدة"......(الھندیة : ۱/۱۱۸،التاتارخانیة : ۱/۴۸۳)

"قولہ(وکل نفل صلاة) الاولی ان یقول وکل شفع الخ،واطلق فی النفل فعم المؤکدة وغیرھا،قولہ(وقعودھا فرض) ای قعود الصلاة التی علی حدة فرض، فیکون رفض الفرض لمکان فرض فیجوز مالم یسجد للثالثة کذا فی الشرح وفیہ انہ انما یکون فرضا اذا قعدہ اما اذا ترکہ وبنی علیہ شفعا کان واجبا حتی لاتکون الصلاة فاسدة والحاصل ان القعود غیر الاخیر محتمل لکونہ فرضا ان فعلہ وواجبا ان ترکہ فلکل من القولین وجہ فتأمل اھ"......(الطحطاوی: ۲۶۹)

"واذا افسد الشفع وقد قرأ فیہ لایعتد بما قرأ فیہ ویعید القراءة لیحصل لہ الختم فی الصلاة الجائزة وقال بعضھم یعتد بہا کذا فی الجوھرة النیرة اھ"......(الھندیة : ۱/۱۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبوق یا منفرد اگر سہوا دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی ایک رکعت رہتی ہے اور وہ امام صاحب کے ساتھ یا منفرد اُدونوں طرف بھول کر سلام پھیر لیتا ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک رکعت ویسے ہی پوری کر کے سجدہ سہو کرے گا یا نماز کا اعادہ کریگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر امام کے سلام کہتے ہی امام کے ساتھ ساتھ مقتدی نے بھی سلام کہہ دیا تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور ایسا عموماً نہیں ہوتا، لیکن اگر امام کے کہنے کے بعد تاخیر سے سلام کہا۔ تو سجدہ سہو واجب ہوگا، اور اگر منفرد ہے اور اس نے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا اور اس کے بعد اس سے کوئی ایسا عمل صادر نہیں ہوا جو مفسد صلاۃ ہے تو اس کی نماز سجدہ سہو ادا کرنے کے بعد درست ہو جائے گی اور اگر ایسا عمل صادر ہوا جو مفسد صلاۃ ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

"قوله (ولو سلم ساهيا) قيده به لانه لوسلم مع الامام على ظن ان عليه السلام معه فهو سلام عمد فتفسد كمافي البحر عن الظهيرية. (قوله لزمه السهو) لانه منفرد في هذه الحالة (قوله والالا) اى وان سلم معه اوقبله لايلزمه لانه مقتدفي هاتين الحالتين ح ....وفي شرح المنية عن المحيط ان سلم في الاولى مقارنا لسلامه فلاسهو عليه لانه مقتدبه وبعده يلزمه لانه منفرداه ثم قال فعلى هذا يرادبالمعية حقيقتهاوهونادرالوقوع الخ قلت يشيرالى ان الغالب لزوم السجود لان الغلب عدم المعية وهذامما يغفل عنه كثيرمن الناس فليتنبه له"......(ردالمحتار: ۱/۴۴۳)

" وان سلم على رأس الركعتين في الظهر على ظن انه اتمهاثم تذكر انه انماصلى ركعتين فقط يتمهاويسجدللسهو لانه سلم على ظن اتمام الاربع فيكون سلامه سهوا وان سلم على رأس الركعتين على ظن انها اى صلاته جمعة اوفجر استأنف صلاته لانه سلم عالمابانه صلى ركعتين فوقع سلامه عمدافيكون قاطعافلايبني"......(حلبي كبيري: ۳۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق کے لیے ایک نماز میں دو مرتبہ سجدہ سہو کرنے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ فرض نماز ظہر کی آخری دو رکعتوں میں شریک ہو گیا، لیکن امام سے نماز میں سہو ہو گیا تو امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا، اس شخص سے بقیہ دو رکعت ادا کرتے وقت بھی سہو ہو گیا تو پوچھنا یہ ہے کہ یہ شخص دوبارہ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اس شخص پر سجدہ سہو لازم آئے گا، کیونکہ وہ بعد میں منفرد ہے۔

"قوله(ولو سهافيه) أى فيمايقضيه بعدفراغ الامام يسجدثانيالأنه منفردفيه، والمنفرديسجدلسهوه وان كان لم يسجدمع الامام لسهوه ثم سهاهوايضاكفته سجدتان عن السهوين لأن السجودلايتكرروتمامه فى شرح المنية كذافى حاشية ابن عابدين"......(ردالمحتار ۲/ ۲۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

درود شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا:

مسئلہ نمبر(۱۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعت والی فرض نماز میں سے دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا؟ ازروئے شریعت مسئلہ کی وضاحت دلائل قاطعہ کے ساتھ مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں:

(۱) "اللهم صل علی محمد" تک پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) "وعلی آل محمد" تک پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۳) ایک رکن کی مقدار تاخیر ہونے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۴) ایک حرف بھی زائد پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

علامہ حلبیؒ نے شرح منیہ میں فرمایا ہے کہ" وعلی آل محمد" والی دوسری روایت جس کو قاضی امام نے ذکر کیا ہے اس پر اکثر فقہاء کرام کا عمل ہے اور یہی روایت اصح ہے اور علامہ خیر الدین رملیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دینے کو مناسب قرار دیا ہے۔

"فان زادعامداکره فتجب الاعادة اوساهیاوجب علیه سجودالسهواذاقال اللهم صل علی محمدفقط علی المذهب المفتی به اه قال ابن عابدینؒ قیل لایجب مالم یقل وعلی آل محمدذکره القاضی الامام وقیل مالم یؤخرمقداراداء رکن وقیل یجب ولوزادحرفاواحداوردالکل فی البحروذکران ماذکره المصنف هناهوالمختارکمافی الخلاصة واختاره فی الخانیة اه وصرح الزیلعیؒ فی السهوبانه الاصح. وکلام الحلبی فی شرح المنیة الکبیریقتضی ترجیحه ایضالکن ذکرفی شرحه الصغیران ماذکره القاضی الامام هوالذی علیه الاکثروهوالاصح قال الخیرالرملی فقداختلف التصحیح کماتری وینبغی ترجیح ماذکره القاضی الامام"......

(ردالمحتار: ۱/۳۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا گیا تو سجدہ سہو لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد سورت ملاتا ہے، لیکن آدھی ہوتی ہے اور یہ سوچتا ہے کہ رکوع میں جا کر بقیہ سورت رکوع میں پوری کرتا ہوں پھر اسے خیال آتا ہے کہ قرأت تو صرف کھڑے ہو کر ہی کرنی تھی، تو اب مسئلہ یہ ہے کہ رکوع میں کی جانے والی قرأت سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں نماز ہو جائے گی لیکن سجدہ سہو لازم ہوگا۔

"وکذالوقرأ آیة فی الرکوع اوالسجوداوالقومة فعلیه السهوکمافی الظهیریة

وغیرھا وعللہ فی المحیط بتاخیر رکن او واجب الخ"......(البحر الرائق: ۱۷۴/۲)

"وفی غریب الروایۃ :اذاقرأ قاعدا یعنی فی حالۃ التشھد فعلیہ السھو لان الموضع لیس بموضع القراءۃ وکذلک لوقرأ آیۃ فی رکوعہ اوسجودہ الخ"......(المحیط البرھانی: ۳۱۳/۲)

"ولوقرأ آیۃ فی الرکوع اوالسجود اوالقومۃ فعلیہ السھو"...... (حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورت فاتحہ کے بعد ضم سورت بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سورت فاتحہ کے بعد رکوع میں چلا جاتا ہے رکوع میں خیال آتا ہے کہ کوئی اور سورت نہیں پڑھی تو پھر اب کیا کرے واپس چلا جائے یا رکوع میں ہی سورت پڑھے یا دوبارہ سے پڑھے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ شخص قیام کی طرف واپس لوٹے، سورت پڑھے اور رکوع کا اعادہ کرے اور نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

"ولوترک السورۃ فتذکرھا فی الرکوع اوبعد الرفع منہ قبل السجود فانہ یعود ویقرأ السورۃ ویعید الرکوع وعلیہ السھو لانہ بقرأۃ السورۃ وقعت فرض فیرتفض الرکوع حتی لولم یعدہ فسدت صلاتہ"......(ردالمحتار: ۵۴۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ تیسری رکعت میں شریک ہوا لیکن امام کے سلام پھیرتے وقت اس شخص نے بھی سلام پھیر دیا اور سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر اس شخص نے بالکل امام کے ساتھ ساتھ یعنی متصل سلام پھیرا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر معمولی سی بھی تاخیر ہوگئی تو سجدہ سہو لازم آیگا، اور عموماً تاخیر ہو جاتی ہے، چنانچہ احتیاطاً سجدہ سہو کر لینا چاہیے۔

"قولہ(والمسبوق یسجدمع امامہ) قیدبالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام معہ ویسجدمعہ ویتشھد،فاذاسلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدافسدت والالاولاسجودعلیہ ان سلم سھواقبل الامام اومعہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفرداحینئذ"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو واجب ہو اور ادا نہ کیا جائے تو نماز واجب الاعادہ ہے:

مسئلہ نمبر(۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام چوتھی رکعت پڑھ کر پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا پھر اس کو یاد آیا تو وہ بیٹھ گیا لیکن اس کے ذمہ سجدہ سہو لازم ہوگیا تھا پھر بھی اس نے سجدہ سہو نہیں کیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی واضح فرمدیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں نماز واجب الاعادہ ہے، کیونکہ اگر سجدہ سہو لازم ہو اور ادا نہ کرے تو اس سے نماز واجب الاعادہ ہوگی، چنانچہ اگر نماز کا اعادہ نہیں کرتا تو ایسا شخص فاسق اور گنہگار ہوگا۔

"لھاواجبات لاتفسدبترکھاوتعادوجوبافی العمدوالسھوان لم یسجدلہ.........قولہ(ان لم یسجدلہ) ای للسھو"......(الدرمع الرد: ۱/ ۳۳۶)

"وان لم یعدھایکون فاسقا اثما"......(الدرعلی الرد: ۱/ ۳۳۷)

"وان سلم بنیۃ القطع من وجب علیہ السھوفھوفی الصلاۃ ان سجد للسھووالالاعندھماوھوالاصح"......(الھندیۃ: ۱/ ۱۲۹)

"قال فی الخلاصۃ وان سلم وھولایریدان یسجد لسھوہ لم یکن تسلیمہ

ذلک قطعا حتی لو بدأ له ان یسجدو هو فی مجلسه ذلک قبل ان یقوم و قبل ان یتکلم فانه یسجد سجدتی السهو فان تکلم او خرج من المسجد لاتاتی بهما"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں بھول کر درود شریف پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر آدمی چار رکعت نماز سنت مؤکدہ پڑھ رہا ہو لیکن دوسری رکعت میں التحیات کے بعد بھول کر درود شریف پڑھ چکا تو اس وقت اٹھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اگر ٹھیک ہے تو چوتھی رکعت میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر درود شریف پڑھ چکا ہو تب بھی وہ تیسری رکعت کے لیے اٹھے گا اور چوتھی رکعت میں سجدہ سہو کرے گا بلکہ درود شریف اگر مکمل نہ بھی پڑھا ہو اور صرف وعلی آل محمد تک پڑھا ہو پھر بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔

"وقدمنا عن القاضی الامام انه یجب مالم یقل و علی ال محمدو فی شرح المنیة الصغیر انه قول الاکثر و هو الاصح قال الخیر الرملی فقد اختلف التصحیح کما تری وینبغی ترجیح ما قاله القاضی الامام"...... (ردالمحتار: ۱/۵۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے تو سجدہ سہو ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیرے مگر کسی سے کلام یا کوئی عمل کثیر کرنے سے پہلے اسے فوراً یاد آجائے کہ نماز کی ایک رکعت یا دو رکعتیں رہتی ہیں تو کیا نماز دوبارہ شروع کرے یا اسی پر بنا کر کے بقیہ نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کی نماز سجدہ سہو کرنے سے درست ہوجائے گی اعادہ ضروری نہیں بشرطیکہ سلام بھول کر پھیرے اور کوئی ایسا عمل نہ پایا جائے جو مفسد صلاۃ ہو، البتہ اگر امام کے ساتھ قصداً سلام پھیرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس کو لوٹانا ضروری ہے اور نہ لوٹانے کی صورت میں مذکورہ شخص فاسق اور گنہگار ہوگا۔

"فی الهندية ولو سلم المسبوق مع الامام ينظران كان ذاكرالماعليه من القضاء فسدت صلاته وان كان ساهيالماعليه من القضاء لاتفسدصلاته لانه سلام الساهي فلايخرجه عن حرمة الصلاة كذافي شرح الطحاوي وفيه: ولوسلم على رأس الركعتين على ظن انهارابعة فانه يمضي على صلاته و يسجد للسهو كذا في فتاوى قاضيخان"......(الهندية : ١/٩٨)

"وان لم يعدها يكون فاسقا آثماً"......(الدرعلى الرد: ١/٣٣٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق پر امام کا سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہوجائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہوجائے تو وہ سجدہ سہو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا؟ ازراہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر مسبوق پر سجدہ سہو واجب ہوجائے تو سجدہ سہو ضرور کرے گا کیونکہ اب یہ منفرد کے حکم میں ہے۔ اور اگر سجدہ سہو واجب ہو اور نہ کرے تو نماز واجب الاعادہ ہے، چنانچہ اگر نماز کا اعادہ نہیں کیا تو فاسق اور گنہگار ہوگا۔

"وسيأتي ان المسبوق يتابع امامه في سجودالسهو، ثم اذاقام الى القضاء وسهافانه يسجدثانيافقدتكررسجودالسهو، واجاب عنه في البدائع بان

التکرارفی صلاۃ واحدۃ غیرمشروع وھماصلاتان حکماوان کانت التحریمۃ واحدۃ لان المسبوق فیمایقضی کالمنفردالخ"......(البحرالرائق: ۱۷۵/۲)

"والمسبوق یسجدلسھوہ فیمایقضی"......(الھندیۃ: ۱۲۹/۱)

"المسبوق اذالم یتابع الامام فی سجودالسھووسھافیمایقضی کفاہ سجدتان......ولوتابع الامام فی سجودالسھووسھافیمایقضی کفاہ یسجدلسھوہ"......(قاضیخان: ۱۲۴/۱)

"وان لم یعدھا یکون فاسقا آثما"......(الدرعلی الرد: ۳۳۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قصداً نماز میں واجب چھوڑنے سے نماز واجب الاعادہ ہے:

مسئلہ نمبر(۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیانماز کے اندرکوئی عمداً واجب کوچھوڑدے تو آیااس سے اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یانہیں؟اگر فاسد نہیں ہوتی تو کیا آخر میں سجدہ سہوکرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ سجدہ سہوکسی واجب کوسہواً چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے قصداً چھوڑنے کی وجہ سے سجدہ سہوواجب نہیں ہوتا بلکہ نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے،لہٰذااس صورت میں سجدہ سہوکرنے سے نماز درست نہ ہوگی بلکہ اس نماز کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) واجب ہے اگراس نماز کا اعادہ نہ کیاتوفاسق اورگنہگار رہوگا۔

"(ولھاواجبات) لاتفسد بترکھاوتعادوجوبافی العمدوالسھوان لم یسجدلہ وان لم یعدھایکون فاسقاواثما"......(الدرعلی الرد: ۳۳۶/۱،۳۳۷)

"وظاھرکلام النجم الغفیرانہ لایجب السجودفی العمدوانماتجب الاعادۃ اذاترک واجباعمداجبرالنقصانہ.وذکرالولوالجی فی فتاواہ ان الواجب اذاترکہ عمدالاینجبربسجدتی السھولانھماعرفتاجابرتین بالشرع والشرع

وردحالة السهو وجعلهمامثلا،لهٰذا الفائت لافوقه لان الشئ لايجبر بمافوقه والنقصان المتمكن بترک الواجب عامدافوق النقصان المتمكن بتركه ساهياوهذا الجابر اذاكان مثلا للفائت سهواكان ادون من الفائت عمدا والشيء لايجبر بماهو دونه و حاصله ان الملائمة بين السبب والمسبب شرط والعمدجناية محضة والسجدة عبادة فلاتصلح سببالها الخ"......
(البحر الرائق: ۲/ ۱۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں سورت فاتحہ اوردوسری سورت میں سے کوئی ایک یادونوں چھوڑنا:

مسئلہ نمبر (۱۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یاسورت کی جگہ دعائے قنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر دعائے قنوت سورت فاتحہ سے قبل پڑھی ہے تو اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں بغیر سجدہ سہو کے نماز درست ہوگئی اور سورت فاتحہ یا سورت میں سے ایک کو بالکل پڑھا ہی نہیں تو ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا ہوگا اور اگر دونوں کو ترک کردیا اور رکوع میں چلا گیا یا ان کی جگہ صرف دعا پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی دوبارہ پڑھے کیونکہ مطلق قرأت فرض ہے اور فرض کے ترک سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

"وان افتتح الصلاة فقرأ التشهدفي قيامه قبل ان يشرع في قرأة الفاتحة عامدا اوساهيالاسهو عليه اه"......(قاضي خان هامش على الهندية: ۱/ ۱۲۲)
"وفي الهندية (منها) قرأة الفاتحة والسورة اذاترک الفاتحة في الاوليين اواحداهمايلزمه السهووفيه ايضا،ولوقرأ الفاتحة وحدهاوترک السورة يجب عليه سجودالسهواه"......(الهندية : ۱/ ۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام پانچویں رکعت کا رکوع کرنے سے قبل بیٹھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۱۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعت کی نماز میں امام پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا، لیکن پھر یاد آنے پر دوبارہ بیٹھ گیا اس کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ ازراہ کرم قرآن وسنت کی واضح دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں امام پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

"وان سهاعن القعدة الاخيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة ما لم يسجدلان فيه اصلاح صلاته....والغى الخامسة لانه رجع الى شئ محله قبلهافيرتفض وسجد للسهو"......(هداية: ١/١٦٦)

"ولوقام فى الصلاة الرباعية الى الركعة الخامسة اوقعدبعدرفع رأسه من السجودفى الركعة الثالثة اوقام الى الرابعة فى المغرب اوالثالثة....يجب عليه سجودالسهو"......(حلبى كبيرى: ٣٩٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں سورتوں کو بغیر ترتیب کے پڑھنے سے سہو واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر(۱۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سورتیں کس ترتیب کے ساتھ پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو ترتیب قرآن مجید میں سورتوں کی ہے نماز میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ پڑھنا واجب ہے البتہ یہ واجبات نظم القرآن میں سے ہے، لہٰذا تقدیم وتاخیر پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

"وفى التجنيس لوقرأ سورة ثم قرأ فى الثانية سورة قبلهاساهيالايجب عليه السجودلان مراعاة ترتيب السورمن واجبات نظم القرآن لامن واجبات الصلاة فتركهالايوجب سجودالسهو"...... (البحرالرائق: ٢/١٦٧)

" قال فی الدر :وان یقرأ منکوسا الا اذاختم فیقرأ من البقرۃ.(قولہ وان یقرأ منکوسا) بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مماقرأ فی الاولی لان ترتیب السورفی القرأۃ من واجبات التلاوۃ"......(الدرمع الرد: ۱/۳۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد منفرد کی طرح ہے:

مسئلہ نمبر(۱۹۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہواتوامام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ پہلی رکعت پڑھنے لگا کہ ایساعمل ہوگیا کہ جس سے سجدہ سہوآتا ہے کیا یہ سجدہ سہوکرے گایااس کی یہ رکعت بھی امام صاحب کے ساتھ شمارہوگی جس کی وجہ سے سجدہ سہونہیں ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرمسبوق مقتدی نے امام کے سلام کے بعد پڑھی جانے والی رکعت کے اندرایساعمل کیاجس سے سجدہ سہوواجب ہوتاہے تو مقتدی کوسجدہ سہوکرناواجب ہے کیونکہ وہ منفرد کی طرح ہے۔

"واما المسبوق اذاسہافیمایقضی وجب علیہ السہولانہ فیمایقضی منزلۃ المنفردالاتری انہ یفترض علیہ القراءۃ"......(بدائع الصنائع: ۱/۴۲۰)

"والمسبوق فی الحکم کانہ منفردولھذاکان علیہ القراءۃ فیمایقضی ولوسہافیمایقضی کان علیہ السہو"......(المحیط:۲/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق مقتدی امام کے ساتھ سلام پھیردے توکیاحکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگرامام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیردیابعد میں پتہ چلاکہ میری ایک رکعت رہتی ہے کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہوگیایااس کویادآتے ہی باقی نمازاداکرے گا؟رکعت پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہوواجب ہوگایاکہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مسبوق نے اگر سلام پھیرنے کے بعد عمل کثیر کرلیا تو نماز سے خارج ہوگیا اگر عمل کثیر نہیں کیا تو نماز سے خارج نہیں ہوا رکعت یاد آنے کی صورت میں ادا کرے گا، اور رکعت پڑھنے کی صورت میں اگر اس نے سلام امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ہی پھیرا تھا تو مسبوق پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے، اکثر و بیشتر مقتدی امام کے بعد سلام پھیرتا ہے چنانچہ احتیاطاً سجدہ سہو کرلینا چاہیے۔

"المسبوق اذاسلم مع الامام ساھیاومسح یدیه علی وجهه بعدالسلام کمایفعل ذلک فی العادة ثم تذکر لیس له ان یبنی لان مسح الیدین علی الوجه عمل کثیر من رآه یظنه خارج الصلاة وھذاھوحدالعمل الکثیر فیصیر خارجامن الصلاة"......(المحیط:۱۱۲/۳)

"ولایسلم اذاسلم الامام لان السلام للخروج عن الصلاة وقدبقی علیه ارکان الصلاة فاذاسلم مع الامام فان کان ذاکر الماعلیه من القضاء فسدت صلاته لانه سلام عمدوان لم یکن ذاکرالاتفسد لانه سلام سھوفلم یخرجه عن الصلاة.وھل یلزمه سجودالسھولاجل سلامه ینظران سلم قبل تسلیم الامام اوسلمامعالایلزمه لان سھوه سھوالمقتدی و سھوالمقتدی متعطل وان سلم بعدتسلیم الامام لزمه لان سھوه سھوالمنفردفیقضی مافاته ثم یسجد للسھوفی آخرصلاته"......(بدائع الصنائع: ۲۲۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

واجب عمداً نماز میں چھوڑنے سے سجدہ سہو کافی نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی نے نماز میں کوئی واجب عمداً چھوڑ دیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی یا اعادہ کرنا واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرنماز میں کوئی واجب عمداً چھوڑ دیا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔

"وظاهر كلام الجم الغفير انه لايجب السجود في العمد وانماتجب الاعادة جبراًلنقصانه كذافي البحر الرائق اه"......(الهندية : ۱/۱۲۶)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ میں تشہد کی بجائے کوئی سورت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قعدہ میں التحیات کی جگہ سورت فاتحہ پڑھ لی تو کیا سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر قعدہ میں التحیات کے بجائے سورت فاتحہ یا کوئی اورسورت بھول کر پڑھ لی تو سجدہ سہو کرلینے سے نماز صحیح اوردرست ہوجائے گی۔

"واذاقرأ الفاتحة مكان التشهدفعليه السهو كذا لک اذاقرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو كذاروى عن ابى حنيفةؒ اه"......(الهندية : ۱/۱۲۷)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق اگر سہواً امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام پھیردے تو سجدہ سہو واجب نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۰۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ظہر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اورآخر میں سہواً امام کے ساتھ سلام پھیردیا، پھر یادآنے پر کھڑا ہوگیا تو آیا ایسے شخص پرسجدہ سہو ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مذکورہ شخص نے امام سے پہلے یاامام کے ساتھ سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے اوراگر امام

کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا تو اس صورت میں اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

"(ومنها) انه لو سلم مع الامام ساهيا او قبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده لزمه. كذا في الظهيرية هو المختار"......(الهندية : ۱/۹۱)

" لها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوبا في العمد والسهو ان لم يسجد له......قوله (ان لم يسجد له) اى للسهو"......(الدر مع الرد: ۱/۳۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو واجب نہ ہو اور ادا کیا جائے تو نماز صحیح ہوگی:

مسئلہ نمبر (۲۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے امام کے ساتھ دائیں طرف کو سلام پھیرا اس کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی ایک رکعت پڑھنی ہے تو اس کے بعد میں نے رکعت بھی پڑھ لی اور سجدہ سہو بھی کر لیا، کیا میرے ذمہ سجدہ سہو لازم تھا؟ اگر سجدہ سہو لازم نہیں تھا اور میں نے کر لیا تو ایسی صورت میں میری نماز ہوگئی یا دوبارہ لوٹانی پڑے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں بھولے سے سلام پھیرا ہے، لہٰذا آپ کی نماز ہوگئی امام کے سلام سے پہلے یا امام کے سلام کے ساتھ ہی سلام پھیرا ہے تو سجدہ سہو لازم نہیں ہاں اگر امام کے بعد سلام پھیرا تھا تو سجدہ سہو لازم ہے، نیز سجدہ سہو لازم نہ ہونے کی صورت میں سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر ایسا نہیں کرنا تھا، لہٰذا نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اگر سجدہ سہو میں بھول واقع ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

"السهو في سجود السهو لا يوجب السهو لانه لا يتناهى كذا في التهذيب"......(الهندية : ۱/۱۳۰)

"(ومنها) انه لو سلم مع الامام ساهيا او قبله لا يلزمه سجود السهو وان سلم بعده لزمه. كذا في الظهيرية هو المختار"......(الهندية : ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو واجب ہوجائے تو امام کے ساتھ مسبوق بھی ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر(۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) نماز میں آخری رکعت میں تشہد اور درود شریف کے بعد "رب اجعلنی مقیم الصلاۃ الخ " والی دعا پڑھنا ضروری ہے یا کوئی اور قرآنی آیات یا مسنون دعا پڑھی جا سکتی ہے؟ نمونہ کے لیے چند دعائیں ذکر فرمائیں؟

(۲) کیا مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا یا ویسے بیٹھے گا؟

(۳) امام کی نماز سے اپنی نماز کی طرف یہ انتقال واجب ہے یا سنت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مذکورہ دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی بھی دعا پڑھ سکتا ہے مثلاً" اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا الخ "اور" ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الخ"وغیرہ۔

"فاذا فرغ من الصلاة على النبی ﷺ......ثم یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة الخ كذا فی الخلاصة. ومن الادعية المأثورة ماروی عن ابی بکرؓ انه قال لرسول الله ﷺ علمنی دعاء ادعو به فی صلاتی فقال اللهم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا الخ كذا فی النهاية......ویستحب ان یقول المصلی بعدذکر الصلاة فی آخر الصلاة رب اجعلنی مقیم الصلاة الخ كذا فی التتارخانية ناقلا عن الحجة"......(الهندية : ۱/۷۶)

(۲) مسبوق امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔

"(والمسبوق یسجد مع امامه مطلقا) سواء كان السهو قبل الاقتداء اوبعده ثم یقضی مافاته"......(الدر علی الرد: ۱/۵۴۹)

(۳) امام کی نماز سے اپنی نماز کی طرف انتقال واجب ہے حتیٰ کہ اگر مسبوق نے جان بوجھ کر سلام پھیر دیا اور قضاء مافات کے لیے کھڑا نہ ہوا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

"فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان كان عامدا فسدت

والالاولاسجودعلیه ان سلم سهواقبل الامام اومعه وان سلم بعده لزمه لکونه منفرداحینئذ"...... (ردالمحتار: ۱/ ۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ فرض ہے اگر چھوٹ جائے تو فرض نماز باطل ہوجائیگی:

مسئلہ نمبر(۲۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دو رکعت نماز کی نیت کرلیتا ہے نماز خواہ فرض ہو یا نفل اس آدمی نے دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنا تھا لیکن بھول کی وجہ سے وہ تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور اس کو تیسری رکعت میں رکوع یا سجدے کے بعد یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اب اس نے چوتھی رکعت بھی ساتھ ملادی آیا اس آدمی کی نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس آدمی کی یہ نماز فرض تھی تو اس کی فرضیت باطل ہو کر نفل ہوجائے گی اس لیے کہ قعدہ اخیرہ فرض تھا اور اس نے چھوڑ دیا اور آخر میں سجدہ سہو نہ کرے اور اگر اسکی یہ نماز نفل تھی تو چوتھی رکعت کے ملانے اور سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز درست ہوجائے گی۔

"واذالم یقعدقدرالتشهدفی الفجربطل فرضه بترک القعودعلی الرکعتین"...... (الهندیة: ۱/ ۱۲۹)

"(وقال فی بیان مذهب الحنفیة) السبب الثانی من اسباب سجودالسهوان یسهوعن القعودالاخیرالمفروض ویقوم وحکم هذه الحالة ان یعودویجلس بقدرالتشهدثم یسلم ویسجدللسهولانه اخرالقعودالمفروض عن محله فاذامضی فی الصلاة وسجدقبل ان یجلس انقلبت صلاته نفلابمجردرفع رأسه من السجدة ویضم الیهارکعة سادسة ولوکان فی صلوة العصر و لا یسجد للسهو فی هذه الحالة علی الاصح لان انقلابه نفلایرفع سجودالسهوبخلاف مالوکان نفلامن الاصل فانه یسجدله وعلی کل حال فیکون ملزمابإعادة الفرض الذی انقلب نفلا"......(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة: ۱/ ۳۹۸)

"ولم یذکر المصنف سجود السہو لان الاصح عدمہ لان النقصان بالفساد لاینجبر بالسجود الخ"......(البحر الرائق: ۱۸۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید الاضحیٰ کے دوران اگر امام صاحب پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد تین تکبیرات کہہ کر قرأت سے پہلے ہی رکوع میں چلا جائے ایک یا دو مقتدیوں کے اللہ اکبر کہنے پر واپس نہ لوٹے چند اور مقتدیوں کے کہنے پر واپس لوٹے اور قرأت شروع کر دے پھر آخر میں سجدہ سہو کرے تو کیا نماز ہو جائے گی حالانکہ ایک رکعت میں تو رکوع کے ہونے سے رکوع میں تسبیح نہ پڑھی ہو تو کیا نماز ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہوگئی ہے اعادہ ضروری نہیں نیز عیدین اور جمعہ میں مجمع کثیر ہوتا ہے جس کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے سے انتشار اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔

"ومنها رعایة الترتیب.....ولو قدم الرکوع علی القرأة لزمه السجود لکن لایعتد بالرکوع فیفرض اعادته بعد القرأة کذا فی البحر الرائق"...... (الهندیة: ۱۲۷/۱)

"اکثر المشائخ علی ان سجود السهو یجب بستة اشیاء بتقدیم رکن،وبتاخیر رکن وبتکرار رکن وبتغیر واجب وبترک واجب وبترک سنة،یضاف الی جمیع الصلاة اما تقدیم الرکن نحو ان یرکع قبل ان یقرأ او یسجد قبل ان یرکع"......(التتارخانیة جدید: ۳۸۸،۳۸۷/۲)

"ومن سها عن فاتحة الکتاب فی الاولی او فی الثانیة وتذکر بعد ما قرأ بعض السورة یعود فیقرأ بالفاتحة ثم بالسورة قال الفقیه ابو اللیث یلزمه

سجودالسهو.....وفي الخلاصة اذاركع ولم يقرأ السورة رفع رأسه وقرأ السورة واعادالركوع وعليه السهوهوالصحيح كذافي التاترخانية"......
(الهندية : ۱/۱۲۶)

"ولايأتي الامام بسجودالسهوفي الجمعة والعيدين) دفعاللفتنة بكثرة الجماعة وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة وفسادالصلاة بتركه" ......
(حاشية الطحطاوی مع مراقی الفلاح: ۴۶۵)

"(بكثرة الجماعة)الباء للسببية وهي متعلقة بقوله للفتنة واخذ العلامة الواني من هذه السببية ان عدم السجودمقيدبما اذاحضرجمع كثيرامام اذا لم يحضروافالظاهرالسجودلعدم الداعي الى الترک وهوالتشويش"......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۴۶۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہوواجب تھااورادانہ کیاتوکیاحکم ہے:

مسئلہ نمبر(۲۰۷): نمازمیں امام چوتھی رکعت کے بعدکھڑاہوگیاپھرلوگوں نے لقمہ دیاپھربیٹھ گیااورپھرسجدہ سہوبھی نہیں کیا،کیانمازہوگئی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ سوال میں سجدہ سہوواجب تھااس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نمازلوٹاناواجب ہے،اوراگرنمازکااعادہ نہیں کیاتوگنہگارہوگا۔

"قوله:يجب له للسهوالاتي بيانه في قوله بترک واجب سهواح وذكرفي المحيط عن القدوری انه سنة وظاهرالرواية الوجوب وصححه في الهداية وغيرها،لانه لجبرنقصان تمكن في الصلاة فيجب كالدماء في الحج ويشهدله الأمربه في الاحاديث الصحيحة والمواظبة عليه وظاهركلامهم انه لولم يسجدياثم بترک الواجب ولترک سجودالسهوبحروفيه نظربل يأثم

لترک الجابر فقط اذلا اثم علی الساهی نعم هوفی صورة العمدظاهر ،وینبغی ان یرتفع هذا الاثم باعادتهانهر"......(ردالمحتار: ۵۴۵/۱)

"وان لم یعدها فاسقا اثماً"......(الدرعلی الرد: ۳۳۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو کے بارے میں دومسئلے:

مسئلہ نمبر(۲۰۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) ایک شخص نے فرض نماز میں تیسری یاچوتھی رکعت میں سورت ملادی آیااس پرسجدہ سہوواجب ہوایانہیں؟

(۲) اگرسجدہ سہوواجب نہیں ہوااوراس آدمی نے کردیاتواس میں نماز ہوگئی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص پرسجدہ سہوواجب نہیں ہے نیزسجدہ سہو(باوجودواجب نہ ہونے کے) کرنے سے نمازاداہوجائے گی۔

"ولوضم السورة الی الفاتحة فی الاخریین لاسهوعلیه فی الاصح"......(البحر: ۱۶۷/۲)

"اذاظن الامام ان علیه سهوافسجدللسهووتابعه المسبوق فی ذلک ثم علم ان الامام لم یکن علیه سهوفیه روایتان، واختلف المشائخ لاختلاف الروایتین(وأشهرهما ان صلاة المسبوق یفسدوقال الامام ابوحفص الکبیر لایفسدوالصدرالشهید اخذبه فی واقعاته وان لم یعلم الامام ان لیس علیه سهولم یفسدصلاة المسبوق عندهم جمیعا"...... (خلاصة الفتاوی: ۱۶۲/۱، ۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار رکعات فرض پڑھ رہا ہو اور وہ بھول کر دوسری رکعت کے قعدہ میں سلام پھیر دے تو اس کی چار رکعات صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر اس شخص نے کوئی منافی صلوٰۃ عمل نہ کیا ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑا ہو جائے اور اپنی باقی دو رکعتیں مکمل کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

"سلم مصلی الظهر مثلا علی رأس الرکعتین توهما اتمامها، اتمها اربعا و سجد للسهو لان السلام ساهیا لایبطل لانه دعاء من وجه اه"......

(الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱/ ۵۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"اللهم صل علی" تک درود پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۲۱۰): اگر کوئی شخص پہلے قعدہ میں بیٹھ گیا تشہد کے لیے اب پھر "اللهم صل علی" تک تشہد پڑھ لیا پھر یاد آیا کہ یہ تو پہلا قعدہ ہے اب وہ کھڑا ہوا تو آیا اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اس حالت میں جب کہ اس نے "اللهم صل علی" پڑھا ہے اس سے آگے نہیں پڑھا ہے تو اس پر سجدہ سہو نہیں آئے گا۔

"ولو کرر التشهد فی القعدة الاولی فعلیه السهو کذا لو زاد علی التشهد الصلاة علی النبی ﷺ کذا فی التبیین وعلیه الفتویٰ کذا فی المضمرات واختلفوا فی قدر الزیادة فقال بعضهم یجب علیه سجود السهو بقوله اللهم صل علی محمد وقال بعضهم لایجب علیه حتی یقول وعلی آل محمد والاول اصح"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/ ۱۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام سہواً کھڑا ہو گیا پھر مقتدی کے لقمے پر بیٹھ گیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کی نماز باجماعت تھی امام صاحب درمیانی قعدہ بھول کر کھڑے ہو گئے بقول امام صاحب کے الحمد شریف شروع کر چکا تھا، کچھ مقتدی بیٹھے رہے کچھ مقتدی کھڑے ہو گئے بیٹھنے والے مقتدیوں میں سے ایک نے اللہ اکبر کا لقمہ دیا اور پھر امام صاحب بیٹھ گئے، تشہد مکمل کر کے دوبارہ نماز پوری کی بعد میں سجدہ سہو بھی کر لیا، نماز ہو گئی ہو گی، مگر سنت طریقہ کیا ہونا چاہیے تھا؟ جب کہ امام صاحب کہتے ہیں کہ یہی طریقہ ہے۔

(۲) عشاء کی نماز کے بعد لوگ جماعت سے فارغ ہو کر اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور ادھر ہی درس شروع ہو جاتا ہے، کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز میں خلل پڑتا ہے، آپ الگ سائیڈ پر جا کر درس کا عمل کر لیں، درس والے کہتے ہیں کہ آپ الگ جا کر نماز پڑھ لیں، لڑائی کا بھی ڈر ہے، سنت عمل سے نوازیں۔

(۳) حدیث بخاری شریف کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اذان کے الفاظ دوہرے ہیں اور اقامت کے الفاظ اکہرے ہیں اور ہم تو دوہرے ہی پڑھتے ہیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر نمازی بھولے سے قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت کے لیے مکمل کھڑا ہو جائے یا کھڑے ہونے کے قریب ہو تو اسے کھڑے ہو جانا چاہیے، قعدہ کے لیے واپس نہ ہونا چاہیے، اور وہ نماز پوری کرنی چاہیے اور آخر میں سجدہ سہو کرنا چاہیے، البتہ اگر امام تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر مقتدیوں کے ٹوکنے پر "الـــحـــمـــد" شروع کرنے کے بعد غلطی سے قعدہ میں واپس لوٹ آئے اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تو نماز بہر حال درست ہو گئی، البتہ آئندہ اس طریقہ پر عمل نہیں کرنا چاہیے، چنانچہ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

"وان استقام قائما لایعود لاشتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعدذالک تفسدصلوته لرفض الفرض لمالیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئا ویسجدلتاخیر الواجب "......(درمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۸۴)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"(قوله کماحققه الکمال) ای بماحاصله ان ذلک وان کان لایحل لکنه

بالصحة لایخل لماعرف ان زیادة مادون رکعة لایفسد وقواه فی شرح المنیة بماقدمناه آنفا عن القنیة فانه یفید عدم الفساد بالعود وایده فی البحر ایضا بمافی المعراج عن المجتبیٰ لو عاد بعدالانتصاب مخطئا قیل یتشهد لنقضه القیام والصحیح لابل یقوم ولاینتقض قیامه بقعودلم یؤمر به کمن نقض الرکوع لسورة اخری لاینتقض رکوعه اه وبحث فیه فی النهر فراجعه (قوله وهوالحق بحر) کان وجهه مامر عن الفتح اومافی المبتغی من ان القول بالفساد غلط لانه لیس بترک بل هو تاخیر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۵۰،۵۵۱)

نیز فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویجب اذاقعد فیمایقام اوقام فیمایجلس فیه وهوامام اومنفرد ارادبالقیام اذااستتم قائما اوکان الی القیام اقرب فانه لایعود الی القعدة هکذا فی فتاویٰ قاضی خان وسجد للسهو"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۷)

(۲) نمازِ عشاء کے بعد مسجد میں نماز پڑھنے اور درس کے سلسلہ میں دونوں قسم کے حضرات کو ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیئے، درس والے حضرات کو چاہیئے کہ مسجد کے ایک کونہ کو درس کے لئے مقرر کرلیں تاکہ نمازیوں کی نماز میں خلل نہ پڑے، اسی طرح درس ذرا تاخیر سے شروع کریں کہ نمازی اپنی نماز مکمل کر کے شریک درس ہوسکیں، نیز نماز پڑھنے والوں کو بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیئے کہ درس کا وقت ہو جائے تو اپنی نماز ذرا مؤخر کر کے درس میں شریک ہو جائیں، درس کے بعد نماز مکمل کرلیں، یا مسجد کے ایک کونہ میں نماز پڑھیں کہ درس کی وجہ سے ان کی نماز میں خلل نہ پڑے۔

(۳) اذان واقامت کے الفاظ کے بارے میں حضور ﷺ کے زمانے میں دو قسم کا عمل ثابت ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات دو مرتبہ دوہراتے تھے، جب کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی اذان کے بارے میں احادیث میں مذکور ہے کہ وہ اذان میں شہادتین کو چار مرتبہ دوہراتے تھے، اسی طرح اقامت کے بارے میں بھی مختلف اوقات میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف طریقہ کار مذکور ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ہی اقامت کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اقامت کے الفاظ کو دو دو مرتبہ دوہراتے تھے، اسی طرح حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے اذان کے

انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے ،ان مختلف احادیث کو پڑھ کر کوئی فیصلہ کرنا یا ذہن میں کوئی وسوسہ لانا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں ،قرآن وحدیث کے علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے علماء نے ان تمام امور کو اپنی کتب میں کھول کر بیان کردیا ہے، تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی وسوسہ نہ ڈال سکے ،اقامت کے بارے میں ائمہ اربعہ نے اپنے اپنے متبعین کے لیے راستہ متعین کردیا ہے ،حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اقامت کے دس کلمات ہیں ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک اقامت کے گیارہ کلمات ہیں ،جب کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق اقامت کے سترہ کلمات ہیں، نیز اقامت میں ایتار کے حکم کے باوجود شوافع بھی اقامت کے اول وآخر میں تکبیر کے الفاظ کو دو دو مرتبہ پڑھتے ہیں، اور علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ اقامت میں تکبیر کے الفاظ کو دو دو مرتبہ پڑھنے کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اقامت کے اول وآخر میں تکبیر کے الفاظ کو ایک سانس میں پڑھنے سے ایتار یعنی اکہرے کے حکم پر عمل ہوجائے گا ،اسی طرح احناف کہتے ہیں کہ اقامت کے تمام الفاظ کو باہم ملاکر ایک ایک سانس میں پڑھا جائے تو دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہوسکتا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد میں ہے۔

”حدثنا حسن بن علی حدثنا عفان وسعید بن عامر وحجاج والمعنی واحد قالوا حدثنا همام حدثنا عامر الاحول حدثنی مکحول ان ابن محیریز حدثه ان ابامحذورة رضی الله عنه حدثه ان رسول الله ﷺ علمه الاذان تسع عشرة کلمة والاقامة سبع عشرة کلمة ......والاقامة الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر اشهدان لااله الاالله اشهدان لااله الاالله اشهد ان محمدارسول الله اشهدان محمدا رسول الله حی علی الصلوة حی علی الصلوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح قدقامت الصلوة قدقامت الصلوة الله اکبر الله اکبر لااله الاالله“......(سنن ابی داؤد: ۱/۸۴)

سنن ترمذی میں مروی ہے۔

”عن عبدالله بن زید رضی الله عنه قال کان اذان رسول الله ﷺ شفعا شفعافی الاذان والاقامة ......وقال شعبة عن عمروبن مرة عن عبدالرحمن بن ابی لیلی ان عبدالله بن زید...... رأی الاذان فی المنام وهذا اصح من حدیث ابن ابی لیلی وعبدالرحمن بن ابی لیلی لم یسمع من عبدالله بن زید وقال

بعض اهل العلم الاذان مثنى مثنى والاقامة مثنى مثنى وبه يقول سفيان الثورى وابن المبارک واهل الكوفة "......(جامع الترمذى: ۱/۱۴۷)

نیز علامہ انورشاہ الکشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"وعندمالک رحمه الله تعالى الاقامة ايضامرة فينبغى عندمالک رحمه الله تعالى عشر كلمات وعندالشافعى واحمد رحمهماالله تعالى احدى عشر كلمة وعندناسبعة عشر كلمة ولنافيه ماروى عن ابى محذورة فانه كان يقيم مثنى مثنى وكذالک كانت اقامة الملک عندابى داؤد......بقيت الاقامة فهى عندابى محذورة والملک النازل مثنى مثنى وعندبلال بالايتار وثبت عنه مثنى ايضا"......(فيض البارى: ۱۶۱،۱۶۰/۲)

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری فرماتے ہیں

"كذالک ماروا ه ابن خزيمة فى صحيحه ولفظه فعلمه الاذان والاقامة مثنى مثنى وكذلک رواه ابن حبان "......(حاشية صحيح البخارى: ۱/۸۵)

نیز علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں۔

"ان المختار الذى عليه الجمهور ان الاقامة احدى عشرة كلمة منهاالله اكبر الله اكبر اولا وآخر اوهذاتثنية فالجواب ان هذا وان كان صورة تثنية فهوبالنسبة الى الاذان افراد ولهذا قال اصحابنا يستحب للمؤذن ان يقول كل تكبيرتين بنفس واحدفيقول فى اول الاذان الله اكبر الله اكبربنفس واحد ثم يقول الله اكبر الله اكبر بنفس آخر"......(شرح صحيح مسلم للنووى: ۱۶۴، ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام چوتھی رکعت میں بھول کر کھڑا ہوگیا پھر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں امام چوتھی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد کھڑا ہوگیا پھر لوگوں نے متنبہ کیا تو بیٹھ گیا اور پھر سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسئولہ صورت میں سجدہ سہو واجب تھا اس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے نماز کا لوٹانا واجب ہے۔

"لهاواجبات لاتفسدبتركها وتعادوجوبافي العمدوالسهوان لم يسجدله وان لم يعدها يكون فاسقاآثما"......(درمع الرد : ۳۳۶،۳۳۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بعد میں آنے والا مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا:

مسئلہ نمبر(۲۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے اور ان پر سجدہ سہو واجب ہو گیا پھر ایک مقتدی نماز میں ان کے ساتھ شامل ہوا جو کہ اس رکعت میں شامل نہ تھا جس میں امام پر سجدہ سہو واجب ہوا تھا تو جب امام سجدہ سہو کرے تو اس مقتدی کو ان کے ساتھ سجدہ سہو کرنا چاہیے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جو مقتدی بعد میں امام کے ساتھ آ کر نماز میں شریک ہوا ہے وہ بھی امام کی اتباع کرتے ہوئے سجدہ سہو کرے گا۔

"ولايشترط ان يكون مقتديابه وقت السهوحتى لوادرك الامام بعدماسها يلزمه ان يسجدمع الامام تبعاله "......(فتاوىٰ الهندية: ۱۲۸/۱)

"وفي التهذيب اذادخل المؤتم بعدماسهاالامام سجدمع الامام "......(فتاوىٰ التاتارخانيةجديد: ۲/۳۰۳)

"وكذلك المسبوق يسجدلسهوالامام سواء كان سهوه بعدالاقتداء به اوقبله بان كان مسبوقا بركعة وقدسهاالامام فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/۴۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیردے تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مقتدی نے امام صاحب کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیردیا، اور بعد میں پتہ چلا کہ میری ایک رکعت رہتی ہے، کیا یہ مقتدی نماز سے خارج ہوگیا، یا اس کو یادآتے ہی باقی نماز ادا کرے گا، رکعت پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ شرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے اور پھر اس کو یادآتے ہی فوراً کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں نماز ہوجائے گی ،البتہ سجدہ سہو واجب ہوگا ،اوراگر امام کے ساتھ سلام پھیردے تو سجدہ سہو نہیں ہے۔

”ولوسلم ساهيا ان بعدامامه لزمه السهو والالا (قوله ولوسلم ساهيا)قيدبه لانه لوسلم مع الامام على ظن ان عليه السلام معه فهوسلام عمدا فتفسد كما في البحر عن الظهيرية(قوله لزمه السهو) لانه منفرد في هذه الحالة ح(قوله والالا) اى وان سلم معه اوقبله لايلزمه لانه مقتدفي هاتين الحالتين ح وفي شرح المنية عن المحيط ان سلم في الاولىٰ مقارنا لسلامه فلاسهو عليه لانه مقتدبه وبعده يلزم لانه منفرداه ثم قال فعلي هذا يرادبالمعية حقيقتها وهونادرالوقوع اه قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجودلان الاغلب عدم المعية وهذا ممايغفل عنه كثيرمن الناس فليتنبه له “......(الدرمع الرد : ۱/۴۴۳)

”ومنهالوسلم مع الامام ساهيا اوقبله لايلزمه سجودالسهو وان سلم بعده لزمه كذافي الظهيرية هوالمختار كذافي جواهر الاخلاطي وان سلم مع الامام على ظن ان عليه السلام مع الامام فهوسلام عمداً فتفسد كذافي الظهيرية “ ......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا سلام پھیر لیا، تو اب امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی لیکن اب ان کو توبہ واستغفار لازم ہے۔

"ولو تلاها في الصلوة سجدها فيها لاخارجها لمامر وفي البدائع واذا لم يسجد اثم فتلزمه التوبة قوله واذا لم يسجد اثم الخ افادانه لايقضيها قال في شرح المنية وكل سجدة وجبت في الصلاة ولم تؤد فيها سقطت اى لم يبق السجود لها مشروعا لفوات محله "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۷۰)

"ولم تقض الصلاتية خارجها لان لها مزية فلاتتادى بناقص وعليه التوبة لأثمه بتعمد تركها (قوله لان لها مزية) اى مزية الصلاة فلاتتادى بالسجود خارجها لانه انقص من السجود فيها"......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح : ۴۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام پر سجدہ سہو لازم تھا اس نے نہیں کیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام پر سجدہ سہو لازم ہو جائے اور وہ سلام پھیر کر نماز ختم کرے تب اس کو پتہ چلے کہ میرے اوپر تو سجدہ سہو لازم تھا تو یہ پوچھنا ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟ یعنی کیا وہ نماز کا اعادہ کرے گا یا نہیں؟ اگر کرے گا تو مسبوقین کیا کریں گے؟ سلام پھیر کر اس کے ساتھ دوبارہ نماز میں شریک ہوں گے یا اپنی نماز مکمل کریں گے اور بعد میں آنے والوں کی اقتداء اس امام کے پیچھے اس نماز میں جس کا امام اعادہ کر رہا ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال سجدہ سہو نہ کرنے کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہے جو کہ نفل ہے تو اقتداء مفترض کا متنفل کے پیچھے لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے، لہذا مسبوقین اور نو وارد اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔

"والمختار ان المعادة لترک واجب نفل جابر والفرض سقط بالاولیٰ لان الفرض لایتکرر کمافی الدر وغیرہ"......(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی : ۲۴۸)

"(قوله والمختار انه) ای الفعل الثانی جابر للاول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالاول يخرج عن العهدة وان كان على وجه الكراهة على الاصح كذافي شرح الاكمل على اصول البزدوی ومقابله مانقلوه عن ابی اليسر من الفرض هو الثانی واختار ابن الهمام الاول قال لان الفرض لايتكرر" ......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۳۷)

"ولايصح اقتداء المفترض بالمتنفل وعلى القلب يجوز"......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية: ۱/۸۹)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) نماز میں سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے؟

(۲) فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے کی بجائے امام تھوڑا سا بھول کر بیٹھ جائے مقتدیوں کے یاددلانے پر امام فوراً کھڑا ہو جائے تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) مزید یہ کہ اگر سجدہ سہو واجب نہ ہو تو مقتدیوں کو سجدہ سہو کرنے کے لیے اصرار کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس صورت میں سہو کرلیا جائے تو کیسا ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) تاخیر فرض اور تاخیر واجب اور واجب چھوٹنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۲) اگر اتنی دیر بیٹھا رہا کہ تین دفعہ "سبحان ربی الاعلیٰ" یا "سبحان ربی العظیم" کہہ سکتا تھا تو سجدہ سہو واجب ہے اور اگر اتنی دیر نہیں بیٹھا تو سجدہ سہو واجب نہیں ہے۔

(۳) اور مقتدیوں کا اس پر اصرار کرنا درست نہیں اور اگر امام نے سجدہ کر لیا تب بھی نماز ہوگئی۔

"لایجب الابترک الواجب من واجبات الصلوة فلایجب بترک السنن والمستحبات کالتعوذ والتسمية والثناء والتامين وتكبيرات الانتقالات والتسبيحات ولابترک الفرائض لان ترکها لاینجبر بسجود السهو بل هو مفسد ان لم يتدارک فيعاد اوبتاخيره اى بتاخير الواجب عن محله اوبتاخير رکن عن محله اه "......(حلبی کبیری: ۱/۳۹۳)

"ولایجب السجود الابترک واجب اوتاخيره اوتاخير رکن اوتقديمه اوتكراره اوتغيير واجب بان يجهر فيمايخافت وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد وهوترک الواجب "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۲۶)

"وکذاالقعدة فی آخرالرکعة الاولیٰ اوالثالثة فيجب ترکها ويلزم من فعلها ایضاتاخير القيام الى الثانية اوالرابعة عن محله وهذااذاکانت القعدة طويلة اماالجلسة الخفيفة التى استحبهاالشافعی فترکها غيرواجب عندنا بل هوالافضل اه "......(فتاویٰ شامی ۱/۳۴۷)

"سجودالسهو واجبة ......لایجب الابترک الواجب ...... اوبتاخيره اوبتاخيررکن عن محله ......اويؤخرالقيام عطف على يترک اى اوتاخير رکن نحو ان يوخرالقيام الى الرکعة الثانية بان يجلس بعدالسجدة الثانية من الرکعة الاولیٰ جلسة قبل ان يقوم کماهومذهب الشافعی وهذااذالم يکن به عذر من ضع اوجع اويوخر القيام الى الرکعة الثالثة بان زاد على قدرالتشهد فی القعدة الاولیٰ"......(حلبی کبیری: ۳۹۳،۳۹۴/۱)

”ولو ظن ان الامام أ علیه سهو فسجد للسهو فتابعه المسبوق فیه ثم علم انه لم یکن علیه سهو فاشهر الروایتین ان صلوۃ المسبوق تفسد لانه اقتدی فی موضع الانفراد قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لاتفسد هکذافی الظهیریة“

......(فتاوی الهندیة: ۱/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی اگر امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جماعت کی آخری رکعت میں بیٹھے ہیں اورالتحیات مکمل ہونے کے بعد مقتدی نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر لیا(غلطی سے) تو ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مقتدی شروع سے آخر تک امام کے ساتھ شریک رہا پھر غلطی سے التحیات مکمل کرنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس صورت میں مقتدی کی نماز درست تو ہوگی، البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

”وهل یلزمه سجود السهو لاجل سلامه ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلما معا لایلزمه لان سهوه سهو المقتدی وسهو المقتدی متعطل“

......(بدائع الصنائع: ۱/۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایک رکعت کے بعد جماعت میں شامل ہوا پھر اس نے امام صاحب کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک رکعت ویسے ہی پوری کر کے سجدہ سہو کرے گا یا نماز کا اعادہ کرے گا؟

(۲) چار رکعت والی فرض نماز میں دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف کی کتنی مقدار پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں سلام پھیرنے کے بعد اگر گفتگو کی ہو یا قبلہ کی جانب سے ہٹ گیا ہو تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے، اور اگر سلام پھیرنے کے بعد نہ گفتگو ہوئی اور نہ ہی قبلہ سے منہ پھرا تو آخری رکعت پوری کر کے سجدہ سہو کرے گا، نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

"ویسجد للسهو وجوبا وان سلم عامدا مریدا للقطع لان مجرد نیة تغییر المشروع لاتبطله ولاتعتبر مع سلام غیر مستحق وهو ذکر فیسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة مالم یتحول عن القبلة اویتکلم لابطالهما التحریمة "

......(مراقی الفلاح مع الطحطاوی : ۴۷۲)

"ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع لان نیة تغییر المشروع لغو مالم یتحول عن القبلة اویتکلم لبطلان التحریمة "......(ردالمحتار : ۱/۵۵۵)

(۲) چار رکعت والی نماز میں اگر دوسری رکعت کے قعدہ میں درود شریف "اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد" تک پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

"وتاخیر قیام الی الثالثة بزیادة علی التشهد بقدر رکن وقیل بحرف وفی الزیلعی الاصح وجوبه باللهم صل علی محمد قوله وفی الزیلعی الخ جزم به المصنف فی متنه فی فصل اذا اراد الشروع وقال انه المذهب واختاره فی البحر تبعا للخلاصة والخانیة والظاهر انه لاینافی قول المصنف هنا بقدر رکن تامل وقدمنا عن القاضی الامام انه لایجب مالم یقل وعلی آل محمد وفی شرح المنیة الصغیر انه قول الاکثر وهو الاصح قال الخیر الدین الرملی فقد اختلف التصحیح کماتری وینبغی ترجیح ماقاله القاضی الامام "

......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۴۸)

"ولوزادفی التشهد فی القعدة الاولی علی التشهد شیئا نظر ان قال اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد یجب علیه سجود السهوبالاتفاق لانه اخر الفرض وهوالقیام روی عن ابی حنیفة لانه لوزادحرفا واحدا یجب علیه سجودالسهو وروی عنهمانه ان قال اللهم صل علی محمد لایجب مالم یقل وعلی آل محمد وکان الشیخ ظهیرالدین المرغینانی یقول لایجب سجودالسهوبقوله اللهم صل علی محمدونحوه انماالمعتبر مقدارمایؤدی فیه رکن وقد تقدم الکلام علیه فی بحث التشهد "......(حلبی کبیری: ۲۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعید میں تکبیرات کے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز میں اگر تکبیرات کہتے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائیں تو آیا سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو کیا نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تکبیرات عیدین کہتے وقت ہاتھ اٹھانا بھول جائے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا لہذا نماز ہوجائے گی۔

"ولایجب بترک التعوذوالبسملة فی الاولیٰ والثناء وتکبیرات الانتقالات الافی تکبیرة الرکوع الرکعة الثانیة من صلاة العید ولایجب بترک رفع الیدین فی العیدین وغیرهما"......(فتاویٰ الهندیة: ۱۲۶ /۱)

"ولایجب السهوبترک رفع الیدین فی تکبیرة الافتتاح ولابترک ثناء الافتتاح والتعوذوالتامین ولابترک التسمیة فی الرکعة الاولیٰ ولابترک سمع الله لمن حمده وربنالک الحمد ولابترک تکبیرات الرکوع والسجودولابترک التسبیحات فی الرکوع والسجود ولابترک رفع الیدین

فی تکبیرات العیدین وتکبیرات الافتتاح " ......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام نے دعائے قنوت کی جگہ رکوع کرلیا پھر لقمہ دینے پر واپس آگیا تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھتے ہیں اور وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں، دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیے ،اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتے ، آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

"بخلاف مالوتذكر القنوت في الركوع فانه لايعود ولايقنت فيه لفوات محله ولوعادوقنت لم يرتفض ركوعه لان القنوت لايقع فرضا فلايرتفض به الفرض ويسجدللسهوعلى كل حال "......(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۳۶۱)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ سہو واجب ہے،لہذا سجدہ سہو نہ کرنے کی صورت میں نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقتدی مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی مقتدی مسبوق نے سلام پھیر دیا تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مقتدی مسبوق نے اگر امام کے ساتھ متصل یا اس سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا اور اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

"وھل یلزمہ سجودالسھو لاجل سلامہ ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلما معالایلزمہ لان سھوہ سھوالمقتدی وسھوالمقتدی متعطل وان سلم بعدتسلیم الامام لزمہ لان سھوہ سھوالمنفرد فیقضی مافاتہ ثم یسجد للسھو فی آخر صلاتہ "......(بدائع الصنائع : ۱/۴۲۲)

"انہ لوسلم مع الامام ساھیا اوقبلہ لایلزمہ سجودالسھو وان سلم بعدہ لزمہ کذافی الظھیریۃ ھوالمختار کذافی جواھرالاخلاطی "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) اگر کوئی درود شریف پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(۳) ایک صاحب فرائض، واجب اور سنتوں کی دوسری رکعت میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنے کو ضروری سمجھتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟

برائے مہربانی دلائل سے جوابات مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) چار رکعت نماز فرض میں دو رکعتوں کے بعد صرف التحیات ہی پڑھنی چاہیے التحیات کے بعد اگر "اللھم صل علی محمدوعلی آل محمد" تک پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔

"وقدمنا عن القاضی الامام انہ لایجب مالم یقل وعلی آل محمد وفی شرح

المنية الصغير انه قول الاكثر وهوالاصح وقال الخير الرملي فقداختلف التصحيح كماترى وينبغي ترجيح ماقاله القاضي الامام اه "......(فتاوىٰ شامي: ۱/۵۴۸)

(۲) اگر کوئی شخص التحیات کے بعد فرائض، واجبات یا سنت مؤکدہ میں درود شریف پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو کرے گا تو نماز مکمل ہو جائے گی بصورت دیگر نماز واجب الاعادہ ہوگی، چاہے سجدہ سہو عمداً چھوڑا ہو یا بھول سے۔

"ولايصلي على النبي ﷺ في القعدة الاولىٰ في الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولوصلى ناسيا فعليه السهو ......وفي البواقي من ذوات الاربع يصلي على النبي ويستفتح ويتعوذ"......(الدرالمختار: ۱/۹۵)

"لهاواجبات لاتفسدبتركها وتعادوجوبا في العمد والسهو ان لم يسجدله وان لم يعدها يكون فاسقاآثما"......(درالمختار هامش على ردالمحتار: ۱/۳۳۶)

(۳) شخص مذکور کا خیال عبارات فقہاء کے خلاف ہے لہذا معتبر نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ بالا تصریحات فقہاء سے معلوم ہوا کہ درمیانی قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا موجب سجدہ سہو ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ چھوڑ کر پانچویں رکعت میں بیٹھ کر سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب عشاء کی چار رکعت پڑھا کر التحیات کے لیے نہیں بیٹھے بلکہ پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے، پانچویں رکعت پوری کر کے بیٹھ کر التحیات پڑھا اور اس کے بعد سجدہ سہو بھی کر دیا از روئے شریعت کیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں فرض عشاء ادا نہیں ہوا اور اس کا اعادہ ضروری ہے، چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہے۔

"رجل صلی الظهر خمس رکعات ولم یقعدفی الرابعة قال صلاته فاسدة"
......(المبسوط :۱/۳۹۳)

"وان قیدالخامسة بالسجدة فسدظهره عندنا "......(المحیط البرهانی : ۲/۳۲۱)

"فاما اذالم یقعد وقام الی الخامسة فان لم یقیدها بالسجدة یعود لمامر وان قید فسدفرضه "......(بدائع الصنائع : ۱/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عمداً رکوع اور سجدہ کی تسبیحات چھوڑنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رکوع یا سجدہ میں تسبیحات "سبحان ربی العظیم ،سبحان ربی الاعلی" جان بوجھ کرچھوڑ دے اور پھر سجدہ سہو بھی نہ کرے تو کیااس کی نماز ہوجائے گی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تسبیحات کارکوع اور سجود میں پڑھنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب ہے ،لہذاان کے چھوٹ جانے سے نماز بغیر سجدہ سہو کے درست ہے، کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے،تاہم جان بوجھ کرنہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ چھوڑنے کی عادت بنانا گناہ ہے۔

"ویقول فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاثا وذلک ادناه فلوترک التسبیح اصلا اواتی به مرة واحدة یجوزویکره...... ویقول فی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ ثلاثا وذالک ادناه کذافی المحیط ویستحب ان یزید علی الثلاث فی الرکوع والسجود بعدان یختم بالوتر کذافی الهدایة "......(فتاوی الهندیة: ۱/۷۵،۷۴)

"ویقول فی سجوده سبحان ربی الاعلی ثلاثا وذالک ادناه لانه لمانزل قوله سبح اسم ربک الاعلی قال علیه السلام اجعلوهافی سجودکم ولمانزل قوله

تعالى فسبح باسم ربک العظيم قال اجعلوها فى ركوعكم (قوله وذالک ادناه) اى ادنا تسبيحات السجود وادنى كمال الجمع اوادنى كمال السنة والاوسط خمس والاكمل سبع قال الثورى يستحب ان يقولهاالامام خمسا ليتمكن المقتدى من ثلاث فان نقص عن الثلاث اوترک اصلاجاز ويكره "

......(الجوهرة النيرة :۱/۶۴)

"ويقول فى ركوعه سبحان ربى العظيم ثلاثا وذالک ادناه وان زاد فهوافضل بعدان يختم على وتر فيقول خمسا اوسبعا هكذا ذكر شيخ الامام شمس الائمة حلوانى وشيخ الاسلام خواهر زاده هذافى حق المنفرد واماالامام فلاينبغى له ان يقول على وجه يمل القوم لانه يصير سبباللتنفير وذالک مكروه وكان الثورى يقول ينبغى للامام ان يقول ذالک خمسا حتى ليتمكن القوم من ان يقول ثلاثا كذاذكره شمس الائمة سرخسى فى شرحه "

......(المحيط البرهانى : ۲/۱۱۵)

"ويقول فى سجوده سبحان ربى الاعلىٰ ثلاثا وذالک ادناه وان زاد فهوافضل والكلام فى تسبيحات السجود نظير الكلام فى تسبيحات الركوع"......(المحيط البرهانى : ۲/۱۱۹)

"قوله اذاركع احدكم اخرج ابوداؤد والترمذى وابن ماجه عنه عليه الصلوة والسلام اذاركع احدكم فليقل ثلاث مرات سبحان ربى العظيم وذلک ادناه واذاسجد فليقل سبحان ربى الاعلى ثلاث مرات وذالک ادناه لفظ ابى داؤد وابن ماجة وهومنقطع فان عونا لم يلق عبدالله ابن مسعود قوله ادنى كمال الجمع وادنى مايتحقق به مايكمل به لغة ويصير جمعاعلى خلاف فيه معلوم ومراده ادنى مايتحقق به كماله المعنوى وهوالجمع المحصل للسنة لااللغوى لان الفائدة الشرعية حيث امكنت فى لفظ عليه الصلوة والسلام قدم اعتبارهاغاية الامر انه اتفق ان ادنى كمال الجمع لغة هوادنى ماتحصل به السنة شرعا ولابدع فيه ولوترک التسبيح اصلا اواتى به مرة واحدة كره

کذاعن محمد ولوزاد علی الثلاث فهوافضل بعدان یختم بوتر خمس اوسبع اوتسع الااذاکان اماماوالقوم یملون من ذلک "......(فتح القدیر : ۱/۲۵۹)

"قوله وقالوا الخ نص علی ذالک فی التحقیق وفی التقریر الاکملی من کتب الاصول لکن صرح ابن نجیم فی شرح المنار بان الاساءة افحش من الکراهة وهوالمناسب هنالقول التحریر وتارکها یستوجب اساءة ای التضلیل واللوم وفی التلویح ترک السنة المؤکدة قریب الحرام وقدیوفق بان مرادهم بالکراهة التحریمیة والمراد بهافی شرح المنار التنزیهیة فهی دون المکروه تحریما وفوق المکروه تنزیها ویدل علی ذلک مافی النهر عن الکشف الکبیر معزیاالی اصول ابی الیسر حکم السنة ان یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکها مع لحوق اثم یسیر "......(فتاویٰ شامی : ۱/۳۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورۃ الفاتحہ بھول کردوبارہ پڑھنے سے نماز کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص سورۃ الفاتحہ کی تین آیتیں پڑھ کر بھول جائے اورپھر سورۃ الفاتحہ شروع سے پڑھے تواس پر سجدہ سہولازم ہوگایانہیں ؟بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگرکوئی شخص فرض نماز کی پہلی دورکعتوں میں فاتحہ کودوبارہ پڑھتاہے یااس کے اکثرحصے کاتکرارکرتاہےتواس پرسجدہ سہوواجب ہوجاتاہے،لیکن فرض نماز کی آخری دورکعتوں میں تکرارفاتحہ سے سجدہ سہوواجب نہیں ہوگااورنہ ہی فاتحہ کی تین آیات کودوبارہ پڑھنے سے سجدہ سہولازم ہوتاہے۔

"ولوکررها فی الاولیین یجب علیه سجودالسهو ......اوقرأ اکثرها ثم اعادها ساهیا فهوبمنزلة مالوقرأها مرتین کذافی الظهیریة "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۲۶)

”وکذالوقرأها اکثرها ثم اعادها کمافی الظهیریة ......وقید بالاولیین لان الاقتصار علی مرة فی الاخریین لیس بواجب حتی لایلزم سجود السهو بتکرار فیها سهوا اولوتعمده“......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اخیرہ میں قصداً یا سہواً تکرار تشہد سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے قعدہ اخیرہ میں تشہد یا درود شریف دوبارہ پڑھ لیا قصداً یا سہواً تو اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا کیونکہ یہ ثناء اور دعا کا موقع ہے اس میں جتنا چاہیں طول دے سکتے ہیں۔

”ولو کررالتشهد فی القعدة الاخیرة فلاسهو علیه“......(البحرالرائق: ۱۷۲، ۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قعدہ اولیٰ میں پورا تشہد یا کچھ حصہ دوبارہ پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قعدہ اولیٰ میں تکرار تشہد سے فرض قیام میں تاخیر لازم آتی ہے اس لیے اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا اگر تاخیر بقدر رکن ہو یعنی تین مرتبہ ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھنے کی مقدار تک، اس سے کم پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

"ومنها لو کرر التشهد في القعدة الاولیٰ فعليه السهو لتاخير القيام وكذا لو صلى على النبي ﷺ فيها لتاخيره"......(البحر الرائق: ۲/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اکیلا آدمی نماز پڑھ رہا ہو ساتھ جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فرض نماز پڑھ رہا تھا کچھ آدمیوں نے آکر وہاں جماعت شروع کر دی اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کہ اپنی نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے یا اپنی نماز پوری کرے؟ نیز امام اگر نماز میں سجدہ سہو کرے تو کیا مسبوق بھی سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے گا یا بغیر سلام پھیرے سجدہ کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر منفرد نے پہلی رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو نماز توڑ کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر لے، اور اگر اکثر نماز ادا نہیں کی یعنی تیسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو بھی سلام پھیر کر جماعت کے ساتھ شریک ہو جائے اور اگر تیسری رکعت پڑھ لی ہے تو پھر اپنی نماز پوری کرے، اور مسبوق سلام پھیرے بغیر امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا۔

"ومن صلى ركعة من الظهر ثم اقيمت يصلي ركعة ثم يدخل مع الامام وان لم يقيد الاولیٰ بالسجدة يقطع ويشرع مع الامام هو الصحيح كذا في الهداية ......ولو صلیٰ ثلاثا من الظهر يتم ويقتدي متطوعا بخلاف ما اذا كان في الثالثة بعد ولم يقيدها بالسجدة حيث يقطعها"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۱۹)

"وسهو الامام يوجب على المؤتم السجود وان كان مسبوقا لم يدرك محل السهو معه الا انه لا يسلم بل ينتظره بعد سلامه حتى يسجد فيسجد معه ثم يقوم الى القضاء"......(فتح القدير: ۱/۴۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تیسری رکعت میں بیٹھ کر لقمہ دینے سے کھڑا ہونے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۰): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ایک امام صاحب چار رکعات والی نماز کی تیسری رکعت میں بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے کھڑے ہو جاتے ہیں ،بعض دفعہ تین مرتبہ سبحان اللہ کی مقدار بیٹھ جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے کم لیکن آخر میں سجدہ سہو نہیں کرتے اور یہ عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے، آیا کہ ہماری نماز ہوئی یا نہیں؟

(۲) امام صاحب نماز تراویح کے بعد وتروں کی نماز جماعت سے پڑھا رہے ہیں وتروں کی تیسری رکعت میں قل ہواللہ پڑھنے کے بعد وہ رکوع میں چلے جاتے ہیں اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے وہ دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آتے ہیں اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع میں چلے جاتے ہیں جب کہ دعائے قنوت واجب ہے اور رکوع فرض ہے فرض سے واجب کی طرف نہیں آنا چاہیئے ،اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتے آیا وہ وتروں کی جماعت ہوئی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں تیسری رکعت میں اگر بقدر رکن جلوس کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا نہ کرنے کی صورت میں امام گنہگار ہوگا، اور نماز واجب الاعادہ ہوگی، اگر نہ لوٹائی تو اگر چہ گناہ تو ہوگا لیکن فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

(۲) امام اگر دعائے قنوت بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو ان کو دوبارہ قیام کی طرف نہیں لوٹنا چاہیئے تھا بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر کے نماز مکمل کر لیتے ،اور اگر قیام کی طرف لوٹ گئے تھے تو پھر دعائے قنوت کے بعد دوبارہ رکوع نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن اگر دوبارہ رکوع کر لیا اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا تب بھی نماز ہوگئی، لیکن اگر سجدہ سہو بھی نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی اور وہ گنہگار بھی ہوگا اگر اعادہ نہ کیا تو نفس وتر ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے، واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں سجدہ سہو بہر صورت واجب ہے۔

"ویجب اذاقعدفیمایقام اوقام فیمایجلس فیه وهو امام اومنفرد "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۲۷)

"لهاواجبات لاتفسدبترکها وتعادوجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد له وان لم یعدها یکون فاسقا آثما و کل صلوة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها (قوله والمختار انه)ای الفعل الثانی جابر للاول لان الفرض لایتکرر (قوله وتعادوجوبا) ای بترک هذه الواجبات اوواحدمنها (قوله ان

لم یسجدله) ای للسهو قوله المختار انه الفعل الثانی جابر للاول بمنزلة الجبر بسجودالسهو وبالاول یخرج عن العهدة وان کان علی وجه الکراهة علی الاصح"......(الدرمع الرد: ۳۳۶،۳۳۷/۱)

"حتی قالوالوقرأ حرفامن السورة ساهیا ثم تذکر یقرأ الفاتحة ثم السورة ویلزمه سجود السهو بحر وهل المراد بالحرف حقیقته اوالکلمة یراجع ثم رأیت فی سهوالبحر قال بعد مامر وقیده فی فتح القدیر بان یکون مقدار مایتادی به رکن اه ای لان الظاهر ان العلة هی تاخیر الابتداء بالفاتحة والتاخیر الیسیر وهو مادون رکن معفوعنه تأمل ثم رأیت صاحب الحلیة ایدمابحثه شیخه فی الفتح من القید المذکور بماذکروه من الزیادة علی التشهد فی القعدة الاولیٰ الموجبة للسهو بسبب تاخیر القیام عن محله وان غیر واحدمن المشایخ قدرها بمقدار اداء الرکن "......(فتاویٰ شامی: ۳۳۰/۱)

"ویجب قراءة القنوت فی الوتر وتکبیرات العیدین هوالصحیح حتی یجب سجودالسهو بترکها "......(فتاویٰ الهندیة: ۷۲/۱)

"الامام اذاتذکر فی الرکوع فی الوتر انه لم یقنت لاینبغی ان یعود الی القیام ومع هذا ان عاد وقنت لاینبغی ان یعیدالرکوع ومع هذا ان عادالرکوع والقوم ماتابعوه فی الرکوع الاول وانما تابعوه فی الرکوع الثانی اوعلی القلب لاتفسد صلوتهم کذافی الخلاصة "......فتاویٰ الهندیة: ۱۱۱/۱)

"ویکبرویسجد ثانیا مطمئنا ویکبرللنهوض علی صدورقدمیه بلااعتماد وقعود استراحة ولوفعل لابأس(قوله بلااعتماد) ای علی الارض قال فی الکفایة اشاربه الی خلاف الشافعی فی موضعین احدهمایعتمد بیدیه علی رکبتیه عندناوعنده علی الارض والثانی الجلسة الخفیفة قال شمس الائمة الحلوانی الخلاف فی الافضل حتی لوفعل کماهومذهبنا لاباس به عندالشافعی ولوفعل کماهومذهبه لاباس به عندناکذافی المحیط قال

فی الحلیۃ والاشبۃ انہ سنۃ اومستحب عندعدم العذر فیکرہ فعلہ تنزیھا لمن لیس بہ عذر اہ وتبعہ فی البحر والیہ یشیر قولھم لاباس بہ فانہ یغلب فیماترکہ اولی اقول ولاینافی ھذاماقدمہ الشارح فی الواجبات حیث ذکرمنھاترک قعود قبل ثانیۃ ورابعۃ لان ذاک محمول علی القعود الطویل ولذاقیدت الجلسۃ ھنابالخفیفۃ"......(الدرمع الرد:۳۴۳/۱)

"وبقی من الواجبات اتیان کل واجب اوفرض فی محلہ فلواتم القراءۃ فمکث متفکرا سھوا ثم رکع اوتذکر السورۃ راکعا فضمھا قائما اعادالرکوع وسجدللسھو وترک تکریر رکوع وتثلیث سجود وترک قعودقبل ثانیۃ اورابعۃ قولہ وترک تکریر رکوع الخ ......لان تکریرالرکوع فیہ تاخیر السجود عن محلہ وتثلیث السجود فیہ تاخیرالقیام اوالقعدۃ وکذاالقعدۃ فی آخرالرکعۃ الاولیٰ اوالثالثۃ فیجب ترکھا ویلزم من فعلھا ایضا تاخیرالقیام الی الثانیۃ اوالرابعۃ عن محلہ وھذااذاکانت القعدۃ طویلۃ اماالجلسۃ الخفیفۃ التی استحبھا الشافعی فترکھا غیرواجب عندنابل ھوالافضل "......(الدرمع الرد: ۳۴۷،۳۴۶/۱)

"ثم اذافرغ من السجدۃ ینھض علی صدور قدمیہ ولایقعد علی الارض وقال الشافعی یجلس ثم یقوم حجتنا ماروی وائل بن حجر ان رسول اللہ ﷺ کان اذارفع رأسہ من السجدۃ الثانیۃ قام کانہ علی الرضف ای علی الحجارۃ المحماۃ وقولہ ینھض علی صدورقدمیہ اشارۃ الی انہ لایعتمد علی الارض بیدیہ عندقیامہ وانمایعتمد بیدیہ علی رکبتیہ وقال الشافعی یعتمد بیدیہ علی الارض وذکرالشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی ان الخلاف فی الافضل حتی لوفعل کماھومذھبنا لاباس بہ عندالشافعی ولوفعل کمامذھبہ لاباس بہ عندنا"......(المحیط البرھانی : ۱۲۴،۱۲۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسبوق پر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ سجدہ سہو مسبوق کرے گا یا وہ مقتدی کے حکم میں ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

الجواب باسم الملک الوہاب

مقتدی مسبوق پر اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو واجب ہو جائے تو وہ سجدہ سہو کرے گا۔

"واما المسبوق اذاسها فيمايقضي وجب عليه السهو لانه فيما يقضي بمنزلة المنفرد الاترى انه يفترض عليه القراءة "......(بدائع الصنائع: ۱/۴۲۰)

"والمسبوق يسجد مع امامه مطلقا سواء كان السهو قبل الاقتداء اوبعده ثم يقضي مافاته ولوسها فيه سجدثانيا (قوله ولوسهافيه) اى فيما يقضيه بعدفراغ الامام يسجدثانيا لانه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه وان كان لم يسجد مع الامام لسهوه ثم سها هوايضا كفته سجدتان عن السهوين لان السجود لايتكرر وتمامه في شرح المنية "......(الدرمع الرد : ۱/۵۴۹)

"ولوسهاالمسبوق فيمايقضيه سجدله اى لسهوه ايضا ولايجزيه عنه سجوده مع الامام وتكراره وان لم يشرع في صلاة واحدة باعتبار ان صلاته كصلاتين حكما لانه منفرد فيمايقضيه "......(مراقي الفلاح مع حاشية الطحاوى : ۴۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قیام میں فاتحہ یا سورت کی جگہ دعائے قنوت یا کوئی دوسری دعا پڑھ لے تو شرعاً نماز کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نفل کی سب رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا اور اس کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے لہذا ان میں سے کسی کو ترک کرنے یا ان کی جگہ دعا قنوت وغیرہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

"وقد عدها المصنف في باب صفة الصلوة اثنى عشر واجبا الاول قراءة الفاتحة فان تركها في احدى الاوليين او اكثرها وجب عليه السجود وان ترک اقلها لايجب لان للاكثر حكم الكل كذافي المحيط وسواء كان امام او منفردا ...... وفي المجتبیٰ اذاترک من الفاتحة اية وجب عليه السجود وان تركها في الاخريين لايجب ان كان في الفرض، وان كان في النفل اوالوتر وجب عليه لوجوبها في الكل ......الثاني ضم سورة الى الفاتحة وقدقدمنا ان المراد بهاثلاث ايات قصار اواية طويلة فلولم يقرأ شيئا مع الفاتحة أوقرء اية قصيرة لزمه السجود "...... (البحر الرائق: ۲/۱۶۶)

"ثم واجبات الصلوة انواع منهاقراءة الفاتحة والسورة اذاترک الفاتحة في الاوليين اواحداهما يلزمه السهو وان قرأ اكثر الفاتحة ونسي الباقي لاسهو عليه وان بقي الاكثر كان عليه السهو اماما كان اومنفردا كذافي فتاویٰ قاضی خان ،وان تركها في الاخريين لايجب ان كان في الفرض وان كان في النفل اوالوتر وجب عليه سجود السهو كذافي البحر الرائق...... ولوقرأ الفاتحة وحدها وترک السورة يجب عليه سجودالسهو وكذالوقرأ مع الفاتحة آية قصيرة كذافي التبيين"...... (فتاویٰ الهندية: ۱/۱۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

التحیات کی جگہ کوئی سورت پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۳): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

(۱) اگر نمازی دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھ کر التحیات پڑھنے کی بجائے کوئی سورۃ پڑھنا شروع کردے اور نمازی کو یاد آجائے کہ اس نے تو تشہد میں التحیات پڑھنی تھی تو وہ نمازی کیا کرے؟

(۲) اگر نمازی نے کسی غلطی کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا تھا اور وہ سجدہ سہو کرنا بھول گیا نماز مکمل کرنے پر اسے یاد آیا کہ اس نے سجدہ سہو کرنا تھا تو پھر نمازی کیا کرے؟

(۳) Q.TV (کیو ٹی وی) پر مولانا صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ اگر کوئی قاری قرآن مجید کی تلاوت کررہا ہے اور اس نے اونچی آواز سے آیت سجدہ تلاوت پڑھی تو ان تمام افراد پر سجدہ تلاوت واجب ہوجائے گا جنہوں نے آیت سجدہ تلاوت سنی خواہ وہ بازار میں جارہے ہوں تو ایسے افراد جو بازار میں یا دکان میں ہوں اور ان کا وضو بھی نہ ہو اور کوئی پاک جگہ بھی نہ ہو تو وہ افراد کیا کریں، سجدہ تلاوت کو کس طرح ادا کریں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل بتا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اگر تشہد میں التحیات کی بجائے سورۃ الفاتحہ یا کوئی سورت پڑھی تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ادا ہوجائے گی۔

"واذاقرء الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو وكذلك اذاقرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو كذاروى عن ابى حنيفة اه "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲۷)

(۲) اگر نمازی نے بھول کر سجدہ سہو نہ کیا اور سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی نماز توڑنے والا عمل نہ کیا ہو تو سجدہ سہو کرلے اور پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

"ولو نسى السهو......يلزمه ذالك مادام فى المسجد "......(فتاوىٰ شامى: ۱/۵۵۶)

(۳) آیت سجدہ سننے والے پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے اگرچہ سننے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو، اور سجدہ فوراً کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد میں جب وضو کرے تو اس وقت سجدہ تلاوت کرلے۔

"والسجدة واجبة فى هذه المواضع على التالى والسامع سواء قصدسماع القرآن اولم يقصد اه "......(هداية: ۱/۱۷۱)

"وھی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیھا"......(درعلی ھامش الرد: ۵۶۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ سہو کرنے کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ سجدہ سہو مسلک احناف کے مطابق صرف تشہد پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھے، اور درود شریف دعاء پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے، یہ مسئلہ کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟ وہ حدیث شریف ایک یا زیادہ لکھ کر بتائی جائیں، تاکہ اطمینان ہوجائے، کیونکہ غیر مقلدین وہاں اس مسلک احناف کے بالکل خلاف کرتے ہیں، یعنی سجدہ سہو کے بعد تشہد درود شریف نہیں پڑھتے، آیا یہ طریقہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ بہر حال جس طریقہ سے مسلک احناف کے مطابق سجدہ سہو کا صحیح طریقہ ہے، وہ حدیث خوشخط لکھ کر بتائی جائے تو آپ کی بے حد مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سجدہ سہو کے بعد تشہد اور پھر اس کے بعد سلام متعدد احادیث سے ثابت ہے حدیث کی مشہور کتاب جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

"عن عمران ابن حصین ان النبی ﷺ صلی بھم فسھا فسجدسجدتین ثم تشھد ثم سلم قال ابوعیسی ھذاحدیث حسن "......(جامع ترمذی: ۱۹۸/۱)

یہی حدیث حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد ص: ۱۵۷/۱، میں "باب سجدتی السھو فیھما تشھدو تسلیم" کے تحت نقل کی گئی ہے اور اسی حدیث کو امام نسائی ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے، محدثین نے اس حدیث کو قوی کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہے، چنانچہ علامہ یوسف البنوری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

"والحدیث قوی رواہ ابوداؤد وسکت عنہ ورواہ النسائی وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین کمافی العمدۃ "......(معارف السنن: ۴۹۶،۴۹۷/۳)

اورامام طحاوی نے بھی اس پر شرح معانی الآثار میں حدیث نقل کی ہے۔

"عن عبدالله بن مسعود قال السهو ان يقوم فی قعود اويقعد فی قيام اويسلم فی الركعتين فانه يسلم ثم سجدسجدتی السهو ويتشهد ويسلم "......(شرح معانی الآثار: ۱/۲۶۰)

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہوکر سامنے آئی کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد اور سلام دونوں حضورﷺ سے کرنا ثابت ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرض کی تیسری رکعت میں سورت ملانے سے سجدہ سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک آدمی فرض نماز کی تیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ سورت ملادے تو کیااس پرسجدہ سہوواجب ہے یانہیں؟ نیز اگرآدمی تشہد میں التحیات کی جگہ سورۃ الفاتحہ شروع کردے یاقیام میں فاتحہ کی جگہ التحیات شروع کردے تو کیااس پرسجدہ سہوواجب ہے یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں ان مسائل کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگرتیسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملادی تو سجدہ سہوواجب نہیں ہے۔

اگرتشہد میں التحیات کی جگہ سورۃ الفاتحہ کوپڑھاتو سجدہ سہوواجب ہے۔

قیام میں التحیات کوقبل ازفاتحہ پڑھا تو سجدہ سہوواجب نہیں ہے ،اوراگرقیام میں التحیات کوبعدازفاتحہ پڑھاتو سجدہ سہوواجب ہے۔

"ولوقرأ السورة فی الاخريين لاسهوعليه لانهمامحل الذكر"......(تبيين الحقائق :۱/۱۹۳)

"ولوضم السورة الى الفاتحة فی الاخريين لاسهو عليه "......(البحرالرائق: ۲/۱۶۷)

"ولو قرأ في الاخريين الفاتحة والسورة لايلزمه السهو وهو الاصح"

......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٢٦)

"واذاقرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو"......(المحيط البرهاني : ٢/٣١٣)

"واذاقرأ الفاتحة مكان التشهد فعليه السهو"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٢٧)

"ومنها لوتشهد في قيامه بعد الفاتحة لزمه السجود وقبلها لاعلى الاصح"......(البحر الرائق: ٢/١٧٣)

"ولوتشهد في قيامه قبل قراء ة الفاتحة فلاسهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٢٧)

"وعن محمد لوتشهد في قيامه قبل قراء الفاتحة فلاسهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح"......(تبيين الحقائق : ١/١٩٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نیت کرتے وقت ظہر کی بجائے عصر کا لفظ منہ سے نکل گیا تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کی نیت کرتے ہوئے غلطی سے ظہر کی جگہ لفظ عصر زبان سے ادا ہوگیا تو کیا نماز درست ہوجائے گی جب کہ دل میں یہی نیت تھی کہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر سہواً نماز ظہر میں لفظ ظہر کی جگہ لفظ عصر نکل جائے اور دل میں نماز ظہر ہی کا خیال ہو تو بھی نماز ہوجائے گی۔

"فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهوا اجزاه كمافي الزاهدي قهستاني"......(فتاوىٰ شامي: ١/٣٠٥)

"عزم على الظهر وجرى على لسانه اى العصر يجزيه كذافى شرح مقدمة ابى الليث وهكذافى القنية" ......(فتاوىٰ الهندية: ١/٦٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر سجدہ سہوادانہ کیا جائے تو نماز اوراس میں کی گئی تلاوت دوبارہ لوٹائی جائے:

مسئلہ نمبر(۲۳۷): نماز تراویح میں امام آخری قعدہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوگیا اور بعض مقتدی بھی کھڑے ہوگئے تو مقتدیوں نے لقمہ دیا تو امام قعدہ کی طرف لوٹ گیا تو آیا امام پر سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں؟ اگر سجدہ سہو واجب تھا اور نہ کیا تو کیا وہ تلاوت جو ان دورکعتوں میں کی تھی سنت پوری کرنے کے لیے وہ تلاوت دہرائے گا یا نہیں اور کیا وہ دورکعات واجب الاعادہ ہوں گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں امام پر سجدہ سہو واجب تھا جو کہ امام صاحب نے نہیں کیا، لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہے اور اس میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔

"وعن ابى بكر الاسكاف انه سئل عن رجل قام الى الثالثة فى التراويح ولم يقعد فى الثانية قال ان تذكر فى القيام ينبغى ان يعود ويقعد ويسلم، وان تذكر بعدما سجد للثالثة، فان أضاف اليها ركعة اخرى كانت هذه الاربع عن تسليمة واحدة"......(الهندية : ١/١١٨)

" ورأيت فى نسخة فيها اذاصلى اربعا بتسليمة واحدة، ولم يقعد على رأس الركعتين، على قول ابى حنيفة رحمة الله تعالى يجوز عن تسليمتين، وعلى قول ابى يوسفؒ يجوز عن تسليمة واحدة اه"...... كذافى الفتاوى التتارخانية : ١/٤٨٣، والمحيط البرهانى: ٢/٢٥٨)

"قوله:(وكل نفل صلاة) الاولى ان يقول وكل شفع الخ واطلق فى النفل فعم المؤكدة وغيرها قوله(وقعودها فرض) اى قعود الصلاة التى على حدة فرض فيكون رفض الفرض لمكان فرض فيجوز مالم يسجد للثالثة كذافى الشرح

وفیہ انہ انمایکون فرضا اذاقعدہ اما اذاترکہ وبنی علیہ شفعاکان واجباحتی لاتکون الصلاۃ فاسدۃ والحاصل ان القعود غیرالاخیرمحتمل لکونہ فرضا ان فعلہ وواجبا ان ترکہ فلکل من القولین وجہ فتأمل اہ"......(حاشیۃ الطحطاوی:٢٦٣)

" واذافسدالشفع وقدقرأ فیہ لایعتدبماقرأ فیہ ویعیدالقرأۃ لیحصل لہ الختم فی الصلاۃ الجائزۃ وقال بعضھم یعتدبھاکذافی الجوھرۃ النیرۃ اہ"......(الھندیۃ : ١١٨/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثانی عشر فی سجدة التلاوة﴾

ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننا:

مسئلہ نمبر(۲۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ سے اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو کیا اس کی وجہ سے سجدہ واجب ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ٹیپ ریکارڈ سے اگر آیت سجدہ تلاوت ہو تو اس کے سننے کی وجہ سے سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

"ولا تجب اذا سمعها من طير هو المختار ومن النائم الصحيح انها تجب وان سمعها من الصدى لاتجب عليه كذا فى الخلاصة"......(الهندية: ١/١٣٢)

"وان سمعها من الصداء ويقال بالفارسية(بحواک) وفى الظهيرية(آواز كوه) لاتجب عليه السجدة"......(التاتارخانية جديد: ٢/٢٦٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ کمپوز کرنے سے سجدہ تلاوت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت سجدہ کی کتابت کی جائے یا اسے ٹائپ کیا جائے تو اس کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آیت سجدہ کی کتابت یا ٹائپ اور کمپوز کرنے کی وجہ سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

"وفى اضافة السجود الى التلاوة اشارة الى انه اذا كتبها اوتهجاها لايجب عليه سجود"......(البحر الرائق: ٢/٢٠٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدہ میں جا کر دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نفل نماز کے بعد سجدہ میں

جا کر دعا مانگتے ہیں اب ہم نے یہ پڑھا ہے کہ کسی بھی نماز کے بعد (نفل ہو یا فرض) سجدہ میں جا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر سجدہ میں جا کر دعا کیا مانگی جائے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

کسی مخصوص نماز کے بعد سجدہ شکر میں جا کر دعا مانگنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے بغیر تخصیص وقت کے نفس سجدہ شکر کرنا مستحب ہے۔

"وسجدة الشكر مستحبة به يفتي لكنها تكره بعد الصلاة"......(الدر على هامش الرد: ١/٥٧٧)

"قوله لكنها تكره بعد الصلاة الضمير للسجدة مطلقا قال في شرح المنية آخر الكتاب عن شرح القدورى للزاهدى اما بغير سبب فليس بقربة ولا مكروه وما يفعل عقيب الصلوة فمكروه لان الجهال يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يودى اليه فمكروه"......(ردالمحتار: ١/٥٧٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سجدۂ شکر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی نعمت یا خوشی حاصل ہو تو کیا سجدہ شکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

کسی نعمت یا خوشی کے حاصل ہونے پر سجدہ شکر کرنا مستحب ہے لیکن کسی مخصوص نماز کے متصل بعد سجدہ شکر مسنون سمجھ کر کرنا ممنوع ہے۔

"وسجدة الشكر مستحبة به يفتي لكنها تكره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدون انها سنة او واجبة وكل مباح يؤدى اليه فهو مكروه"......

(الطحطاوی: ۵۰۰)

"وقال ابن عابدین"رزقه الله مالا اوولدا اواندفعت عنه نقمة ونحو ذلک یستحب له ان یسجدلله تعالیٰ شکرا مستقبل القبلةاه"......(الدر مع الرد: ۱/۵۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازوں کے بعد سجدۂ شکر کو سنت سمجھ کر کرنا مکروہ ہے:

مسئلہ نمبر(۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ شکرادا کرنے کا شرعی طریقہ اظہار کے بارے میں ناگوار باتیں حوادث وتکالیف کی حالت میں صبر کے لیے نماز بھی پڑھنا مشروع ہے جیسا کہ نص "واستعینوا بالصبر والصلاۃ" میں لفظ صلاۃ عام ہے بشمول نماز، نیز مراقبہ موجودہ تکالیف پر صبر سے ان شاء اللہ تعالیٰ گناہ معاف ہو جائیں گے۔آخرت میں اجروثواب ملتا ہے نیز اللہ پاک کے قرب ورضا میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں پر اظہار شکرانہ کے لیے صرف سجدہ شکر کافی ہے یا نماز شکرانہ پڑھنا بھی درست وجائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکرادا کرنے کے لیے سجدہ شکر بھی کافی ہے اور شکرانہ کے طور پر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے البتہ نمازوں کے بعد سجدہ شکر کو سنت سمجھ کر ادا کرنا مکروہ ہے نیز نعمتوں کے شکر کا مراقبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

"وسجدة الشکر مستحبة به یفتی(قوله وسجدة الشکر...... وهی لمن تجددت عنده نعمة ظاهرة اوررزقه الله تعالیٰ مالا اوولدا اواندفعت عنه نقمة ونحو ذلک یستحب له ان یسجدلله تعالیٰ شکرا مستقبل القبلة یحمدالله تعالیٰ فیها ویسبحه ثم یکبر فیرفع رأسه کما فی سجدة التلاوة"......(ردالمحتار: ۱/۵۷۷)

"وتمام الشکر فی صلاة رکعتین کما فعل رسول الله ﷺ یوم فتح مکة کذا فی السیر الکبیر قوله (وقالا) ای محمدوابویوسفؒ فی احدی الروایتین عنه

(ھی) ای سجدۃ الشکر (قربۃ یثاب علیھا) لماروی الستۃ الا النسائی عن ابی بکران النبی ﷺ کان اذا اتاہ امر یسرہ اوبشربہ خرساجدا. (وھیئتھا) ان یکبر مستقبل القبلۃ ویسجدفیحمداللہ ویشکرویسبح ثم یرفع رأسہ مکبرا.....وسجدۃ الشکرمستحبۃ بہ یفتی لکنھاتکرہ بعدالصلاۃ لان الجھلۃ یعتقدون انھاسنۃ اوواجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فھومکروہ"......(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۴۹۹،۵۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سجدۂ شکر کا ثبوت:

مسئلہ نمبر(۱۴۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب عالی بعدازنماز تسبیحات سے فارغ ہونے کے بعد کیا سجدہ میں گرکر عاجزی وانکساری سے اللہ پاک سے دعا کرسکتے ہیں یانہیں کیونکہ میرے ایک نمازی بھائی نے اس طرح دعامانگنے پر اعتراض کیا ہے کہ سجدے میں گرکر دعامانگنا درست نہیں ہے لیکن کیا انبیاء کرام علیہم السلام فخرالرسل ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوراللہ کے پیارے بندوں نے سجدے میں گرکر رب العزت سے دعائیں مانگی ہیں یانہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ کیا ہے نبی ﷺ نے دعا کا کیا طریقہ تعلیم فرمایا ہے برائے کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ سجدہ شکر ہے اورسجدہ شکر شرعاً سنت ہے واجب نہیں البتہ شرعاً جائز ہے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمراورحضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے ثابت ہے لیکن نماز کے بعد خصوصاوتر کے بعد سجدہ کرنے کوفقہاء کرام نے منع ومکروہ اس لیے لکھاہے تاکہ لوگ اسے سنت یاواجب نہ سمجھ لیں،لہٰذا اگرکہیں یہ ڈرنہ ہومثلاً علیحدگی میں سجدہ کرے یا ایسے لوگوں کی موجودگی میں کرے جن کا یہ عقیدہ اس کے سنت یاواجب ہونے کانہ ہوتوپھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"وسجدۃ الشکرمستحبۃ وبہ یفتی لکنھاتکرہ بعدالصلاۃ لان الجھلۃ یعتقدونھاسنۃ اوواجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ(قولہ بہ یفتی)

والاظھرانھامستحبة کمانص علیہ محمدؒ لانھاقدجاء فیھاغیرماحدیث وفعلھا ابوبکرؓ وعمرؓ وعلیؓ فلایصح الجواب عن فعلہ ﷺ بالنسخ.....وفی فروق الاشباہ سجدة الشکر جائزة عندہ لاواجبة الخ".....(الدرمع الرد: ۱/۵۷۷)

"(ھی) ای سجدة الشکر(قربة یثاب علیھا) قولہ(قربة یثاب علیھا) وعلیہ الفتوی،وفی الدروبہ یفتی،وفی ابن امیرالحاج،وھوظاھر،وکیف لاوقدجاء فیھاغیرماحدیث اہ"

"وسجدة الشکرمستحبة بہ یفتی لکنھاتکرہ بعدالصلاة لان الجھلة یعتقدون انھاسنة اوواجبة وکل مباح یؤدی الیہ فھومکروہ".....(الطحطاوی: ۵۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نمازسجدہ تلاوت کامسئلہ:

مسئلہ نمبر(۲۲۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص پرنماز میں سجدہ تلاوت لازم ہوااوراس نے نماز میں ہی سجدہ تلاوت کی نیت کے بغیرسجدہ صلاۃ کرلیاتوکیاسجدہ تلاوت اداہوگیاہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگرنمازی نے سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعدفوراًرکوع کرلیایاسجدہ تلاوت کی آیت کے بعدایک یادوآیتیں پڑھ کررکوع کیاہوتوسجدہ تلاوت کی نیت کے بغیربھی سجدہ صلاۃ سے وہ سجدہ اداہوجائے گالیکن اگراس نے آیت سجدہ کے بعدقرأت لمبی کردی یعنی اسکے بعدتین آیتیں یازیادہ پڑھ لیں تواس صورت میں سجدہ صلاۃ میں تلاوت کے سجدہ کی نیت کرنے سے بھی سجدہ تلاوت ادانہ ہوگا۔

"ولورکع لصلاتہ علی الفوروسجدسقط عنہ سجدة التلاوة نوی فی السجدة سجدة التلاوة اولم ینووکذا اذاقرأ بعدھا آیتین اجمعوا ان سجدة التلاوة یتأدی بسجدة الصلاة وان لم ینوالتلاوة".....(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۸۲، ۱۸۷)

"وسجدة التلاوة تتادی بسجدة الصلاة وان لم ینوهالاانانقول ذلک اذا لم یقرأ بعدهاثلاث آیات اواکثرعلی مایأتی اما اذاقرأ فلاتتأدی بسجدة الصلاة"......(حلبی کبیری: ۴۳۲)

"ولورکع لصلاته علی الفوروسجدتسقط عنه سجدة التلاوة نوی فی السجدة السجدة التلاوة أولم ینوولذا اذاقرأ بعدها آیتین اجمعوا ان سجدة التلاوة تتادی بسجدة الصلاة وان لم ینو......لوقرأ ثلاث آیات ورکع اوسجدصلبیة ینوی بها لها التلاوة لم تجز"......(فتح القدیر: ۱/۴۷۰)

" قدصرحوابانه اذالم یسجدولم یرکع حتی طالت القرأة ثم رکع ونوی السجدة لم یجزوکذا اذانواهافی السجدة الصلبیة لانهاصارت دیناعلیه والدین یقضی بماله لابماعلیه والرکوع والسجودعلیه کذا فی البدائع"......(ایضا: ۱/۴۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران تلاوت سجدہ تلاوت کامسئلہ:

مسئلہ نمبر(۲۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اگرسجدہ کی آیت آجائے توکیاقرآن پاک کوفوراًبندکر کے سجدہ کرے یاتلاوت جاری رکھے اور پوری کرنے کے بعدسجدہ اداکرے یاپھربعدمیں بھی اداکرسکتاہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگراسی وقت قرآن پاک بندکر کے سجدہ تلاوت کیاجائے توافضل ہے اوراگرتلاوت ختم ہونے پربھی سجدہ تلاوت کیاگیاتوکوئی حرج نہیں۔

"لانانقول:ان الاداء لایجب فورالقرأة کماسیأتی"......(ردالمحتار: ۱/۵۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ کو صرف لکھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر(۲۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آیت سجدہ کو لکھے لیکن زبان سے نہ پڑھے تو کیا سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سجدہ تلاوت واجب نہیں۔

"یجب بسبب تلاوۃ آیۃ ای اکثرھا مع حرف السجدۃ.وقال الشامیؒ تحت قولہ"بسبب تلاوۃ آیۃ"احترز عما لو کتبھا اوتھجاھافلاسجود علیہ اھ".....(ردالمحتار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سورت ص میں سجدہ تلاوت احتیاطاً حسن مآب پر کرنا چاہیے:

مسئلہ نمبر(۲۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورت صؔ کی آیت نمبر۲۴ "خر راکعاوا ناب" پر سجدہ کرنا ہے یا آیت نمبر۲۵ "حسن ماٰب" پر؟ کیونکہ کتاب الآثار، کفایت المفتی، احسن الفتاوی اوراشرف النوری میں "ماٰب" پر سجدہ کرنا لکھا ہے، جب کہ قرآن کے تمام نسخوں میں اناب پر سجدہ کی علامت لکھی ہوئی ہے براہ کرم جلد سے جلد جواب دیں تا کہ علمائے کرام کا اختلاف ختم ہوسکے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اختلاف سے بچنے کے لیے "حسن ماٰب" پر سجدہ کیا جائے گا بنابریں اگر "خر راکعاوا ناب" پر سجدہ کرلیا جائے تو سجدہ کی ادائیگی اختلاف کی وجہ سے علیٰ سبیل البعض نہ ہوئی ،لہٰذا ان کا فتویٰ صحیح ہے احتیاطاً "ماٰب" پر سجدہ بہتر ہے۔

"قولہ لماذکرہ ای فی فصلت ای لنظیرہ وھوان السجود لو وجب عندقولہ واناب فالتأخیر عندقولہ وحسن ماٰب لایضرویخرج عن الواجب ولووجبت عندقولہ وحسن ماٰب وقدمھاعندقولہ واناب لکان السجود حاصلاقبل

وجوبها، ووجود سبب وجوبها فيوجب نقصانا في الصلاة لو كانت صلاتية ولانقص في التأخير اه"......(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح: ۴۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مصلی غیر مصلی سے آیت سجدہ سنے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۴۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص کسی ایسے شخص سے سجدہ کی آیت سنے جو نماز میں نہ ہو بلکہ ویسے ہی تلاوت کر رہا ہو تو نمازی کے لیے کیا حکم ہے؟ نماز کے اندر ہی سجدہ تلاوت کرے یا فارغ ہو کر بعد میں کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں وہ نمازی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ تلاوت کرے۔

"ولو سمع المصلي السجدة من غيره لم يسجد فيها لانها غير صلاتية بل يسجد بعدها لسماعها من غير محجور اه (قوله ولو سمع المصلي) اي سواء كان اماما او مؤتما او منفردا (وقوله من غيره) اي ممن ليس معه في الصلاة سواء كان اماما غير امامه او مؤتما بذلك الامام او منفردا او غير مصل اصلا"

......(ردالمحتار: ۱/۵۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کئی سجدہ تلاوت ادا کرتے وقت آیات سجدہ کی تعیین ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر(۴۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی پر تین مختلف آیات کے تین سجدے واجب ہوں تو کیا ہر آیت کا سجدہ کرتے ہوئے آیت کی تعیین ضروری ہے کہ فلاں آیت کا سجدہ کرتا ہوں یا بلا تعیین تین سجدے کرنے سے سجدے ادا ہو جائیں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں تعیین کی نیت ضروری نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ کرتا ہوں بلکہ صرف یہ نیت شرط ہے کہ تلاوت کے سجدے ادا کرتا ہوں۔

"(بشروط الصلاۃ) المتقدمۃ (علا التحریمۃ) ونیۃ التعیین اہ قولہ (ونیۃ التعیین) ای تعیین انہا سجدۃ آیۃ کذا فی نہر عن القنیۃ واما تعیین کونہا عن التلاوۃ فشرط کما تقدم فی بحث النیۃ من شروط الصلاۃ الا اذا کانت فی الصلاۃ وسجدہا فورا کما علمتہ اہ"......(الدر مع الرد: ۱/ ۵۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ریڈیو اور لوڈ سپیکر پر سنی ہوئی آیت پر سجدہ تلاوت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۵۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پر اور لوڈ سپیکر پر جو قراء حضرات قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں کیا ان کے سامعین کو ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ اور جب یہ سجدہ کی آیات پڑھتے ہیں تو کیا ان کے سامعین پر سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ریڈیو پر کی جانے والی تلاوت سننے سے ثواب نہیں ملتا اور اسی طرح ریڈیو کے ذریعہ گانے سننے سے گناہ بھی نہیں ہوتا، کیا یہ بات درست ہے؟

از روئے شریعت جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

ریڈیو پر تلاوت سننا جائز نہیں ہے کیونکہ ریڈیو اسٹیشن میں فضول گوئی اور لغو اور گانے بجانے اور بے ہودہ مجالس لگے ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے اس میں قرآن پاک کی تلاوت کی بے حرمتی ہے لہذا ایسی جگہوں میں تلاوت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ثواب ہوگا، ہاں اگر کسی نے کر دیا تو وہاں موجود براہ راست سننے والے سامعین پر آیت سجدہ کی تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوگا۔

"یجب علی القاری احترامہ بان لایقرأ فی الاسواق ومواضع الاشتغال"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۰۳)

"ومن حرمۃ القرآن ان لایقرأ فی الاسواق وفی موضع اللغو کذا فی القنیۃ"

......(فتاویٰ الہندیۃ: ۵/۳۱۶)

”رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن لایمکنه ان یستمع القرآن کان الاثم علی القاری لانه قرأ فی موضع اشتغل الناس فی اعمالهم “......(فتاویٰ تاتارخانیة جدید: ۱۳۰/۲)

”رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن ولایمکنه استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلی هذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جهرا والناس ینام تاثم“......(خلاصة الفتاویٰ:۱۰۳/۱)

”ولوقرأ آیة السجدة بالفارسیة ......ولوقرأ بالعربیة تلزمه مطلقا لکن یعذر فی التاخیر مالم یعلم ولایجب بکتابة القرآن والحاصل ان الوجوب انمایکون باحدالامرین امابالتلاوة اوبالسماع“......(خلاصة الفتاویٰ ۱۸۴/۱)

لوڈسپیکر پر تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے ،ریڈیو پر تلاوت قرآن پاک سنتے وقت سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا جب تک کہ قاری خود براہ راست تلاوت نہ کرتا ہو،اگر تلاوت ریکارڈنگ کر کے کی جارہی ہوتو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے، کیونکہ سجدہ تلاوت کے لیے ایسی ذات کی تلاوت ضروری ہے جوعقل صحیح رکھتا ہو لہذا تمام ان اشیاء کی تلاوت جوذوی العقول نہیں جیسے (طوطا،صدائے بازگشت) وغیرہ ،یاعقل صحیح نہیں رکھتا جیسے مجنون کی تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

”فینظر الی اهلیة التالی واهلیته بالتمییز وقدوجد فوجدسماع تلاوة صحیحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدی فان ذلک لیس بتلاوة وکذااذاسمع من المجنون لانه ذالک لیس بتلاوة صحیحة لعدم اهلیة لانعدام التمییز“......(بدائع الصنائع: ۴۴۰/۱)

گانا سننا جائزنہیں ہے جس چیز سے بھی ہو۔

”وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیهافسق والتلذذبهاکفر“ ......(درعلی الرد :۲۴۶/۵)

”واختلفوا فی التغنی المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقا والاستماع الیه

معصیة لاطلاق ماروینا والیه اشار فی الکتاب وهواختیار شیخ الاسلام رحمة الله علیه "......(تبیین الحقائق : ۶/۱۳)

"ان الضرب بالقصب والتغنی حرام "......(خلاصة الفتاوىٰ :۴/۳۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حائضہ عورت کے پاس اگر آیت سجدہ تلاوت کی تو کیا اس پر سجدہ لازم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر حائضہ عورت کے پاس کوئی سجدے والی آیت پڑھی جائے تو اس عورت پر پاک ہونے کے وقت وہ سجدہ ضروری ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حائضہ عورت کے پاس اگر کسی نے آیت تلاوت کی تو اس سے حائضہ عورت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

"الحائض اذاسمعت آیة السجدة لاسجدة علیها کذافی التتارخانیة "

......(فتاوىٰ الهندیة: ۱/۳۸)

"فلاتجب علی الکافر والصبی والمجنون والحائض والنفساء قرؤا اوسمعوا"......(درالمختارعلی هامش الرد:۱/۵۱۹،۵۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خارج ازصلوٰۃ سجدہ تلاوت کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ تلاوت کا کیا طریقہ ہے؟ جب کہ آدمی نماز میں نہ ہو نماز سے باہر اگر کوئی سجدہ والی آیت سنے تو سجدہ تلاوت ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

خارج نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں

اور سجدہ میں تسبیحات پڑھیں پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں، دائیں بائیں سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

”ومما یستحب لادائها ان یقوم فیسجد لان الخرور سقوط من القیام والقرآن ورد به وهو مروی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها وان لم یفعل لم یضره“......(البحر الرائق: ۲/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ لکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۲۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا ذریعہ معاش کتابت ہے تو اگر کتابت کرتے ہوئے کوئی آیت جو سجدہ والی ہو اس کے لکھنے سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر لکھائی کرتے ہوئے زبان سے سجدہ والی آیت تلاوت نہیں کی تو صرف لکھنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔

”ولا تجب السجدة بکتابة القرآن کذا فی فتاویٰ قاضی خان“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران نماز آیت سجدہ تلاوت کی لیکن سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۲۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام صاحب نے نماز میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا سلام پھیر لیا تو اب امام اور مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی لیکن ان کو توبہ واستغفار لازم ہے۔

"ولوتلاهافی الصلوة سجدهافیهالاخارجها لمامر وفی البدائع واذالم یسجد اثم فتلزمه التوبة قوله واذالم یسجد اثم الخ افادانه لایقضیها قال فی شرح المنیة وکل سجدة وجبت فی الصلاة ولم تؤدفیهاسقطت ای لم یبق السجود لها مشروعا لفوات محله هی"......(ردالمحتار: ۵۷۰/۱)

"ولم نقض الصلاتیة خارجها لان لهامزیة فلاتتادی بناقص وعلیه التوبة لاثمه بتعمدترکها قوله لان لهامزیة ای مزیة الصلاة فلاتتادی بالسجود خارجها لانه انقص من السجود فیها"......(حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح : ۴۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آیت سجدہ کالقمہ دینے سے ایک ہی سجدہ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۲۵۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم تراویح میں قرآن سنارہاہے اورسجدہ والی آیت پرآکربھول جاتاہےاورسامع اس کی غلطی نکالتاہےاوروہ بھی سجدہ والی آیت کوتلاوت کرتاہے،اب سوال یہ ہے کہ آیاسامعین پردوسجدے واجب ہوں گے یاایک سجدہ واجب ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جب حافظ صاحب نے ایک ہی سجدہ والی آیت کودوبارہ پڑھاتوحافظ اورسامعین پرایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

"رجل قرء آیة السجدة فسجدها ثم قرء هافی مجلسه فعلیه ان یسجدها وان قرء ها فلم یسجد هاحتی قرء ها ثانیة فی مجلسه فعلیه سجدة واحدة وهذااستحسان والقیاس ان یجب بکل تلاوة سجدة لان السجدة حکم التلاوة والحکم یتکرر بتکرر السبب اعتبارا للسبب ولامعنی للتداخل"......(المحیط البرهانی : ۳۶۷/۲)

"وشرط التداخل اتحادالآية واتحادالمجلس حتى لواختلف المجلس واتحدالآية اواتحدالمجلس واختلف الآية لاتتداخل كذافى المحيط".....(فتاوى الهندية: ۱/۱۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثالث عشر فی صلوۃ المریض﴾

﴿کرسی پر نماز پڑھنے کا شرعی حکم﴾

مسئلہ نمبر(۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معذور شخص کے لیے کرسی پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ برائے مہربانی اس مسئلے کا جواب تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

معذور شخص کے لیے کرسی پر نماز پڑھنے کے جواز وعدم جواز کے بارے میں چند مباحث ذکر کی جاتی ہیں، امید ہے کہ ان سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوجائے گی۔

(۱) سجدہ کی تعریف۔

(۲) زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز مثلاً ٹیبل وغیرہ پر سجدہ کرنے کا حکم۔

(۳) پیشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم۔

(۴) احادیث ممانعت اور ان کا مدار۔

(۵) کرسی پر بیٹھنے کی حقیقت۔

(۶) قیام پر قدرت رکھنے کے باوجود کرسی پر بیٹھنے کا حکم۔

(۷) کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار۔

(۱) سجدہ کی تعریف:

سجدہ نماز کے ارکان میں سے ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، سجدہ کا کامل اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کو ناک، پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں سے ادا کیا جائے، البتہ فرضیت صرف پیشانی کو رکھنے سے بھی ساقط ہوجاتی ہے۔

لیکن واضح رہے کہ مذکورہ اعضاء کو زمین پر یا زمین پر رکھی ہوئی ٹھوس چیز پر رکھنے سے سجدہ ادا ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہوا میں اشارہ کرنے سے حقیقی سجدہ ادا نہیں ہوتا، البتہ معذور ہونے کی صورت میں اپنی شرائط کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۱)"تمام السجود باتيانه بالواجب فيه ،ويتحقق بوضع جميع اليدين والركبتين والقدمين والجبهة والانف كماذكره الكمال وغيره "

"ومن شروط صحة السجود كونه على ما اى شيء يجد الساجد حجمه بحيث لوبالغ لاتتسفل رأسه ابلغ مماكان حال الوضع فلايصح السجود على القطن والثلج والتبن والارز والذرة وبرزالكتان والحنطة والشعير،تستقر عليه جبهته فيصح السجود لان حباتها يستقر بعضها على بعض لخشونة ورخاوة " ......(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح: ۲۳۱)

(۲)"والخامسة من الفرائض السجدة وهى فريضة تتادى بوضع الجبهة على الارض اومايتصل بها بشرط الانخفاض الزائد على نهاية الركوع مع الخروج عن حدالقيام ......واما تاديه على وجه الكمال فهوبوضع الجبهة والانف والقدمين واليدين والركبتين لمامر فى الصحيحين......اه"......(حلبى كبيرى : ۲۴۷)

(۳)"السنة فى السجود ان يسجد على الجبهة والانف واليدين والقدمين والركبتين واما فرض السجود فيتادى بوضع الجبهة اوالانف والقدمين فى قول ابى حنيفة رحمه الله تعالى "......(المحيط البرهانى : ۸۳/۲)

(۴)"وحقيقة السجود وضع بعض الوجه على الارض ممالاسخرية فيه فدخل الانف وخرج الخدوالذقن"......(ردالمحتار : ۳۳۰/۱،البحر الرائق : ۵۱۱/۱)

(۵)"وماذكروه فى جواز السجدة على الارض اوشيء قائم على الارض يجد حجمه وثخنه بحيث يستقر ولاينضغط اوينضغط ولكن ينتهى ضغطه فلايستفل بعده"......(معارف السنن: ۳۹۴/۳)

(۲) زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟

اگر آدمی اتنا معذور ہو کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز مثلاً میز وغیرہ پر سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو فریضۂ سجود اس سے ساقط ہوجاتا ہے ،اوراشارے سے سجدہ کرنا اس کے لیے متعین ہوجاتا ہے ،لیکن اگر معذور کی حالت ایسی

نہیں، بلکہ وہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پرسجدہ کرسکتا ہے تو اس کو سجدہ کرنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے کیونکہ یہ شخص حقیقی سجدہ پر قادر ہے لہذا اشارہ کرنے سے فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔

فقہائے کرام کی عام عبارتوں سے جواز معلوم ہوتا ہے لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ زمین پر رکھی ہوئی چیز پرسجدہ کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کا فریضہ اس وقت ساقط ہوگا جب حقیقی سجدہ کرے گا کیونکہ یہ حقیقتاً سجدہ کرنے پر قادر ہے، اور اشارے سے فریضۂ سجود ساقط نہیں ہوگا۔

"ولو وضعت الوسادة على الارض وسجد عليها جازت "......(جامع الفصولين: ۱۶۶/۲)

"وان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليه جازت صلوته"......(المحيط البرهاني : ۳۳/۳)

"اقول قال في الذخيرة،فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلاته ،فقدصح ان ام سلمة رضى الله عنها كانت تسجد على مرقعة موضوعة بين يديهالعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله ﷺ من ذالک اه"......(منحة الخالق على البحر : ۲۰۰/۲)

"وان كانت الوسادة على الارض جازالسجود"......(البزازيه على الهندية : ۷۱/۴)

"واما اذا سجد على الوسادة يجزء ه لماروى عن ام سلمة رضى الله عنها انها كان بها رمد فسجدت على المرفقة فجوزلها رسول الله ﷺ"......(المبسوط للسرخسي : ۲۸۲/۱)

"اقول الحق التفصيل وهوانه ان كان ركوعه بمجرد ايماء الرأس من غير انحناء وميل الظهر فهذا ايماء لاركوع فلا يعتبر السجود بعدالايماء مطلقا ،وان كان مع الانحناء كان ركوعا معتبرا حتى انه يصح من المتطوع القادر على القيام فحينئذ ينظر ان كان الموضوع ممايصح السجود عليه كحجر مثلاً ولم يزد ارتفاعه على قدرلبنة اولبنتين فهوسجود حقيقي فيكون راكعا ساجدا لامؤميا حتى انه يصح اقتداء القائم به واذا قدرفيها على القيام

استأنفها بل يظهر لي انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض ممايصح السجود عليه انه يلزمه ذالک لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولايصح الايماء بهما مع القدرة عليها بل شرطه تعذرهما كما هو موضوع المسئلة "......(ردالمحتار: ۵۶۱/۱)

(۳)پیشانی کی طرف اٹھائی گئی چیز پر سجدہ کرنے کا حکم؟

اگر معذور آدمی کوئی چیز اپنے یا دوسرے کے ہاتھوں اٹھوا کر پیشانی پر لگادے تو اس کے بارے میں فقہائے کرام نے لکھا ہے۔

۱۔یہ صورت اشارے کی ہے،سجدہ کی نہیں،لہذا سجدہ شمار نہ ہوگا۔

۲۔اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اٹھائی گئی چیز کی طرف پیشانی کو جھکادیا جائے ،صرف پیشانی پر لگانا کافی نہیں،بصورت دیگر ایماء بھی شمار نہ ہوگا اور نماز بھی جائز نہ ہوگی۔

۳۔مذکورہ صورت میں جس میں پیشانی کو جھکادیا جائے مکروہ تحریمی ہے،اگر چہ اس سے فرضیت ساقط ہوجاتی ہے،اس کی کراہت تحریمیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور کے لیے سر سے اشارہ کرنا مذکورہ صورت سے بہتر بلکہ ضروری ہے۔

"والسجود على الشيء المرفوع ليس بالايماء الااذاحرک رأسه فيجوز لوجودالايماء لالوجود السجود على ذالک الشئى وصححه في الخلاصة "

......(البحرالرائق : ۲۰۱/۲)

"قال ويكره للمريض المؤمي ان يرفع اليه عود اووسادة ليسجدعليه "

......(المبسوط للسرخسی : ۳۸۱/۱)

"قوله ولايرفع الى وجهه شيئا يسجد عليه فان رفع ان وجد الايماء جاز ويكون مسيئا والا فلا"......(الجوهرة النيرة : ۹۵/۱)

"يكره ان يرفع المؤمي الى وجهه عودا اوشيئا يسجد عليه فان كان لايخفض رأسه اصلا لايجوز وان خفض رأسه والخفض للسجود ازيد من الركوع جاز عن الايماء في الاصح "......(البزازية على الهندية :۷۰/۴،۷۱)

”ولا یرفع الی وجهه شیئا یسجد علیه فانه یکره تحریما فان فعل بالبناء للمجهول ذکره العینی وهو یخفض برأسه لسجوده اکثر من رکوعه صح علی انه ایماء لاسجود الا ان یجد قوة الارض “......(الدرالمختار علی ردالمحتار: ۵۶۱/۱)

(کذا فی المحیط البرهانی :۳۳/۳، وفی الهدایة : ۱۶۹/۱، وفی جامع الفصولین :۱۶۶/۲)

(۴)احادیث ممانعت اوران کامدار:

زیر بحث مسئلہ کے متعلق بعض احادیث وآثار صحابہؓ میں ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن ان سے مراد وہ صورتیں ہیں جن میں کوئی چیز پیشانی کی طرف اٹھائی گئی ہو جیسا کہ الفاظ حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، اوراسی وجہ سے فقہائے کرام نے اس صورت کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

” واما نفس الرفع المذکور فمکروه وصرح به فی البدائع وغیره لماروی ان النبی ﷺ دخل علی مریض یعوده فوجده یصلی کذالک فقال ان قدرت ان تسجد علی الارض فاسجد والا فأوم برأسک ،وروی ان عبدالله بن مسعودؓ دخل علی اخیه یعوده فوجده یصلی ویرفع الیه عود فیسجد علیه فنزع ذلک من یدمن کان فی یده وقال هذا شئی عرض لکم الشیطان أوم بسجودک ، وروی ان ابن عمرؓ رأی ذلک من مریض فقال اتتخذون مع الله آلهة ؟واستدل للکراهة فی المحیط بنهیه علیه السلام عنه وهویدل علی کراهة التحریم “ ......(البحرالرائق :۲۰۰/۲)

”قوله لقوله علیه السلام ان قدرت ،(الحدیث)روی البزاز فی مسنده والبیهقی فی المعرفة عن ابی بکر الحنفی حدثنا سفیان الثوری حدثنا ابوالزبیر عن جابر ان النبی ﷺ عاد مریضا فراه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها ،فاخذ عوداليصلی علیه فاخذه فرمی به وقال صل علی الارض ان استطعت والا فأوم ایماء واجعل سجودک اخفض من رکوعک ......“(فتح القدیر علی الهدایة : ۴۵۸/۱)

(کذا فی المحیط البرھانی :۳/۳۳، والمبسوط : ۱/۳۸۱)

(۵) کرسی پر بیٹھنے کی حقیقت:

اس مسئلہ میں دو باتیں قابل وضاحت ہیں۔

پہلی بات:

کرسی پر بیٹھنا قعود ہے یا نہیں؟

(۱) کرسی پر بیٹھنا قعود ہے کیونکہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص قاعد ہوگا یا قائم ، اگر قائم ہو تو غیر معذورین کے لیے بھی ایسا کرنا جائز ہونا چاہیے ، حالانکہ بالاتفاق ایسا کرنا جائز نہیں، لہذا قاعد ہونا متعین ہوگیا۔

(۲) فقہائے کرام نے یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ اگر ایک آدمی کو تشہد اول میں سہو ہو جائے اور بجائے تشہد کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تو یاد آتے وقت اگر وہ قعود کے قریب ہے تو بیٹھے گا، اور اگر قیام کے قریب ہے تو کھڑا ہوگا، اور نصف اسفل کے استواء، وعدم استواء پر قعود کے قریب ہونے یا نہ ہونے کا مدار رکھا ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے۔

”لان حالة الرکوع کحالة القیام فان القائم انما یفارق القاعد فی النصف الاسفل لان النصف الاسفل من القاعد منثن ومن القائم مستو، فاماالنصف الاعلی فیھما سواء “......(مبسوط : ۲/۱۴۵)

”قوله وان سها عن القعود الاول وھو الیه اقرب عاد والا لا ای الی القعود لان الاصل ان مایقرب من الشیء یاخذحکمه کفناء المصر وحریم البئر فان کان اقرب الی القعود بان رفع الیتیه من الارض ورکبتاه علیھا اومالم ینتصب النصف الاسفل وصححه فی الکافی فکانه لم یقم اصلا“......(بحر الرائق : ۲/۱۷۸)

(کذا فی الھندیة : ۱/۱۲۷)

لہذا نصف اسفل جب تک مستوی نہ ہو تو یہ قعود کے حکم میں ہے ، اب اگر کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھا جائے تو اس کی صورت بھی بعینہ یہی ہے کہ نصف اسفل اس کا مستوی نہیں ہوتا، حاصل یہ ہوا کہ حالت قعود میں داخل ہے۔

(۳) علاوہ ازیں عرف عام میں بھی کرسی پر بیٹھے ہوئے کو قاعد ہی شمار کیا جاتا ہے نہ کہ قائم یا راکع وغیرہ۔

دوسری بات:

یہ ہے کہ کرسی پر بیٹھے ہوئے شخص کا موضع قعود کیا ہے؟ یا موضع قعود کا مدار قدمین پر ہے یا سرینوں پر؟ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے قعود کی تعریف یوں کی ہے۔

"ولو تبدل الانتصاب في النصف الاسفل بمايضاده هو انضمام الرجلين والصاق الالية بالارض يسمى قعودا ،فكان القعود اسما لمعنيين مختلفين في محلين مختلفين وهما الانتصاب في النصف الا على والانضمام والاستقرار على الارض في النصف الاسفل " ......(بدائع الصنائع : ۱/۳۵۶)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قعود حقیقی تین چیزیں ہیں،

۱۔انتصاب نصف اعلیٰ: جو کہ کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں حقیقتاً پائی جاتی ہے۔

۲۔انضمام رجلین :فقہائے کرام نے اقعاء اور احتباء کی صورتوں کو نماز میں مکروہ لکھا ہے، کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور ان میں انضمام رجلین علی وجہ الکمال نہیں ہوتا ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انضمام کا دخل قعود مسنون میں تو ہے، حقیقی قعود میں نہیں ،ورنہ یہ صورتیں جائز ہی نہ ہوتیں ،اور کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں بھی انضمام علی وجہ الکمال نہیں ہوتا لہذا یہ صورت اگر چہ مسنون ہونے سے نکل گئی لیکن بوجہ عذر جائز ہوگی۔

۳۔استقرار والصاق الالیۃ :انتصاب نصف اعلیٰ کے بعد قعود کی حقیقت کا مدار لامحالہ استقرار والصاق الالیۃ پر ہوگا، کیونکہ انضمام کا تعلق سنیت سے ہے جیسا کہ گزر گیا۔

لہذا جس کا استقرار والصاق زمین پر ہو تو اس کا موضع قعود زمین ہے اور جس کا کرسی یا تخت وغیرہ ہو تو اس کا موضع قعود بھی وہی جگہ ہوگی۔

رہی بات قدمین کی تو ان کا تعلق حقیقی قعود کے ساتھ اس لیے نہیں کہ کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں جسم کا استقرار بواسطہ الیتین کرسی کی سطح پر ہوتا ہے،قدمین پر نہیں، لہذا موضع قدمین موضع قعود شمار نہیں ہوگا۔

(۲) قیام پر قادر ہونے کے باوجود جلوس کا حکم؟

"قوله وان تعذر الركوع والسجود لاالقيام أومأ قاعدا لان ركنية القيام للتوصل به الى السجدة لمافيه من نهاية التعظيم واذاكان لايتعقبه السجود لايكون ركنا فيتخير والافضل هو الايماء قاعدا" ......(البحر الرائق : ۲/۲۰۵)

"قال فان لم يستطع الركوع والسجود أومى ايماء يعني قاعدا...... وجعل سجوده اخفض من ركوعه لانه قائم مقامهما فاخذ حكمهما"......(الهداية : ١/١٦٨)

"فان كان المريض يقدر على القيام ولايقدر على السجود أومأايماء وهو قاعد لان القيام لافتتاح الركوع والسجود وكل قيام لايتعقبه سجود لايكون ركنا"......(المحيط البرهاني :٣/٢٧)

"وان تعذرا ليس تعذرهما شرطا بل تعذر السجود كاف لاالقيام أومأ بالهمز قاعدا وهو افضل من الايماء قائما لقربه من الارض "......(الدر على هامش رد المحتار: ١/٥٦٠)

فقہائے کرام کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی رکوع وسجود یا صرف سجود پر قادر نہ ہو تو قیام کا فریضہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ قیام سجود کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اور مقصود کے متعذر ہونے سے وسیلہ بھی ساقط ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں کامل تعظیم اسی میں ہے کہ انسان قیام ہی سے سجدہ میں چلا جائے، لیکن جب حقیقی رکوع وسجود پر قدرت نہ ہو تو قیام بھی ساقط ہوگا۔

لیکن اگر آدمی رکوع وسجود سے عاجز نہ تو اس پر قیام فرض ہے، اگر قیام کو چھوڑ کر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز ادا نہ ہوگی۔

اب اگر زیر نظر مسئلہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کرسی پر نماز پڑھنے والا شخص جب کہ سامنے رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کر سکتا ہو، اس عذر میں داخل نہیں، کیونکہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت

"بل يظهر لي انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض ممايصح السجود عليه انه يلزمه ذلك لانه قادرعلى الركوع والسجود حقيقة ولايصح الايماء بهما مع القدرة عليهما"......(ردالمحتار: ١/٥٦١)

سے معلوم ہو چکا ہے کہ اس شخص کا سجدہ کرنا حقیقی سجدہ ہے اور اس کے لیے اشارہ کرنا بھی صحیح نہیں، لہٰذا یہ شخص جب قادر علی السجود ہوا تو قیام بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ یہ معلل بعجزہ عن السجود ہے جو کہ یہاں مفقود ہے۔

(۷) کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار:

مسئلہ نمبر ۵ اور ۶ میں گزری ہوئی تفصیل سے جب یہ معلوم ہوا کہ کرسی پر بیٹھا ہوا شخص شرعاً وعرفاً قاعد کے حکم

میں ہے، اوراس کا موضع قعود کرسی ہی کی سطح ہے، تو سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار بھی بیٹھنے کی جگہ سے لی جائے گی جو کہ کرسی کی سطح ہے۔

اوراس کی اونچائی کی مقدار کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی مقدار ایک یادوا ینٹ کے برابر رکھی جائے، اورایک یادوا ینٹ کی مقدار زیادہ سے زیادہ بارہ انگل ہوتی ہے، لہذا کرسی پرنماز پڑھنے والے شخص کے سامنے رکھی ہوئی چیز اگر کرسی کی سطح سے بارہ انگل یااس سے کم اونچائی میں ہوتو نماز درست ہوگی ورنہ نہیں۔

"ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين قال الحلواني ان كانت التفاوت مقدار اللبنة او اللبنتين يجوز وان كان اكثر لايجوز واراد اللنبة المنصوبة لاالمفروشة وحداللبنة ربع ذراع "......(الجوهرة النيرة : ١/٦٣)

"ولو كان موضع سجوده ارفع من عن موضع القدمين بمقدارلبنة اولبنتين منصوبتين جاز سجوده وان اكثر لا الالزحمة كما مر والمراد لبنة بخارى وهي ربع ذراع عرض ستة اصابع فمقدار ارتفاعها نصف ذراع اثناعشرة اصبعا ذكره الحلبي " ......(الدرالمختار على رد المحتار : ١/٣٧٢)

(كذا في الحلبي : ٢٥٠)

واضح رہے کہ مذکورہ عبارات میں موضع القدمین سے مراد موضع استقرار ہے لہذا اگر استقرار زمین پر ہو تو موضع قعود زمین ہے اوراگر بیڈیا کرسی کی سطح پر ہوتو وہی موضع قعود ہے۔

خلاصہ:

معذورحضرات کے لیے کرسی پر، مندرجہ ذیل باتوں کالحاظ رکھتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۔اگر معذور کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے زمین پر رکھی ہوئی چیز پر سجدہ کرسکتا ہے تو اس پر سجدہ کرنا لازم ہے، اشارہ کرنے سے فریضہ سجود ساقط نہیں ہوگا، لہذا اگر سجدہ نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی۔

۲۔اسی طرح اس شخص پر قیام بھی فرض ہے، بیٹھ کرنماز پڑھنے سے قیام ساقط نہیں ہوگا۔

۳۔کرسی کے سامنے زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز کی مقدار کرسی کی سطح سے زیادہ بارہ انگل ہو، اس سے زیادہ کی صورت میں سجدہ ادا نہ ہوگا۔

۴۔اوراگر معذور کی حالت ایسی ہے کہ وہ سامنے رکھی ہوئی اونچی چیز پر بھی سجدہ نہیں کرسکتا، تو پھر وہ اشارے

سے رکوع وسجود کرے گا،اسی طرح قیام بھی اس شخص کے ذمے سے ساقط ہوگا لہذا یہ شخص بیٹھ کر اشارے سے نمازادا کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دماغی توازن درست نہ ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۷): مکرم ومحترم حضرت مفتی صاحب میرے والدصاحب بہت ضعیف ہیں نمازیں ازخودنہیں پڑھ سکتے پاس کوئی بیٹھ کرآگے آگے پڑھتا جائے تو ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے ہیں،اوررکوع،سجدہ پکڑکرکروایا جاتا ہے ان کو پتہ نہیں چلتا کہ اب میں نے رکوع کرنا ہے،اب میں نے سجدہ کرنا ہے،ان نمازوں کا کفارہ دینا ہوگا یا معاف ہیں؟ اگرکفارہ ہے تو کتنا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگرواقعی ان کا دماغی توازن درست نہیں ہے کہ ان کورکوع وسجدہ وغیرہ نماز کے ارکان اداکرنے کا بالکل پتہ نہیں چلتا تو وہ مکلّف بالصلوٰۃ نہیں ہیں لہذا ترک نماز کا وبال بھی نہ ہوگا،اوران نمازوں کا کفارہ بھی لازم نہیں۔

"ولو معتوها في المغرب المعتوه الناقص العقل وقيل المدهوش من غير جنون وفيه التفصيل المار في الصبي كما في التتارخانية،وفي عامة كتب الاصول ان حكمه كالصبي العاقل في كل الاحكام واستثنى الدبوسي العبادات فتجب عليه احتياطا ورده ابواليسر بانه نوع جنون فيمنع الوجوب وفي اصول الستي انه لايكلف بادائها كالصبي العاقل الا انه ان زال العته توجه عليه الخطاب بالاداء حالا وبقضاء مامضى بلاحرج فقدصرح بانه يقضي القليل دون الكثير وان لم يكن مخاطبا فيما قبل كالنائم والمغمى عليه دون الصبي اذابلغ وهواقرب الى التحقيق كذا في شرح المغني للهندي اسماعيل ملخصا"......(ردالمحتار:۲/۳،۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازی کا اونچی جگہ پرسجدہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر سجدے کی جگہ پاؤں رکھنے کی جگہ سے اونچی ہوتو نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر پیشانی لگنے کی جگہ بیٹھنے کی جگہ سے اونچائی میں بارہ انگلیوں کے برابر یا اس سے کم اونچی ہوتو سجدہ کراہت کے ساتھ جائز ہوگا، یہ حکم غیر معذور کے لیے ہے اور معذور کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔

اور اگر بارہ انگلیوں سے زیادہ اونچی جگہ ہوتو سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

"ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدارلبنتين منصوبتين جازسجوده وان أكثرلا الالزحمة كمامر. والمرادلبنة بخارىٰ وهي ربع ذراع عرض ستة أصابع فمقدارارتفاعهمانصف ذراع ثنتاعشرة اصبعاذكره الحلبي الخ، وقال ابن عابدينؒ تحت قوله"جازسجوده "الظاهرانه مع الكراهة لمخالفته للمأثورمن فعله ﷺ...الخ"......(ردالمحتار: ۱/ ۳۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیخ فانی کی تعریف اور اس کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر تقریبا چھیانوے سال ہے نیچے حصہ پر فالج کا اثر ہے کبھی کبھی پیشاب کی تکلیف بھی ہوتی ہے مگران تمام مذکورہ حالات کے ہوتے ہوئے بفضلہ تعالی بندہ کھڑے ہوکر چالیس آیات قرأت پڑھ کرنماز پڑھ سکتا ہے اور گزشتہ سال رمضان مبارک کے مکمل روزے رکھ چکا ہے اب ایک مولانا صاحب نے مجھے یہ فتویٰ دیا ہے کہ آپ چونکہ شیخ فانی ہیں لہذا آپ کے لیے روزہ رکھنا یا کھڑے ہوکرنماز پڑھنا جرم ہے اور اگر اس کی وجہ سے موت آئی تو وہ خودکشی کے مترادف ہوگی اور اسلام سے خارج ہوکرآپ کا نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا اب یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط ہے؟ اس مولانا صاحب کا فتویٰ بھی ارسال خدمت ہے مفصل جواب سے مطمئن فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"والشیخ الفانی الذی لایقدرعلی الصیام یفطر"......(الهدایة: ۱/ ۲۲۰)

اورصاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

"الشیخ الفانی إذاعجزعن الصوم جازله الإطعام"

اورصاحب الدر لکھتے ہیں:

"والشیخ الفانی العاجزعن الصوم الفطرویفدی"......(الدر المختار: ۲/۱۳۰)

اس پر علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"قوله العاجزعن الصوم أی عجزامستمراکمایأتی أمالولم یقدرعلیه لشدة الحرکان له أن یفطرویقضیه فی الشتاء"...... (ردالمحتار: ۲/۱۳۰)

ان عبارات مذکورہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ شیخ فانی نہیں اورآپ فدیہ نہیں دے سکتے ،اس لیے کہ شیخ فانی وہ ہوتا ہے جوروزہ رکھنے پر قادرہی نہ ہو،اس قدرکمزور ہوگیا ہوکہ آئندہ صحیح ہونے کی امید نہ ہو،اگر رمضان المبارک میں گرمی یا بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے تواس کے بعدکسی وقت قضاء کرناضروری ہوگا، باقی رہانماز کامسئلہ تواس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگرزیادہ کمزوری یابیماری کی وجہ سے کھڑے ہوکرنہیں پڑھ سکتے توبیٹھ کرنماز پڑھنا جائز ہے مگر یاد رہے کہ معمولی مشقت اورتکلیف کی وجہ سے بیٹھ کرنماز پڑھنا جائز نہیں۔

"إذاعجزالمریض عن القیام صلی قاعدایرکع ویسجدکذافی الهدایة وأصح الأقاویل فی تفسیرالعجزأن یلحقه بالقیام ضرر و علیه الفتوی کذا فی المعراج الدرایه وکذلک إذاخاف زیادة المرض أوإبطاء البرء بالقیام أودوران الراس کذافی التبیین أویجدوجعالذلک فإن لحقه نوع مشقة لم یجزترک ذلک القیام کذافی الکافی ولوکان قادراعلی بعض القیام دون تمامه یؤمربأن یقوم قدرمایقدرحتی إذاکان قادراعلی أن یکبرقائماولایقدرعلی القیام للقرأة أوکان قادارعلی القیام لبعض القرأة دون تمامهایؤمربأن یکبرقائماویقرأ قدرمایقدرعلیه قائماثم یقعدإذاعجزقال شمس

الأئمة الحلوانی ہو المذہب الصحیح ولو ترک ہذا خفت أن لاتجوز صلاته کذافی الخلاصة"...... (الهندية: ۱۳۶/ ۱)

اس مفصل عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو حالت مذکورہ میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں جو فتوی کسی مولانا صاحب کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سراسر غلط ہے اور اسکو اس فتوی سے اور آئندہ کے لیے بھی فتوی دینے سے تائب ہو کر آرام سے عبادات میں مشغول رہنا ضروری ہے، کیونکہ وہ فتوی کے اہل معلوم نہیں ہوتے، جیسا کہ ان کی تحریر سے واضح ہے، غیر مجتہد کے لیے کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ سے فتوی دینے کا حق نہیں بلکہ فقہاء کرام کے معتمد اور معتبر فی المذہب کتب سے فتوی دینا پڑے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کرسی پر نماز پڑھنے کے ایک طریقہ کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۰): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ میں اپنے گھر کی قریبی مسجد میں الحمدللہ کئی سالوں سے نماز پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور توفیق سے کچھ سالوں سے نماز باجماعت تکبیر اولیٰ کے ساتھ صف اول میں ادا کرنے کا اہتمام کرتا ہوں اور امام صاحب کے پیچھے اقامت بھی پڑھتا ہوں، گذشتہ تین چار ماہ سے میرے گھٹنوں میں ہڈی درد کرتی ہے جس وجہ سے رکوع وسجود اور خاص طور پر التحیات میں گھٹنا دوہرا کرنا تکلیف دہ ہے اس لیے ڈاکٹر کی ہدایت پر کرسی کا استعمال شروع کیا ہے، کرسی کی پچھلی ٹانگیں صف کے پچھلے کنارے پر ہوتی ہیں اور میں کرسی کے آگے کھڑا ہو کر اقامت پڑھتا ہوں اور اس کے بعد نماز میں کھڑے ہوئے قیام اور رکوع کرتا ہوں پھر سجدہ کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے ادا کرتا ہوں، اور کرسی پر ہی التحیات سے سلام پھیرنے تک بیٹھا رہتا ہوں۔

برائے مہربانی فرمائیں کہ یہ طریقہ جائز ہے؟ اس میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں عذر کی وجہ سے اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ آپ کو آگے ایسے ٹیبل وغیرہ پر جس کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے بارہ انگل یا اس سے کم پر سجدہ کرنے کی قدرت نہ ہو ورنہ اشارہ سے سجدہ کرنے کی صورت میں نماز جائز نہیں ہوگی۔

"وكذلو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام فالمستحب ان يصلى قاعدا بايماء وان صلى قائما بايماء جاز عندنا هكذافي فتاوىٰ قاضى خان "
......(فتاوىٰ الهندية: ١٣٦/١)

"اذا قدر على القيام والركوع دون السجود لم يلزمه القيام وعليه ان يصلى قاعدا بالايماء ولكن اكثر المشايخ على انه يجب عليه الايماء قاعدا بل يخير ان شاء صلى قائما بالايماء وان شاء صلى قاعدا بالايماء"......(منية المصلى : ١١١)

"بل يظهر لى انه لو كان قادرا على وضع شيء على الارض مما يصح السجود عليه انه يلزمه ذالک لانه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الايماء بهمامع القدرة عليهما"......(فتاوىٰ شامى : ٥٦١/١)

"ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين مقدار البنتين منصوبتين جاز والا فلا واراد باللبنة لبنة بخارى وهى ربع ذراع عرض ستة اصابع "
......(منية المصلى : ٢٥٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مساجد میں پڑی ہوئی مروجہ کرسیوں پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مساجد کی مروجہ کرسی پر بیٹھ کر اس طرح نماز ادا کرے کہ اس کرسی پر لگی ہوئی تختی پر سجدہ کرے تو اس کی نماز درست ہوگی یا کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس شخص کے لیے افضل یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے، اگر یہ شخص شرعی کرسی بنواتا ہے جس کی تختی کی اونچائی بیٹھنے کی جگہ سے بارہ انگلی یا اس سے کم ہے تو اس پر سجدہ کرنے کا حکم زمین پر سجدہ کرنے کی مانند ہے،

اور مساجد کی مروجہ کرسی کی تختی کی اونچائی بارہ انگلی کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے،لہٰذا اس پر سجدہ کرنا درست نہیں ہے، محض ہاتھوں کا سہارا لگا کر اشارہ سے نماز اداء کرے،اگر کرسی کی تختی پر سجدہ کرے گا تو نماز درست نہ ہوگی۔

”ولو کان موضع السجود ارفع ای اعلی من موضع القدمین ان کان ارتفاعه مقدار ارتفاع لبنتین منصوبتین جاز السجود علیه والاای وان لم یکن ارتفاعه مقدار البنتین بل کان ازید فلایجوز السجود واراد باللبنة فی قوله مقدار لبنتین لبنة بخاری وهو ربع ذراع عرض ست اصابع فمقدار ارتفاع اللبنتین المنصوبتین نصف ذراع طول اثنتی عشرة اصبعا “......(حلبی کبیری: ۲۵۰)

”فان کانت الوسادة موضوعة علی الارض وکان یسجد علیها جازت صلاته فقدصح ان ام سلمة کانت تسجد علی مرفقه موضوعة بین یدیها لعله کانت بها ولم یمنعها رسول الله ﷺ من ذلک “......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معذور شخص کا بیٹھ کر نماز ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مسجد میں ایک معذور نمازی کسی حد تک معذور جو خود بغیر سہارے کے جماعت میں شرکت کے لیے پہنچے،لیکن رکوع سجود میں معذوری کے باعث بیٹھ کر نماز ادا کرے کھڑا ہو کر تکبیر کہنے پر قوت کے باوجود بیٹھ کر تکبیر کہے، صحیح ہے یا غلط؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں رکوع اور سجود سے عجز کی وجہ سے قیام ساقط ہو چکا ہے،لہذا قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر تکبیر کہہ سکتا ہے۔

”قوله وان قدر ای المریض علی القیام دون الرکوع والسجود بان کان مرضه یقتضی ذلک قوله لم یلزمه المنفی اللزوم فافادانه لو اوْمأ قائما جاز الاان الایماء قاعدا افضل لانه اقرب الی السجود “......(فتح القدیر : ۱/۴۶۰)

"کذالوعجزعن الرکوع والسجود وقدرعلی القیام فالمستحب ان یصلی قاعدا بایماء وان صلی قائما بایماء جازعندنا "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۶)

"ولناان الغالب ان من عجز عن الرکوع والسجود کان عن القیام اعجز لان الانتقال من القعود الی القیام اشق من الانتقال من القیام الی الرکوع والغالب ملحق بالمتعین فی الاحکام فصارکانه عجز من الامرین الاانه متی صلی قائماجاز لانه تکلف فعلا لیس علیه فصار لوتکلف الرکوع جاز وان لم یکن علیه کذاههنا"......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوآدمی سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو کیا اس سے قیام ساقط ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۶۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مریض جوقیام اور رکوع کرنے پر قادر ہے لیکن سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہے، کیا اس شخص کے حق میں قیام ساقط ہوجائے گا؟ کیا اس کو بیٹھ کر نماز اداء کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ مریض بیٹھ کراشارہ سے نماز اداء کرے گا؟ قیام اورر کوع اس شخص کے حق میں ساقط ہوجائے گا۔

"ومالوعجز عن السجود وقدرعلی القیام فانه لایجب علیه القیام "

......(البحرالرائق : ۲/۱۹۹)

"ویسقط الرکوع عمن عجزعن السجود وان قدر علی الرکوع لان القیام وسیلة الی السجود فاذافات المقصود بالذات لایجب مادونه "

......(طحطاوی علی المراقی الفلاح: ۴۳۴،۴۳۵)

"فان کان المریض یقدرعلی القیام ولایقدر علی السجود اومأ ایماء وهوقاعد لان القیام لافتتاح الرکوع والسجود وکل قیام لایتعقبه سجود لایکون رکنا"......(المحیط البرهانی : ۳/۴۷)

"وان تعذرالرکوع والسجود لاالقیام اومأقاعدا لان رکنیة القیام للتوصل به الی السجود لمافیها من نهایة التعظیم واذاکان لایتعقبه السجود لایکون رکنا فیتخیر"......(البحر الرائق: ۲/۲۰۵)

"اومأقاعدا قال فی النهر هذااولی من قول بعضهم صلی قاعدا اذیفترض علیه ان یقوم للقراءة فاذاجاء اوان الرکوع والسجود اومأقاعدا اه قلت ومقتضاه افتراض التحریمة قائما ایضا ولم ارماذکره فی شیء من الکتب التی عندی من فتاوی وشروح وغیرها بل کلهم متفقون علی سقوط رکنیة القیام وان شرعیته للتوصل الی السجود علی ان القعود قیام من وجه"......(منحة الخالق بهامش بحر الرائق: ۲/۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زمین سے ڈھائی فٹ اونچے تختے پر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مساجد کے اندر نئے انداز کی بنی ہوئی کرسیاں ہیں جس کے سامنے اونچا سا ایک تختہ بنا ہوتا ہے معذور نمازی اس کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، اور سجدہ اس تختے پر کرتا ہے جو زمین سے تقریباً ڈھائی فٹ اونچا ہوتا ہے اس تختے پر کیا ہوا سجدہ سجدہ شمار ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟ اور زمین سے کتنی بلند چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے، اور کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا صف کے درمیان میں کرسی رکھے یا صف کے آخر میں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب مرحمت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں موضع قعود (بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ گاہ کی اونچائی کی مقدار کے بارے میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی اونچائی بارہ انگل یا اس سے کم ہونی چاہیے؟

چونکہ مذکورہ کرسیوں کے سامنے لگایا ہوا تختہ مقدار بالا سے زیادہ اونچا ہوتا ہے لہذا نماز درست نہ ہوگی، البتہ اگر سجدہ کی جگہ کی اونچائی بارہ انگل یا اس سے کم ہو تو نماز جائز ہے۔

نیز کرسی پر بیٹھنے والے کو صف میں جہاں جگہ ملے وہیں کرسی رکھ لے، یاد رہے کہ وہ مذکورہ انداز کی کرسی نہ ہو۔

"ولو كان موضع السجود ارفع من موضع القدمين قال الحلواني ان كان التفاوت مقدار اللبنة او اللبنتين يجوز وان كان اكثر لايجوز واراد اللبنة المنصوبة لا المفروشة وحد اللبنة ربع ذراع "......(الجوهرة النيرة : ۶۳،۶۴/۱)

"فلو ارتفع موضع السجود عن موضع القدمين قدر لبنة او لبنتين منصوبتين جاز لا ان زاد"......(فتح القدير : ۲۶۴/۱)

"ولو كان موضع سجوده ارفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز سجوده وان اكثر لا الا لزحمة كمامر والمراد لبنة بخارى وهي ربع ذراع عرض ستة اصابع فمقدار ارتفاعها نصف ذراع اثنا عشرة اصبعا ذكره الحلبي "......(درعلی الشامی : ۳۷۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے:

مسئلہ نمبر (۲۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کا امام کچھ عرصہ سے علیل ہے اور اپنی سنتیں اور نوافل اکثر اوقات بیٹھ کر ادا کرتے ہیں کیا وہ بیماری کے دوران نماز پڑھا سکتے ہیں؟ اگر ان کا بیٹا امامت کروارہا ہے تو کمزوری کے باعث وہ فرض نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہیں، کیا وہ اس صورت میں امامت کرواسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر امامت کرانا بھی درست ہے۔

"وقائم بقاعد يركع ويسجد لانه ﷺ صلى آخر صلوته قاعدا وهم قيام وابوبكر يبلغهم تكبيره " ......(درمختار مع ردالمحتار : ۴۳۵/۱)

"اي قائم راكع ساجد او موم وهذا عندهما خلافا لمحمد وقيد القاعد بكونه يركع ويسجد لانه لو كان موميا لم يجز اتفاقا "......(ردالمحتار : ۴۳۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معذور کی نماز کے بعض احکام:

مسئلہ نمبر(۲۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) عذر کی حالت میں نماز پڑھنے کے لیے ایسی کرسیاں جن پر سجدہ کرنے کے لیے بالشت سے بلند تختی لگی ہوئی ہے، بنوا کر مسجد میں رکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) عذر کی حالت میں سخت جگہ پر سجدہ کے لیے ماتھے کا ٹیکنا ضروری ہے یا نہیں؟ یا صرف اشارہ کافی ہے؟

(۳) اگر تکیے جیسی نرم چیز پر سجدہ کر لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) مذکورہ صورت میں عام طور پر مروجہ کرسیوں پر بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ کرنے کے لیے لگی ہوئی تختی کی مقدار بارہ انگلیوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان کرسیوں پر سجدہ کرنا اور ان کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بیٹھنے کی جگہ سے سجدہ کرنے کے لیے لگی ہوئی تختی کی مقدار بارہ انگلیوں یا اس سے کم ہو تو عذر شرعی کی بناء پر ان کرسیوں کو نماز کے لیے مسجد میں رکھنا اور ان پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

"ولو كان موضع السجود ارفع اى اعلى من موضع القدمين ان كان ارتفاعه مقدار ارتفاع لبنتين منصوبتين جاز السجود عليه والاای وان لم يكن ارتفاعه مقدار لبنتين...... لبنة بخارى وهى ربع ذراع عرض ست اصابع فمقدار ارتفاع اللبنتين المنصوبتين نصف ذراع طول اثنتى عشرة اصبعا"......(حلبى كبيرى: ۲۵۰)

(۲) اگر عذر کی حالت میں سخت جگہ پر سجدہ کرنے سے مرض وغیرہ کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو اشارہ کر سکتے ہیں۔

"تعذر عليه القيام او خاف زيادة المرض صلى قاعدا يركع ويسجد(قوله ومؤميا ان تعذر) اى يصلى مؤميا وهو قاعد ان تعذر الركوع والسجود لماقدمناه ولان الطاعة بحسب الطاقة"......(البحر الرائق: ۱۹۸، ۱۹۹/۲)

(۳) ایسی نرم چیز جس پر پیشانی قرار نہ پکڑتی ہو تو اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پیشانی قرار پکڑتی ہو تو سجدہ کرنا درست ہے۔

"وکذاالحکم اذاسجد علی التبن اوالقطن المحلوج اوالصفوف ونحوہ ان لم یستقر جبھۃ بتمام التسفل لایجوز سجودہ وکذا کل محشو کالفرش والوسائد وکذ کورالعمامۃ مالم یکسبہ حتی ینتھی تسفلہ ویجد الصلابۃ لایجوزسجودہ"......(حلبی کبیری: ۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس آدمی کوقطرات کی بیماری ہواس کی نمازکاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کوقطرات کی بیماری ہے لیکن اس میں تسلسل نہیں ہے، رکوع کے وقت یاسجدہ کے وقت یا اٹھتے بیٹھتے ہوئے قطرہ بول خارج ہوجاتا ہے، اسی طرح آدھے گھنٹے کافرق بھی عام حالات میں پڑجاتا ہے، اسی طرح دوسرامسئلہ یہ ہے کہ ہوانمازیانماز سے باہرخارج ہوجاتی ہے اورہواکے خروج میں بھی تسلسل نہیں ہے اوقات مذکورہ میں رکوع میں جاتے ہوئے اٹھتے ہوئے بیٹھتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہوئے ہواکاخروج ہوتاہے، اب اس کی نماز کے متعلق کیاحکم ہے اگردوران صلوٰۃ اس کویہ عارضہ لاحق ہواتواب کیادوبارہ وضوکرے گایاایک ہی وضوسے نمازمکمل کرے گا، کیونکہ باربار وضومیں بوجہ ضعف کے خروج لازم آتاہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ آدمی شرعامعذورنہیں ہے، لہٰذااگررکوع وسجدہ میں وضوءٹوٹتاہے توپھر بیٹھ کررکوع اورسجدہ اشارے سے کریں اوراگراس حالت میں بھی وضوءٹوٹ جاتاہوتوپھرکھڑے ہوکراشارے سے رکوع وسجدہ کریں۔

"وفی الدرالمختار یجب ردعذرہ اوتقلیلہ بقدر قدرتہ ولوبصلاتہ مؤمیا وفی الشامیۃ قولہ ولوبصلاتہ مؤمیا ای کمااذاسال عندالسجود ولم یسل بدونہ فیؤمی قائما اوقاعدا اوکذالوسال عندالقیام یصلی قاعدا"......(۳۰۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بغیر عذر کے سنت مؤکدہ بیٹھ کر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سنت مؤکدہ بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

فجر کی سنتوں کے علاوہ دیگر نمازوں کی سنت مؤکدہ بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، لیکن افضل اور مستحب یہ ہے کہ بلاعذر بیٹھ کر نہ پڑھی جائیں۔

"قوله ويتنفل قاعدا مع قدرته على القيام ابتداء وبناء ....اطلق فى التنفل فشمل السنة المؤكدة والتراويح لكن ذكر قاضى خان فى فتاواه من باب التراويح الاصح ان سنة الفجر لايجوز اداؤها قاعدا من غير عذر سنة الفجر مؤكدة لاخلاف فيها والتراويح والتاكيد دونها انتهى، وقدنقلناه فى سنة الفجر فى موضعها من رواية الحسن وهكذاصححه حسام الدين ثم قال الصحيح انه لايستحب فى التراويح لمخالفته للتوارث وعمل السلف وهذاكله فى الابتداء "......(البحر الرائق : ۱۱۰، ۲/۱۱۱)

"وروى البخارى عن عمران بن الحصين مرفوعا من صلى قائما فهوافضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم...... واماا ذاصلاه مع عجزه فلاينقص ثوابه عن ثوابه قائما"......(البحر الرائق : ۲/۱۱۰)

"ويجوز التطوع اى ان يصلى التطوع وسائر النوافل قاعدا بغيرعذر لمااخرج الجماعة الامسلما عن عمران بن حصين قال سالت النبى ﷺ عن صلوة الرجل قاعدا فقال من صلى قائما فهوافضل ومن صلى قاعدا فله نصف اجر القائم ومن صلى نائمافله نصف اجر القاعد قال النووى قال العلماء هذافى النافلة اماالفريضة فلايجوز المعودفان عجز لم ينقص من اجره انتهى"......
(حلبى كبيرى : ۲۳۶)

" قوله يجوز التطوع الخ يستثنى منه سنة الفجر فانهالاتصح قاعدا بلاعذر

وبعضهم استثنى التراويح ايضالتاكيدها كسنة الفجر وفرق البعض بين التراويح وسنة الفجر فجوزوا التراويح مع القعود دون سنة الفجر قال قاضي خان وهو الصحيح قال وجه الفرق ان سنة الفجر مؤكدة لاخلاف فيها والتراويح في التاكيد دونها فلاتجوز التسوية بينهما والكلام في صفة القعود كمامر في المريض "......(حلبی کبیری: ۲۳۷)

" وقال الشامي وسنة الفجر لاتجوزقاعدا من غيرعذر باجماعهم كماهورواية الحسن عن ابي حنيفة "...... (فتاویٰ شامی: ۱/۳۲۸)

"روى الحسن عن ابي حنيفة ان من صلى ركعتي الفجر قاعدا من غيرعذرلايجوز"......(بدائع الصنائع : ۱/۲۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الرابع عشر فی صلوۃ المسافر﴾

نمازقصرپڑھنےکاطریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مسافر نماز میں قصر کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز قصر کرنے کی صورت میں اگر اکیلا نماز پڑھے تو ظہر،عصر،عشاء کی نماز دو دو رکعتیں پڑھے گا اور فجر اور مغرب کی نماز پوری پڑھے گا اور اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو پوری نماز پڑھے گا اور سنن و وتر مکمل پڑھے گا۔

"صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس(قولہ صلی الفرض الرباعی) خبر من فی قولہ من خرج واحترز بالفرض عن السنن والوتر وبالرباعی عن الفجر والمغرب(قولہ وجوبا)فیکرہ الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفۃ انہ قال من اتم الصلاۃ فقد اساء وخالف السنۃ شرح المنیۃ" ......(ردالمحتار: ۱/ ۵۸۰)

"واما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت ویتم(قولہ فیصح فی الوقت ویتم) ای سواء بقی الوقت اوخرج قبل اتمامھا لتغیر فرضہ بالتبعیۃ لاتصال المغیر بالسبب وھوالوقت"......(الدر مع ردالمحتار: ۱/ ۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازقصرکےبارےمیں:

مسئلہ نمبر(۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لاہور سے ملتان تین دن کے لیے جاتا ہے تو کیا اس کو نماز میں قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

لاہور سے ملتان تک کا سفر چونکہ شرعی سفر بنتا ہے لہذا اگر ملتان اس کا وطن اصلی نہیں ہے اور ملتان میں پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

"اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في التبيين هو الصحيح كذا في جواهر الاخلاطي" ......(الهندية: ١/١٣٨)

"مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال (قوله مسيرة ثلاثة ايام ولياليها) الاولى حذف الليالي كما فعل في الكنز والجامع الصغير اذ لا يشترط السير فيها مع الايام ولذا قال في الينابيع المراد بالايام النهار لان الليل للاستراحة فلا يعتبر اه نعم لو قال او لياليها بالعطف باو لكان اولى للاشارة الى انه يصح قصد السفر فيها وان الايام غير قيد فتامل"......(الدرمع ردالمحتار: ١/٥٧٩)

"(فيقصر ان نوى) الاقامة (في اقل منه) اى في نصف شهر (او) نوى (فيه لكن في) غير صالح او كنحو جزيرة (قوله في اقل منه) ظاهره ولو بساعة واحدة وهذا شروع في محترز ماتقدم (قوله او نوى فيه) اى في نصف شهر" ......(الدر مع ردالمحتار: ١/٥٨١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بس میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(١٧١): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ سے نماز کے احکامات پوچھنا چاہتا ہوں میرا لمبے سفر پر جانا ہوتا ہے نان سٹاپ بس پر سفر کے دوران کئی نمازیں آتی ہیں مگر بس کہیں رکتی نہیں کہ کم از کم فرض نماز ہی ادا کر سکیں کیا سفر کے دوران بس کے اندر نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر پڑھی جا سکتی ہے تو اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے اور یہ کہ قبلہ کی سمت کا کیسے تعین کیا جائے اور کتنی رکعت نماز ادا کی جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ بس میں فرض نماز ادا کرنا درست نہیں ہے اس لیے بس والوں کو نماز کے وقت بس روک کر نماز پڑھانی چاہیئے تا کہ نماز قضاء نہ ہو اور اگر بس روک کر نماز ادا نہ کر سکیں تو بعد میں قضاء کر لیں۔

"ولا یصلی المسافر المکتوبة علی الدابة من غیر عذر) لان المکتوبة فی اوقات محصورة فلا یشق علیه النزول لادائها فیها بخلاف التطوع فانه لیس بمقدر بشیء فلو الزمناه النزول لادائها تعذر علیه اداما ینشطه فیه من التطوعات او ینقطع سفره"......(المبسوط: ۱......۴۱۹)

"واما الصلوة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر اولا فهی صلوة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لاترکب الابعناء او بمعین ولو محرما......وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفه لتعلیلهم بانها کالسریر هذا کله فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ایقافها للقبلة ان امکنه والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیر المکان"......(الدر المختار: ۱/۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز قصر کے مسائل:

مسئلہ نمبر (۱۷۲): (۱) ایک شہر کی ابتداء وانتہاء سفر کی مسافت ہوں اور منزل مقصود تک سفر شرعی کی مسافت ہوں آیا شہر کے اندر مسافر ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص کے گاؤں یا شہر کے ساتھ دوسرے گاؤں یا شہر کی ابتداء تک سفر کی مسافت کا اندازہ کم ہو اور انتہاء تک سفر کی مسافت پوری ہو اور ان کا منزل مقصود گاؤں یا شہر کی انتہاء میں ہو تو یہ مسافر ہوگا یا نہیں؟

(۳) ایک شخص دوسری جگہ یا دوسرے شہر چلا گیا اور وہ سفر شرعی نہیں ہے اور یہ مقیم ہے اور دوسرے شہر میں سکونت کے ساتھ دوسری جگہ کا ارادہ کیا تو کیا وہ سفر شرعی بنتا ہے آیا اس کا نکلنا اس شہر یا گاؤں کے ساتھ شرط ہے ابتداء سفر کی یا صرف حرکت سے مسافر بنے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۲،۱) پہلی اور دوسری صورت میں مسافر نہیں ہے۔

"قوله من خرج من عمارة موضع اقامته اراد بالعمارة مایشمل بیوت الاخبیة لان بها عمارة موضعها قال فی الامداد فیشترط مفارقتها ولو متفرقة الی قوله واشار الی انه یشترط مفارقة ماکان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهوماحول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر وکذا القری المتصلة بالربض فی الصحیح "......(ردالمحتار: ۱/۵۷۸)

"ویشترط لصحة نیة السفر ثلاثة اشیاء الاستقلال بالحکم والبلوغ والثالث عدم نقصان مدة السفر عن ثلاثة ایام فلایقصر من لم یجاوز عمران مقامه " ......(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح: ۴۲۴)

(۳) مسافر ہوجاتا ہے محض حرکت سے مسافر نہیں بنتا۔

"قوله من جانب خروجه الخ قال فی شرح المنیة فلایصیر مسافرا قبل ان یفارق عمران ماخرج منه من الجانب الذی خرج حتی لوکان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقدکانت متصلة به لایصیر مسافرا مالم یجاوزها" ......(ردالمحتار: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کے بعد تبدیلی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں والدین اور بھائیوں سمیت لاہور میں مقیم ہوں میرے ددھیال اور ننھیال ملتان کے رہائشی ہیں میرے والدین میری پیدائش سے پہلے لاہور میں شفٹ ہوچکے تھے اس وقت میرے دادا زندہ تھے اب وہ فوت ہوچکے ہیں ملتان میں میرے والد کی وراثتی زمین موجود ہے جس کا بندوبست میرے چچا کے ہاتھ میں ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں اور میرے والدین جب آبائی شہر

ملتان کی تحصیل شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو کیا ان دنوں میں ہم مسافر شمار ہوں گے یا مقیم؟ نیز ان دنوں میں ہم قصر نماز پڑھیں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں آپ اور آپ کے والدین جب شجاع آباد میں رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے جائیں گے تو وہاں مسافر شمار ہوں گے اور اگر پندرہ دن سے کم وہاں ٹھہرنے کی نیت ہو تو آپ قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ لاہور میں شفٹ ہونے کے بعد آپ کا وطن اصلی لاہور ہے نہ کہ شجاع آباد۔

"ومن حکم الوطن الاصلی ان ینتقض بالوطن الاصلی لانه مثله والشیء ینتقض بما هو مثله حتی اذا انتقل من البلد الذی تاهل به باهله وعیاله وتوطن ببلدة اخری باهله وعیاله لاتبقی البلدة المنتقل عنها وطناله" ......(المحیط البرهانی : ۴۰۱/۲)

"ولابد من معرفتها لان السفر یبطل بالاقامة فنقول ادنی مدة الاقامة عندنا خمسة عشر یوما ......وعندنا مالم ینو الاقامة خمسة عشر یوما لایتم الصلوة" ......(المحیط البرهانی : ۳۸۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کہاں سے شروع ہوتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا گاؤں جو شہر (تحصیل) سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس گاؤں میں تقریباً چالیس گھر ہیں اور دو کریانہ کی دکانیں ہیں ہسپتال وغیرہ نہیں ہے گاؤں اور شہر کے درمیان ایک موضع ہے جہاں کپڑے اور جوتے کی بھی دکانیں ہیں اور ایک سرکاری ہسپتال بھی ہے مگر گاؤں کے لوگ عموماً شہر سے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے گاؤں کے افراد سفر شرعی کے ارادے سے گاؤں سے نکلیں تو کہاں سے قصر شروع کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرطِ صحت سوال اس گاؤں کے افراد جب سفر شرعی کے ارادے سے اپنے گاؤں کے آبادی والے مکانات اور گھروں سے نکل جائیں تو مسافر شمار ہوں گے اور قصر کریں گے۔

"المسافر....من خرج من عمارة موضع اقامته اراد بالعمارة مایشمل بیوت الاخبیة لان بھا عمارة موضعھا قال فی الامداد فیشترط مفارقتھا ولو متفرقة....واما الفناء وھو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة اومزرعة فلا کمایاتی"..... (ردالمحتار: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسرال میں نماز قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے لاہور میں شادی کی حالانکہ وہ بہاولنگر کا رہنے والا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ زید اب اگر اپنے سسرال کے ہاں جائے لیکن پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کرے تو کیا یہ مسافر کی نماز پڑھے گا یا مقیم کی نماز پڑھے گا؟ سسرال جانے سے مسافر کہلائے گا یا کہ مقیم؟

(۲) زید خود بہاولنگر کا رہنے والا ہے جبکہ اس نے دوسرے شہر میں ایک جگہ رہائش کے لئے خریدی اب سوال طلب بات یہ ہے کہ رہائش ابھی تک بہاولنگر میں ہے جب زید ساہیوال آئے مقیم والی نماز ادا کرے گا یا مسافر والی نماز ادا کرے گا؟ بالفرض اگر زید اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر نماز ادا کر چکا ہے تو اداشدہ نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اتمام صلاۃ کے لئے ضروری ہے کہ وطن اصلی یا مقام اہل وعیال ہو جہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ نہ ہو یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو۔

"والوطن الأصلی ھو وطن الانسان فی بلدته اوبلدة اخری اتخذھا"......(البحر: ۲/۲۳۹)

"قوله(الوطن الأصلی) ویسمی بالاھلی ووطن الفطرة والقرار

عن القهستاني (قوله اوتأهله) اى تزوجه قال في شرح المنية ولوتزوج المسافرببلدولم ينوالاقامة به فقيل لايصيرمقيما اه"......(ردالمحتار: ۵۸۶/۱)

"حتى يدخل مصره اوينوى الاقامة نصف شهرفي بلداوقرية متعلق بقوله قصراى قصرالى غاية دخول المصراونية الاقامة في موضع صالح للمدة المذكورة فلايقصر"......(البحر الرائق: ۲۳۰/۲)

پس مذکورہ دونوں صورتوں میں محض شادی کرنے یاپلاٹ خریدنے (قبل از رہائش) سے مقیم نہیں ہوگا، لہٰذاقصرنمازاداکرے گا،اگران شہروں کے درمیان سفرشرعی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافراگرمقیم امام کی اقتداءکرےتوتعدادرکعت کی نیت ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۷۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ نمازیں جن میں قصرہوتی ہے ان نمازوں میں مقیم امام کی اقتداءمیں نمازپڑھنے کے لئے مسافرکی نیت کاطریقہ کیاہے کیاوہ دورکعات قصرکی نیت کرے گایاچاررکعات کی نیت کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسافرجب مقیم کی اقتداء میں نمازپڑھے گاتوتعدادرکعات کی نیت نہیں کرے گامثلاً وہ یہ نیت کرے گا کہ میں ظہرکی فرض نمازپڑھتاہوں اس امام کے پیچھے۔

"وفي نية المسافراشكال اذلونواها اثنين لم يكن الشفع الاخيرفرضامع انه يصيرفرضابالتبعية ولونواها اربعالايصح لانه انمايصيرفرضه اربعابعدالاقتداء والظاهرانه لاينوى عددالركعات وينوى فرض الظهرمثلاً فان تعين اعدادالركعات ليس بشرط"......(النقاية شرح مختصرالوقاية: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر میں سنت ونوافل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں کہ فرض نماز کی قصر ہو جاتی ہے مگر سنت اور نفل کے متعلق مختلف رائے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سنت اور نفل کی ادائیگی منع ہے ان کو چھوڑ دیا جائے، چاہے وقت ہو یا نہ ہو دوسرے یہ کہتے ہیں کہ وقت ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے مجھے اکثر اپنی گاڑی پر جاتے وقت نماز قصر ادا کرنی ہوتی ہے اس لئے وقت تو میری رائے پر ہوتا ہے سنت ادا کرنا چاہوں تو کرلوں ورنہ فرض کے بعد سفر جاری رکھوں مجھے اس لفظ "بہتر ہے" میں تردد ہے حکم تو ایک ہے کرو یا نہ کرو برائے مہربانی رہبری فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرطِ صحت سوال دوران سفر وقت ہو تو پھر سنتیں اور نوافل پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر وقت نہ ہو تو پھر نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہیں۔

"ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بھاھوالمختارلانہ ترک لعذرتجنیس قیل الاسنۃ الفجراھ"......(الدر مع الرد: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ملک کی سرحدوں پر فوجی مسافر ہوں گے یا مقیم؟

مسئلہ نمبر (۱۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم فوج کے کچھ ملازم ملک کی سرحدوں کی صورتحال کے پیش نظر کوئٹہ سے ۶ رجون کو یہاں تقریباً چودہ سو کلو میٹر دور آ کر خیموں میں قیام پذیر ہوئے ہیں ہم میں سے کچھ کا خیال ہے کہ چونکہ ہم حالت جنگ میں ہیں اور غیر معینہ مدت کے لئے یہاں آئے ہیں اور کسی وقت بھی کسی طرف جانے کا حکم ہمیں مل سکتا ہے، لہٰذا ہمیں نمازیں قصر پڑھنی چاہئیں گویا ہم سفر میں ہیں، چونکہ ہمارے جانے کا تعین نہیں ہوا جبکہ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ ہمارا یہاں قیام فی الواقع ۴ یا ۶ ماہ کا ہے اور اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے اور ہمیں یقین بھی ہے کہ ہم نے یہاں سات یا آٹھ ماہ رہنا ہے اور اس سے پہلے واپسی ممکن نہیں تو اس صورت میں ہمیں پوری نماز مقیمین کی طرح پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

"قال شمس الائمۃ الحلوانی عسکر المسلمین اذاقصدوا موضعاً ومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ والفساطیط وعزموافیھا علی اقامۃ خمسۃ عشریوما لم یصیروا مقیمین لانھا حمولۃ ولیست بمساکن کذافی المحیط"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ فوجی حضرات مسافر رہیں گے اور قصر نماز پڑھیں گے جب تک اس جنگل میں خیمہ زن ہیں، اس لیے کہ نیت اقامت کے لیے آبادی کا ہونا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھاؤنی سے باہر غیر آباد علاقے میں فوجی کیمپ لگانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ افواج پاکستان تقریباً آٹھ ماہ سے چھاؤنیوں سے باہر غیر آباد علاقوں میں کیمپ لگا کر حالات کے پیشِ نظر بیٹھی ہوئی ہیں، کچھ یونٹیں تو آٹھ ماہ سے ایک ہی جگہ پر کیمپ میں رہائش پذیر ہیں اور شاید چند ماہ اسی حالت میں رہیں گے، ان حالات میں نماز کا کیا حکم ہے قصر یا پوری؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز قصر ادا کریں گے اس لئے کہ نیت اقامت کے لئے آبادی ضروری ہے۔

"قال شمس الائمۃ الحلوانی عسکر المسلمین اذاقصدوا موضعاً ومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ والفساطیط وعزموافیھا علی اقامۃ خمسۃ عشریوما لم یصیروا مقیمین لانھا حمولۃ ولیست بمساکن کذافی المحیط"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوی بچے وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ رکھے ہوں تو وہاں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک فوجی سرگودھا کا رہنے والا ہے اس کا ذاتی مکان اور والدین سرگودھا میں رہتے ہیں، مذکورہ آدمی خود سرکاری مکان لے کر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ لاہور میں رہتا ہے جہاں وہ ایک سال سے لیکر چند سال تک رہ سکتا ہے، اس کو کمانڈر کی طرف سے اجازت ہوتی ہے کہ تم ایک سال سے تین سال تک رہ سکتے ہو اس طرح اس سے مکان واپس نہیں لیا جاتا، کیا اس مذکورہ آدمی کے لئے سرکاری مکان وطن اصلی ہوگا یا نہیں؟ اگر وطن اصلی نہیں تو سکیم ایریا سے جب لاہور بچوں کے پاس جائے گا تو نماز قصر پڑھے گا یا نہیں؟ فوجی افسران جب تک اس چھاؤنی میں رہتے ہیں سرکاری مکان رکھ سکتے ہیں یہ دونوں طرح کے مکان ایمرجنسی اور قدرتی آفات کے بغیر اور مدت معین سے قبل خالی نہیں کروائے جاتے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں یہ وطن اقامت ہے اگر بیوی بچوں سمیت پندرہ یا اس سے زیادہ دن کا قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھے گا، اگر پندرہ دن سے کم کا ارادہ ہو تو پھر نماز قصر ہوگی۔

”ووطن سفر وقد سمی وطن اقامة وھو البلد الذی ینوی المسافر الاقامة فیه خمسة عشر یوما او اکثر“......(الھندیة : ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں:

مسئلہ نمبر (۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یہاں لاہور میں ایک سرکاری ملازم ہوں میرا تعلق ضلع اوکاڑہ سے ہے میں لاہور میں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں ہفتہ کو اپنے گھر چلا جاتا ہوں اور سوموار کو واپس آجاتا ہوں جب کہ میری مدت ملازمت تقریباً ۲۵ سال ہوگئی ہے ان حالات میں مجھ پر قصر ہوگی یا پوری نماز ادا کی جائے گی اور جمعۃ المبارک کا کیا حکم ہے حضور والا مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں نہایت مشکور ہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ کا وطن اصلی مسافت شرعی پر ہے لاہور میں پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہوتی ہے

تولاہور میں قصر نماز پڑھیں گے وطن اصلی میں نماز پوری ادا کریں گے واضح رہے کہ مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں ہے۔

"والوطن الاصلی ھووطن الانسان فی بلدته اوبلدة اخری اتخذھادارو توطن بھامع اھله وولدہ ولیس من قصدہ الارتحال عنھمابل التعیش بھا" ......

(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

"واما الشرائط فی المصلی لوجوب الجمعة فالاقامة......من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فعلیه الجمعة الامسافر و مملوک"...... (المبسوط: ۲/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اقامت سے شرعی سفر کے بعد واپسی پر وہاں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک فوجی جس کی لاہور چھاؤنی میں مستقل پوسٹنگ ہے اوران حالات میں آٹھ ماہ سے یا پھر لاہور سے سکیم پر وہ شرعی سفر طے کرنے کے بعد رہتا ہے اس طرح وہ کسی سرکاری یا ذاتی کام کے لئے لاہور جاتا ہے اس صورت میں مسافر ہے یا کہ مقیم؟ جبکہ اس کا عام ذاتی سامان ان حالتوں میں لاہور ہی میں رہے گا کیونکہ سکیم پر بہت سامان ساتھ نہیں رکھ سکتا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں لاہور آنے پر نماز قصر پڑھے گا اگر صراحتاً پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زائد کا ارادہ ہو یا کوئی ارادہ نہ ہو تو نماز پوری پڑھے گا، اس لیے کہ سامان کی موجودگی میں دلالۃً دلیل موجود ہے اس کے وطن اقامت ہونے کی اور صراحت دلالت پر مقدم ہوتی ہے۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما اواکثر کذافی الھدایة"......(الھندیة : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے دور شرعی مسافت پر سکیم پر جانے والے فوجیوں کی نماز کا حکم:

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوجیوں کی سکیم جب شرعی مسافت پر جائے تو وہ قصر کریں گے یا اتمام کریں گے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

یہاں پر آپ کے بڑے افسر اور کمانڈر کی نیت کا اعتبار ہے ہر ایک فوجی کی نیت معتبر نہیں ہے کمانڈر اگر ۱۵ دن یا اس سے زیادہ کی نیت کرے گا تو سب مقیم ہوں گے۔

"والمعتبر فيه المتبوع لانه الاصل الخ"......(ردالمحتار: ۱/۵۸۷)

"الاصل ان من يمكنه الاقامة باختياره يصير مقيما بنية نفسه ومن لا يمكنه الاقامة باختياره لايصير مقيما بنية نفسه..........والجندى مع اميره فهؤلاء لايصيرون مقيمين بنية انفسهم فى ظاهر الرواية كذا فى المحيط"......(الهندية: ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر شرعی نے مقیم امام کی اقتداء کی اب اس مسافر کو حدث لاحق ہوا جب وہ مسافر وضو کر کے واپس آیا تو امام سلام پھیر چکا تھا اب اس پر کون سی نماز پڑھنا ضروری ہے قصر کرے یا اتمام کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جب مسافر کی نماز فاسد ہوگئی تو اب وہ قصر نماز پڑھے گا۔

"وان اقتدى مسافر بمقيم اتم اربعا وان افسده يصلى ركعتين بخلاف مالو اقتدى به بنية النفل ثم افسد حيث يلزم الاربع"......(الهندية: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسافر ہو تو قصر پڑھائے گا:

مسئلہ نمبر (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی لاہور میں ملازمت کرتا ہے اوراس کا اصل وطن کھاریاں ہے اس کی ملازمت پکی اور مستقل ہے ،لیکن وہ ہر ہفتے کے بعد گھر جاتا ہے وہ لاہور میں نماز قصر پڑھے گا یا پوری نماز ادا کرے؟ نیز یہی آدمی اگر امام ہو تو کیا وہ نماز قصر پڑھائے یا پوری ؟ جبکہ قصر میں نمازیوں کو عمومی پریشانی ہوگی لوگ مختلف باتیں کریں گے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جائے ملازمت پر نماز قصر پڑھے گا اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو اور اگر پندرہ یا زائد کا ارادہ ہو تو نماز پوری پڑھے گا ،اور مسافر ہونے کی صورت میں اگر وہ امامت کرائے تو نماز قصر پڑھائے گا کیونکہ اس پر قصر لازم ہے۔

”ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما اواکثر کذافی الهداية.....وفرض المسافر فی الرباعية رکعتان کذافی الهداية والقصرواجب عندنا کذافی الخلاصة“...... (الهندية : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ دن سے زائد تشکیل میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری تشکیل چکوال شہر میں ۲۸ دن کے لئے ہوئی ہے چونکہ ہمارا قیام کسی ایک مسجد میں نہیں ہے بلکہ اسی شہر کی مختلف مساجد میں کام کرنا ہے وضاحت فرمائیں کہ ہمیں قصر نماز پڑھنی ہے یا پوری نماز پڑھنی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں تشکیل کے مذکورہ ایام میں آپ پوری نماز پڑھیں گے۔

”اذانوی المسافر الاقامة خمسة عشر یومافی موضعین فان کان مصراً واحداً اوقرية واحدة صارمقیمالانهمامتحدان حکما“......(بدائع الصنائع: ۱/۲۷۰)

”وفی الحجة ولو نوی ان یقیم بموضعین ثلاثین یومایصلی اربعالأن اقامته بکل موضع تکون خمسة عشریوما“......(التتارخانیة : ۱۵/۲)

”ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما اواکثر کذافی الھدایة (الی ان قال) وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشریومًاقصرھکذافی الھدایة“......(الھندیة : ۱۳۹/۱)

”ونیة الاقامة انماتؤثربخمس شرائط ترک السیر....واتحادالموضع والمدة والاستقلال بالرأی ھکذافی معراج الدرایة“......(الھندیة : ۱۳۹/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر بننے کے لئے شہر سے خروج ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۲۸۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کراچی میں مقیم ہے اوروہ شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک سفر کرتا ہے توتقریبا ایک سوکلومیٹر بنتا ہے کیا یہ شخص شرعی مسافر قرار دیا جاسکتا ہے اور قصر کی نماز پڑھ سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں شہر کے اندر سفر کا اعتبار نہیں، لہٰذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا، کیونکہ مسافر بننے کے لئے خروج من المصر ضروری ہے۔

”وفعل السفر لایتحقق الابعدالخروج من المصرفمالم یخرج لایتحقق قران النیة بالفعل فلایصیرمسافرا“......(بدائع الصنائع : ۲۶۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۲۸۸): محترم مکرم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! سلام کے بعد عرض کرتا ہوں کہ ایک مسئلہ کے بارے میں تحقیق کرنی ہے جواب سے مطلع فرمائیں، سوال یہ ہے کہ میں پشاور کا رہنے والا ہوں

اور اسلام آباد میں سروس کرتا ہوں اور ہر ہفتہ گھر جاتا ہوں ادھر میں نے کرایہ کا مکان لیا ہوا ہے ابھی پندرہ یوم کا قیام یہاں نہیں کیا کئی آدمیوں نے کہا کہ آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پڑھیں میں نے ایک عالم دین سے بھی پوچھا انہوں نے بھی بتایا کہ آپ ایک دفعہ بھی یہاں پندرہ دن سے زیادہ نہیں رہے، اس لئے قصر پڑھیں انہوں نے کہا کہ اگر آپ ایک دفعہ بھی پندرہ دن ٹھہریں تو آپ پوری نماز پڑھیں گے، ورنہ نہیں تو میں نے قصر نماز پڑھنی شروع کر دی ہے لیکن ابھی تک ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہوں، برائے مہربانی آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیلی جواب لکھیں تاکہ میں اس پر عمل کروں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں آپ اسلام آباد میں سفر کی نماز ادا کریں گے، کیونکہ پشاور اور اسلام آباد کا درمیانی فاصلہ مسافت شرعیہ ہے، اور آپ اسلام آباد میں پندرہ دن قیام نہیں کرتے۔

"وطن السکنی ان کان اتخذہ بعد تحقق السفر لم یعتبر اتفاقا والا اعتبر اتفاقا۔ فاذادخل المسافر بلدۃ ونوی ان یقیم بھایوما مثلاً ثم خرج منھا ثم رجع الیھا قصر فیھا کما کان یقصر قبل خروجہ وعلیہ یحمل کلام المحققین لقول البحر: انھم قالوا لافائدۃ فیہ لانہ یبقی مسافراً علی حالہ فصار وجودہ کعدمہ اھ"...... (ردالمحتار ۱/۵۸۷)

"ولم یثبت حکم الاقامۃ فی وطن السکنی، بل حکم السفر فیہ باق، لماذکرنا ان اقل مدۃ الاقامۃ خمسۃ عشر یوما اھ"...... (المحیط البرھانی: ۲/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی متحقق ہو جائے اور نیت ۱۵ دن سے کم قیام کی ہو تو قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۲۸۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں بروز سوموار کو لاہور جو میرا اصلی گھر ہے اور میں سرگودھا میں نوکری کرتا ہوں اور وہاں پانچ دن اور چار راتیں قیام کرتا ہوں اور جمعۃ المبارک کی شام کو لاہور آتا ہوں میں وہاں پر نماز کیسے پڑھوں گا سفر کی نماز یا مقیم کی؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مذکورہ میں آپ سرگودھا میں سفر کی نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ کا سفر شرعی متحقق ہے۔

"وطن السکنی ان کان اتخذہ بعد تحقق السفر لم یعتبر اتفاقا والا یعتبر اتفاقا. فاذا دخل المسافر بلدۃ ونوی ان یقیم بھا یوما مثلاً ثم خرج منھا ثم رجع الیھا قصر فیھا کما کان یقصر قبل خروجہ وعلیہ یحمل کلام المحققین لقول البحر: انھم قالوا لافائدۃ فیہ لانہ یبقی مسافراً علی حالہ فصار وجودہ کعدمہ اھ"......(رد المحتار: ۱/۵۸۷)

"ولم یثبت حکم الاقامۃ فی وطن السکنی، بل حکم السفر فیہ باق، لماذکرنا ان اقل مدۃ الاقامۃ خمسۃ عشر یوما اھ"...... (المحیط البرھانی: ۲/۴۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کی مقدار مسافت شرعیہ پر ہے خوف خطرے پر نہیں ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کی رینجر فوج کا کام صرف اور صرف پاکستانی سرحدوں کی حفاظت اور نگہداشت کرنا ہے، جبکہ اس کی ثانوی ذمہ داری اندرون ملک میں امن وامان کو قائم رکھنا ہے اس لئے رینجر کی کئی یونٹیں امن کے قیام کے لیے ہیں جب سے قائم ہوئی ہیں اندرون ملک خدمات انجام دے رہی ہیں اب جبکہ پاکستان اور ہندوستان کی سرحدوں پر کشیدگی کی صورت حال ہے اور جنگ کے امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جاسکتا، تو رینجر کی تمام یونٹیں باڈروں پر یا دور دراز کے علاقوں میں تعینات ہوگئی ہیں اور میں حالت اضطراب میں ہوں کہ اگر کشیدگی ختم ہوجائے تو واپسی اپنے علاقوں کی طرف ہوجائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں نماز قصر ادا کی جائے گی یا پوری نماز ادا کی جائے گی، یہ تمام لوگ سرحدوں پر مسافر رہیں گے یا مقیم؟ اگر مسافر رہیں گے تو کب تک اور کتنے معین ایام کے بعد سفر ختم ہوجائے گا، یہ تمام لوگ مقیم ہوکر پوری نماز ادا کریں گے، اور اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے احکام بھی بیان فرمادیں اس کے علاوہ سوال یہ ہے کہ یونٹ کا امام یا کوئی ملازم چاہے وہ کسی بھی عہدہ کا ہو، وہ اپنے طور پر قیام کی نیت کرسکتا ہے؟ جب کہ ہر آدمی اپنے طور پر خود مختار نہیں ہے بلکہ تمام لوگ ایک دوسرے کے بتدریج ماتحت ہیں، کچھ لوگ اپنے طور پر قیام کی نیت کرکے پوری نماز پڑھنا شروع کردیتے ہیں جب کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو مسافر کہتے ہیں اور وہ قصر نماز ادا کرتے ہیں ان کے لئے بھی حکم بیان فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جس جگہ آپ روانہ ہوئے اگر ۴۸ میل کا ارادہ تھا تو آپ مسافر ہیں، ورنہ مقیم ہیں اور واضح رہے کہ سفر شرعی کی مقدار مسافت شرعیہ کے ساتھ ہے نہ کہ خوف اور خطرہ پر لہٰذا وہاں جمعہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

"ولابد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة ایام حتی یترخص برخصة المسافرین والالایترخص ابدا ولوطاف الدنیا جمیعها بان کان طالب آبق اوغریم اونحو ذلک ویکفی فی ذلک القصد غلبة الظن یعنی اذا غلب علی ظنه انه یسافر قصر ولایشترط فیه التیقن کذافی التبیین"......(الهندیة : ۱/۱۳۹)

تمام فوجی اپنے کمانڈر کے ماتحت ہونے کی بنا پر اس کے مقیم ہونے کی وجہ سے مقیم اور مسافر ہونے کی وجہ سے مسافر ہوں گے۔

"وکل من کان تبعا لغیره یلزمه طاعته یصیر مقیمابإقامته ومسافرابنیته وخروجه الی السفر. کذافی محیط السرخسی"......(الهندیة : ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر میں سنتوں اور نوافل کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۹۱): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں سنتیں اور نوافل ادا کیے جائیں گے یا کوئی گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں دوران سفر اگر آپ کے پاس وقت ہے تو پھر سنتیں اور نفل پڑھنا بہتر ہے اور یہ پورے پڑھنا ہوں گے ان میں قصر نہیں ہے اور اگر وقت نہیں ہے تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے لفظ بہتر سے مراد یہ ہے کہ افضلیت اس میں ہے اور زیادہ اجر وثواب ہے اور اگر آپ چھوڑ دیں گے تو آپ پر گناہ نہیں ہوگا۔

"(ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بهاهو المختار لانه ترک لعذر تجنیس قیل الاسنة الفجراه"......(الدرمع الرد: ۱/ ۵۸۵)

"وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار انه لایأتی بهافی حال الخوف ویأتی بهافی حال القرار والامن هکذافی الوجیز للکردری"...... (الهندیة: ۱/ ۱۳۹)

"والسنن والتطوعات لایدخلهاالقصر بسبب السفر"...... (المبسوط: ۲/ ۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی ایک سے زائد بھی ہوسکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۲۹۲): حضرت مفتی اعظم صاحب السلام علیکم! کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد کہتا ہے کہ وطن اصلی صرف ایک ہے جس میں آدمی اپنے اہل خانہ سمیت رہتا ہے ماجد کا موقف ہے کہ اپنے والدین کا گھر بھی وطن اصلی ہے خالد کہتا ہے کہ جہاں جہاں بھی آدمی کی جائیداد ہو وہ اس کا وطن اصلی ہے، ازراہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ ان میں سے کس کا موقف درست ہے اور فقہ حنفی کے قول کے مطابق ہے اور کیا وطن اصلی ایک سے زائد ہوسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں وطن اصلی ایک سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں جس شہر میں آدمی کے اہل وعیال ہوں گے وہ اس کا وطن اصلی ہے، مثلاً ایک آدمی نے چار شادیاں کی ہیں اور چار مختلف شہروں میں اپنی بیویوں کو مکان بنوا کر دیئے ہیں اور وہ چار شہروں میں رہائش پذیر ہیں تو وہ چاروں شہر اس آدمی کے لئے وطن اصلی ہیں اور وہ چاروں شہروں میں پوری نماز پڑھے گا۔

"وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذی تأهل به"......(الهندیة : ۱/ ۱۴۲)

"ولم يكن مولده ولكنه تأهل به وجعله دارا يصير مقيما اه"......(قاضی خان: ١/١٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں پوری نماز پڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر(۲۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قصر کے متعلق فقہ حنفی کی روشنی میں چند مسائل کی وضاحت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ناچیز مشکور ہوگا۔

(۱) منیر احمد اپنے والدین سے علیحدہ کسی دوسرے شہر میں اپنے بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتا ہے شرعی سفر سے واپس آکر وہ اپنی مسجد میں پوری نماز پڑھاتا ہے حالانکہ دعوت وتبلیغی اسفار کی وجہ سے اس کا قیام گھر میں ایک ہفتہ سے زائد نہیں ہوتا دریں حالات اس کے لئے نماز کا کیا حکم ہے اور اس کا وطن اصلی اس کی جائے سکونت ہے یا اس کے والدین کا گھر؟ منیر احمد کسی شہر کا سفر اختیار کرتا ہے اور اس شہر تک جانے کے دو راستے ہیں ایک راستہ سے اس شہر کی مسافت ۳۰ میل بنتی ہے اور دوسرے راستے سے ۵۰ میل منیر ایک راستے سے جاتا ہے اور دوسرے راستے سے واپس آتا ہے تو اس کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے وہ پوری نماز پڑھے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کی بیوی بچے جس شہر میں رہتے ہیں وہ اس کا وطن اصلی ہے اس لیے اس کو وہاں پوری نماز پڑھنی پڑے گی، اور والدین کا گھر اس کا وطن اصلی نہیں ہے، اگر اس نے وہاں سے ترک سکونت کرلی ہو، اور اگر اس نے وہاں ترک سکونت نہیں کی تو وہاں بھی پوری نماز پڑھے گا۔

جس راستے سے سفر کرے گا اسی کا اعتبار ہوگا اگر اس راستے سے سفر کرے گا جس کی مسافت ۳۰ میل ہے تو پھر پوری نماز پڑھے گا اگر اس راستے سے سفر کیا جس کی مسافت ۵۰ میل ہے تو قصر نماز ادا کرے گا۔

"فاذا قصد بلدة والى مقصده طريقان احدهما مسيرة ثلاثة ايام ولياليها والآخر دونها ذلك فسلك الطريق الأبعد كان مسافرا عندنا هكذا في فتاوى قاضي خان. وان سلك الأقصر يتم كذا في البحر الرائق"......(الهندية: ١/١٣٨ وقاضی خان: ١/١٦٥)

"وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذی تأهل به"......

(الهندیة: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شرعاً مقیم ہونے کے لیے نیت اقامت ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے سفر شرعی پر نکلتا ہے اور اسی شہر میں پورے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ چودہ دن اور پندرہ راتیں ٹھہرنا چاہتا ہے کیا وہ پوری نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں شرعاً مقیم ہونے کے لئے نیت اقامت یعنی پندرہ دن قیام کا ارادہ ضروری ہے، لہٰذا اس صورت میں یہ شخص چونکہ مقیم نہیں بنتا اس لیے قصر کرے گا۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما اواکثر کذافی الهدایة (الی ان قال) وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشر یوما قصر هکذافی الهدایة"......(الهندیة : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے گھر میں ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر(۲۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نذیر احمد اپنے والدین سے علیحدہ ہے بسلسلہ ملازمت کسی دوسرے شہر میں قیام پذیر ہے اور اس کے بیوی بچے بھی اس کے ہمراہ ہیں وہ اپنی منصبی ذمہ داریوں کے تحت اکثر وبیشتر سفر پر رہتا ہے، اپنے گھر کے اندر اس کی نماز کا کیا حکم ہے پوری پڑھے گا یا قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جس شہر میں آدمی کے اہل وعیال ہوں گے وہ اس کا وطن اصلی ہوگا، لہٰذا گھر پر پوری نماز پڑھے گا۔

"وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذی تأهل به"......(الهندیة : ۱/۱۴۲)

"اولم یکن مولده ولکنه تأهل به وجعله دارایصیر مقیما اه"......(قاضی خان: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسرال میں نماز پوری پڑھے یا قصر؟

مسئلہ نمبر(۲۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد کا کہنا ہے کہ سفر شرعی کے باوجود سسرال میں بھی نماز پوری پڑھی جائے اور دلیل میں امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کا قول و عمل پیش کرتا ہے کیا واقعی سسرال میں نماز پوری پڑھی جائے گی اگر قصر ہوگی تو حضرت عثمانؓ کے قول و عمل کا مطلب کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہو جاتا بلکہ بیوی بچوں کو وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے چنانچہ بحر میں ہے:

"وتوطن بهامع اهله وولده و ليس من قصده الارتحال عنهابل التعيش بها"......(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

"وطن اصلي وهو مولد الانسان اوموضع تأهل به ومن قصده التعيش به الا الارتحال"......(فتح القدير: ۲/۱۶)

"وطنا اصليا ان كان مولده فيه اولم يكن مولده لكن تأهل فيه وجعله داراً"......(خلاصة الفتاوى: ۱/۱۹۸)

تأہل کے ساتھ قصد تعیش و جعل دار کی قید صاف مذکور ہے اور حضرت عثمانؓ کے قصہ میں بھی ان کے اتمام کا سبب محض تزوج نہ تھا، بلکہ تزوج کے بعد اہل کا مکہ میں رکھنا اس کا سبب تھا چنانچہ کفایہ کی عبارت میں اس کی تصریح ہے:

"روى انه كان لعثمانؓ اهل بمكة واهل بالمدينة وكان يتم الصلوة بهماجميعا اه"......(كفاية على فتح القدير: ۲/۱۷)

پس صورت مرقومہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر کے زوجہ کو وہاں نہ رکھے بلکہ اپنے

شہر میں لے آئے تو سسرال کا وطن داماد کا وطن اصلی نہ ہوگا اور اگر زوجہ کو اسی کے وطن میں رکھے تو اس کا وطن زوج کا وطن ہو جائے گا خواہ زوج کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو یا دونوں جگہ رہتا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کے وقت عورت اپنے سسرال میں پوری نماز پڑھے گی:

مسئلہ نمبر(۲۹۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اگر خاوند کے ساتھ علیحدہ آباد ہے تو وہ اپنے سسرال میں بشرط سفر شرعی نماز پوری ادا کرے گی یا قصر؟ نیز ننھیال اور ددھیال میں نماز کا کیا حکم ہے پوری نماز پڑھی جائے گی یا قصر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں رخصتی کے بعد اقامت وسفر میں عورت خاوند کے تابع ہے، عورت کا سسرال چونکہ خاوند کا وطن اصلی ہے اور خاوند سفر شرعی کے باوجود چونکہ اپنی جائے پیدائش یعنی وطن اصلی میں مقیم ہو جاتا ہے اور اس پر پوری نماز ہے، نیز نماز قصر کے لئے یا پوری پڑھنے کے لیے مسافت شرعیہ اور وطن کا اعتبار ہوگا ننھیال وددھیال کا نہیں۔

"ثم المعتبر فی السفر والاقامة نية الاصل دون التبع كالخليفة والامير مع الجند والزوج مع الزوجةاه"......(کبیری:۵۴۶)

"السفر الذی يتغير به الاحكام ان يقصدمسيرة ثلاثة ايام ولياليها اه"......

(الهداية: ۱/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شادی کے بعد عورت اپنے خاوند کے تابع ہوتی ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے بیوی بچوں اور والدین کے ساتھ لاہور میں رہائش پذیر ہوں جبکہ میرا آبائی گاؤں مری ہے اور میرے سسرال راولپنڈی میں رہتے ہیں مری میں جو ہماری زمین وغیرہ تھی وہ میرے والد اور ان کے تمام بھائیوں نے باہم رضامندی سے ایک بھائی کو مالکانہ

طور پر دے دی ہے اور میں اور میرے والدین دو تین ماہ بعد مری یا راولپنڈی جاتے ہیں۔ آپ سے عرض ہے کہ اس صورت میں میری وہاں نماز قصر ہوگی؟ اس سے قبل یہ مسئلہ میں نے علامہ شفیع صاحب ساہیوال والوں سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا تھا کہ میری نماز قصر ہوگی میں نے اس پر عمل شروع کر دیا مگر عیدالفطر پر ہمارے قاری صاحب خطیب جامع مسجد محمدی شاہ کالونی لاہور کینٹ نے ازخود اپنے جمعہ کے خطاب میں اس مسئلہ پر بیان فرمایا اس رو سے سسرال بھی والدین کا گھر ہے، لہٰذا وہاں پر پوری نماز پڑھی جائے گی ان کے اس بیان کے بعد میں کشمکش کا شکار ہو گیا ہوں چونکہ علم کے لحاظ سے علامہ شفیع صاحب کو معتبر سمجھتا ہوں، لہٰذا میں نے ان سے دوبارہ رابطہ کیا انہوں نے آپ سے رجوع کرنے کو کہا مہربانی فرما کر اس سلسلے میں میری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر آپ نے مری کی سکونت مستقل طور پر ترک کر کے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور مری واپسی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، تو لاہور میں پوری نماز ادا کریں گے اور مری میں نماز قصر ادا کریں گے بشرطیکہ مری میں قیام پندرہ دن سے کم ہو اگر پندرہ دن سے زائد قیام کی نیت ہو تو نماز پوری ادا کریں گے۔ اگر بیوی آپ کے ساتھ لاہور میں مستقل مقیم ہیں تو راولپنڈی میں بھی آپ اور آپ کی بیوی دونوں نماز قصر کریں گے، بشرطیکہ قیام راولپنڈی میں پندرہ دن سے کم ہو شادی کے بعد بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے، اگر بیوی کا قیام مستقل راولپنڈی میں اپنے والدین کے پاس ہے تو پھر جب آپ راولپنڈی جائیں گے تو نماز پوری ادا کریں گے لیکن چونکہ موجودہ صورت میں بیوی کا قیام لاہور میں آپ کے ساتھ ہے اس لئے وہ بھی نماز راولپنڈی میں قصر کریں گے۔

"ثم الاصلی ینتقض بمثله حتی لو کان له وطن اصلی فانتقل عنه واستوطن غیره خرج عن کونه وطنا له حتی لو دخله بعدذلک لایلزمه الاتمام ما لم ینو الاقامة لما مر من انه علیه السلام واصحابه المهاجرین قصروا بمکة مع انها کانت وطنهم الاصلی لکونهم استوطنوا المدینة فزالت وطنیة مکة"......(حلبی کبیری: ۴۶۹)

"ثم المرأة انما تکون تبعا للزوج اذا اوفاها مهرها المعجل واما اذا لم یوفها فلا تکون تبعا له قبل الدخول"......(الهندية: ۱/۱۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش جس جگہ اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۹): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے امام صاحب اکثر سفر کرتے رہتے ہیں واپسی پر قصر نماز کی بجائے پوری نماز پڑھاتے ہیں جب کہ ان کا آبائی گاؤں لاہور سے شرعی مسافت پر ہے امام صاحب سے اس مسئلہ پر دو تین ہفتے گفتگو ہوتی رہی کہ آپ قصر کیا کریں امام صاحب نے کہا کہ میں پندرہ دن کی نیت کر لیتا ہوں لیکن ہم مطمئن نہ ہو سکے تو انہوں نے کہا کہ آپ اس مسئلہ کی تحقیق کریں ان کے کہنے پر میں نے جامعہ اشرفیہ کی طرف رجوع کیا جس پر حضرات مفتیان کرام نے فتویٰ جاری کیا جس کی کاپی منسلک ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ جب امام صاحب کو پتہ چلا کہ فتویٰ آ گیا ہے تو پھر کہنے لگے کہ لاہور شہر میرا وطن اصلی ہے اگر مسجد والے مجھے فارغ بھی کر دیتے ہیں تو میرا لاہور چھوڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔

پہلے انہوں نے کہا کہ آپ تحقیق کریں میں بھی تحقیق کرتا ہوں اس پر سوال پیدا ہو گیا اتنے دن پہلے گفتگو ہوئی تو انہوں نے پہلے کیوں نہ یہ بات کہی کہ لاہور میرا وطن اصلی ہے جب کہ امام صاحب کی ساری جائیداد زمین بیوی بچے پوری برادری ان کے آبائی گاؤں میں ہے یہاں پر صرف امام وخطیب ہیں، آیا لاہور شہر ان کا وطن اصلی قرار پائے گا؟ وطن اصلی کے لیے کیا شرائط ہیں یا نیت کر لینا کافی ہے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

"الوطن الاصلی وھو موطن ولادته اوتأھله اوتوطنه الخ.....قوله(اوتوطنه) ای عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال وان لم یتأھل الخ"..... (الدر مع الرد: ۱/۵۸۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک جگہ مستقل رہائش کی نیت کر لی جائے تو وہ وطن اصلی ہو جاتا ہے، بنابریں امام صاحب نے اگر مستقل نیت کر لی ہے اب لاہور سے کوچ نہیں کرتا بلکہ مستقل لاہور میں رہنا ہے تو ان کا وطن اصلی ہو گیا یہ وطن سفر کی وجہ سے باطل نہیں ہوگا نماز پوری ادا کریں گے۔ اور آبائی گاؤں بھی وطن اصلی ہوگا، ایک بندے کے وطن اصلی دو یا زیادہ ہو سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش کا ایک اور مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں لاہور کے ایک مدرسہ میں درجہ

خامسہ کا طالب علم ہوں اور میرا آبائی گاؤں چترال ہے اور میرے والد محترم پچھلے پچاس سال سے خیرآباد (نوشہرہ) میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور میرے والد نے اپنی رہائش داماد کے گھر رکھی ہوئی ہے اور میری پیدائش بھی خیرآباد میں ہوئی ہے اور سکول بھی وہیں پڑھا اب مسئلہ یہ واضح کرنا ہے کہ مدرسے کی چھٹی ہوتی ہے اور مجھے چار یا پانچ یا دس دنوں کے لیے خیرآباد جانا ہوتا ہے تو وہاں جا کر میں قصر پڑھوں یا مقیم کی نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں خیرآباد چونکہ آپ کی جائے پیدائش ہے والدین بھی وہیں ہیں، لہٰذا آپ وہاں پر پوری نماز ادا کریں گے بشرطیکہ آپ نے یہاں مستقل رہائش کا ارادہ کیا ہو۔

"وطن اصلی وھو مولدالرجل او البلدالذی تأھل بہ"......(الھندیۃ : ۱/ ۱۴۲)

" (الوطن الاصلی) ھو موطن ولادتہ اوتأھلہ او توطنہ(یبطل بمثلہ) اذالم یبق لہ بالاول اھل فلوبقی لم یبطل بل یتم فیھما"......(الدرمع الرد: ۱/ ۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر میں نماز تو قصر ہوتی ہے یعنی چار فرض کی جگہ دو فرض پڑھتے ہیں تو کیا دوران سفر سنت مؤکدہ پڑھنی چاہیے؟ نیز فجر کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سفر کی علامہ شامیؒ نے دو حالتیں بتائی ہیں "ایک حالت نزول" یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے" اور دوسری حالت سیر" یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا درست ہے۔ البتہ سنت فجر کو کسی بھی صورت ترک کرنا درست نہیں ہے۔

"(ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بھاھو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس قیل الاسنۃ الفجر. قولہ: (ھو المختار)...... قلت والظاھر ان مافی المتن ھو ھذا، وان

المرادبالامن والقرارالنزول وبالخوف والفرارالسیرلکن قدمنافی فصل القرأۃ انہ عبرعن الفراربالعجلۃ لانہافی السفرتکون غالبأمن الخوف اہ"......

(الدرمع الرد: ۱/۵۸۵)

"وبعضھم جوزوالِلمسافرترک السنن والمختارانہ لایأتی بھافی حال الخوف ویأتی بھافی حال القراروالامن ھکذافی الوجیزللکردری"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

"وتکلموافی الافضل فی السنن فقیل ھومتروک ترخصًاوقیل ھوالفعل تقرباوکان الشیخ ابوجعفریقول بالفعل فی حالۃ النزول والترک فی حالۃ السیر"......(التتارخانیۃجدید: ۲/۳۸۹)

"وان کان سائرًا اوخائفافلایأتی بھا وھوالمختار،قولہ(وھوالمختار) ......وقیل:کذلک الاسنۃ الفجروالمغرب"(طحطاوی: ۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عارضی طورپرمقیم سرکاری ملازم وطن اصلی میں پوری نمازاداکریگا:

مسئلہ نمبر(۳۰۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیرکارہائشی ہوں میری سرکاری نوکری لاہورمیں ہے،جس کی وجہ سے میری بیوی اورمیرے بچے میرے ساتھ مستقل لاہورمیں رہتے ہیں اوراگرمیری سروس گاؤں میں ہوجاتی ہےتوپھرہم وہاں چلے جائیں گےاورہماراواپس جانے کابھی ارادہ ہےوہاں میری زمین بھی ہے اورمیراگھربھی ہے اورزمین میں نے اجارہ پردی ہوئی ہے اورگھرمیں دوسرے آدمی کوبٹھایاہواہے زمین اورگھرمیرے پاس ہیں ہم نے بیچانہیں ہے اورنہ ہی بیچنے کا ارادہ کیاہے۔اس صورت میں جب ہم گاؤں جائیں تونمازیں پوری پڑھیں گے یاقصرکریں گے؟مسئلہ کوواضح فرماکرمشکورفرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ دیرمیں اپنی بستی جاکرمقیم شمارہوں گےاورنمازپوری پڑھیں گےکیونکہ وہ آپ کاوطن اصلی ہے۔

”ویبطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باهله،اما اذا لم ینتقل باهله ولکنه استحدث اهلاببلدة اخری فلایبطل وطنه الاول ویتم فیهما“......(الهندیة : ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی کی مسافت اس کی پیائش اور نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی سفر میں قصر نماز کا کیا حکم ہے کتنی مسافت میں قصر شروع ہوجاتی ہے؟ نیز فاصلہ کی پیائش میلوں میں کتنی ہوتی ہے؟ جس سفر میں نماز قصر کی اجازت ہے ایسی قصر دوران سفر بھی ہونی چاہیے مثال کے طور پر لاہور سے کراچی جاکر وہاں قیام کرنا ہے ایسی حالت میں لاہور سے سفر شروع کرتے ہی قصر نماز ہونی چاہیے اگر قصر کرنی ہے تو لاہور سے کتنے فاصلے کے بعد قصر جائز ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مسافت سفر اصل میں تین دن ہیں تین منزل سے بھی یہی مراد ہے میل کے اعتبار سے یہ مسافت اڑتالیس (شرعی) میل بنتے ہیں اور میٹر کے حساب سے تقریباً ستتر کلومیٹر بنتے ہیں۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے تو نماز قصر شروع ہوجاتی ہے، لہٰذا دوران سفر قصر کرے گا جب تک مقصود شہر کی آبادی نہ آجائے۔

”الاحکام التی تتغیر بالسفر هی قصر الصلاة واباحة الفطر وامتداد مدة المسح الی ثلاثة ایام......وکذا اذا عاد من سفره الی مصره لم یتم حتی یدخل العمران......ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما اواکثر“......(الهندیة : ۱/۱۳۹،۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں مسافر سنتیں ادا کرے گا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۰۴): محترم جناب مفتیان کرام السلام علیکم!

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قصرنمازوں میں سنت معاف ہوتی ہیں یانہیں؟اگرقضاء نمازاداکرتاہوں توکیا اس میں قضاء نمازوں کی سنتیں بھی قضاء کرتے ہیں یاصرف فرض قضاء پڑھتے ہیں،شکریہ!

الجواب باسم الملک الوهاب

سفرکی علامہ شامیؒ نے دوحالتیں بتائی ہیں''ایک حالت نزول''یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہوتووہاں پرسنت مؤکدہ اداکرناافضل ہے''اوردوسری حالت سیر''یعنی کوئی شخص کہیں جارہاہےاورگاڑی میں سفرشرعی کررہاہےتواس صورت میں سنت مؤکدہ کوترک کرناافضل ہے،البتہ سنت فجرکوکسی بھی صورت ترک کرنادرست نہیں ہے۔

نیزسفری نمازکی قضاء کرتے ہوئے صرف فرضوں کی قضاء کرے لیکن اسی دن کی فجرکی سنتیں فجرکے بعدفرضوں کے ساتھ قضاء کرنی ہیں اورزوال کے بعدسنتوں کی قضاء ساقط ہوجائے گی۔

''اذافاتتامع الفرض یقضیهمابعدطلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط هکذافی المحیط للسرخسی وهوالصحیح هکذافی البحرالرائق''......
(الهندیة : ۱/ ۱۱۲)

''وبعضهم جوزواللمسافرترک السنن والمختارانه لایأتی بهافی حال الخوف ویأتی بهافی حال القراروالامن هکذافی الوجیزللکردری''......
(الهندیة : ۱/ ۱۳۹)

''وتکلموافی الافضل فی السنن فقیل هومتروک ترخصًاوقیل هوالفعل تقربًاوکان الشیخ ابوجعفریقول بالفعل فی حالة النزول والترک فی حالة السیر''......(التتارخانیة: ۳/۴۸۹،رشیدیه)

''وان کان سائرًا اوخائفافلایأتی بهاوهوالمختار،قوله(وهوالمختار) ....وقیل:کذلک الاسنة الفجروالمغرب''......(طحطاوی: ۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کو عارضی طور پر چھوڑنے سے اس کی اصلیت ختم نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر(۳۰۵): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! کیا فرماتے ہیں فقہائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بمع بیوی بچوں کے اپنا وطن اٹک چھوڑ کر ملتان چلا گیا لیکن کبھی کبھی جہاں اس کا اصلی وطن ہے جہاں اس کا مکان بھی ہے اور رشتہ دار بھی ہیں۔ یہاں آتا رہتا ہے ملتان میں اس نے مکان بنالیا ہے اور ارادہ ہے کہ کسی وقت واپس اپنے وطن جاؤنگا ایسی صورت میں اگر وہ دو چار دن کے لیے گھر آئے تو وہ کون سی نماز ادا کریگا؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں نماز پوری ادا کریگا۔

"اما اذالم ینتقل باھلہ ولکنہ استحدث اھلابلدۃ اخری فلایبطل وطنہ الاول ویتم فیھما.... ولو انتقل باھلہ ومتاعہ الی بلدوبقی لہ دوروعقارفی الاول قیل بقی الاول وطنالہ والیہ اشارمحمدؒ فی الکتاب، کذافی الزاھدی"......

(الھندیۃ: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدت اقامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آرمی اگر کوئٹہ سے چھانگامانگا آئے اور یہاں آنے کی نیت جنگ کرنا ہو مگر ظاہری حالات جنگ کے نہیں ہیں مگر فوج احتیاطاً جنگل میں رہ رہی ہے، یہاں ٹھہرنے کی مدت بھی معلوم ہے مگر شک ہے کہ دو چار مہینے گزرنے کے بعد کوئٹہ چلے جائیں گے، آیا ایسی صورت میں نمازِ قصر ادا کریں گے یا پوری نماز ادا کرینگے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں نماز قصر ادا کریں گے اگر چہ وہ اقامت کا ارادہ رکھتے ہوں۔

"قال شمس الائمۃ الحلوانیؒ عسکر المسلمین اذاقصدوا موضعاومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ

والفساطیط وعزموافیہاعلی اقامۃ خمسۃ عشریومالم یصیروامقیمین لانہاحمولۃ ولیست بمساکن کذافی المحیط"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران سفرنماز اداکرنے کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۰۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے وہ یہ کہ دوران سفرنماز کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوہاب

دوران سفرنماز کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ چاررکعت والی فرض نماز میں قصر ہوگی یعنی چاررکعت والی نماز دورکعت پڑھنی پڑے گی۔

"وفرض المسافرفی الرباعیۃ رکعتان کذافی الھدایۃ"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

"من جاوزبیوت مصرہ مریداسیراوسطاثلاثۃ ایام فی براوبحراوجبل قصر"......(کنزالدقائق: ۵۴)

"اذاجاوزالمقیم عمران مصرہ قاصداً مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیہابسیرالابل اومشی الاقدام یلزمہ قصرالصلاۃ"......(قاضی خان: ۱/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیامسافرملازم نمازقصرپڑھےگا:

مسئلہ نمبر(۳۰۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص بسلسلہ ملازمت دوسرے شہرمیں رہ رہاہے ایک ہفتہ کے بعدگھرجاتاہے آیاملازمت والی جگہ میں نمازقصرپڑھےگایانہیں؟ جبکہ یہ اس کی ملازمت کامسئلہ ہے یعنی ہمیشہ اس طرح ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں وہ شخص ملازمت والی جگہ میں نماز قصرہی پڑھتا رہے گا۔

"ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ اوقریۃ خمسۃ عشریوما اواکثر......وان نوی اقل من ذلک قصر"......(الھدایۃ : ۱/۱۷۴)

"فیقصر ان نوی الاقامۃ فی اقل منہ ای فی نصف شھرا"...... (ردالمحتار : ۱/۵۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران سفرڈرائیوراورکنڈیکٹرکی نمازکاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیوراورکنڈیکٹرحضرات دوران سفرکونسی نمازپڑھیں گے؟قصرکریں گے یامکمل نمازاداکریں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگران کی گاڑی شہرسے باہرشرعی مسافت یعنی ۴۸ میل دوری پرجارہی ہواوردوران سفر کسی ایک جگہ پندرہ دن یازائدٹھہرنے کاارادہ نہ ہوتوپھریہ حضرات نمازقصرکریں گےوگرنہ مکمل نمازاداکریں گے۔

"ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ اوقریۃ خمسۃ عشریوما اواکثر کذافی الھدایۃ.....وان نوی الاقامۃ اقل من خمسۃ عشریوماقصرھکذافی الھدایۃ"......(الھندیۃ : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک مقام کی جانب دوالگ الگ راستوں سے جاتے ہوئے نمازاداکرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۰): جناب مفتی صاحب السلام علیکم !کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گاؤں میں کاروبارہے اورمیں اکثروہاں اس سلسلے میں جاتارہتاہوں اورگاؤں جانے کے دوراستے ہیں ایک راستے سے جایاجائے توشرعی سفربنتاہے(۸۰کلومیٹر) اوردوسرے راستے سے سفرشرعی نہیں بنتایعنی(۴۰ کلومیٹر) توآیاوہاں نمازقصرپڑھوں یامکمل؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگرآپ اس راستہ سے گئے ہیں جس سے سفرشرعی بن جاتاہے اورآپ کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نہیں ہے تو آپ مسافرہیں اورنمازقصرادا کریں گے اوراگرآپ نے دوسراراستہ اختیار کیاجس سے سفرشرعی نہیں بنتاہےتو آپ اس صورت میں مکمل نمازادا کریں گے۔

"فاذاقصدبلدة والی مقصده طریقان احدهمامسیرة ثلاثة ایام ولیالیها والاخر دونها فسلک الطریق الأبعد کان مسافراعندناهکذافی فتاوی قاضی خان.وان سلک الأقصریتم کذافی البحرالرائق"......(الهندیة : ۱/۱۳۸ ،قاضی خان: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی چھوڑکردوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۱۱): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!عرض ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ پہلے لاہورمیں رہتاتھا، لیکن اب میں بسلسلہ ملازمت ملتان شفٹ ہوگیاہوں میری بیوی بچے بھی میرے ساتھ ہیں اوراب لاہورواپس آنے کا ارادہ نہیں ہے لیکن چھٹیوں میں والدین کے پاس آتے ہیں اس صورت میں نمازقصرپڑھیں گے یاپوری؟یادرہے کہ میری اب مستقل رہائش ملتان میں ہی ہے اوراب لاہوردوبارہ شفٹ ہونے کاکوئی ارادہ نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرطِ صحت سوال صورت مرقومہ میں اگراپناوطن اصلی چھوڑکرکہیں اورمستقل رہائش اختیارکرلی ہوتیزدوبارہ وطن اصلی لوٹنے کاارادہ نہ ہوتواگرپندرہ دن سے کم کے لئے ۴۸ میل سے زیادہ کاسفرکرکے آئے ہوں توآپ قصرکریں گے۔

"واستوطن غیره ثم سافرفدخل وطنه الاول قصرلانه لم یبق وطناله"......

(الهدایة : ۱/۱۶۷)

"ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما

او اکثر کذا فی الھدایۃ.....وان نوی الاقامۃ اقل من خمسۃ عشر یوما قصر ھکذا فی الھدایۃ"......(الھندیۃ : ۱/ ۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو نیت کیسے باندھے؟

مسئلہ نمبر(۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک مولانا صاحب نے مسئلہ بتایا تھا کہ جب آپ سفر کے دوران ایک مقیم امام کے اقتداء میں نماز پڑھیں گے تو دو رکعات فرض سفرانہ نماز کی نیت کریں گے امام کی اقتداء میں ہونے کی وجہ سے چار رکعات پوری امام کے ساتھ ادا کریں گے اس لئے جب سفر پر گیا تو میں نے دو رکعات فرض سفرانہ کی نیت کی اس طرح میں نے کافی نمازیں پڑھیں اب آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا میری نمازیں ادا ہو گئی ہیں یا نہیں؟ اگر ادا نہیں ہوئی تو ان کی قضاء کا کیا طریقہ ہوگا دو رکعات قضاء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا یا چار رکعات قضاء کی نیت کر کے نماز پڑھوں گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مسافر جب مقیم امام کی اقتداء کرے تو مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا ،مثلاً یہ کہے کہ میں ظہر کی فرض نماز پڑھتا ہوں، اگر اس نے فرض وقت کی بجائے چار رکعات یا دو رکعات کی نیت کی تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ عدد رکعات کی تعیین میں غلطی سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"وفی نیۃ المسافر اشکال اذ لو نواھا اثنین لم یکن الشفع الاخیر فرضا مع انہ یصیر فرضا بالتبعیۃ ولو نواھا اربعا لا یصح لانہ انما یصیر فرضہ اربعا بعد الاقتداء والظاھر انہ لا ینوی عدد الرکعات وینوی فرض الظھر مثلاً فان تعین اعداد الرکعات لیس بشرط الخ"......(النقایۃ شرح مختصر الوقایۃ ۱/ ۶۵)

"الخطأ فیما لا یشترط التعیین لہ لا یضر، کتعیین مکان الصلاۃ وزمانھا وعدد الرکعات، فلو عین عدد رکعات الظھر ثلاثا او خمسا صح، لان التعیین لیس بشرط فالخطأ فیہ لا یضر. قال فی البنایۃ : ونیۃ عدد الرکعات

والسجدات لیس بشرط،ولونوی الظھر ثلاثا اوخمساصحت وتلغونیة

التعیین"......(الاشباہ والنظائر: ۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی میں بہرحال پوری نماز ادا کی جائے گی:

مسئلہ نمبر(۳۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر لاہور میں ہے ملازمت کے سلسلے میں اسلام آباد میں رہتا ہوں ہر ہفتہ لاہور آتا ہوں دو دن قیام کر کے واپس چلا جاتا ہوں ارادہ ہے کہ جونہی لاہور میں ملازمت ملی لاہور منتقل ہو جاؤں گا اسلام آباد میں کوئی مکان جائیداد بیوی بچے وغیرہ نہیں ہیں،سوال یہ ہے کہ اسلام آباد میں قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟ سفر میں قصر کروں تو کہاں سے شروع کروں لاہور میں قصر کروں یا اتمام کروں؟ میں گزشتہ ایک سال سے قصر نماز پڑھ رہا ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کا گھر لاہور میں ہے،لہٰذا لاہور میں آپ اگرچہ ایک دو دن ہی رہیں آپ مکمل نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ یہاں مقیم ہیں اور لاہور سے اگر آپ پندرہ سے کم دنوں کے لئے اسلام آباد میں ٹھہرنے کی نیت سے سفر کرتے ہیں تو اس صورت میں آپ اسلام آباد میں رہتے ہوئے قصر نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ اسلام آباد میں شرعاً مسافر ہیں اور لاہور شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد واپس لاہور پہنچنے تک اس دوران قصر نماز ہی ادا کریں گے۔جو نمازیں آپ نے لاہور میں قصر پڑھی ہیں ان کی قضا آپ کے ذمہ لازمی ہے۔

"ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما اواکثر کذافی الھدایة.....وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشریومافصرھکذافی الھدایة"......(الھندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی اگر مستقلاً چھوڑ دے تو اس کی اصلیت ختم ہو جاتی ہے:

مسئلہ نمبر(۳۱۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیافرماتے ہیں فقہاء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا آبائی گاؤں یہاں (وطن اقامت) سے تقریباً ۳۰۰ کلومیٹر دور ہے وہاں سے ہم اپنی جائیداداورزمین بیچ کر مستقل طور پر یہاں قیام پذیر ہیں اورہم کبھی کبھی اپنے گاؤں جاتے ہیں کیاہم وہاں جاکرنمازقصراداکریں گے یا کامل نمازاداکریں گے؟قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر پہلے وطن اصلی چھوڑنے کاارادہ کرلیاہےتو آپ نمازقصراداکریں گے۔

"والوطن الاصلي هووطن الانسان في بلدته اوبلدة اخرى اتخذهادارا وتوطن بهامع اهله وولده وليس من قصده الارتحال عنهابل التعيش بها.وهذا الوطن يبطل بمثله لاغيروهوان يتوطن في بلدة اخرى وينقل الاهل اليهافيخرج الاول من ان يكون وطنا اصلياحتى لودخله مسافرًالايتم"......(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈرائیورحضرات پوری نمازاداکریں یاقصرکریں؟

مسئلہ نمبر(۳۱۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیورجوکہ اکثراوقات سفرمیں رہتا ہے کیاوہ اپنی تمام نمازیں جوکہ سفر کے دوران ہوں پوری اداکرے یاقصراداکرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ڈرائیوراگرسواری شہرسے باہر۴۸ میل دورلے جارہاہے اورپندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہوتو وہ نمازقصراداکرے گا۔

"من جاوزبيوت مصره مريداسيرًاوسطًاثلاثة ايام في براوبحراوجبل قصر"......(کنزالدقائق: ۵۴،مکتبہ رحمانیہ)

"اذاجاوزالمقيم عمران مصره قاصداً ثلاثة ايام ولياليهابسيرالابل اومشي الاقدام يلزمه قصرالصلاة"......(قاضی خان: ۱/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر میں قصر کی بجائے پوری نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کے ساتھ اس طرح کا مسئلہ درپیش ہے کہ ان کا راولپنڈی، گجرات اور لاہور میں کاروبار ہے اور رہائش ذاتی لاہور میں اور پنڈی میں بھی اپنا گھر ہے جہاں وہ کاروبار کے دنوں میں رہتے ہیں تقریباً ہفتہ راولپنڈی میں اور دو تین دن کبھی کبھی گجرات میں اور ہفتہ لاہور میں رہتے ہیں اب نمازیں ساری قصر پڑھیں گے یا پوری؟ اور اگر مثلاً عشاء کا ٹائم ۸:۱۵ منٹ پر شروع ہوتا ہے اور وہ ۷:۱۵ بجے ادھر سے نکل پڑے اور لاہور میں ان کا ارادہ ۱۵ دن سے زیادہ رہنے کا ہے اور انہوں نے گھر لاہور میں آ کر نماز پڑھی تو پوری پڑھیں گے یا پھر قصر کریں؟ اور اگر قصر نماز ہوگی تو شہر سے نکلنے پر ہوگی یا نہیں یا پھر ۴۸ میل کے فاصلے پر ہوگی اور اگر نہ پتہ ہونے کی وجہ سے پوری یا قصر پڑھتے تھے تو کیا ساری نمازوں کا حساب لگا کر لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟ اور سفر میں پورے فرض پڑھ سکتے ہیں، جبکہ آسانی بھی ہو میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ پوری پڑھنے سے گناہ ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب آسانی کی ہے تو پوری نماز نہیں پڑھ سکتے اور جمعہ اور دیگر نمازوں کی سنتوں کا کیا حکم ہے کہ وہ پڑھ سکتے ہیں اور نوافل پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں چونکہ آپ کے والد صاحب کی مستقل رہائش لاہور میں ہے اس لیے لاہور میں بہرحال پوری نماز پڑھیں گے اور راولپنڈی آ کر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر قصر کریں گے اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو پھر پوری نماز پڑھیں گے لیکن دونوں صورتوں میں راستے میں قصر کریں گے اور قصر اس وقت شروع کریں گے، جب اپنے شہر سے باہر نکل جائیں گے اور جہاں سے سفر شروع کریں گے وہاں سے گجرات ۴۸ میل کے فاصلے پر ہے تو قصر کریں گے اور اگر اس سے کم ہے تو پوری نماز پڑھیں گے اور جن صورتوں میں قصر پڑھنی تھی لیکن پوری پڑھ لی تو اگر دو رکعتوں کے بعد قعدہ کیا ہے تو نماز ادا ہوگئی، لیکن کیا برا ہے اس لئے استغفار کریں نماز کا اعادہ ضروری نہیں اور اگر دو رکعتوں پر نہیں بیٹھا تو نماز نہیں ہوئی، ان کا اعادہ ضروری ہے آپ کے والد صاحب کی بات درست ہے کہ جب نماز قصر پڑھنی ہو تو پوری نماز پڑھنا گناہ ہے۔

"واما الثالث اعنی حکم السفر فهو تغيير بعض الاحكام فذكر المصنف منها قصر الصلاة والمراد وجوب قصرها حتى لو اتم فانه آثم عاص...... وقال ايضا (قوله فلو اتم وقعد في الثانية صح والالا) الى وان لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۳۰، ۲۲۹)

سنتوں کا حکم یہ ہے کہ سفر کی علامہ شامیؒ نے دو حالتیں بتائی ہیں "ایک حالت نزول" یعنی کسی جگہ پندرہ دن سے کم اقامت کی نیت ہو تو وہاں پر سنت مؤکدہ ادا کرنا افضل ہے "اور دوسری حالت سیر" یعنی کوئی شخص کہیں جا رہا ہے اور گاڑی میں سفر شرعی کر رہا ہے تو اس صورت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ البتہ سنت فجر کو کسی بھی صورت میں ترک کرنا درست نہیں ہے۔

"(ویأتي) المسافر (بالسنن) ان کان (في حال امن وقرار والا) بان کان في خوف وفرار (لا) یأتي بها هو المختار لانه ترک لعذر تجنیس قیل الاسنة الفجر. قال الشاميؒ تحت قوله (هو المختار)...... قلت والظاهر ان ما في المتن هو هذا، وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السیر لکن قدمنا في فصل القرأة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانها في السفر تکون غالبا من الخوف اه"......(الدر مع الرد: ۱/۵۸۵)

"وبعضهم جوزوا للمسافر ترک السنن والمختار انه لایأتي بها في حال الخوف ویأتي بها في حال القرار والامن هکذا في الوجیز للکردری"......(الهندیة: ۱/۱۳۹)

"تکلموا في الافضل في السنن فقیل هو متروک ترخصا وقیل هو الفعل تقربا وکان الشیخ ابوجعفر یقول بالفعل في حالة النزول والترک في حالة السیر"......(التتارخانیة جدید: ۲/۳۸۹)

"وان کان سائرًا او خائفا فلا یأتي بها وهو المختار، قوله (وهو المختار) .....وقیل کذلک الاسنة الفجر والمغرب"......(طحطاوی: ۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آبائی شہر، جائے ملازمت اور جائے سکونت میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا آبائی شہر لاہور ہے میرے ماں باپ انتقال کر چکے ہیں سوائے رشتہ داری کے لاہور سے اب کوئی تعلق نہیں یعنی نہ دکان نہ مکان اور نہ کوئی اور جائیداد، اب میری تبدیلی سرگودھا ہوگئی ہے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہوں مکان کرائے پر لیا ہے

پھر تبدیلی ساہیوال میں ہوگئی میں وہاں رہتا ہوں ہفتہ کے اختتام پر میں سرگودھا اور لاہور جاتا رہتا ہوں اب تینوں شہروں میں نماز کی ادائیگی کا کیا طریقہ کار ہے۔ نیز جمعہ وعیدین اور قربانی کے مسائل بھی مندرجہ بالا مسئلہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر لاہور کی وطنیت ختم کر چکے ہیں تو لاہور بھی آپ کا وطن اصلی نہیں رہا اور ساہیوال میں چونکہ صرف ملازمت ہے اس لیے وہ بھی وطن اصلی نہیں البتہ سرگودھا میں مستقل بود وباش کی نیت ہو تو وہ وطن اصلی ہو جائے گا اور اس میں نماز پوری ادا کریں گے باقی ہر جگہ اگر پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہوگی تو نماز قصر پڑھیں گے اور قربانی وغیرہ مسافر پر لازم نہیں ہوتی مگر مسافر جب وطن میں آگیا یا کسی شہر وغیرہ میں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت ہو تو مسافر نہیں رہے گا اور اپنی شرائط کے ساتھ قربانی اور جمعہ وغیرہ لازم ہونگے۔

"والوطن الاصلی ھو وطن الانسان فی بلدتہ اوبلدۃ اخری اتخذھا دارا وتوطن بھا مع اھلہ وولدہ ولیس من قصدہ الارتحال عنھا بل التعیش بھا. وھذا الوطن یبطل بمثلہ لاغیر وھو ان یتوطن فی بلدۃ اخری وینقل الاھل الیھا فیخرج الاول من ان یکون وطنا اصلیا حتی لو دخلہ مسافرًا لایتم" ......

(البحر الرائق: ۲/ ۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقل رہائش والی جگہ ہی وطن اصلی ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۸): ضلع وتحصیل چکوال کے گاؤں "اہم" کا رہنے والا ہوں گاؤں میں میرے رہنے کے لیے ایک مکان ہے اور میں اس وقت اپنے گاؤں میں رہائش پذیر ہوں میرا ایک مکان پنڈی میں بھی ہے اس میں میرے دولڑکے رہ رہے ہیں وہ دونوں نوکری پیشہ ہیں ان کے بال بچے ان کے ساتھ ہیں میں گاہ بگاہ ان کو ملنے کے لئے جاتا ہوں اب چونکہ ہمارے گاؤں اور پنڈی میں تقریباً ۶۷ یا ۷۰ میل کا فاصلہ ہے تو کیا مجھے وہاں نماز قصر ادا کرنی چاہیئے یا پوری نماز پڑھنی چاہیئے گاؤں میں میری مستقل رہائش ہے پنڈی صرف ضرورت کے تحت جاتا ہوں اور بچوں کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کے مطابق چونکہ آپ کی مستقل رہائش گاؤں میں ہے اور راولپنڈی کو آپ صرف ضرورت کے تحت جاتے ہیں اس لئے جب آپ ۱۵ دن سے کم قیام کی نیت سے پنڈی جائیں گے تو آپ پنڈی میں نماز قصر پڑھیں گے باقی آپ کے دونوں شادی شدہ بیٹے اگر پنڈی کو اپنا مستقل وطن بنا چکے ہیں جیسا کہ تحریر سے یہی سمجھ آرہا ہے تو اس صورت میں وہ پنڈی میں پوری نماز پڑھیں گے امید ہے کہ اس سے آپ کے سوال کا جواب واضح ہو جائے گا، پھر بھی اگر کوئی بات قابل وضاحت رہ جائے تو اس کے لیے دوبارہ رجوع کر سکتے ہیں۔

"اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافي تبيين هو الصحيح اه"

......(الهندية: ۱۳۸)

"ولايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة فى بلدة اوقرية خمسة عشريوما اواكثر كذافي الهداية ...... وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشريوماقصر هكذافي الهداية"......(الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت کا کسی شہر میں ۱۵ دن یا اس سے زائد تشکیل میں نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری رائے ونڈ مرکز سے ایک شہر میں تشکیل ہوئی جو رائے ونڈ مرکز سے ۷۷ کلومیٹر دور تھا اور تشکیل پندرہ دن سے زیادہ کی ہے اور سارے دن ایک ہی شہر کی مختلف مساجد میں گزارنے ہیں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے۔

(۲) مسافر کے لئے نماز جمعہ، رمضان میں تراویح اور عیدین کی نمازوں اور نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) جو نمازیں قصر کے حکم والی پوری اور پوری کے حکم والی قصر پڑھی گئی ہیں ان نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) ایسا شہر جو مسافت یعنی ۴۸ میل سے دور ہو پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو مقیم ہوں گے اور پوری نمازیں پڑھیں گے اگرچہ شہر کے اندر مساجد بدلتے رہیں۔

”ولایزال علی حکم السفرحتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ اوقریۃ خمسۃ عشریوما اواکثر کذافی الھدایۃ“......(الھندیۃ : ۱/ ۱۳۹)

(۲) نماز جنازہ کا تو وہی حکم ہے جو اقامت کی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ فرض کفایہ ہے بعض کے پڑھ لینے سے فرض ادا ہو جائیگا ورنہ سب گنہگار ہونگے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا باقی سنن کی طرح اگر قرار کی حالت میں ہو تو پڑھ لینی چاہیے۔

”(والصلاۃ علیہ) صفتہافرض کفایۃ بالاجماع فیکفرمنکرھا“......(الدرعلی ہامش الرد: ۱/ ۴۲۰)

”الاحکام التی تتغیربالسفرھی قصرالصلاۃ واباحۃ الفطروامتدادمدۃ المسح الی ثلاثۃ ایام وسقوط وجوب الجمعۃ والعیدین والاضحیۃ......وبعضہم جوزواللمسافرترک السنن والمختارانہ لایأتی بھافی حال الخوف ویأتی بھافی حال القراروالامن ھکذافی الوجیزللکردری“......(الھندیۃ : ۱/ ۱۳۹،۱۳۸)

(۳) چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں اور قصر ہمارے نزدیک واجب ہے پس اگر چار رکعتیں پڑھ لی ہیں اور دوسری رکعت کے بعد تشہد اور قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا ہے اور آخری دو رکعت نفل ہو نگے مگر ایسا کرنا گناہ ہے اور تاخیر سلام کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا عمداً ایسا کرنے کی صورت میں نماز دہرانی ہوگی اور سہواً کی صورت میں گنہگار ہوگا البتہ سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور جو نمازیں پوری کے حکم والی قصر پڑھی گئیں وہ بھی دوبارہ پوری پڑھنی ہونگی۔

”(فلواتم مسافران قعدفی) القعدۃ (الاولی تم فرضہ و) لکنہ(اساء) لوعامدالتأخیرالسلام وترک واجب القصروواجب تکبیرۃ افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وھذالایحل کماحررہ القھستانی بعدان فسراساء الخ(ومازادنفل) کمصلی الفجراربعا(قولہ بعدان فسراساء باثم) وکذاصرح فی البحربتأثیمہ فعلم ان الاساءۃ ھناکراھۃ التحریم(رحمتی)“......(الدرمع الرد: ۱/ ۵۸۳)

"(ویسجدلتأخیرالواجب) الاولی ان یقول لتأخیرالفرض وھوالقیام اولترک الواجب وھوالقعود"......(الدرمع الرد: ۱/۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرکاری ملازمت کی جگہ وطن اقامت بننے کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): السلام علیکم براہ کرم درج ذیل مسئلہ کے بارے میں فتویٰ صادر فرمادیں اور مکمل دلائل سے وضاحت فرمادیں۔

میرا گھرانہ درپہ خیل شمالی وزیرستان ایجنسی میران شاہ میں ہے اور میری ملازمت گورنمنٹ کالج پارہ چنار کرم ایجنسی میں تقریباً پانچ سال سے ہے گھر سے کالج کا فاصلہ تقریباً ایک سوبیس میل ہے مجھے حکومت کی طرف سے ماہوار تنخواہ ملتی ہے بلاکرایہ رہائش کا بندوبست ہے کھانے کے پیسے ادا کرنے پڑتے ہیں اور اہل وعیال لانے میں مجھے اختیار ہے کہ لاؤں یا نہ لاؤں، بنگلے موجود ہیں لیکن اہل وعیال ساتھ نہیں رکھتا بلکہ سرکاری ہاسٹل میں رہائش پذیر ہوں اس پانچ سال میں کبھی بیس دن اور کبھی دس دن قیام کرنے کا موقع ملتا ہے اور مقیم بھی بن جاتا ہوں کبھی مسافر بھی، ہاسٹل میں مجھے دونوکر رہائش کا اعلیٰ انتظام انفرادی کمرہ سب کچھ ملا ہوا ہے۔

اب مسئلہ مطلوب یہ ہے کہ سال میں ایک دفعہ کبھی یا دودفعہ مقیم بننے کے بعد اگر کبھی پارہ چنار میں ۱۵ دن سے کم گزاروں سفر کی نماز ادا کروں یا کہ پوری نماز ادا کروں اور حکومت کے قوانین کے مطابق ہر ملازم کو ایک جگہ دوسال نوکری کرنی پڑتی ہے ابھی تک بعض علماء نے قصر پڑھنے اور بعض نے نہ پڑھنے کو فرمایا ہے براہ کرم آپ شرعی مسئلہ حل فرماکر نماز جیسے اہم رکن دین کے متعلق ہمارے تذبذب کو دور فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں پارہ چنار میں جب تک آپ کا سامان اور آپ کی ملازمت برقرار ہو اس میں ایک مرتبہ پندرہ دن یا اس سے زائد مرتبہ نیت اقامت سے گزار چکے ہوں تو یہ آپ کا وطن اقامت ہے اور اس سے سفر مستحکم موجود ہونے یا وطن اصلی میں داخل ہونے کے بعد ضرور باطل ہوجائے گا، مگر سامان چونکہ قرینہ اقامت ہے، لہٰذا اس میں واپس آنے کے بعد جدید نیت اقامت کرنے کی ضرورت نہیں اور یہی دلالۃً نیت اقامت کافی ہے بشرطیکہ آپ کی پارہ چنار میں داخل ہونے سے قبل اس کے خلاف صریح نیت موجود ہو کہ پندرہ دن گزارنے سے پہلے وطن اصلی

یا کہیں سفر پر جاؤں گا تو آپ پارہ چنار میں مسافر ہونگے اور آپ کی دلالۃً نیت اقامت صریح نیت کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں اور بعض قابل احترام مفتی حضرات کو محیط کی اس عبارت نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔

"وطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر"

حالانکہ اس کا محمل یہ ہے کہ سفر غیر مستحکم ہے بعد میں اگر کہیں دوسری جگہ اقامت اختیار کرلی تو پہلا وطن اقامت جہاں اس کا سامان ہے وہ اس کا وطن اصلی باقی رہے گا کیونکہ اس کے علاوہ اگر کوئی اور محمل اس کا متعین کیا جائے تو فقہ کی مستند کتابوں کے بہت سے جزئیات اس کے متضاد نظر آئینگے جسکی تفصیل ایک رسالہ میں لکھنے والا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز قصر اور اس کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی لاہور سے ملتان تین دن کے لئے جاتا ہے تو کیا اسے نماز میں قصر کرنا ہوگی، اگر نماز میں قصر کرنا ہوگی تو کس طرح؟

الجواب باسم الملک الوھاب

لاہور سے ملتان کا فاصلہ چونکہ شرعی سفر بنتا ہے اور ملتان میں تین دن رہنے کا ارادہ ہے تو وہاں پر قصر نماز پڑھنا ہوگی۔

(۲) اگر ملتان میں قیام کے دوران اکیلا نماز پڑھے گا تو ظہر، عصر اور عشاء کے دو فرض پڑھے گا جبکہ سنت مؤکدہ پوری ادا کرنا ہوں گی فجر اور مغرب کی نماز پوری پڑھنی ہوگی اگر مقیم امام کے پیچھے پڑھے گا تو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور نیت رکعات کی تعداد کی نہ کرے گا بلکہ مطلق فرض وقت کی نیت کرے گا بہتر یہ ہے کہ ملتان میں قیام کے دوران کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے باجماعت نماز ادا کریں۔

"وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لايأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والامن هكذا في الوجيز للكردري...... ولايزال على حكم السفر حتى ينوي الاقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر كذا في الهداية"......(الهندية : ۱/ ۱۳۹)

"(فیقصر) المسافر (الفرض) العلمی (الرباعی) فلاقصر للثنائی والثلاثی ولاللوترفانه فرض عملی ولافی السنن فان کان فی حال نزول وقرار وامن یاتی بالسنن وان کان سائرا اوخائفافلایاتی بهاوهوالمختار"...... مراقی الفلاح: ۴۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقیم حضرات اگر قصر نماز پڑھ لیں تو پوری نماز لوٹانا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر منڈی صادق گنج میں ایک جماعت کی تشکیل اٹھارہ دن کے لیے ہوئی تو کسی نے ان کو کہہ دیا کہ تم یہاں مقیم کیسے ہوسکتے ہو بلکہ تم مسافر ہی ہو اس کے بعد ایک مسجد میں امام صاحب کی عدم موجودگی میں جماعت کے ایک ساتھی سے کہا گیا کہ جماعت کروائیں تو انہوں نے ظہر وعصر کی دو دو رکعت پڑھائیں اور لوگوں نے اپنی اپنی چار رکعات پوری کرلیں بعد میں ایک مولوی صاحب کے متنبہ کرنے سے پتہ چلا کہ جماعت والے مقیم ہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب یہ نمازیں لوٹائیں گے یا صرف امام ہی ان نمازوں کو لوٹائے گا؟ اور اگر سب نے لوٹانی ہیں تو کیا لوٹاتے وقت اسی امام کے ساتھ جماعت کرواسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں امام اور مقتدی سب نمازیں لوٹائیں گے اسی امام کے ساتھ قضاء نمازوں کی جماعت بھی کرواسکتے ہیں۔

"ان صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدی ولذا اشترط عدم مغایرتهما فاذا صحت صلاة الامام صحت صلاة المقتدی الالمانع واذافسدت صلاته فسدت صلاة المقتدی لانه متی فسدالشئ فسدمافی ضمنه"......

(ردالمحتار: ۴۳۷/۱)

"ونحن نعتبر معنی التضمن وذلک فی الجوازوالفساد"...... (الهدایة: ۱۳۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کی حدود سے باہر نکلنے پر سفر شرعی شروع ہوتا ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے چچا کا متبنّٰی ہوں اور مستقل طور پر انہی کے پاس رہتا ہوں میری تمام ضروریات زندگی کے کفیل بھی میرے چچا جان ہیں اور میں غیر شادی شدہ ہوں جہاں میں اور میرے چچا رہتے ہیں اس شہر کا نام ''پنجگرائیں'' ہے، جبکہ میرے حقیقی والدین اور بہن بھائی دوسرے شہر دریاخان میں رہتے ہیں دونوں شہروں میں تقریباً چودہ پندرہ کلومیٹر کا فاصلہ ہے اب میں نے چچا کے گھر سے لاہور جانے کے لئے سفر شروع کرنا ہے اب میں شرعی مسافر ''پنجگرائیں'' سے شمار ہوں گا یا دریاخان سے۔جبکہ پہلے ''پنج گرائیں'' آتا ہے بعد میں ''دریاخان''۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں شہر دریاخان آپ کا وطن اصلی ہے،لہٰذا آپ ''پنج گرائیں'' سے دریاخان کی طرف سفر کرتے ہوئے، جب دریاخان پہنچیں گے تو مقیم ہوں گے اور سابقہ سفر ختم ہوجائے گا اب لاہور آتے ہوئے جب دریاخان کی حدود سے باہر نکلیں گے تو شرعاً مسافر شمار ہوں گے۔

"(الوطن الاصلی) هو موطن ولادته اوتأهله اوتوطنه(يبطل بمثله) اذالم يبق له بالاول اهل فلوبقی لم يبطل بل يتم فيهماوقال الشامی" (قوله اذالم يبق له بالاول اهل) ای وان بقی له فيه عقارقال فی النهرولونقل اهله ومتاعه ولودورفی البلدلاتبقی وطنالہ وقيل تبقی،کذافی المحيط وغيره"......(الدرمع الرد: ۱/۵۸۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقل سکونت جہاں اختیار کی جائے وہ وطن اصلی بن جاتا ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا اصلی وطن دریاخان ہے میرے والدین یہاں دریاخان میں پہلے رہتے تھے بعد میں خوشاب چلے گئے خوشاب میں میرے والدصاحب امامت کرواتے ہیں تقریباً پچیس سال ہوگئے ہیں میری پیدائش بھی خوشاب کی ہے وہاں سے ہم نے مستقل طور پر سکونت ترک کر کے خوشاب میں رہائش اختیار کرلی ہے اور وہاں صرف زمین ہے جو ہم نے دوسرے رشتہ داروں کے سپرد کی

ہوئی ہے اب ہم خوشاب میں رہ رہے ہیں دریاخان میں بقیہ رشتہ دار ہیں ہم انہیں ملنے کے لئے جاتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ اگر ہم وہاں پندرہ دن سے کم رہیں تو نماز قصر کریں گے یا مکمل نماز پڑھیں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں خوشاب آپ کا وطن اصلی ہے کیونکہ آپ نے اپنی مستقل سکونت وہیں اختیار کی ہوئی ہے۔ ''دریاخان'' جب آپ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جائیں تو نماز قصر ادا کریں گے کیونکہ محض زمین کا باقی رکھنا وطن اصلی کی بقا کا ذریعہ نہیں ہے۔

''(الوطن الاصلی) ھو موطن ولادته اوتأھله اوتوطنه(یبطل بمثله) اذا لم یبق له بالاول اھل فلوبقی لم یبطل بل یتم فیھما (قوله اذالم یبق له بالاول اھل) ای وان بقی له فیه عقارقال فی النھرولونقل اھله ومتاعه ولودورفی البلد لاتبقی وطناله وقیل تبقی، کذافی المحیط وغیره''......(الدرمع الرد: ۱/۵۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تین یا چار رکعت والی نماز میں مسافر امام کے پیچھے مقیمین کی نماز کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۳۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام مسافر ہو اور اس کے پیچھے مقتدی مقیم ہو تو مسافر امام کے دو رکعت پر سلام پھیر دینے کے بعد مقتدی کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے گا یا کہ نہیں؟ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب مسافر امام دو رکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی باقی ماندہ نماز کو بغیر قرأت کے مکمل کرے گا۔

''فی البدائع.....ولاقراۃ علی المقتدی فی بقیة صلاته اذاکان مدرکا ای لایجب علیه لانه شفع اخیرفی حقه''......(البدائع: ۱/۲۷۷)

''وان صلی المسافربالمقیمین رکعتین سلم واتم المقیمون صلاتھم کذافی

الهداية وصاروامنفردين كالمسبوق الا انهم لايقرؤن في الاصح هكذافي التبيين"......(الهندية : ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفرشرعی کاحکم صرف نیت پرنہیں بلکہ حدودشہرسے باہرنکلنے پرہے:

مسئلہ نمبر(۳۲۶): سفرپرروانہ ہوتے ہوئے لاہوراسٹیشن پرکیاحکم ہے جبکہ سفرکی ساری شرائط پوری ہیں اورسفررائے ونڈمرکزہی سے شروع کیاتھا۔

(۲) رائے ونڈ سے سفرپرروانہ ہوئے سمن آبادلاہورمیں نمازاداکی تونمازقصرکاکیاحکم ہے مسافرسمن آبادکارہنے والاہےاورسفرکی پوری شرائط ہیں۔

(۳) پہلی تشکیل سےواپسی پررائےونڈمرکزمیں قصرکاکیاحکم ہے جبکہ پہلی تشکیل رائےونڈمرکزسےہوئی تھی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سمن آبادمیں اورلاہوراسٹیشن میں پوری نمازاداکرے گا،کیونکہ صرف نیت کرنے سے مسافرنہیں ہوگا،جب تک اپنے شہرکی حدودسے نہ نکلےاوراپنے شہرمیں داخل ہوتے ہی قصرکاحکم ختم ہوجاتاہے۔

"واذادخل المسافرمصره اتم الصلاة وان لم ينوالاقامة فيه سواء دخله بنية الاختياراودخله لقضاء الحاجة كذافي الجوهرة النيرة اه"......(الهندية : ۱/۱۴۲)

لاہورکارہنے والاپہلی تشکیل کے بعدرائے ونڈ میں قصرکرے گابشرطیکہ تشکیل سے واپسی پرلاہورشہرسے گزرکرنہ گیاہو،اورتشکیل کی جگہ رائے ونڈسے شرعی مسافت پرہو۔

"وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشريوماقصرهكذافي الهداية" ......(الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ اقامت کی نیت کے بعد پندرہ دن سے پہلے اس کو چھوڑ دے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ محمد سلمان گوجرانوالہ کا رہائشی ہے اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں زیر تعلیم ہے، عرصہ تین سال سے یونیورسٹی کے ہاسٹل میں رہائش پذیر ہے ایک مرتبہ سے زائد ایک ماہ سے زیادہ مع النیۃ ہاسٹل میں مستقل اقامت اختیار کی ہے اب کبھی بارہ دن بعد گھر چلا جاتا ہوں اس وقت یہی معمول ہے ہاسٹل میں الاٹمنٹ بھی ہے اس صورت حال میں کیا بندہ نماز قصر ادا کرے یا مکمل نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص جب وطن اصلی سے واپس خالی الذہن آئے گا تو پہلی نیت کا اعتبار ہوگا استصحاب الحال کی وجہ سے یہاں نماز پوری پڑے گا اور اگر وہ خالی الذہن نہیں آیا بلکہ اس کی صراحۃً نیت یہ تھی کہ پندرہ دن قیام سے پہلے پہلے کہیں جاؤنگا تو اس صورت میں وہ قصر کریگا۔

"تقدما للصريح على الاستصحاب. قال في التتارخانية :ادنى مدة الاقامة عندنا خمسة عشر يوما (وفيه ايضا) وعندنا مالم ينو الاقامة خمسة عشر يوما لايتم الصلاة"......(التتارخانية جديد :۲/۴۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایام حج میں آفاقی منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر نماز پڑھیں گے:

مسئلہ نمبر(۳۲۸): عرض یہ ہے کہ میں نے اس سال حج کیا ہماری پاکستان کے لئے جدہ سے تقریباً آخری فلائٹ تھی ہمیں حاجی کیمپ لاہور سے کاغذات وصول ہونے پر علم ہو گیا تھا کہ ہم نے مدینہ منورہ آخر میں جانا ہے یعنی مکہ مکرمہ میں قیام چونتیس دن کا اور بعد میں مدینہ منورہ آٹھ دن قیام کرنا ہے اور وہیں سے واپس آنا ہے ہمارے مکہ پہنچنے کے آٹھ دن بعد حج شروع ہو گیا ہم منیٰ مزدلفہ اور عرفات کے لئے روانہ ہو گئے وہاں ہمارے ایک ساتھی نے جس کا نام محمد طاہر ہے نماز با جماعت کروائی قصر، جب میں نے اسے منع کیا کہ ہمارا قیام مکہ مکرمہ میں ہے اور یہ جگہ مکہ سے ۱۰ سے ۱۵ کلومیٹر ہے ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہیے اس نے جواب دیا میں تبلیغی جماعت کا آدمی ہوں مجھے علم ہے اور آپ کو علم نہیں، لہٰذا ہم اپنی کم علمی کی وجہ سے خاموش ہو گئے اور اس نے وہاں تمام لوگوں کو بھی یہ کہا کہ نماز قصر پڑھو میرا آپ

سے سوال یہ ہے کہ ہمیں وہاں نماز پوری پڑھنی چاہیے تھی یا قصر؟ اگر پوری پڑھنی چاہیے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب تفصیل سے دیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ نے منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں نماز قصر ہی پڑھنی تھی چونکہ آپ نے قصر ہی پڑھی ہے تو آپ کی نماز ٹھیک ہے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

"ولونوی الاقامة خمسة عشریومافی موضعین فان کان کل منهما اصلابنفسه نحومکة ومنی......لایصیرمقیما......ذکرفی کتاب المناسک ان الحاج اذادخل مکة فی ایام العشرونوی الاقامة نصف شهرلاتصح لانه لابدله من الخروج الی عرفات فلایتحقق الشرط"......(الهندية : ۱/۱۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقیم کا وقت جمعہ داخل ہونے کے بعد شہر سے نکلنا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کمپنی کا سیل مین ہوں، سیل کے سلسلے میں مجھے دور دور سفر پر جانا پڑتا ہے بعض دفعہ جمعہ کے دن بھی جانا پڑتا ہے اگر جمعہ چھوٹ جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر ظہر کی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے شہر سے نکل گیا تو اب جمعہ میں حاضر ہونا ضروری نہیں لیکن اگر ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو اب جمعہ پڑھنے سے پہلے نکلنا جائز نہیں۔

"ولایکره الخروج للمسافریوم الجمعة قبل الزوال وبعده وان کان یعلم انه لایخرج من مصره الابعدمضی الوقت یلزمه ان یشهد الجمعة ویکره له الخروج قبل ادائها"......(الهندية : ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر کا ارادہ رکھنے والے کو وقت سے پہلے نماز ادا کرنا درست نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۳۰): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سفر پر روانہ ہونے سے پہلے راستے میں آنے والی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر وقت داخل نہیں ہوا تو نماز نہیں ہوگی، لہٰذا قبل از وقت پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

"قال اللہ تعالیٰ" ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا"......(سورۃ النساء: ۱۰۳)

"ای مؤقتۃ مفروضۃ وقال زیدابن اسلم(موقوتا) منجما، ای تؤدونھا فی انجمھا والمعنی عند اھل اللغۃ، مفروض لوقت بعینہ یقال وقتہ فھو موقوت، ووقتہ فھو موقت، وھذا قول زیدبن اسلم بعینہ، وقال (کتابا) والمصدر مذکر، ف لھذا قال(موقوتا)"......(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۳۷۴/۳)

" اعلم ان الوقت کماھو شرط لاداء الصلاۃ فھو سبب لوجوبھا فلاتجب بدونہ ومن جملۃ مابنوا علی ھذا مسئلۃ وردت فتوی فی زمن الصدر برھان الائمۃ ان لانجد وقت العشاء فی بلدتنا اھل علینا صلاتہ فکتب لیس علیکم صلاۃ العشاء وبہ افتی ظھیر الدین المرغینانی ووردت ھذہ الفتوی ایضا من بلدۃ بلغار الخ"......(حلبی کبیری: ۲۰۲)

"الباب الثالث فی شروط الصلاۃ، وھو عندنا سبعۃ...... ......واستقبال القبلۃ والوقت"......(الھندیۃ: ۵۸/۱)

"قولہ شروط الصلاۃ ای امور خارجۃ عن الصلاۃ یتوقف علیھا الصلاۃ"......(الدرایۃ علی الھدایۃ: ۹۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اقامت سے سفر پر جانے کے بعد نیت اقامت نہ کرنے بعد رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک مقام پر مقیم ہے پندرہ یوم سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہے مقیم ہونے کے بعد مسافر ہوئے اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچا، اب پندرہ یوم کی اقامت کی نیت نہیں ہے۔ وطن اصلی جانے کا ارادہ ہے کیا یہ شخص دارالاقامہ میں رہتے ہوئے نماز قصر ادا کرے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جب وطن اقامت سے مسافت سفر یعنی اڑتالیس میل سے زیادہ سفر کر کے واپس دارالاقامہ پہنچا اور اب پندرہ دن اقامت کا ارادہ بھی نہیں ہے تو یہ شخص قصر کریگا، کیونکہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

"ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبإنشاء السفر وبالوطن الأصلي هكذافي التبيين"......(الهندية : ۱/۱۴۲)

"وفي الدرويبطل وطن الإقامة بمثله وبالوطن الأصلي وبإنشاء السفر"......(الدرمع الرد: ۱/۵۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر میں وتر پڑھنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سفر میں ہے اور سفر میں عشاء کے فرائض پڑھتا ہے اور وتر نہیں پڑھتا تو قضاء کرتے وقت ایک عالم کہتا ہے کہ عشاء اور وتر دونوں دوبارہ ادا کرے اور ایک کہتا ہے کہ صرف وتر ادا کرے تو اب وہ کیا کرے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ دوران سفر وتر نماز پڑھنا ضروری ہے، اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز تو پڑھ لے لیکن وتر نماز نہ پڑھے تو قضاء صرف وتر نماز کی کرے گا۔

"ویجب القضاء بترکه ناسیا أو عامدا وإن طالت المدة الخ"......(الهندیة : ۱/۱۱۱)

"ولو ترک الوتر حتی طلع الفجر فعلیه قضاء ه فی ظاهر الروایة أصحابنا الخ"

......(فتاوی التاتارخانیة جدید : ۲/۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر کتنے سفر پر قصر کرے گا؟

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوگانہ نماز کتنے کلومیٹر کے سفر پر پڑھی جائے گی، نیز سنت مؤکدہ ساتھ پڑھی جائیں گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تقریباً ۷۷ کلومیٹر پر جانے کا ارادہ ہو تو نماز قصر پڑھیں گے، اور اگر اطمینان کی حالت ہو تو سنت مؤکدہ ادا کرنی پڑیں گی۔

"ادنی السفر الذی یقصر فیه اذا قصد ثلاثة ایام ولیالیها والمعتبر السیر الوسط کسیر الابل ومشی الاقدام لاسیر البرید وسیر العجلة وفی الجبل یعتبر مایلیق بحال الجبل وان کان ذالک یقطع فی السهل بمدة یسیرة اذاخرج المسافر عن عمران البلدة قصر الصلاة سواء کان سفر طاعة اومعصیة وقصر فی المغرب والوتر والسنن"......(فتاوی السراجیة: ۷۲)

"ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار الایاتی بها هو المختار لانه ترک لعذر"......(الدر علی الرد : ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہوجاتا ہے؟

(۲) سفر شرعی کی حد کیا ہے؟ اور سفر شرعی کا بغیر نیت کے اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) وطن اقامت شرعی سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔

"ویبطل الوطن الاصلی بمثله لاالسفر ووطن الاقامة بمثله والسفر والاصلی لان الشیء یبطل بماهومثله لابماهودونه فلایصلح مبطلا له"

......(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

"الوطن اصلی وهوموطن ولادته اوتاهله اوتوطنه یبطل بمثله اذالم یبق له بالاول اهل فلوبقی لم یبطل بل یتم فیها لاغیر ویبطل وطن الاقامة بمثله وبالوطن الاصلی وبانشاء السفر والاصل ان الشیء یبطل بمثله وبمافوقه لابمادونه ولم یذکر وطن السکنی وهومانوی فیه اقل من نصف شهر لعدم فائدته وماصوره الزیلعی رده فی البحر"......(الدرالمختار: ۱/۱۰۸)

"ویبطل الوطن الاصلی بمثله ویبطل بانشاء السفر وبالعود للوطن الاصلی"

......(حاشية الطحطاوی: ۴۲۹)

"ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هکذا فی التبیین"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

(۲) سفر شرعی کی حد 48 میل ہے جو کہ تقریباً 77 کلومیٹر بنتا ہے۔

"من جاوزبیوت مصره مریدا سیرا وسطا ثلاثة ایام فی برا و بحر اوجبل قصر الفرض الرباعی"......(کنز الدقائق: ۴۲)

"اقل مسافة تتغیر فیهاالاحکام مسیرة ثلاثة ایام کذافی التبیین"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۸)

"وکان ابن عمر وابن عباس رضی الله عنهم یقصران ویفطران فی اربعة برد وهی ستة عشرفرسخا وقال صاحب الجامع البرید امیال معروفة یقال

هو اربعة فراسخ والفرسخ ثلاثة اميال وفي الواعي البريدسكة من السكك كل اثني عشر ميلا بريد وكذا ذكر في الصحاح وغيره وفي الجوهرة البريد معروف عربي والفرسخ وقال ابن سيدة هو ثلاثة اميال "......(عمدة القاری : ۱۸۱/۷)

"ومسافة القصر في المذهب مسيرة ثلاثة ايام ولياليها ثم حولوها الى التقدير بالمنازل فاختلفوا فيه على اقوال منهاستة عشر فرسخا كل فرسخ ثلاثة اميال فتلك ثمانية واربعون ميلا كمافي الحديث وبه افتي لكونه مذهب الآخرين"......(فيض البارى على صحيح البخارى : ۳۹۷/۲)

سفرشرعی کابغیرنیت کے کوئی اعتبارنہیں ہے۔

"وفي الهندية ولابدللمسافر قصدمسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والالايترخص ابدا ولوطاف الدنيا جميعها بان كان طالب آبق اوغريم اونحوذلك"......(فتاوىٰ الهندية: ۱۳۹/۱)

"ولايصير مسافرا بالنية حتى يخرج ويصير مقيما بمجردالنية كذافي محيط السرخسي "......(فتاوىٰ الهندية: ۱۳۹/۱)

"واماالثاني ان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلوطاف الدنيا من غيرقصد الى قطع مسيرة ثلاثة ايام لايترخص وعلى هذاقالوا امير خرج مع جيشه في طلب العدو ولم يعلم اين يدركهم فانهم يصلون صلاة الاقامة في الذهاب وان طالت المدة "......(البحرالرائق: ۲۲۶، ۲۲۷/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقیم مقتدی مسافرامام کے پیچھے نمازکس طرح مکمل کرے گا؟

مسئلہ نمبر(۳۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرامام مسافرہوتو مقیم مقتدی اپنی نمازکیسے پوری کرے؟ نیزامامت کرنے کے لیےکوئی ایسامقیم نہیں ہوتاجوامامت کرسکے اگرمسافرت کی حالت میں نمازپڑھاؤں توکیادرست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسافرت کی حالت میں نماز پڑھانا درست ہے، مسافرامام دورکعت پڑھ کرسلام پھیردے اور مقیم مقتدی اپنی بقیہ دورکعتیں بغیرقراءۃ کے مکمل کریں گے۔

"وان صلى المسافر بالمقيمين ركعتين سلم واتم المقيمون صلاتهم لان المقتدى التزم الموافقة في الركعتين فينفرد في الباقي كالمسبوق الاانه لايقرء في الاصح لانه مقتدتحريمة لافعلا والفرض صارمؤدى فيتركها احتياطا بخلاف المسبوق لانه ادرك قرأة نافلة فلم يتادالفرض فكان الاتيان اولى"......(هدايه :۱/۱۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی جگہ ۱۴دن ٹھہرنے کا ارادہ ہوتو نماز قصرپڑھی جائے گی:

مسئلہ نمبر(۳۳۶): کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ڈیوٹی اسلام آبادمیں ہےاورمیں رائے ونڈکارہائشی ہوں، ڈیوٹی پراسلام آبادجاتے ہوئے میری نیت ۱۳ یا۱۴ دنوں کی ہوتی ہے کیونکہ عام طورپرچودھویں دن میری گھرکوواپسی ہوجاتی ہے،آیانمازقصرپڑھوں گایاپوری؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں یہ شخص مسافرہی رہےگااورقصرنمازپڑھےگا،اقامت کے لیے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ضروری ہے۔

"ولايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة في بلدة اوقرية خمسة عشريومااواكثر كذافي الهداية "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"وان لم يكن وطنااصليا فانه يقصر الصلوة مالم ينو الاقامة بهاخمسة عشريوما"......(قاضى خان على هامش الهندية :۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چلہ میں جانے والے تبلیغی حضرات نماز پوری پڑھیں گے یا قصر کریں گے؟

مسئلہ نمبر(۳۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت میں چلہ چار مہینے اور سال کے لیے ایک شخص چل رہا ہے، ایک شہر کی مختلف مساجد میں پندرہ دن کی یا اس سے زیادہ کی تشکیل ہوتی ہے، اس شہر کی متفرق مساجد میں پندرہ دن سے زیادہ رہے تو نماز کا کیا حکم ہے؟ قصر کریں یا پوری پڑھیں؟ یاد رہے کہ کبھی کبھی بزرگ جماعت کو واپس مرکز بلا لیتے ہیں، اگر کچھ دن شہر میں اور کچھ دن دیہات میں رہے یا دس دن شہر میں اور دو دن دیہات میں اور پھر پانچ دن کسی دوسرے دیہات میں رہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ایک ہی شہر کی متفرق مساجد میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہے تو اس صورت میں پوری نماز پڑھنی ہوگی، بشرطیکہ اس شہر میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی ہو، اور اگر ایک شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر پڑھے گا۔

"ثم لایزال المسافر علی حکم السفر حتی یدخل وطنه اوینوی اقامة خمسة عشر یومابموضع واحد من مصر اوقریة غیر وطنه اھ "......(حلبی کبیری : ۴۶۴)

"وان نوی الاقامة اقل من خمسة عشریوما قصر ھکذافی الھدایة "
......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ میں مقیم اور مسافر ہونے میں اساتذہ کی نیت معتبر ہوگی یا طلباء کی؟

مسئلہ نمبر(۳۴۸): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسے میں مقیم اور مسافر ہونے کے اعتبار سے اساتذہ کرام کی نیت کا اعتبار ہوگا یا طالب علموں کی نیت کا اعتبار ہوگا؟ مسئلہ صورت یہ ہے کہ ہم چوبیس گھنٹے کے لیے جمعرات کو قریب قریب بستیوں میں جاتے ہیں اور ہم نے پورا سال ایک ہی مدرسہ میں پڑھنے کی نیت کی ہے کیا ہم اب مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ اور اگر ہم یہ نیت کریں کہ چھ دن مدرسہ میں رہیں گے اور ساتویں دن جماعتوں میں جائیں گے کیا ہم مسافر ہیں یا مقیم؟

الجواب باسم الملک الوہاب

"الاصل ان من یمکنه الاقامة باختیاره یصیر مقیما بنیة نفسه ومن لایمکنه الاقامة باختیاره لایصیر مقیما بنیة نفسه حتی ان المرء ة اذاکانت مع زوجها فی السفر والرقیق مع مولاه والتلمیذ مع استاذه والاجیر مع مستاجر والجندی مع امیره فهؤلاء لایصیرون مقیمین بنیة انفسهم فی ظاهر الروایة کذافی المحیط "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۱)

"والمعتبر نیة المتبوع لانه الاصل لاالتابع کامرأة وفاها مهرها المعجل وعبدغیر مکاتب وجندی اذاکان یرتزق من الامیر اوبیت المال واجیر واسیر وغیرهم وتلمیذ"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ استاذ کی نیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ طالب علم کی نیت کا، بنابریں اگر پندرہ دن کے قیام کے بعد یہ آنا جانا ہوتا ہے تو شرعی مسافت نہ ہونے کی وجہ سے مقیم ہی رہیں گے اور اگر گھر سے آئے اور چھ دن کے بعد دوسری بستی میں جانے کا ارادہ ہے جیسا کہ مدرسہ کا ضابطہ ہے تو مسافر ہی رہیں گے، کیونکہ پندرہ دن سے کم قیام کی نیت میں وطن اقامت نہیں بنتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر مسجد میں دوسری جماعت کرواسکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۳۹): جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائیں اور فتویٰ پر مہر بھی لگائیں۔

مسئلہ صورت یہ ہے کہ ایک مسجد کا امام مقرر ہے اذان ہوچکی ہے جماعت ہونے میں ابھی وقت باقی ہے دو مسافر آئے اور انہوں نے اپنی جماعت کروائی اور چلے گئے، کیا اس صورت میں جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور محلے کی مسجد جس میں امام مقرر ہے اور جماعت بھی ہوچکی ہے کیا اس صورت میں اسی مسجد کے اندر دوبارہ جماعت کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہم مسافر ہیں تو جماعت کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہم مقیم ہیں تو اس مقیم ہونے کی صورت میں جماعت کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسئلے کی وضاحت فرمائیں اور فتوے پر مہر بھی لگائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے اور اہل محلّہ کی جماعت سے پہلے جو مسافروں نے جماعت کرائی ہے

اس کا اعتبار نہیں، بلکہ جو جماعت اہل محلہ کریں گے وہی معتبر ہوگی، اور اس کے بعد بعض علماء کے نزدیک مسافر اگر دوسری جماعت کریں تو مکروہ نہیں ہے، البتہ اہل محلہ کے لیے وہ بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

"ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجدمحلة قوله باذان واقامة عبارته فی الخزائن اجمع مماهناونصبها ویکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الااذاصلی بهما فیه اولاغیراهله اواهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرراهله بدونهما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا کمافی مسجدلیس له امام ولامؤذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کمافی امالی قاضی خان "......(فتاویٰ شامی : ۱/۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا ایک جگہ مقیم ہونے کے لیے صرف نیت اقامت کافی ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) مقیم ہونے کے لیے نیت کا اعتبار ہوتا ہے یا پہلے کم از کم پندرہ دن کا قیام ضروری ہے؟ اگر ایک انسان پندرہ دن قیام کی نیت کرے لیکن پانچ یا چھے دن کے بعد اس کو کہیں جانا پڑ جائے، اور پھر وہ واپس آکر امامت میں مکمل نماز پڑھائے گا یا آدھی، جب کہ اس نے کبھی پندرہ دن مسلسل نہ گزارے ہوں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کو علم نہیں کہ وہ کتنے دن یہاں گزارے گا اس کا ارادہ ہے کہ جب کام ہو گیا وہ چلا جائے گا اب یہ آدمی نماز مقیم ہونے کے طور پر ادا کرے گا یا مسافر؟

نیز دونوں صورتوں میں پندرہ دن کسی نے بھی نہ گزارے ہوں، جواب عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ

(الف) مقیم ہونے کے لیے پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے۔

(ب) وطن اقامت کے بننے کے لیے ایک مرتبہ پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت گزارنا ضروری ہیں۔

(ج) اگر کسی شخص نے ایک مرتبہ پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت گزارے ہوں اور اس شخص کا سامان اسی شہر میں پڑا ہے تو اس شہر میں دوبارہ لوٹنے کی صورت میں اگر اس کی کوئی نیت نہ ہو یعنی خالی الذہن ہو کہ یہاں سے میں جاؤں گا یا نہیں تو دلالۃً نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا اور اگر اس شخص نے دوبارہ آتے ہوئے پہنچنے سے پہلے پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہو تو وہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ یہ صریح نیت ہے اور صریح کے مقابلہ میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا یہ شخص قصر پڑھے گا۔

(د) صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص نے پہلے پندرہ دن مسلسل بنیت اقامت نہیں گزارے ہیں تو وطن اقامت نہیں بنا لہٰذا دوبارہ لوٹنے پر اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر پندرہ دن یا اس سے زائد کی نیت ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر پندرہ دن سے کم کی نیت ہے تو قصر کرے گا۔

(۲) مذکورہ شخص نماز مسافر کی طرح قصر کرے گا چاہے پندرہ دن سے زائد بھی رہے۔

(۱)"ثم لایزال المسافر علی حکم السفر حتی یدخل وطنه اوینوی اقامة خمسة عشر یوما بموضع واحد من مصر اوقریة غیروطنه فعلم بهذا انه یصیر مقیما بدخول وطنه وان لم ینو الاقامة واما فی غیر وطنه فلایصیر مقیما الابنیة الاقامة"......(حلبی کبیری: ۴۶۴)

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر"......(هدایه: ۱/۱۷۴)

"ووطن الاقامة ماینوی فیه الاقامة خمسة عشریومافصاعدا اولم یکن مولده ولاله به اهل"......(حلبی کبیری: ۴۶۸)

"قوله ویبطل وطن الاقامة یسمی ایضا الوطن المستعار والحادث وهوماخرج الیه بنیة اقامة نصف شهر سواء کان بینه وبین الاصلی مسیرة السفر اولا وهذارواية ابن سماعة عن محمدوعنه ان المسافة شرط والاول هوالمختار عندالاکثرین قهستانی"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶)

(۲)"وفی الفتاوی الغیاثیة المسافر اذادخل مصرا وهوعلی عزم انه متی حصل غرضه خرج لایصیر مقیما وان مکث سنة الااذاکان مقصودا یعلم انه لایحصل فی اقل من خمسة عشریوما فانه یصیرمقیما وان لم ینو الاقامة"......(حلبی کبیری: ۴۶۵)

"ولوبقى فى المصر سنين على عزم انه اذاقضى حاجته يخرج ولم ينو الاقامة خمسة عشريوما قصر كذافى التهذيب "......(فتاوىٰ الهندية: ١٣٩/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیادوران سفر میں سنتیں اورنوافل اداکیے جائیں گے؟

مسئلہ نمبر(۳۴۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاسفر میں سنتیں اورنوافل اداکیے جائیں گے یااس میں کوئی گنجائش ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگرحالت امن وقرارہوتوسنتیں پوری اداکرناچاہئیں بصورت دیگرچھوڑنے کی اجازت ہے۔

"وبعضهم جوزوا للمسافر ترك السنن والمختار انه لاياتى بهافى حالة الخوف وياتى بهافى حال القرار والامن كذافى الوجيز للكردرى"

......(فتاوىٰ الهندية: ١٣٩/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مہاجراگراپنے وطن میں واپس آئے تونماز پوری پڑھے گایاقصر؟:

مسئلہ نمبر(۳۴۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں افغانستان کاباشندہ ہوں وہاں سے ہجرت کرکے اپنے بال بچوں کے ساتھ پاکستان میں رہائش پذیرہوں وہاں افغانستان میں کچھ زمینیں اورچچازادبھائی اورکچھ رشتہ دارباقی ہیں،اب پوچھنایہ ہے کہ افغانستان میں موجودہ زمینوں سے کچھ غلہ لانے کے لیے رشتہ داروں سے ملنے کے جاتے ہیں اورپندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوتونمازمیں اتمام کریں گے یاقصر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

یہ آپ کی نیت پرموقوف ہے اگرآپ نے پاکستان کواپناوطن اصلی بنایاہواہے اورپھرسے افغانستان نقل

مکانی کا ارادہ نہیں ہے تو اب جب پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی سے غلہ لانے یا رشتہ داروں سے ملنے کے لیے افغانستان جاؤ گے تو قصر کرو گے۔

"الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله او توطنه یبطل بمثله اذالم یبق له بالاول اهل فلوبقی لم یبطل یتم فیها (قوله او توطنه) ای عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال وان لم یتاهل فلو کان له ابوان ببلدغیر مولده وهوبالغ ولم یتاهل به فلیس ذلک وطناله الااذاعزم علی القرارفیه وترک الوطن الذی کان له قبله (قوله اذالم یبق له بالاول اهل)ای وان بقی له فیه عقار قال فی النهر ولونقل اهله ومتاعه وله دور فی البلد لاتبقی وطناله وقیل تبقی کذافی المحیط وغیره"......(ردالمحتار: ۱/۵۸۶)

"ومن کان له وطن فانتقل عنه واستوطن غیره ثم سافر فدخل وطنه الاول قصر لانه لم یبق وطناله الاتری انه علیه السلام بعدالهجرة عدنفسه بمکة من المسافرین وهذالان الاصل ان الوطن الاصلی یبطل بمثله دون السفر (قوله وهذا لان الاصل) قیل الاوطان ثلاثة وطن اصلی وهومولد الانسان اوموضع تاهل به ومن قصده التعیش به لاالارتحال "......(فتح القدیر : ۲/۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفرِ شرعی کے ارادے سے نکلنے والا اگر راستہ میں کہیں ٹھہر جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۴۳): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید سفرِ شرعی کے ارادے سے گھر سے نکلا لیکن ساتھ یہ نیت بھی کرلی کہ رات دوست کے پاس گزاروں گا وہاں سے پھر اپنے مقصود کی طرف روانہ ہوجاؤں گا، زید سے دوست تک کا فاصلہ سفرِ شرعی نہیں بنتا لیکن زید کے علاقے کی حدود سے باہر ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید آج کی نمازیں دوست کے پاس اقامت کی پڑھے گا یا قصر کی؟

(۲) زید گھر سے اس عزم وارادے سے نکلا کہ رات ساتھی کے پاس ٹھہروں گا اور کل صبح کو اپنے مقصود کی طرف جاؤں گا زید کے گھر اور ساتھی تک کا فاصلہ سفرِ شرعی نہیں بنتا اسی طرح ساتھی سے مقصود تک کا فاصلہ بھی سفرِ شرعی نہیں بنتا، اب زید مقیم ہوگا یا مسافر؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مسئولہ میں جب زید سفر شرعی کے ارادے سے نکلا تو علاقے کے حدود سے باہر ہوتے ہی وہ مسافر ہوگیا اور کسی جگہ پر رات کے قیام کی نیت قاطع سفر نہیں ہے زید نمازیں قصر کرے گا۔

"قال فان لم يعزم على الاقامة مدة معلومة ولكنه مكث اياما في المصر وهو على عزم الخروج لايصير مقيما عندنا وان طال مكثه "......(مبسوط السرخسي: ۱/۲۰۴)

"وفي صفحة القادمة ولانه لوخرج خلف غريم له لم يصر مسافرا مالم ينو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا فكذالک لايصير مقيما مالم ينو المكث ادنى مدة الاقامة وان طال مقامه اتفاقا"......(مبسوط: ۱/۲۰۵)

" قال صاحب البحر اماالثاني فهوان يقصد مسيرة ثلاثة ايام فلوطاف الدنيا من غير قصد الى قطع مسيرة ثلاثة لايترخص "......(مبسوط سرخسي : ۱/۲۰۴)

(۲) اگر نکلتے وقت سفر شرعی کی نیت نہیں کی تو زید مقیم ہے نمازیں اقامت کی پڑھے گا۔

"المقيم اذاقصدمصرا من الامصار وهومادون مسيرة ثلاثة ايام لايكون مسافرا ولوانه خرج من ذلک المصر الذى قصد الى مصر آخروهوايضااقل من ثلاثة ايام فانه لايكون مسافرا وان طاف افاق الدنيا على هذالسبيل لايكون مسافرا "......(البحرالرائق : ۲/۲۲۸)

"ولانه لوخرج خلف غريم له لم يصر مسافرا مالم ينو ادنى مدة السفر وان طاف جميع الدنيا "......(مبسوط : ۱/۲۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک ضلع میں مختلف جگہوں میں تشکیل ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری جماعت میرپورساکرو(سندھ)

میں ۳۴ دن کے لیے گئی تھی، ہم نے مختلف دیہاتوں میں کام کیا جن کا درمیانی فاصلہ میل یا دو تین میل ہوتا تھا ہر بستی کا نام الگ تھا ضروریات زندگی لینے کے لیے وہ لوگ اکثر میر پور سا کرو یا کسی اور شہر میں جاتے ہیں ہم کسی بستی میں ۱۵ دن نہیں ٹھہرے، ۱۵ میل یا ۲۰ میل کے علاقے میں مختلف دیہاتوں میں رہے کسی نے ہمیں بتایا کہ آپ مقیم والی نماز پڑھیں اس لیے ہمارا ہی ایک ساتھی مقیم والی نماز پڑھتا رہا، توجہ طلب امر یہ ہیں۔

(۱) کیا ہم مسافر تھے یا مقیم؟

(۲) کیا ہماری نماز درست ہوگئی؟

(۳) اگر ہم مسافر تھے تو مقامی لوگوں کی نماز ہمارے پیچھے درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال آپ کی جماعت مقیم نہیں تھی بلکہ آپ مسافر کے حکم میں تھے۔

”واما اتحاد المکان فالشرط نیة مدة الاقامة فی مکان واحد لان الاقامة قرار والانتقال یضاده ولابد من الانتقال فی مکانین واذا عرف هذا فنقول اذا نوی المسافر الاقامة خمسة عشر یوما فان کانا مصرا واحدا او قریة واحدة صار مقیما لانهما متحدان حکما......وان کانا مصرین نحو مکة ومنی او الکوفة والحیرة او قریتین او احدهما مصر والاخر قریة لایصیر مقیما لانهما مکانان متباینان حقیقة وحکما“......(بدائع الصنائع: ۱/۲۷۰)

”ولو ان خراسانیا اوطن الکوفة والحیرة عشرین یوما صلی رکعتین لانه نوی الاقامة فی الموضعین وانما تعتبر نیة الاقامة فی موضع واحد“......(المبسوط: ۲/۱۶۱)

(۲) جن نمازوں میں قعدہ اولیٰ کیا گیا نمازیں آپ کے مسافر ساتھیوں کی درست ہوگئی ہیں۔

”مسافر صلی الظهر فی سفره اربعا اربعا فان کان قعد فی کل رکعتین قدر التشهد فصلوته تامة والاخریان تطوع له وان کان لم یقعد فصلوته فاسدة عندنا“......(المبسوط: ۱/۴۰۷)

(۳) مقامی لوگوں کی نمازیں آپ کے کسی مسافر ساتھی کی اقتداء میں درست نہیں ہوئی۔

"تنبیه یؤخذمن هذا انه لو اقتدی مقیمون بمسافر واتم بهم بلانیة اقامة وتابعوه فسدت صلوتهم لکونه متنفلا فی الاخریین نبه علی ذلک العلامة شرنبلالی فی رسالته فی المسائل الاثنی عشریة وذکرانها وقعت له ولم یرها فی کتاب قلت وقدنقلها الرملی فی باب المسائل عن الظهیریة"......(ردالمحتار: ۱/۴۳۰)

"فلواتم المقیمون صلوتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة"......(ردالمحتار: ۱/۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی سفر میں انسان مسافر کب بنتا ہے؟ آیا ایئر پورٹ پر یا جہاز کے اڑ جانے کے بعد کیونکہ بعض ایئر پورٹ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور بعض شہر کے اندر ہوتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ کے اندر آدمی آبادی سے نکلتے ہی مسافر ہوجاتا ہے یعنی ایئر پورٹ پر پہنچتے ہی مسافر ہوجائے گا۔

"قال محمد یقصر المسافر حین یخرج من مصره ویخلف دورالمصر کذا فی المحیط وفی الغیاثیة هوالمختار وعلیه الفتوی کذافی التتارخانیة الصحیح ماذکرانه یعتبر مجاوزة عمران المصر لاغیر الااذاکان ثمه قریة اوقری متصلة بربض المصر فحینئذ تعتبر مجاوزة القری بخلاف القری التی تکون متصلة بفناء المصر فانه یقصر الصلوة وان لم یجاوز تلک القریة کذافی المحیط "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا وطن اقامت میں ہر دفعہ اقامت کی نیت ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۴۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک طالب علم مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آیا اور اس نے مدرسہ کو اپنا وطن اقامت بنالیا (اس نے وہاں پندرہ دن قیام کرلیا) اب جب یہ دوبارہ اپنے وطن اصلی جائے گا تو کیا اس کا یہ وطن اقامت باطل ہوجائے گا یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ جب وطن اقامت دوبارہ آئے گا تو اس کو نیت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ جب کہ جب یہ اپنے وطن اصلی گیا تھا تو اس کا سارا سامان وطن اقامت میں تھا جب کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نیت کرنی پڑے گی، کونسا قول مفتیٰ بہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جواب کے سمجھنے سے پہلے بطور مبادی چند باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ وطن کی کل تین قسمیں ہیں (۱) وطن اصلی (۲) وطن اقامت (۳) وطن سکنیٰ۔

وطن اصلی کہتے ہیں جہاں آدمی پیدا ہوا ہو اور اس کے گھر والے وہاں ہوں اور اس کا وہاں سے کوچ کرنے کا کوئی ارادہ بھی نہ ہو۔

"ثم الاوطان ثلاثة وطن اصلی وهو وطن الانسان فی بلدته اوبلدة اخری اتخذها دارا وتوطن بها مع اهله وولده وليس من قصده الارتحال عنها بل تعيش بها"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۸۰)

وطن اقامت کہتے ہیں جہاں انسان پندرہ دن یا پندرہ دن سے زیادہ رہنے کی نیت کرے، جس جگہ رہنے کی نیت کر رہا ہے وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

"ووطن الاقامة وهو ان يقصد انسان ان يمكث فی موضع صالح للاقامة خمسة عشر يوما او اكثر"......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

وطن سکنیٰ جہاں انسان پندرہ دن سے کم رہنے کی نیت کرے اور وہ جگہ رہنے کے قابل بھی ہو۔

"ووطن السكنى وهو ان يقصد الانسان المقام فی غير بلدته اقل من خمسة عشر يوما"......(بدائع الصنائع ۱/۲۸۰)

یہ بات بھی واضح رہے کہ ایک آدمی کے کئی وطن اصلی ہوسکتے ہیں۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ وطن اصلی وطن اصلی سے تو باطل ہوسکتا ہے لیکن وطن اقامت یا وطن سکنیٰ سے باطل نہیں ہوسکتا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وطن اصلی سے سفر شرعی کر کے دوسری جگہ پندرہ دن کی نیت سے ٹھہرے تو پھر جب یہ اپنے وطن اصلی کی طرف دوبارہ آئے گا تو دوبارہ اقامت کی نیت کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اس وطن اصلی میں جب واپس آئے گا تو چار رکعت ہی پڑھے گا دوبارہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ جب پہلے مدینہ کو اپنا وطن اصلی بنا چکے تھے تو حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ کو دوبارہ وطن اصلی بنانے کی نیت نہیں کی، بلکہ دوبارہ مدینہ منورہ میں آکر آپ نے چار رکعتیں ہی پڑھیں۔

"ولاینتقض الوطن الاصلی لوطن الاقامۃ ولابوطن السکنیٰ لانھما دونہ والشیء لاینسخ بماھو دونہ وکذالاینتقض بنیۃ السفر والخروج من وطنہ حتی یصیر مقیما بالعود الیہ من غیر نیۃ الاقامۃ لماذکرنا ان النبی الخ "

......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

اور وطن اقامت وطن اصلی سے باطل ہوجاتا ہے، اور وطن اقامت سے بھی باطل ہوجاتا ہے، لیکن وطن سکنیٰ سے باطل نہیں ہوگا، یہ اس وقت ہے جب وطن اقامت سے انشاء سفر کا ارادہ ہو وطن اصلی کی طرف یا وطن اقامت کی طرف، مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو یہ اس کا وطن اقامت بن گیا، پھر اس آدمی نے وطن اقامت سے وطن اصلی کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وطن اصلی کی طرف جانے کی وجہ سے وطن اقامت کی طرف آئے گا تو جب تک یہ پندرہ دن کی نیت نہیں کرے گا تو یہ مسافر ہی رہے گا۔

"ووطن الاقامۃ ینقض بالوطن الاصلی لانہ فوقہ وبوطن الاقامۃ ایضا لانہ مثلہ والشیء یجوزینسخ بمثلہ وینتقض بسفرہ ایضا لان توطنہ فی ھذالمقام لیس للقرار ولکن لحاجۃ فاذاسافر منہ یستدل بہ علی قضاء حاجتہ فصار معرضا عن التوطن بہ فصار ناقضالہ دلالۃ "......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰،۲۸۱)

"ومن حکم وطن السفر انہ ینتقض بالوطن الاصلی لانہ فوقہ وینتقض بوطن السفر لانہ مثلہ وینتقض بانشاء السفر لانہ ضدہ ولاینتقض بوطن السکنیٰ لانہ دونہ "......(۱/۱۸)

نیز یہ بات یاد رہے کہ وطن سفر سے مراد وطن اقامت ہے۔

تیسری قسم وطن سکنیٰ ہے، وطن سکنیٰ وطن اصلی وطن اقامۃ اور وطن سکنیٰ تینوں سے باطل ہوجائے گا اور سفر سے بھی باطل ہوجائے گا۔

"ووطن السکنیٰ ینتقض بوطن الاصلی ووطن الاقامة لانهمافوقه وبوطن السکنیٰ مثله وبالسفر"......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جو طالب علم اپنے وطن اقامۃ سے وطن اصلی چلا گیا تو اس کا تو وطن اقامۃ باطل ہوگیا، لہذا جب وہ وطن اصلی سے وطن اقامۃ کی طرف آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہیں کرے گا وہ مسافر ہی رہے گا۔

"والحاصل ان انشاء السفریبطل وطن الاقامة اذاکان منه"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۶،۵۸۷)

"فان من نوی الاقامة بموضع نصف شهر ثم خرج منه لایریدالسفر ثم عاد مریدا سفرا ومربذلک اتم مع انه انشاء سفرا بعداتخاذهذه الموضع دار اقامة فثبت ان انشاء السفر لایبطل وطن الاقامة الااذاانشاء السفر منه"......(منحة الخالق علی البحر الرائق: ۲/۲۴۰)

لہذا ان ساری عبارات سے یہ مسئلہ اخذ ہوتا ہے کہ جب طالب علم وطن اقامۃ سے وطن اصلی کی طرف چلا گیا تو واپس آکر جب تک کہ وہ دوبارہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے مسافر ہی رہے گا۔

نیز واضح رہے کہ محیط کی اس عبارت "لایرتفع الوطن کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل" کی وجہ سے ہم تمام متون معتبرہ اور فقہاء کی عبارات صریحہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تونسہ سے ملتان نوکری کے لیے آنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟

مسئلہ نمبر (۳۴۷): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تونسہ شریف کا رہائشی ہے اور ملتان میں ڈاکٹری کے فرائض سرانجام دے رہا ہے ملتان اور تونسہ شریف کے درمیان کا فاصلہ ۱۰۰ کلومیٹر سے زائد ہے ملتان شہر میں ۴ یا ۵ دن گزارتا ہے اور پھر تونسہ شریف چلا جاتا ہے ایک مرتبہ اس نے

ملتان میں ۱۵ دن بھی گزارے ہیں، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آئندہ جب وہ آدمی ملتان میں آئے تو آیا وہ قصر نماز پڑھے یا مکمل نماز ادا کرے؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک کا اصل وطن تونسہ شریف ہے اب وہ اپنے اہل وعیال کو ملتان لایا ہے اور وہیں رہائش اختیار کی ہے اور تونسہ شریف کو نہیں چھوڑا تو وہ ملتان میں قصر نماز پڑھے یا مکمل کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اگر شخص مذکور کا سامان ملتان میں اس کی رہائش گاہ پر پڑا ہے اور ملتان میں اس کی مستقل ڈیوٹی ہے یا پڑھتا ہے اور اس نے ایک مرتبہ ملتان میں پندرہ دن اقامت بھی اختیار کی ہے مگر ملتان کی طرف آتے وقت اس کا ذہن اس بات سے خالی ہو کہ یہاں سے جاؤں گا یا نہ جاؤں گا تو دلالۃً نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ مقیم ہوگا اور مکمل نماز ادا کرے گا، اور اگر وہ شخص ملتان کی طرف آتے وقت ۳ یا ۴ دن کی نیت ملتان میں رہنے کی رکھتا ہو، تو وہ مسافر ہوگا کیونکہ یہ صریح نیت ہے اور صریح کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا یہ شخص قصر نماز پڑھے گا۔

"ووطن الاقامة يبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلي هكذافي التبيين "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

"وقوله ووطن الاقامة بمثله اى يبطل وطن الاقامة بوطن الاقامة لمامر وقوله والسفر والاصلي اى ويبطل بانشاء السفر وبالوطن الاصلي لان السفر ضدالاقامة فلايبقى معه "......(تبيين الحقائق: ۱/۲۱۴)

"ووطن الاقامة ينتقض بالوطن الاصلي لانه فوقه وبوطن الاقامة ايضا لانه مثله والشيء يجوزان ينسخ بمثله وينتقض بالسفر ايضالان توطنه في هذاالمقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذاسافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصارمعرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة "......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۱،۲۸۰)

یہ شخص مقیم ہے اور مکمل نماز اداء کرے گا۔

"ثم الوطن الاصلي يجوزان يكون واحدااواكثر من ذلك بان كان له اهل ودار في بلدتين اواكثر ولم يكن من نية اهله الخروج منها وان كان هوينتقل

من اهل الی اهل فی السنة حتی انه لو خرج مسافر من بلدة فیهااهله و دخل فی ای بـلـدة من البلاد التی فیهااهله فیصیر مقیما من غیر نیة الاقامة "......(بدائع الصنائع : ۱/۲۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن پاک سے قصر نماز کا ثبوت:

مسئلہ نمبر (۲۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر کے لیے قصر نماز کا ثبوت قرآن وحدیث میں کہاں پر ہے، براہ کرم مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ مسافر کے ذمہ سفر شرعی میں قصر نماز فرض ہے اور اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے "واذاضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة"......(النساء: ۱۰۱) اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کردو، اس آیت میں مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنے کا حکم اجمالاً مذکور ہے، جس کی تشریح حضور ﷺ کی احادیث، صحابہ کے عمل اور فقہاء کے اقوال میں بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی اپنی سکونت کے علاقہ سے ستتر کلومیٹر کی مسافت کا سفر کرے اور پندرہ دن سے کم قیام ہو تو یہ سفر شرعی کہلاتا ہے اور ایسا مسافر شرعاً چار رکعت والے فرائض کی جگہ دو رکعت فرض ادا کرنے کا پابند ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"صلیت الظهر مع رسول الله ﷺ بالمدینة اربعا و العصر وبذی الحلیفة رکعتین"......(صحیح البخاری ۱/۲۰۹)

یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کے چار فرض پڑھے اور ذی الحلیفہ کے مقام میں عصر کے دو فرض پڑھے۔

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدینة الی مکة فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینة قیل له اقمتم بمکة شیئا؟قال اقمنا بهاعشرا متفق علیه"......(مشکوۃ المصابیح : ۱/۱۲۰)

ملا علی القاری رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

"والحدیث بظاھر ینافی مذھب الشافعی من انه اذااقام اربعة ایام یجب الاتمام وقال ابوحنیفة یقصر مالم ینو الاقامة خمسة عشریوما قال فی الھدایة وھوماثور عن ابن عباس وابن عمر قال ابن الھمام اخرجه الطحاوی عنھما قالا اذاقدمت بلدة وانت مسافر وفی نفسک ان تقیم خمس عشرة لیلة فاکمل الصلاة بھاوان کنت لاتدری متی تظعن فاقصرھا"......(مرقاة المفاتیح: ۳/۳۸۴)

اور بھی متعدد احادیث ہیں جن سے مسافر کے لیے قصر نماز کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سفر شرعی میں پیدل کا اعتبار ہے یا سواری ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

(۱) نماز قصر کے لیے شرعی سفر کی مقدار کیا ہے؟

(۲) یہ سفر کی مقدار شرعی پیدل معتبر ہے یا سواری کے لحاظ سے؟

(۳) اگر دنوں کے اعتبار سے سفر کا اعتبار کیا جائے تو اس سے تمام دن چلنا مراد ہے یا دن کا کوئی مخصوص حصہ؟ اگر مخصوص حصہ مراد ہے تو اس کی تعیین بھی فرمادیں۔

(۴) پہاڑی اور میدانی سفر کا کوئی فرق ہے یا نہیں؟

از راہ کرم وعنایت جملہ مسئولات کے جوابات کتب فقہ کی روشنی میں بحوالہ قلم بند فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) نماز قصر کے لیے سفر شرعی کی مقدار تین دن کی مسافت مقرر ہے، اس کے لیے کتب فقہ میں تین منزل کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے جو کہ موجودہ زمانہ کے اڑتالیس میل یا ستتر کلومیٹر کے مساوی مسافت بنتی ہے، جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۸)

اور فتاویٰ شامی میں ہے۔

"ثم اختلفوا فقيل احد وعشرون وقيل ثمانية عشر وقيل خمسة عشر والفتوىٰ على الثاني لانه الاوسط "......(۱/۵۸۰)

نیز فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے۔

ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لیے اڑتالیس (۴۸) میل ہیں (۴/۴۴۴)

(۲) مذکورہ بالا مسافت شرعی کی مقدار پیدل ہو یا سواری دونوں قسم کے سفر میں معتبر ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

"قوله بالسير الوسط اى سير الابل ومشي الاقدام"......(۲/۱۲۳)

(۳) اگر دنوں کے اعتبار سے سفر کی مسافت شرعی کا اعتبار کیا جائے تو اس میں اکثر دن کے سفر کا اعتبار ہوگا، مثلاً اگر کوئی شخص کسی دن صبح سویرے طلوع فجر سے سفر شروع کر کے زوال کے بعد آرام کرے اور پھر دوسرے تیسرے دن اسی طرح سفر کرے تو شرعاً یہ مسافر شرعی کہلائے گا اور قصر کرے گا، جیسا کہ در مختار میں ہے۔

"مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولايشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال "......(۲/۱۲۲)

(۴) اگر کوئی شخص پہاڑی علاقہ میں پیدل یا اونٹ کے ذریعے سفر کرے اور مسافت شرعی کا دنوں کے ذریعہ حساب کرے تو اس میں اڑتالیس میل کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ دنوں کا حساب ہی معتبر ہوگا، البتہ اگر کوئی بس، ریل وغیرہ کسی سواری کے ذریعے سفر کرے تو اس کے لیے اڑتالیس میل کی مسافت میں میدانی و پہاڑی علاقہ کے سفر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوگا، چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے۔

"ويعتبر في الجبل بما يناسبه من السير لانه يكون صعودا وهبوطا ومضيقا ووعرا فيكون مشي الابل والاقدام فيه دون سيرهما في السهل "......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو شخص ہمیشہ سفر میں رہے اس کے لیے قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۰): مکرمی ومحترمی جناب حضرت مفتی صاحب دام ظلہم

السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته!

بندہ بطور ڈی آئی جی پولیس مالاکنڈ ڈویژن میں ڈیوٹی سرانجام دے رہا ہے، میرا اکثر سفر چترال دیر وغیرہ جو پانچ سوکلومیٹر کے فاصلے پر پھیلا ہوا ہے، یہ سفر پورا مہینہ چلتا رہتا ہے بندہ کے بال بچے سوات مینگورہ شہر میں رہائش پذیر ہیں، بندہ نے کبھی بھی پندرہ دن یا اس سے زائد دن نہ اپنے گھر پر مستقل گزارے ہیں اور نہ نیت کی ہے، اور نہ کرسکتا ہوں، ایسی صورت میں بندہ مینگورہ میں اپنے گھر پر رہائش کے دوران پوری نماز پڑھے گا یا قصر، جواب سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر آپ مینگورہ میں ڈیوٹی کے لیے رہائش پذیر ہیں یعنی آپ کا آبائی وطن نہیں ہے تو بقول آپ کے چونکہ مینگورہ میں نہ تو آپ پندرہ دن ٹھہر چکے ہیں اور نہ ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر سکتے ہیں، تو یہ آپ کا وطن سکنیٰ ہوا لہٰذا آپ وطن سکنیٰ میں رہتے ہوئے یا سفر کے دوران قصر کریں گے پوری نماز نہیں پڑھیں گے۔

"ولم یذکر وطن السکنیٰ وھو ما تری فیہ اقل من نصف الشھر لعدم فائدتہ"......(درالمختار برھامش ردالمحتار: ۱/۵۸۶)

"وھو مبطل لوطن السکنیٰ علی تقدیر اعتبارہ لان السفر یبطل وطن الاقامة فکیف لایبطل وطن السکنی"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آدمی شرعی مسافر کب بنتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شرعی مسافر آدمی کب بنتا ہے کہ جہاں سے قصر نماز پڑھے؟ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ شرعی مسافر جہاں سے مسافر قصر نماز پڑھے تب بنتا ہے جب اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے نکل جائے۔

"اذاجاوزالمقیم عمران مصره قاصدا مسیرة ثلاثة ایام ولیالیهابسیرالابل اومشی الاقدام یلزمه قصرالصلاة" ......(فتاویٰ قاضی خان : ۱/۱۶۴)

"قال محمدرحمه الله تعالیٰ یقصر حین یخرج من مصره ویخلف دورالمصر کذافی المحیط وفی الغیاثیة هوالمختار وعلیه الفتوی کذافی التتارخانیة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۹)

"من جاوزبیوت مصره مریدا وسیرا وسطا ثلاثة ایام فی بر اوبحر اوجبل قصرالفرائض الرباعی"......(کنزالدقائق:۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافراپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر(۳۵۲): (۱) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کالاہوروطن اصلی ہے اس کی رائیونڈمرکز سے تشکیل ہوئی ہے مریدکے شہرتک جوکہ لاہور سے باہرہے اب لاہور سے گزرتے ہوئے مریدکے تک جانے کی صورت میں لاہورمیں قصرنماز پڑھے گایاپوری نماز؟

(۲) اگرلاہورمیں وطن اصلی ہونے کی وجہ سے پوری نماز پڑھے گاتواس صورت میں مریدکے کاسفرلاہور سے شمارہوگایارائیونڈ سے سفرشمارہوگا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور وطن اصلی لاہور سے گزرتے ہوئے لاہورمیں مکمل نمازاداکرے گا، اوراس کے شرعی سفرمریدکے کاشمار لاہور سے ہوگا اور چونکہ مریدکے اور لاہورکے درمیان سفرشرعی نہیں ہے لہٰذامریدکےمیں بھی اتمام کرےگا۔

"قوله واذادخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ینو المقام فیه سواء دخله بنیة الاختیار اودخله لقضاء حاجة لان مصره متعین للاقامة فلایحتاج الی نیة"......(الجوهرة النیرة"......(۱/۱۰۴)

"ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لوجاوز عمران

المصر قصر وان كان بحذائه من جانب آخر بنية كذافي التبيين"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"اقل مسافة تتغير فيهاالاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافي التبيين"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک بستی میں اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو ساری جماعت مسافر ہے:

مسئلہ نمبر(۳۵۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ تبلیغ میں جانے والے حضرات میں ایک جماعت کی رائیونڈ سے پشاور تشکیل ہوگئی جن میں سے بعض حضرات صرف عشرہ والے تھے اور بعض حضرات چلہ والے اور بعض حضرات چھ ماہ والے تھے اور تشکیل پندرہ دن سے زائد کے لیے ہوئی، اب عشرہ والوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور پندرہ دن سے زائد وہاں پشاور میں ٹھہرنے والے حضرات کی نماز کا کیا حکم ہے کہ وہ پوری پڑھیں یا قصر نماز؟ اور یہ حضرات پشاور میں ایک جگہ پر پندرہ دن نہیں گزارتے بلکہ تین دن کسی بستی میں اور تین دن کسی اور بستی میں گزارتے ہیں، جب کہ کچھ علماء کرام کا کہنا ہے کہ یہ حضرات قصر نماز پڑھیں گے اس لیے کہ یہ رائیونڈ والوں کے تابع ہیں کسی بھی وقت رائیونڈ والے حضرات ان کو بلالیں تو یہ چلے جائیں گے، برائے مہربانی آپ حضرات مفتیان کرام قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں چونکہ ایک بستی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں لہٰذا سب مسافر ہیں۔

"وان نوى الاقامة اقل من خمسة عشرة يوما قصر هكذافي الهداية"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"ولايزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة في بلدة اوقرية خمسة عشريوما اواكثر كذافي الهداية"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"فلونوى اقل من خمسة عشريوما لايزول حكم السفر"......(حلبی کبیری: ۳۶۴)

"ولونوی الاقامة خمسة عشر يومافي موضعين فان كان كل منهما اصلابنفسه نحومكة ومنى والكوفةو الحيرة لايصير مقيما وان كان احدهما تبعا للآخر حتى تجب الجمعة على سكانه يصير مقيما"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۰)

"واما اتحاد المكان فالشرط نية مدة الاقامة في مكان واحد لان الاقامة قرار والانتقال يضاده ولابدمن الانتقال في مكانين واذاعرف هذافنقول اذانوى المسافر الاقامة خمسةعشر يومافي موضعين فان كانا مصراواحدا اوقرية واحدة صارمقيما لانهمامتحدان حكما،الاترى انه لوخرج اليه مسافرا لم يقصر فقدوجدالشرط وهونية كمال مدة الاقامة في مكان واحد فصار مقيما وان كانا مصرين نحومكة ومنى اوالكوفة والحيرة اوقريتين اواحدهما مصروالآخر قرية لايصير مقيما لانهما مكانان متباينان حقيقة وحكما "......(بدائع الصنائع : ۱/۲۷۰)

"ثم لايزال المسافر على حكم السفر حتى يدخل وطنه اوينوى اقامة خمسة عشريوما بموضع واحد من مصر اوقرية غيروطنه فعلم بهذا انه يصير مقيما بدخول وطنه وان لم ينو الاقامة وامافي غير وطنه فلايصير مقيما الابنية الاقامة واقل الاقامة عندنا خمسة عشريوما"......(حلبی کبیری: ۵۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۶ دن یا ۱۳ دن ایک جگہ رہنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۵۴): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ میں لاہور سے ۲۰۰ کلومیٹر دور کا رہائشی ہوں، لاہور میں نوکری کی غرض سے کرائے کے کمرے میں رہائش پذیر ہوں تقریباً ۶ دن یا ۱۳ دن کے بعد گھر دو دن کی چھٹی پر جاتا ہوں، اس بارے میں فرما دیجئے کہ میری نماز لاہور میں ۶ دن یا ۱۳ دن جو میں گزارتا ہوں قصر ہوگی یا پوری نماز ادا کرنا ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ کے مطابق آپ یہاں لاہور میں قصر پڑھیں گے۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسةعشریوما اواکثر وان نوی اقل من ذالک قصر لانه لابدمن اعتبارمدةلان السفر یجامعه اللبث"......(هداية:۱/۱۷۴)

"وان نوی اقل من ذلک ای من خمسة عشریوما م:قصر ش:صلاته م:لانه ش: ای لان الشان م:لابدمن اعتبارمدة لان السفر یجامعه اللبث ش:یعنی ان المسافر ربما یلبث فی بعض المواضع لمصلحة له کانتظار الرفقة اوشراء السلعة فلایعتبر ذلک فلابد من ان یقدر اللبث مدة"......(البناية:۳/۱۷)

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما اواکثر"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ملازمت کی جگہ ۶ دن قیام کرنے والا مسافر ہوگا یا مقیم؟

مسئلہ نمبر(۲۵۵): محترم المقام باعث صدعزت واحترام جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته!

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ ملازمت لاہور سے ۱۸کلومیٹر دور فیروز پورروڈ پر کرتا ہے اور میرا گھر نارووال میں ہے جوکہ یہاں سے تقریباً ۱۵۰کلومیٹر دور ہے، اور میں تقریباً ہر ہفتہ گھر نارووال چلا جاتا ہوں اور واپس پیرکو آتا ہوں تو اس طرح میں ملازمت کی جگہ ۶ روز قیام کرتا ہوں، تو ان چھ ایام میں بندہ نماز قصر پڑھے گا یا پوری؟ اور پھر گھر جا کر نماز پوری پڑھی جائے گی یا قصر؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں حکم صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نارووال چونکہ آپ کا وطن اصلی ہے اس لیے اس میں تو بہر حال آپ نماز پوری ادا کریں گے، خواہ تھوڑی

دیر قیام ہو یا زیادہ، البتہ لاہور میں چونکہ صرف آپ کی ملازمت ہے اس میں اگر پندرہ روز یا زیادہ قیام کی نیت ہوگی تو نماز پوری پڑھیں گے اور اگر پندرہ یوم سے کم کی نیت ہوگی تو نماز قصر پڑھیں گے۔

"واذادخل المسافر فی مصرہ اتم الصلوۃ وان لم ینو الاقامۃ" ......

(ھدایہ: ۱/۱۷۶)

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۳۹)

"وان نوی الاقامۃ اقل من خمسۃ عشر یوما قصر"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسافر شرعی سنتیں پڑھے گا؟

مسئلہ نمبر (۳۵۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر شرعی کو سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسافر شرعی کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر حالت امن میں ہو اور ٹھہرا ہوا ہو تو اسے سنتیں پڑھنی چاہئیں، ہاں اگر کسی خوف میں مبتلا ہو یا جلدی میں ہو تو سنتیں ترک کر سکتا ہے، البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہیں۔

"ویاتی المسافر بالسنن ان کان فی حال امن وقرار والا بان کان فی خوف وفرار لایاتی بھا ھو المختار لانہ ترک لعذر تجنیس الاسنۃ الفجر"......(الدرالمختار علی ھامش الرد: ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیرشرعی سفر کی نیت کرنے والا اگر شرعی سفر کا ارادہ کرلے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے گھر سے غیر شرعی سفر کے ارادے سے نکلتا ہے یعنی بستی دہلی کی طرف جو اس کے گھر سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے پھر اس بستی دہلی سے شرعی سفر کا ارادہ کرکے نکلتا ہے اب واپسی پر اس بستی میں پہنچ کر رات گزارتا ہے تو وہ اس بستی میں قصر نماز پڑھے گا یا مکمل نماز؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص سفر سے واپس آتے ہوئے دہلی پہنچ کر قصر نماز پڑھے گا اور اسی طرح جب تک اپنی بستی میں نہیں پہنچا یا اس سے پہلے کسی آبادی میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کی ہو تو قصر نماز ہی پڑھے گا۔

"رجل خرج من مصره الی قرية لحاجة ولم يقصده السفر ونوى ان يقيم فيها اقل من خمسة عشر يوما فانه يتم فيها لانه مقيم ثم خرج من القرية لاللسفر ثم بداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة فى موضع آخر فسافر فانه يقصر ولومر بتلك القرية ودخلها اتم لانه لم يوجد مايبطله مماهوفوقه اومثله(قوله رده فى البحر) بان السفر باق لم يوجد مايبطله وهومبطل لوطن السكنى على تقدير اعتباره لان السفر يبطل وطن الاقامة فكيف لايبطل وطن السكنىٰ فقوله لانه لم يوجدمايبطله ممنوع "......(فتاویٰ شامي: ۱/۵۸۲)

"رجل خرج من مصره الی قرية لحاجة ولم يقصد السفر ونوى ان يقيم فيهااقل من خمسة عشريوما فانه يتم فيها لانه مقيم ثم خرج من القرية لاللسفر ثم بداله ان يسافر قبل ان يدخل مصره وقبل ان يقيم ليلة فى موضع آخر فسافر فانه يقصر ولومربتلك القرية ودخلها اتم لانه لم يوجد مايبطله مماهوفوقه اومثله وصحح فى السراج الوهاج وشرح المجمع عدم اعتباره وقول الشارح لومربها اتم لايصح لان السفر باق لم يوجد مايبطله وهومبطل

لوطن السکنیٰ علی تقدیر اعتبارہ لان السفر یبطل وطن الاقامۃ فکیف لایبطل وطن السکنیٰ فقولہ لانہ لم یوجد مایبطلہ ممنوع"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کی حدود سے باہر نکلنے والا قصر پڑھے گا:

مسئلہ نمبر(۳۵۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم اسلام آباد اسلامک یونیورسٹی میں پڑھتا ہے اور جب گھر جانا ہوتا ہے تو راولپنڈی اڈے سے گاڑی پر بیٹھتا ہے اور جس وقت یونیورسٹی سے نکلتا ہے تو اس وقت ظہر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور نماز ظہر راولپنڈی اڈے پر ادا کرتا ہے تو اب آیا یہ طالب علم نماز ظہر قصر پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت نماز عصر کا اخیر وقت ہوتا ہے تو اب آیا نماز عصر قصر پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

اور راولپنڈی سے اس طالب علم کے گھر تک تقریباً ۱۵اکلومیٹر کا فاصلہ ہے اور ویگن پر تقریباً تین ساڑھے تین گھنٹے لگتے ہیں۔

تو برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمادیں کہ سفر شرعی کی حد کیا ہے؟ اور کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں پر ختم ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جب طالب علم اسلام آباد کی حدود سے نکل کر راولپنڈی میں داخل ہوگیا تو یہ قصر نماز پڑھے گا، اور جب گھر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت یہ عصر کی نماز پوری پڑھے گا، کیونکہ وطن اصلی میں داخل ہو چکا ہے، سفر شرعی کی حد تین دن کی پیدل مسافت ہے جو متوسط درجے کا آدمی چلتا ہے اور فقہاء نے اس کی تعبیر یوں نکالی ہے کہ سفر شرعی کی حد اکیس فرسخ ہے اور بعض نے کہا کہ اٹھارہ فرسخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پندرہ فرسخ ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے، لہذا مفتی بہ قول یہ ہے کہ سفر شرعی کی حد اڑتالیس میل ہے اور کلومیٹر کے لحاظ سے سفر شرعی کی حد ۷۷ کلومیٹر ہے، اور آدمی جب اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود سے نکل جاتا ہے تو اس پر سفر والے احکام

جاری ہوجاتے ہیں یعنی اب وہ قصر نماز پڑھے گا اور جب آدمی اپنے شہر یعنی وطن اصلی کی حدود میں داخل ہوتا ہے تو اس سے سفر کے تمام احکام ساقط ہوجاتے ہیں اگرچہ اس نے اقامت کی نیت نہ بھی کی ہو۔

"قال في النهاية اى التقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة ايام لان المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة خصوصا في اقصر ايام السنة كذافي المبسوط اه وكذا مافي الفتح من انه قيل يقدر باحدوعشرين فرسخاوقيل بثمانية عشروقيل بخمسة عشر وكل من قدرمنها اعتقد انه مسيرة ثلاثة ايام اه اى بناء على اختلاف البلدان فكل قائل قدرمافي بلده من اقصر الايام اوبناء على اعتبار اقصر الايام او اطولها او المعتدل منهاوعلى كل فهوصريح بان المراد بالايام ماتقطع فيهاالمراحل المعتادة فافهم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۲۹)

"اذاجاوزالمقيم عمران مصره قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها بسيرالابل اومشي الاقدام يلزمه قصرالصلوة ويرخص له ترك الصيام "......(فتاویٰ قاضي خان: ۱/۱۶۴)

"ثم المعتبرة المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لوجاوز عمران المصر قصروان كان بحذائه من جانب آخرابنية كذافي التبيين وان كان في الجانب الذى خرج منه محلة منفصلة عن المصروفي القديم كانت متصلة بالمصر لايقصرالصلوة حتى يجاوز تلك المحلة كذافي الخلاصة " ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"ويعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذى خرج ولايعتبر محلة اخرى بحذائه من الجانب الآخر فان كانت في الجانب الذى خرج محلة منفصلة عن المصر وفي القديم كانت متصلة بالمصر لايقصر الصلوة حتى يجاوز تلك المحلة "......(فتاویٰ قاضي خان : ۱/۱۶۴)

"واذادخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ينوالاقامة فيه سواء دخله بنية الاختيار اودخله لقضاء الحاجة كذافي الجوهرة النيرة "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

"قوله واذادخل المسافر مصره اتم الصلوة وان لم ينو الاقامة فيه سواء دخله بنيةالاختيار اودخله لقضاء حاجة لان مصره متعين للاقامة فلايحتاج الى نية "
......(الجوهرة النيرة : ۱/۱۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ننھیال میں رہنے والا وطن اصلی میں مقیم ہوگا یا مسافر؟

مسئلہ نمبر(۳۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے والدین اور بہن بھائی کراچی میں رہائش پذیر ہیں، لیکن اس نے بچپن سے ہی اپنی مستقل رہائش لاہور میں اپنے ننھیال میں اختیار کرلی ہے، اور اس شخص کے شناختی کارڈ پر موجودہ پتہ لاہور والا لکھا ہوا ہے اور مستقل پتہ کراچی والا لکھا ہوا ہے، اب سوال یہ ہے کہ جب یہ شخص کراچی میں اپنے والدین کے پاس جائے گا تو نماز میں قصر کرے گا یا مکمل نماز پڑھے گا؟

قرآن وسنت کی روشنی میں بالدلائل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر مذکورہ شخص نے لاہور کو اپنا وطن اصلی بنالیا ہے اور کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک کردیا ہے تو اب کراچی اس کے لیے وطن اصلی نہیں رہا تو کراچی میں اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو قصر کرے گا اور اگر کراچی میں رہنے کا ارادہ ترک نہیں کیا بلکہ وہاں بھی رہنے کا ارادہ ہے تو کراچی اس کا وطن اصلی باقی رہے گا، لہذا جب بھی کراچی جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا۔

"الوطن الاصلي هو موطن ولادته اوتاهله اوتوطنه يبطل بمثله قوله اوتوطنه اى عزم على القرارفيه وعدم الارتحال وان لم يتاهل فلوكان له ابوان ببلد غيرمولده وهوبالغ ولم يتاهل به فليس ذلک وطنا له الااذاعزم على القرارفيه وترک الوطن الذى كان له ،شرح المنية "......(درمع الشامى : ۱/۵۸۶)

"والوطن الاصلي هوالذى ولدفيه الانسان اوتزوج فيه اولم يتزوج ولم يولد فيه ولكن قصدالتعيش لاالارتحال عنه "......(حاشية الطحطاوى : ۴۲۹)

"اذالم یبق لہ بالاول اھل فلوبقی لم یبطل بل یتم فیھما (قولہ بل یتم فیھما) ای بمجردالدخول وان لم ینو اقامۃ"......(درمع الشامی: ۵۸۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر وقت کے اندر گھر پہنچ جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی، رات ایک بجے میں گھر پہنچ گیا، اب نماز قصر پڑھوں یا مکمل؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو اور آپ طلوع فجر سے پہلے گھر پہنچ گئے تو آپ کے ذمہ پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

"ولوکان مسافرا فی اول الوقت ان صلی صلاۃ السفر ثم اقام فی الوقت لایتغیر فرضہ وان لم یصل حتی اقام فی آخر الوقت ینقلب فرضہ اربعا"......(قاضیخان علی ھامش الھندیۃ: ۱/۱۶۷)

"والمعتبر فیہ آخر الوقت ای المعتبر فی وجوب الاربع اوالرکعتین عندعدم الاداء فی اول الوقت الجزء الاخیر من الوقت وھوقدرمایسع التحریمۃ فان کان فیہ مقیما وجب علیہ اربع وان کان مسافرا فرکعتان"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۳)

"اعلم ان الصلوۃ مادام وقتھا باقیافھی قابلۃ للتغیر من صفۃ الی صفۃ بتغیرحال العبد مالم تؤد فاذاخرج تقررت فی الذمۃ علی ماکانت علیہ من الصفۃ باعتبار حالہ والمعتبرفی ذلک آخرالوقت عندنا"......(حلبی کبیری: ۵۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لڑائی کے منتظر فوجی مسافر ہوں گے یا مقیم؟

مسئلہ نمبر(۳۶۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صورت حال یہ ہے کہ بھارت پاکستان ملک کے بارڈر پر کشیدگی کے پیش نظر آرمی کے کچھ مسلمان لاہور سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہتھیار لیے لڑائی کے آرڈر کے منتظر ہیں، جہاں پڑاؤڈالا ہے جنگ کی صورت میں بدلا جاسکتا ہے، فی الحال اس مقام پر نماز قصر ہوگی یا مکمل؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں جب آپ مقام رہائش سے اڑتالیس میل کے فاصلہ کی نیت سے نہ نکلے ہوں تو آپ پوری نماز پڑھیں گے چاہے حالت جنگ ہو یا حالت امن ہو، قصر کا تعلق مسافت سفر سے ہے جنگ اور امن سے نہیں ہے۔

”ولابدللمسافر من قصدمسافة مقدرة بثلاثة ايام حتى يترخص برخصة المسافرين والالايترخص ابدا ولوطاف الدنيا جميعا بان كان طالب ابق اوغريم اونحوذلك“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

”اقل مسافة تتغير فيهاالاحكام مسيرة ثلاثة ايام هوالصحيح كذا فى جواهر الاخلاطى،الاحكام التى تتغير بالسفر هى قصرالصلوة واباحة الفطر وامتداد مدة المسح الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعيدين والاضحية وحرمة الخروج على الحرة بغير محرم كذافى العتابية“ ......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳۸)

”قدرالشارح صلاة لانه المقصودة من الباب والسفر لغة قطع المسافة من غيرتقدير والمراد سفرخاص وهوالذى تتغيربه الاحكام من قصرالصلاة واباحة الفطر وامتداد مدة المسح الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعيدين والاضحية وحرمة الخروج على الحرة من غيرمحرم“......(فتاوىٰ شامى: ۱/۵۷۷)

"(قوله قاصدا) اشار به مع قوله خرج الى انه لو خرج ولم يقصد اوقصد ولم يخرج لايكون مسافرا"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران سفر پاک ہونے والی عورت قصر کرے گی یا اتمام؟

مسئلہ نمبر(۳۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت حالت حیض میں سفر شروع کرے اور دوران سفر پاک ہوجائے تو اب وہ قصر نماز پڑھے گی یا پوری نماز پڑھے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر کسی عورت نے سفر شروع کیا اور دوران سفر پاک ہوگئی تو جس مقام پر پاک ہوئی ہے اس جگہ سے لے کر اپنی منزل تک اگر سفر بقدر مسافت شرعیہ ہے تو قصر کرے گی اگر مسافت شرعیہ کے بقدر باقی سفر نہیں ہے تو اتمام کرے گی۔

"الحائض اذاطهرت من حيضها وبينها وبين المقصد اقل من مسيرة ثلاثة ايام تصلي اربعا هو الصحيح "......(منحة الخالق على البحر الرائق: ۲/۲۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حالت سفر میں قضاء ہونے والی نماز میں قصر کی جائے گی:

مسئلہ نمبر(۳۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے حالت سفر میں نماز قضاء ہوجاتی ہے تو کیا حالت اقامت میں جب وہ اس کی قضاء کرے گا تو اسے پوری نماز پڑھنی پڑے گی یا وہ قصر کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مسافر آدمی کی جو نماز حالت سفر میں قضاء ہوگئی تو حالت اقامت میں اس قضاء نماز کو قصر کرے گا۔

"وان اقام بعدالوقت يقضي صلاة السفر كذافي فتاوى قاضي خان "......

(فتاوى الهندية: ۱/۱۴۱)

" وان قضی فی حال اقامتہ صلاۃ فائتۃ فی حال السفر صلی رکعتین لان القضاء یحکی عن الفائتۃ " ......(المحیط البرھانی : ۲/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کمالیہ سے فیصل آباد ملازمت کے لیے آنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنا مسئلہ تحریر کر کے بھیج رہا ہوں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

میں فیصل آباد میں ملازمت کرتا ہوں میرا آبائی شہر کمالیہ ہے جہاں میرے والدین رہائش پذیر ہیں میں ہفتہ کے دن کمالیہ جاتا ہوں اور سوموار کو واپس فیصل آباد جائے ملازمت میں آجاتا ہوں، فیصل آباد اور کمالیہ کا درمیانی فاصلہ ۱۰۵ کلومیٹر ہے، فیصل آباد میں میرا ذاتی مکان نہیں ہے بلکہ دفتر کے ایک کمرے میں رہائش رکھی ہوئی ہے، کیا فیصل آباد میں جتنے روز رہتا ہوں پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کو کمالیہ میں تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی کیونکہ وہ آپ کا وطن اصلی ہے، البتہ فیصل آباد میں جب پندرہ دن سے کم قیام کی نیت ہو تو قصر کریں گے اور جب پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھیں گے۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا جنگل وطن اقامت بن سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا جنگل کسی کا وطن اقامت بن سکتا ہے؟ جہاں وہ کھانے پینے اور تیل صابن، چائے جیسی ضروریات حاصل کر سکتا ہو اور خیموں میں رہ رہا ہو؟

(۲) پاک فوج کی کوئی یونٹ سڑک وغیرہ کی تعمیر کے لیے ویرانے میں مہینوں کے لیے خیموں میں رہائش پذیر ہوں تو وہ مقیم ہوں گے یا مسافر؟

(۳) اگر سرحد پر مورچے وغیرہ تعمیر کر رہے ہیں اور قیام پندرہ دن سے زائد یقینی ہے اور رہائش سکول کی عمارت اور خیموں میں ہے نیز عمارت اور خیموں کی رہائش کا حکم ایک ہے یا الگ ہے؟ مذکورہ بالا صورتوں میں نماز قصر ہوگی یا پوری؟ اور جمعہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جنگل وطن اقامت کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے وطن اقامت نہیں بن سکتا۔

(۲) پاک فوج کی جو یونٹ سڑک کی تعمیر کے لیے جس ویرانہ میں گئی ہے اگر وہ ویرانہ مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر واقع ہے تو وہ یونٹ مسافر ہے جب تک اقامت کی نیت نہ کی ہو، اور اگر وہ ویرانہ مسافت سفر سے کم ہے تو پھر وہ یونٹ مقیم ہے۔

(۳) اگر وہ مورچے جن کو فوجی تعمیر کر رہے ہیں جنگل میں بھی نہیں ہیں اور مدت مسافت کے اندر اندر ہیں تو اس صورت میں وہ فوجی نماز پوری ادا کریں گے ورنہ قصر، نیز جہاں وہ فوجی ہیں اگر شرائط جمعہ موجود ہیں تو جمعہ ادا کریں گے ورنہ نہیں۔

(۱)"ولا تصح نية الاقامة فی مفازة لغير اهل الاخبية لعدم صلاحيته المكان فی حقه واما اهل الاخبية فتصح نيتهم الاقامة فی الاصح فی مفازة"
......(حاشية الطحطاوی: ۴۲۶)

(۲)"قال شمس الائمة الحلوانی عسكر المسلمين اذاقصدواموضعا ومعهم اخبيتهم وخيامهم وفساطيطهم فنزلوا مفازة فی الطريق ونصبوا الاخبية والفساطيط وعزموا فيها علی اقامة خمسة عشريوما لم يصيروا مقيمين لانها حمولة وليست بمساكن"......(فتاوی الهندية: ۱/۱۳۹)

(۳)"وكما يجوز اداء الجمعة فی المصر يجوزاداء ها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة علی

اهل ذالک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشیء هکذافی الخلاصة هکذاروی ابو جعفر عن ابی حنیفة وابی یوسف وهواختیار شمس الائمة الحلوانی کذافی فتاویٰ قاضی خان "......(فتاویٰ الهندیة : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دیہات کے مدارس کے طلباء مسافر ہوں گے یا مقیم؟

مسئلہ نمبر(۳۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) دیہات میں جو مدارس ہیں وہ شہر سے تقریباً ۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہیں ان کے طلباء کا کیا حکم ہے؟ آیا مسافر ہوں گے یا نہیں؟

(۲) مسافر اگر سفر میں ہو اور وہ قصر نہ پڑھے شوق کی وجہ سے پوری نماز پڑھے آیا وہ گناہ گار ہو گا یا نہیں؟ اور نماز کا کیا حکم ہے؟

(۳) تبلیغی مدارس میں ایک روزہ کی جماعت ہر پندرہ دن میں ضرور جاتی ہے اور یہ جماعت جمعہ کی رات قریبی ۶ یا ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر مسجد میں گزارتے ہیں، تو طلباء کو اشکال ہے کہ ہم مقیم نہ ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دور سے آئے ہیں، اور پندرہ دن پورے نہیں ہوئے، اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگر طلباء کی نیت پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نہیں ہے اور وہ اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے آئے ہوئے ہیں تو اس صورت میں یہ طلباء مسافر ہوں گے۔

(۲) سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرنا شرعاً گناہ ہے۔

(۳) اگر مکمل پندرہ راتیں مدرسہ میں اقامت کی نیت نہیں ہوتی بلکہ ایک رات مدرسہ والے شہر یا گاؤں سے نکل کر کسی دوسرے مستقل شہر یا گاؤں میں گزارنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں اقامت نہیں ہوگی، بلکہ ایسی نیت والا طالب علم مسافر شمار ہوگا۔

"قال اصحابنا مسیر ثلاثة ایام سیر الابل ومشی الاقدام وهو المذکور فی ظاهر

الروایات وروی عن ابی یوسف یومان واکثر الثالث وکذاروی الحسن عن ابی حنیفة وابن سماعة عن محمد ومشایخنا من قدره بخمسة عشرفرسخا وجعل لکل یوم خمس فراسخ ومنهم من قدره بثلاث مراحل وقال مالک اربعة برد کل برید اثناعشر میلا"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۶۱)

"قوله والشافعی رحمه الله بیوم ولیلة وفی قول یومان ولیلتان وفی قول اثناعشر بریدا کل برید اربعة امیال وکل ثلاثة امیال فرسخ فیکون ثمانیة واربعین میلا ویکون بالفراسخ ستة عشرفرسخا"......(فتح القدیر: ۲/۴)

"وفرض المسافر فی الرباعیة رکعتان کذافی الهدایة والقصر واجب عندنا کذافی الخلاصة فان صلی اربعا وقعدفی الثانیة قدرالتشهداجزأته والاخریان نافلة ویصیر مسیئا لتاخیرالسلام وان لم یقعد فی الثانیة قدرها بطلت کذافی الهدایة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۳۹)

"ومن خرج مسافرا صلی رکعتین اذافارق بیوت المصر ولایزال علی حکم المسافر حتی ینوی الاقامة فی بلدة خمسة عشریوما فصاعدا فیلزمه الاتمام فان نوی الاقامة اقل من ذلک لم یتم"......(المختصر للقدوری: ۳۱، مکتبه الحسن)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ملک سے باہر سفر کرنے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملک سے باہر پندرہ دن کا سفر ہے اور دوسرے ملک کا قیام ۳۵ دن ہے، لیکن ایک جگہ نہیں، دس دن کہیں ہفتہ کہیں، اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ نماز کی ترتیب کیا ہوگی؟ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جب تک ایک جگہ پندرہ روز کا قیام نہ ہو سفری نماز پڑھیں یعنی قصر نماز پڑھیں گے۔

"وان نوی الاقامۃاقل من خمسۃ عشر قصر ھکذافی الھدایۃ"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۳۹)

"فیقصر ان نوی الاقامۃفی اقل منہ ای فی نصف شھر "......(درعلی الشامی : ۱/۵۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ملتان کو چھوڑ کر جب لاہور کو وطن اصلی بنالیا تو ملتان میں قصر ہوگی:

مسئلہ نمبر(۳۶۸): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

سوال یہ ہے کہ ایک ہمارا ذاتی گھر لاہور میں ہے اور دوسرا گھر ملتان میں بھی ذاتی ہے، آپ یہ بتائیں کہ ہم ایک گھر مقرر کریں نماز کے لیے یا دونوں؟ یا ایک میں قصر نماز پڑھی جائے گی، ہم نے لاہور میں مستقل رہائش اختیار کی ہوئی ہے، ملتان اور گوجرانوالہ بطور کام کرنے جاتے ہیں، ملتان کی رہائش ہم نے چھوڑ دی ہے، اب ہمارے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ نے ملتان چھوڑ دیا ہے اور لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر کے اس کو مستقل طور پر وطن بنالیا ہے تو اس صورت میں لاہور آپ کا وطن اصلی ہے، لہٰذا اگر آپ لاہور سے تین دن کی مسافت ۴۸ میل پر جاتے ہیں اور وہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہوتی ہے تو اس صورت میں آپ وہاں قصر نماز پڑھیں گے، ملتان کا حکم بھی آپ کے لیے ایسا ہی ہے کیونکہ آپ نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔

"ولوان خراسانیا اوطن الکوفۃ سنۃ فعلیہ ان یصلی اربعا لانہ نوی الاقامۃ فی موضعھا وھذاوطن مستعارلہ وقد بینا فی کتاب الصلوۃ ان الاوطان ثلاثۃ فعلی ذلک الاصل بنی ھذہ المسائل فقال ان خرج ھذاالخراسانی مع کوفی الی مکۃ فلماانتھیا الی الحیرۃ نویاالاقامۃ بالقادسیۃ شھرا فعلی الکوفی ان یصلی اربعا والخراسانی یصلی رکعتین حتی یدخل القادسیۃ علی نیتہ"......(المبسوط : ۲/۱۵۹)

"ویبطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذاانتقل باھلہ واما اذالم ینتقل باھلہ ولکنہ استحدث اھلابیلدۃ اخری فلایبطل وطنہ الاول ویتم فیھما ولایبطل الوطن الاصلی بانشاء السفر وبوطن الاقامۃ ووطن الاقامۃ یبطل بوطن الاقامۃ وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی ھکذافی التبیین"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۴۲)

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ اوقریۃ خمسۃ عشریوما اواکثر کذافی الھدایۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۳۹)

"عبارۃ عامۃ المشایخ ان الاوطان ثلاثۃ وطن اصلی وھومولدالرجل اوالبلد الذی تاھل بہ ووطن سفر وقد سمی وطن الاقامۃ وھوالبلد الذی ینوی المسافر الاقامۃ فیہ خمسۃ عشریوما اواکثر ووطن سکنیٰ وھوالبلد الذی ینوی الاقامۃ فیہ دون خمسۃ عشریوما وعبارۃ المحققین من مشائخنا ان الوطن وطنان وطن اصلی ووطن الاقامۃ ولم یعتبروا وطن السکنیٰ وطنا ھوالصحیح ھکذافی الکفایۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا گھر سے نکلتے ہی انسان مسافر شمار ہوگا؟

مسئلہ نمبر(۳۶۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک آدمی EME ٹاؤن لاہور سے روزانہ بسلسلہ ملازمت فیروزوٹواں شیخوپورہ آتا ہے گھر سے لے کر فیکٹری تک ۸۰ کلومیٹر کا فاصلہ بنتا ہے، آیا وہ آدمی فیکٹری میں یا دوران سفر قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) ایک آدمی کراچی شہر میں مقیم ہے لیکن شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ۱۰۰ کلومیٹر سفر بنتا ہے مذکورہ آدمی نماز قصر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

گھر سے نکلتے ہی آدمی مسافر نہیں ہوتا بلکہ شہر کی آبادی سے جب باہر نکلے گا اور جہاں جانا چاہیئے اپنے شہر کی

آبادی سے دوسری جگہ منزل آبادی تک اگر ۷۷ کلومیٹر سفر بنتا ہے تو آبادی سے نکل کر جو نماز ادا کرے گا وہ قصر ہوگی اور اگر آبادی سے آبادی تک شرعی مسافت نہیں بنتی تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی اور فیروزوٹوان کی مسافت لاہور کی آبادی شیخوپورہ روڈ پر جہاں ختم ہوتی ہے ۴۸ میل قدیم نہیں ہے لہذا آپ کو نماز دوران سفر بھی اور فیکٹری میں بھی پوری ادا کرنا ہوگی۔

(۲) شہر کے اندر کے سفر کا اعتبار نہیں ہے لہذا شہر میں نماز پوری ادا کرے گا۔

(۱)"اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذافي التبيين هو الصحيح كذافي جوهرالاخلاطي الاحكام التي تتغير بالسفر هي قصر الصلوة واباحة الفطر وامتداده مدة المسح الى ثلاثة ايام وسقوط وجوب الجمعة والعيدين والاضحية وحرمة الخروج على الحرة بغير محرم كذافي العتابية "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳۸)

(۲)"قال محمد ولايقصر حتى يخرج من مصره ويخلف دور المصر وفي موضع آخر يقول ويقصر اذاجاوز عمرانات المصر قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها وهذا لانه مادام في عمرانات المصر فهو لايعد مسافرا والاصل في ذلک ماروى عن علي رضي الله عنه انه خرج من البصرة يريد السفر فجاء في وقت العصر فاتمهاثم نظر الى خص امامه فقال امالو كنا جاوزنا هذا الخص لقصرنا "......(المحيط البرهاني : ۲/۳۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر اگر بھول کر پوری نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک شخص مسافر ہے اور اس کو معلوم ہے کہ مسافر پر قصر ہے لیکن وہ بھولے سے سفر میں اتمام صلوۃ کرتا رہا لیکن جب بیس دن کے بعد یہ شخص مقیم ہوگیا تو اسے یاد آگیا کہ سفر کی حالت مجھے قصر نماز پڑھنا چاہیے تھا اور میں اتمام صلوۃ کرتا رہا کیا اس شخص کی نمازیں ادا ہوگئی یا قصر کی صورت میں ان کی قضاء لازم ہے؟

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر نماز پڑھنے کی بجائے اتمام صلوٰۃ کرتا ہے اور آخر میں سجدہ سہو بھی نہیں کرتا کیا اس کی یہ نماز درست ہے یا واجب الاعادہ ہے، مدلل جواب دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مذکورہ صورت میں اگر مسافر نے حالت سفر میں بھولے سے قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اگر اس نے سجدہ سہو کر لیا تو نماز درست ہے اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز واجب الاعادہ ہے۔

"(فاذااتم الرباعية) والحال انه قعدالقعود الاول قدر التشهد(صحت صلاته) لوجودالفرض في محله وهوالجلوس على الركعتين وتصير الاخريان نافلة له مع الكراهة لتاخير الواجب وهوالسلام عن محله ان كان عامدا فان كان ساهيا يسجدللسهواه".....(حاشية الطحطاوى : ۴۲۵)

(۲) یاد رہے کہ اگر مسافر نے حالت سفر میں جان بوجھ کر قصر کرنے کی بجائے پوری نماز پڑھ لی تو اس صورت میں نماز واجب الاعادہ ہے۔

"فلواتم مسافران قعدفي القعدة الاولىٰ تم فرضه و لكنه اساء لوعامدا التاخير السلام وترك واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض وهذالايحل كماحرره القهستاني بعدان فسراساء باثم واستحق النار" .....(درالمختارهامش على ردالمحتار : ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تربیلا ڈیم سے ہری پور جانے والے کے لیے قصر نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ تربیلا ڈیم میں ملازم ہیں اور آج کل ایک سرکاری کام کے سلسلہ میں ہری پور آئے ہوئے ہیں اور یہ جگہ تربیلا ڈیم سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے نیز کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہمیں پہلے دن سے ہی معلوم تھا کہ کم از کم ہمارا قیام ایک ماہ تک تو ضرور رہوگا جب کہ اب ہمیں چار ماہ ہو چکے ہیں بہرحال یہاں تک مسئلہ واضح ہے اور اس پس منظر کے حوالے سے

میں اصل مسئلہ عرض کرتا ہوں کہ ہمیں چھٹی کا پروگرام افسران صاحبان کی طرف سے اس طرح ملاتھا کہ ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرنی ہے اب ہم اسی طرح ایک اتوار چھوڑ کر دوسرے اتوار کو چھٹی کرتے ہیں، پچھلے اتوار کی چھٹی بھی اس اتوار کے ساتھ ملاتے ہیں اس طرح دو دن چھٹی تربیلا میں گزار کر ہم واپس ہری پور روانہ ہوجاتے ہیں یعنی اتوار، پیر چھٹی کرتے ہیں اور منگل کو واپس ہوتے ہیں اور پھر منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتہ گویا کہ ۱۲ دن ہری پور رہتے ہیں اور دو دن تربیلا علی ہذا القیاس اسی طرح ہمارا قیام جاری ہے، آپ فقہ کی رو سے وضاحت فرمائیں کہ کیا ہمارے قیام کا اعتبار چھٹی کے پروگرام کے اعتبار سے ہوگا یا کام کی نوعیت کے اعتبار سے اور ہم یہاں قصر نماز ادا کریں گے یا پوری نماز؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں دیکھیں گے کہ تربیلا ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت، اگر تربیلا ڈیم آپ کا وطن اصلی ہے تو پھر آپ تربیلا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران پوری نماز پڑھیں گے جب کہ دوران سفر اور ہری پور پہنچ کر نماز قصر پڑھیں گے؟ اور اگر تربیلا ڈیم آپ کا وطن اقامت ہے مگر فی الحال پندرہ دن اقامت کی نیت نہیں تو پھر آپ تربیلا ڈیم میں دو دن قیام کے دوران اور دوران سفر اور ہری پور پہنچ کر آپ قصر نماز پڑھیں گے۔

"ویبطل الوطن الاصلی بالوطن الاصلی اذاانتقل عن الاول باھلہ...... ولا یبطل الوطن الاھلی بانشاء السفر وبوطن الاقامۃ ووطن الاقامۃ یبطل بوطن الاقامۃ وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی ھکذافی التبیین اہ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسافر اپنے وطن سے گزرتے ہوئے پوری نماز پڑھے گا:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری رہائش لاہور میں ہے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانے لگا ہوں جب اللہ کے راستے میں جاتا ہوں تو کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں جب کہ مسافر کی تمام شرعی سہولیات سے مستفید ہورہا ہوتا ہوں تو اب میری آپ سے گزارش ہے کہ جب رائے

ونڈ جانے کے لیے لاہور شہر سے گزرتا ہوں تو جو نماز میں لاہور شہر میں پڑھتا ہوں تو وہ نماز قصر پڑھی جائے گی یا کہ پوری جب کہ لاہور میں میں اپنے گھر نہیں جاتا اس کے بعد رائے ونڈ ہم نے تین دن ٹھہرنا ہوتا ہے اس کے بعد کسی نامعلوم مقام پر ہماری تشکیل ہوجاتی ہے کیا اس دوران ہم رائے ونڈ میں مقیم ہوں گے یا مسافر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب مسافر اپنے شہر میں داخل ہوگا تو مقیم ہوجائے گا چاہے اقامت کی نیت نہ بھی کرے اور پوری نماز پڑھے گا مذکورہ شخص رائیونڈ میں مقیم ہوگا، کیونکہ لاہور سے رائیونڈ کا فاصلہ شرعی مسافت سے کم ہے، یہ شخص رائیونڈ میں پوری نماز پڑھے گا۔

"واذادخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ینو المقام فیه سواء دخله بنیة الاختیار اودخله لقضاء حاجة لان مصره قدتعین للاقامة فلایحتاج الی نیة"

......(الجوھرۃ النیرۃ: ۱/۱۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہی شہر میں اگر ۲۵ دن کی تشکیل ہو تو سب مقیم ہوں گے؟

مسئلہ نمبر (۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں بندہ چار ماہ سے تبلیغی جماعت میں ۲۵ دن کی تشکیل ضلع کوہستان میں ایک جگہ شتیاں نامی جگہ پر ہوئی چھوٹا سا بازار ہے دو دن کام کرنے کے بعد وہاں کے مقامی احباب کے مشورے سے ہم نے آگے بستیوں میں کام شروع کیا تقریباً ۴ یا ۵ کلومیٹر ہے ہم وہاں مقامی تھے یا مسافر ہم نے مقامی امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں لیکن کچھ نمازیں ہمارے ساتھی نے پڑھائیں جو ہم نے مقیم کی حیثیت سے پڑھیں ایک نے کہا جو ہمارا ساتھی تھا کہ ہم مقیم ہیں ہم پوری نماز پڑھیں گے، کچھ ساتھی کہتے تھے کہ ہم مسافر ہیں، امیر صاحب نے کسی ساتھی کے کہنے پر پوری نماز کا ارادہ کیا اور پڑھی، ہمارے پیچھے مقامی احباب نے بھی نماز پڑھی، مانسہرہ میں ایک عالم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ مسافر ہیں لیکن آپ کی نماز ہوگئی مقامی احباب کی نہیں ہوئی، آپ بتائیں کہ ہم وہاں مقیم تھے یا مسافر؟ اور اگر مسافر تھے تو جو نمازیں مقیم کی حیثیت سے پڑھی ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ اور جس ساتھی نے کہا تھا کہ مقیم ہیں میں ذمہ لیتا ہوں پوری نماز پڑھاؤ، تو اس کو اب کیا کرنا چاہیے؟ کیا توبہ کرے یا کفارہ دے کیا کرے؟ ہم ان بستیوں میں کام کرکے واپس شتیاں آتے تھے پھر وہاں سے آگے کسی بستی میں جاتے تھے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں رائیونڈ مرکز کی طرف سے ایک ہی شہر میں تشکیل ہوئی ہواور اسی شہر میں بیس دن یا پچیس دن کام کرنا ہے تو اس صورت میں یہ حضرات مقیم ہوں گے،اور اگر ان کی تشکیل مقامی احباب کے مشورہ پر چھوڑ دی گئی اور انہوں نے ان کی تشکیل آگے مختلف بستیوں میں کردی اور کسی بھی ایک بستی میں پندرہ دن کی نیت نہیں تھی تو یہ مسافر ہوں گے اس صورت میں اگر یہ امام بن کر پوری نماز پڑھا چکے ہیں تو جن مقامی حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز نہیں ہوئی۔

"خراسانی قدم بغدادلیقیم بهانصف شهرومکی قدم الکوفة کذالک ثم خرج کل منهما الی قصرابن هبیرة فانهما یتمان فی طریق القصرلان من بغدادالی الکوفة اربعة ایام والقصر متوسط بینهما"
......(ردالمحتار:۱/۵۸۶)

"ولونوی الاقامة خمسة عشریوما فی موضعین فان کان کل منهما اصلابنفسه نحو مکة ومنی والکوفة والحیرة لایصیرمقیما وان کان احداهما تبعاللآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیرمقیما "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۰)

"واشار الی انه یشترط مفارقة ماکان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهوماحول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر وکذاالقری المتصلة بالربض فی الصحیح "......(ردالمحتار:۱/۵۷۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ملازمت کی جگہ پر ایک ہفتہ رہنے والا مسافر شمار ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں DGK سیمنٹ کلر کہار میں مستقل ملازمت کرتا ہوں اور ہاسٹل میں اکیلا رہائش پذیر ہوں اور میری فیملی لاہور میں ہے ،میں ہفتے یا دس دن سے زائد کلر کہار میں قیام نہیں کرتا، تو آیا اس صورت میں میں کلر کہار میں نماز پوری پڑھوں گا یا قصر کروں گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب آپ کی نیت کلر کہار میں پندرہ دن مسلسل قیام کی نہ ہو تو اس صورت میں کلر کہار میں آپ مسافر ہیں اور چار رکعتی نماز میں قصر کریں گے۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما اواکثر کذافی الھدایة "......(فتاویٰ الھندیة : ۱/۱۳۹)

"(ولایزال المسافر) الذی استحکم سفرہ بمضی ثلاثة ایام مسافرا یقصر حتی یدخل مصرہ یعنی وطنه الاصلی اوینوی اقامته نصف شھر ببلدة اوقریة"......(طحطاوی علی المراقی الفلاح :۴۲۵)

"صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس رضی اللہ عنه ان اللہ فرض علی لسان نبیکم صلاة المقیم اربعا والمسافر رکعتین "......(درمختار بھامش الشامی : ۱/۵۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کو جب مستقل نہ چھوڑا ہو تو اس میں اتمام ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۷۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شیخوپورہ شہر میں درس تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے بیوی بچے بھی اپنے پاس ہی ہیں اور مستقل یہاں پر ہی رہنے کا ارادہ ہے، اور اس کا آبائی گاؤں جو وہاں سے ایک شرعی سفر کی مسافت پر واقع ہے اور وہاں کی جائیداد وغیرہ بھی والد صاحب کے نام ہے، لیکن یہ شخص عید وغیرہ یا چھٹیوں کے موقع پر اپنے آبائی گاؤں دو چار دن کے لیے جاتا ہے، اب مسئلہ طلب یہ کرنا ہے کہ ایسا شخص وہاں جا کر قصر کرے گا یا پوری نماز ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایسا شخص وطن قدیم میں جا کر اتمام ہی کرے گا کیونکہ وطن وصلی کے ابطال کے لیے اس کو مستقل طور پر چھوڑنا اور دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرنا یہ دونوں ضروری ہیں۔

"وھذا لان الاصل ان الوطن الاصلی تبطل بمثله "......(ھدایه: ۱/۱۶۷)

"وھذاا لوطن يبطل بمثله لاغير"......(البحر الرائق: ۲/۲۳۹)

"ويبطل الوطن الاصلى بالوطن الاصلى اذاانتقل عن الاول باهله"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قصر اور اتمام میں اعتبار آخری وقت کا ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے مغرب کی نماز سفر میں پڑھی عشاء کا وقت جب شروع ہوا تو میں سفر میں تھا میں نے عشاء کی نماز ادا نہیں کی رات ایک بجے میں گھر پہنچ گیا اب میں نماز قصر پڑھوں یا مکمل نماز پڑھوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب آپ نے سفر میں عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور طلوع فجر سے پہلے آپ گھر پہنچ گئے تو آپ کے ذمہ پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔

"ولو كان مسافرا فى اول الوقت ان صلى صلاةالسفر ثم اقام فى الوقت لايتغير فرضه وان لم يصل حتى اقام فى آخر الوقت ينقلب فرضه اربعا"......(فتاویٰ قاضی خان على هامش الهندية: ۱/۱۶۷)

"قوله والمعتبرفيه آخر الوقت اى المعتبر فى وجوب الاربع اوالركعتين عندعدم الاداء فى اول الوقت الجزء الاخير من الوقت وهوقدرمايسع التحريمة فان كان فيه مقيما وجب عليه اربع وان كان مسافرا فركعتان"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۲)

"اعلم ان الصلوة مادام وقتها باقيا فهى قابلة للتغيير من صفة الى صفة بتغيير حال العبد مالم تؤد فاذاخرج تقررت فى الذمة على ماكانت عليه من الصفة باعتبارحاله والمعتبر فى ذلک آخر الوقت عندنا"......(حلبى كبيرى: ۴۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ریت اٹھانے والے ٹرک ڈرائیوروں کے قصر اور اتمام کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارہ تیرہ ٹرک ڈرائیور مع مزدوروں کے موضع (چورلکی) سے ریت اٹھا کر روانہ ہوجاتے ہیں جس وقت ہم ریت والی جگہ چورلکی سے روانہ ہوتے ہیں تو نیت ہنگو کی کرتے ہیں، کیونکہ ہنگو میں ریت مہنگی بک جاتی ہے، اور ہنگو علاقہ موضع چورلکی سے ۷۷کلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر ہے ہماری واپسی ہنگو سے اسی دن عصر، مغرب یا رات کو ہوجاتی ہے؟ اسی دوران ہم پر جو نمازیں آئیں گی وہ ہم قصر پڑھیں گے یا اتمام کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب ہنگو موضع چورلکی سے شرعی فاصلہ پر واقع ہے تو آپ حضرات جب اپنے علاقے چورلکی کے حدود سے نکل جاؤ گے تو تم مسافرانہ نماز پڑھو گے اور واپسی میں بھی جب تک تم اپنے علاقے چورلکی کے حدود میں داخل نہ ہو قصر ہی کرو گے، اگرچہ آپ حضرات اسی دن کو واپس اپنے علاقے کیوں نہ آتے ہوں۔

"واقل مدۃ سفر تتغیر به ای السفر الاحکام وھی لزوم قصر الصلوۃ مسیرۃ ثلاثۃ ایام من اقصر ایام السنۃ بسیر وسط مع الاستراحات فیقتصر المسافر الفرض الرباعی اذاجاوز مقامه ولوبیوت الاخبیۃ من الجانبِ الذی خرج منه وجاوزایضا مااتصل به ای بمقامه من فناء ہ"......(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۴۲۱،۴۱۹)

"لایقصر فی اقل من ثمانیۃ واربعین میلابالھاشمی "......(عمدۃ القاری : ۱۷۳/۷)

"من فارق بیوت موضع ھوفیه من مصر اوقریۃ ناویا الذھاب الی موضع بینه وبین ذلک الموضع المسافۃ المذکورۃ صارمسافرا "......(حلبی کبیری : ۳۶۲)

"خرج علی فقصر وھویری البیوت بالمدینۃ فلمارجع قیل له ھذہ الکوفۃ قال لاحتی ندخلھا"......(حلبی کبیری: ۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۵یا۱۰دن کی نیت سے لاہور آنے والا مسافر ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۷۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسمی ریاض علی شاہ لاہور میں جوہر ٹاؤن کے اندر تقریباً چار سال سے امامت کر رہا ہوں اور میرا وطن اصلی بنوں ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ میں کبھی کبھار ۵یا۱۰دن کے ارادہ سے لاہور آجاتا ہوں پھر میں اپنے علاقہ بنوں چلا جاتا ہوں، تو ان ۵یا۱۰دن کے دوران جب میں امامت کروں گا تو قصر کروں گا یا اتمام؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں لکی مروت سے کسی ایسے بندہ کو ۵یا۱۰دن کے لیے امامت کرنے کے لیے بھیجوں کہ اس سے پہلے لاہور میں ایک سال کا عرصہ گزار چکا ہے تو وہ ۵یا۱۰دن کے دوران میری جگہ جب امامت کرے گا تو اتمام کرے گا یا قصر، جب کہ یہ بندہ ۵یا۱۰دن کے بعد فوراً اپنے علاقہ لکی مروت چلا جاتا ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر شخص مذکور کا سامان لاہور میں اس کی رہائش گاہ پر پڑا ہے اور لاہور میں مستقل امامت کرتا ہے اور اس نے ایک مرتبہ پندرہ دن کی اقامت کی ہے تو یہ شخص جب لاہور آتا ہے، اگر اس کا ذہن اس بات سے خالی ہو کہ پندرہ دن تک رہوں گا یا نہیں؟ تو دلالۃً نیت کے موجود ہونے کی وجہ سے یہ شخص مقیم ہوگا اور اتمام کرے گا اور اگر لاہور آتے وقت اس کی نیت پندرہ دن سے پہلے پہلے واپس جانے کی ہو تو یہ صریح نیت ہے یہ شخص مسافر ہوگا کیونکہ صریح کے مقابلے میں ولالت کا اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا یہ شخص قصر نماز پڑھے گا، اور دوسرا بندہ جو انہوں نے اپنی جگہ لکی مروت سے ۵یا۱۰دن کے لیے بھیجا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

”ووطن الاقامة يبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هكذا فی التبيين“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

”وقوله ووطن الاقامة بمثله ای يبطل وطن الاقامة بوطن الاقامة لمامر وقوله والسفر والاصلی ای يبطل بانشاء السفر وبالوطن الاصلی لان السفر ضدالاقامة فلايبقى معه“......(تبيين الحقائق : ۱/۲۱۴)

”ووطن الاقامة ينتقض بالوطن الاصلی لانه فوقه وبوطن الاقامة ايضا لانه مثله والشیء يجوزان ينسخ بمثله وينتقض بالسفر ايضالان توطنه فی هذاالمقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذاسافر منه يستدل به علی قضاء حاجته

فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة "......(بدائع الصنائع : ۲۸۰، ۱/۲۸۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہر ہفتہ میں ۵ دن پشاور میں رہنے والا پشاور میں قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جو کہ بنوں کے رہنے والے ہیں اور پشاور میں ڈیوٹی کرتے ہیں، ہفتہ میں پانچ دن پشاور میں ہوتے ہیں اور دو دن گھر رہتے ہیں، آیا یہ آدمی پشاور میں قصر نماز پڑھے گا یا پوری پڑھے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ آدمی پشاور میں قصر نماز ادا کرے گا۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذالک قصر وان نوی اقل من ذالک ای من خمسة عشر یوما قصر صلاته "......(البنایة شرح الهدایة: ۳/۱۷)

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر وان نوی اقل من ذلک قصر"......(هدایة: ۱/۱۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو ڈرائیور مسلسل سفر میں ہو وہ مسلسل قصر کرے گا:

مسئلہ نمبر (۳۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈرائیور جو مسلسل سفر میں رہتا ہے اور کسی جگہ پر ایک دو دن سے زیادہ کا پڑاؤ نہیں ہوتا تو کیا یہ ڈرائیور تمام نمازیں مسلسل قصر ہی پڑھے گا یا جہاں ایک دو دن کے لیے رکتا ہے وہاں پوری نماز پڑھے گا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

وہ ڈرائیور حضرات جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں اور ان کا سفر بھی مسافت شرعیہ کی بقدر ہوتا ہے تو وہ حضرات مسلسل قصر نماز ادا کریں گے، جب تک کہ کسی جگہ پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے قیام کی نیت نہ کریں۔

"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الھدایة"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

منیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟

مسئلہ نمبر(۲۸۱): اقامت کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے کم از کم پندرہ دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے تو وہ مقیم ہوگا، اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں اور جس حاجی کا کل مدتِ قیام وہاں پندرہ دن سے کم ہو وہ مسافر کہلائے گا، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔

نزاعی صورت:

جو حاجی ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہوجاتے ہیں اور وہ منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مقیم شمار ہوگا یا مسافر؟

اس بارے میں دو رائے ہیں، نقطہ اختلاف یہ ہے کہ دونوں مقامات میں فصل ہے یا وصل؟ یعنی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیلنے کی وجہ سے منیٰ مکہ مکرمہ کا حصہ بن چکا ہے یا پہلے کی طرح اب بھی دونوں علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں؟

پہلی رائے:

دونوں کا حکم اب ایک ہے، اس لیے کہ:

(۱) دونوں میں اتصال ہوچکا ہے۔
(۲) دونوں بلدیاتی طور پر ایک ہی بلدیہ کے ماتحت ہیں۔
(۳) منیٰ کے محاذات میں بھی مکہ مکرمہ کی آبادی پھیل گئی ہے۔
(۴) منیٰ فناء مکہ کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔
(۵) منیٰ میں شاہی محل، ہسپتال اور رابطہ عالم اسلامی کے دفتر وغیرہ کی صورت میں آبادی موجود ہے۔

دوسری رائے:

دونوں علیحدہ علیحدہ دو مستقل مقامات ہیں اس لیے کہ منیٰ کا قیام مکہ مکرمہ کا قیام نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ

(۱) دونوں کے مابین فصل اب بھی موجود ہے۔

(۲) منیٰ میں آبادی نہیں اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ آبادی کے ساتھ اتصال ہوا ہے۔

(۳) حکومت نے دونوں جگہوں کو ملا کر مکہ مکرمہ کا نام نہیں دیا، دونوں کے نام مختلف ہیں، عرف عام میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھے جاتے ہیں۔

(۴) حاجی ایک رات مزدلفہ میں بھی قیام کرتا ہے۔

(۵) دونوں نصاً علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں، دونوں مخصوص جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

(۶) مشاعر کی انتظامیہ الگ ہے۔

دونوں آراء پر تبصرہ:

دونوں مقامات میں اتصال ہے یا انفصال، اس کا تعلق تو امر واقعہ سے ہے جس کا صحیح علم موقع کے مشاہدے یا معتبر خبر سے ہوسکتا ہے، البتہ اتصال اور انفصال کا معیار کیا ہے؟ قصر کے بارے میں فقہاء کی ذکر کردہ عبارات سے رہنمائی ملتی ہے مثلاً شہری آبادی کے متصل گاؤں یا فناء مصر ہو تو جب تک مسافر اس گاؤں یا فناء مصر سے نہ نکل جائے قصر نہیں کرے گا، گاؤں یا فناء کب شہری آبادی کے متصل سمجھی جائیگی؟ بعض فقہاء نے طول سکہ کے بقدر فاصلے کا اعتبار کیا ہے۔

"ومقدار الاتصال قدر طول السكة فاذازد فهو منفصل "......(فتاویٰ سراجیه : ۱۱)

"المسافر اذاخرج من المصر وبقرب المصر قرية ان كانت القرية متصلة بالمصر لايقصر الصلاة ،لانهامن جملة المصر ولولم تكن متصلة يقصر ؟ حتى قال مشايخ بلخ :اذاخرج الرجل مسافرا من بلخ فلمابلغ" جياخان "لايقصر وقال بعض مشائخنا قدر الاتصال بمقدار طول سكة فان كان بمقدار طول سكة فهومتصل وان كان بينهما اكثر من ذلك فهومنفصل " ......(فتاویٰ الولوالجية : ۱/۱۳۱،الفصل الثاني عشر في السفر وسجدة التلاوة)

جب کہ بعض نے کھیتی یا بقدر غلوہ فاصلہ کی موجودگی کو انفصال کا معیار ٹھہرایا ہے۔

"ذکر الامام التمرتاشي :والاشبه ان یکون الانفصال عن المصر قدرغلوة فحینئذ یقصر.....قال شمس الائمة السرخسي والامام خواهرزاده والصحیح ان الفناء مقدربالغلوة......الخ

محیط میں ہے۔

"ومن مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ من اعتبر مجاوزة فناء المصر ان کان بین المصر وبین فنائه اقل من قدر غلوة ولم یکن بینهما مزرعة وان کان بینهما مزرعة او کانت المسافة بین المصر وفنائه قدرغلوة لایعتبر مجاوزة الفناء "

......(المحیط البرهانی : ۲/۳۸۸)

تاتارخانیہ میں بحوالہ خانیہ صراحت ہے کہ "وجود مزرعة یاقدرغلوة" جس طرح مصراورفناءمصر کے درمیان علامت انقطاع ہےاسی طرح دوبستیوں یاایک شہراوربستی کے درمیان بھی علامتِ انقطاع ہے۔

ان حوالہ جات میں جہاں جہاں مقدارطولہ سکہ کاذکر ہےوہاں صراحت ہے کہ یہ اتصال وانفصال کامعیار ہےاور جہاں "وجودمزرعة یاقدرغلوة" کاذکر ہےوہاں اسے انفصال کامعیارٹھہرایاگیا ہے،جس کالازمی منطقی نتیجہ یہ ہے کہ مزرعہ یاقدرغلوۃ کانہ ہونااتصال کی علامت ہے۔

"وان کان بینهما مزرعة او کانت المسافة بین المصر وفنائه قدرغلوة لاتعتبر مجاوزة الفناء وفی الخانیة وکذلک اذاکان هذا الانفصال بین قریتین اوبین قریة ومصر"......(فتاویٰ تاتارخانیة : ۲/۸)

حاشیہ برجندی ص:۱۲۲طبع لکھنؤمیں ہے۔

"ثم اختلف فی حد انفصال قریة عن البلد فقیل مائة ذراع وقیل بقدرغلوة وقیل مالایسمع الصوت .....وقیل ینبغی ان یبعد عن البلد وحدالبلد کحدانفصال القریة وقیل کحدفناء المصر "

غلوہ کی مقدارکتنی ہے؟طحطاوی علی الدرمیں ہے۔

"قوله اقل من غلوة ذکرفی المجتبی ان قدرالغلوة ثلاث مائة ذراع الی اربع مائة وهوالاصح "......(طحطاوی علی الدر : ۱/۳۳۰)

مراقی الفلاح میں ہے۔

”وان انفصل الفناء بمزرعة اوفضاء قدرغلوة وتقدم انهامن ثلاث مائة خطوة الى اربع مائة ،وفى هامشه قوله وتقدم انهامن ثلاث مائة الخ فاذاتحقق اقلها لايشترط مجاوزته وفى البحر الغلوة اربع مائة ذراع فى الاصح ولعله بيان لنهايتها قال التمرتاشي ان هذاالتفصيل هوالاشبه “......(طحطاوى على مراقى الفلاح : ۲۵۴)

بنایہ میں بحوالہ ”المغرب“ ہے۔

”الغلوة ثلاث مائة ذراع “......(۳/۹)

احسن الفتاویٰ ص ۷۴ جلد نمبر ۴ میں غلوہ کی مقدار ۱۳۷٫۱۶ میٹر ذکر کی گئی ہے۔

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مقدار طول سکہ یا وجود مزرعہ یا بقدر غلوۃ خلا کا ہونا یا نہ ہونا اتصال یا انفصال کے لیے معیار ہے، لیکن کبھی اتصال کے باوجود دو شہر الگ الگ سمجھے جاتے ہیں، جیسے راولپنڈی اور اسلام آباد باوجود متصل ہونے کے حکومتی اور عوامی دونوں سطح پر الگ الگ ہیں یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ انفصال کے باوجود دو شہر حکومتی اور عوامی سطح پر ایک سمجھے جائیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حکومتی تحدید اور عام عرف میں اختلاف ہوجائے مثلاً حکومت سعودیہ مکہ ومنٰی کو ایک قرار دے جب کہ عرف میں یہ دونوں الگ الگ سمجھے جائیں، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً فقہاء کے معیار کے مطابق دو مستقل آبادیوں میں ”اتصال“ ہو مگر۔

(۱) حکومت اور عرف میں دونوں الگ الگ ہوں۔

(۲) حکومت اور عرف دونوں کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۳) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۴) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

یا دونوں میں انفصال ہو مگر،

(۵) حکومت اور عرف میں دونوں ایک ہوں۔

(۶) دونوں کے نزدیک دونوں الگ الگ ہوں۔

(۷) حکومت کے نزدیک دونوں ایک ہوں۔

(۸) عرف میں دونوں ایک ہوں۔

اردو فتاویٰ میں بعض صورتوں کا صراحۃً ذکر ہے مثلاً فتاویٰ رحیمیہ میں تیسری صورت کا صراحۃً ذکر ہے۔

مسافرقصر کہاں سے شروع کریں؟ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہو جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے دونوں کے نام الگ ہیں حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی ،نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کیے ہیں اس لیے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گے اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ کا جزء ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ :۱۸۱/ ۵،مطبوعہ دارالاشاعت)

احسن الفتاویٰ میں آٹھویں صورت کا صراحۃً ذکر ہے ''اتصال آبادی کا معیار'' کے عنوان کے تحت حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''دو بستیوں کے درمیان وجود مزارع یا قدر غلوہ (۱۳۷.۱۶ میٹر) علامت انقطاع ہے مع ہذا اگر دو مواضع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک موضع قرار دیا جائے گا ،(احسن الفتاویٰ:۴/۷۴)

مفتی انعام الحق قاسمی ''احکام مسافر'' ص ۵۳ میں لکھتے ہیں:

دو جداگانہ محلّہ یا شہر کے متصل ہونے میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے عرف کا اعتبار کیا ہے اور مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے کارپوریشن کے ملحق کرنے کا اعتبار کیا ہے۔

پھر انہوں نے دونوں آراء میں تطبیق اس طرح دی ہے:

دونوں بزرگوں کے الفاظ اگرچہ مختلف ہیں مگر حقیقت ایک ہے کیونکہ عموماً کارپوریشن سے ملحق عرف میں بھی ملحق متصور ہوتا ہے۔ (احکام مسافر:۷۳)

اس عبارت سے ایک دو سطر پہلے وہ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شہر پھیلتے ہوئے کسی علاقے یا دوسرے شہر سے متصل ہو کر اپنے اندر اس کو شامل کر لے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی اگر وہ علاقہ اور شہر عرف اور کارپوریشن میں اسی شہر کا حصہ سمجھا جانے لگے تو اب دونوں ایک شہر کے حکم میں ہوں گے......اور اگر عرف اور کارپوریشن میں دونوں کی حدود الگ الگ ہیں تو گویا کہ رؤیت ظاہری میں دونوں ایک نظر آتے ہوں پھر بھی دونوں مستقلاً الگ الگ شہر کہلائیں گے۔

یہ پہلی اور دوسری صورت کا بیان ہے۔

ذکر کردہ آٹھ صورتوں میں سے احسن الفتاویٰ میں آٹھویں صورت کا ذکر تو ہے لیکن حکومتی تحدید وتعیین سے تعرض نہیں اور فتاویٰ رحیمیہ میں عرف کا تذکرہ نہیں اور مفتی انعام الحق صاحب قاسمی نے دونوں فتاویٰ میں جو تطبیق دی ہے وہ مسئلہ زیر بحث پر صادق نہیں آتی، کیونکہ بالفرض مکہ ومنیٰ کو حکومت نے ایک قرار دیا ہو لیکن عرف میں اب بھی دونوں الگ الگ مقامات سمجھے جاتے ہیں۔

احسن الفتاویٰ کا استدلال بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ شریعت میں عرف کی اہمیت مسلم ہے۔

نہایۃ المحتاج میں ہے۔

"والقريتان المتصلتان عرفا كبلدة واحدة وان اختلف اسمهما والاكتفى بمجاوزة قرية المسافر"......(نهاية المحتاج الى شرح المنهاج : ۲/۲۴۰)

منیٰ میں آبادی:

اب تک جو تفصیل گزری وہ دو آبادیوں کے درمیان اتصال یا انفصال کے متعلق تھی لیکن منیٰ کے بارے میں یہ امر لائق توجہ ہے کہ اب وہاں آبادی نہیں ہے، پہلے جب منیٰ میں آبادی تھی تو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان طویل غیر آباد تھا، اب اگر مکہ مکرمہ کی آبادی منیٰ کی حدود تک پہنچ گئی ہے تو منیٰ میں آبادی نہیں ہے یعنی جب دونوں میں آبادی تھی تو دونوں میں اتصال نہ تھا آج اگر دونوں میں اتصال ہو چکا ہے تو منیٰ کی آبادی نہیں ہے اس لیے آبادی کا آبادی کے ساتھ اتصال نہیں ہوا ہے، فقہاء نے قدرہ غلوۃ مقدار طول سکہ یا وجود مزرعۃ کی صورت میں جو معیار ذکر کیا ہے اس کا تعلق دو آبادیوں یا مصر اور فناء مصر سے ہے۔

"وبمنى ابنية ودوروسكك"......(تبيين الحقائق :۱/۲۱۸)

"ان محمدايقول ان منى ليس بمصر جامع بل هوقرية "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۲)

"ومنى مصر فى ايام الموسم تصح الجمعة بها لوجودالخليفة اونائبه مثل امير الحجاز ووجود الاسواق والسكك وكذا كل ابنية نزل بهاالخليفة "

......(الدرالمنتقى: ۱/۲۴۸،۲۴۹)

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ منیٰ میں کسی زمانے میں آج سے زیادہ آبادی تھی بعض عبارات میں تو منیٰ کو "مصر من امصار المسلمين" کہا گیا ہے اور بعض میں منیٰ کی آبادی کو مصر کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔

"ان تبلغ ابنيتها ابنية منى "......(منحة الخالق : ۲/۱۴۱)

منیٰ میں موجود عمارتوں کے متعلق ایک پہلو یہ ہے کہ یہ عمارتیں صرف وقتی استعمال کے لیے ہیں، ہسپتال صرف ایام حج میں حاجیوں کے لیے کھولا جاتا ہے اور شاہی محل میں ایام حج میں امراء آ کر ٹھہرتے ہیں، قصر کے مسائل میں فقہاء لکھتے ہیں کہ شہر کے متصل اگر باغات ہوں تو ان سے گزرنا شرط نہیں ہے اگرچہ ان کے نگہبان اور کام کرنے والے ان میں رہتے ہوں، اور ان کے مکانات اور جھونپڑیاں ان میں ہوں، اس لیے کہ باغ آبادی میں داخل نہیں اگرچہ آبادی کے متصل ہو۔

"ولاتعتبر البساتين من عمران المدينة وان كانت متصله بنائها ولوسكنها اهل البلدة في جميع السنة اوبعضها ولايعتبر سكنى الحفظة والاكره اتفاقا"

......(طحطاوی علی مراقی الفلاح :۲۵۴)

رابطہ عالم اسلامی کے دفتر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سال بھر کھلا رہتا ہے لیکن دفاتر رہائش کی جگہیں نہیں ہوتیں "مقامک مبیتک"، لیکن سال بھر آباد رہنا کوئی ضروری شرط معلوم نہیں ہوتا، ایام حج کے بعد منیٰ کی مصریت ختم ہو جاتی تھی، داماد آفندی شیخین کے موقف کے دفاع میں لکھتے ہیں۔

"وبقاؤهامصراليس بشرط لان الدنيا على شرف الزوال خلافالمحمد لانهاقرية اوهومنزل من منازل الحاج"......(مجمع الانہر :۱/۲۴۸)

درج ذیل حوالہ منیٰ کے بارے میں اس قسم کی مفید معلومات پر مشتمل ہے۔

"وقال ابن عيينة اخذمن المنايا وهي بليدة على فرسخ من مكة طولها ميلان تعمر ايام الموسم وتخلوبقية السنة الامن يحفظها وقل ان يكون في الاسلام بلدمذكورالاولاهله بمنى مضرب وعلى راس منى من نحوم مكة عقبة ترمى عليها الجمرة يوم النحر ومنى شعبان بينهما ازقة والمسجد في الشارع الايمن ومسجدالكبش بقرب العقبة وبهامصانع وابار وخانات وحوانيت وهي بين جبلين ومطلين عليها وكان ابوالحسن الكرخي يحتج بجواز الجمعة بهالانها ومكة كمصرواحد فلماحج ابوبكرالجصاص وراى بعدمابينهما استضعف هذه العلة وقال هذه مصرمن امصارالمسلمين تعمر وقتا وتخلوا وقتا وخلوها لايخرجها عن حدالامصار وعلى هذه العلة يعتمدالقاضي ابوالحسن القزويني قال البشاري وسألني يوماكم يسكنها

وسط السنة من الناس ؟قلت عشرون الی ثلاثین رجلا قلماتجد فیہ مضربا الاوفیہ امرأة تحفظه فقال صدق ابوبکر واصاب فیما علل قال فلمالقیت الفقیه اباحامدالبغوی بنیساپور حکیت له ذلک فقال العلة مانص به الشیخ ابوالحسن الاثری الی قول الله عزوجل "ثم محلهاالی البیت العتیق" وقال تعالی"هدیابالغ الکعبة " وانمایقع النحر بمنی"......(معجم البلدان ۱۹۸/۵)

مکہ اور منیٰ ایک ہی بلدیہ کے ماتحت ہیں:

بلدیہ ایک انتظامی امور کا ادارہ ہوتا ہے ویرانے اور صحراء بھی بلدیہ کے ماتحت ہوتے ہیں لیکن اس سے ویرانوں، صحراؤں یا جنگلات کی شرعی حیثیت نہیں بدلتی، بلدیاتی حدود کبھی آبادی سے پہلے ختم ہوجاتی ہیں اور کبھی آبادی سے بڑھ جاتی ہیں، اگر ایک بلدیہ کے ماتحت ہونے سے دونوں کا حکم ایک ہوجائے تو کیا مستقبل میں دونوں کی بلدیہ بدلنے سے یا مختلف ہونے سے دونوں کا حکم پھر بدل جائے گا؟ الغرض بلدیہ کا ایک ہونا یا نہ ہونا یا کسی جگہ کا وفاق کے تابع ہونا کوئی ٹھوس شرعی دلیل معلوم نہیں ہوتی۔

دونوں مقامات نصاً علیحدہ علیحدہ ہیں۔

منیٰ میں قصر یا عدم قصر کا اعتبار مسافرت پر ہے، اس کا مناسک حج سے تعلق نہیں، منیٰ میں قصر یا اتمام کرنے سے منیٰ کی منصوصی حیثیت بدلتی نہیں ہے، کیونکہ دونوں مقامات کی حدود میں کمی بیشی کرنا مقصود نہیں، مسعیٰ کو بھی مسجد حرام کی عمارت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے لیکن مسعیٰ کی حدود میں تبدیلی نہیں کی گئی، اور مسعیٰ میں اب بھی جنبی اور حائضہ کا داخلہ جائز ہے، حل و حرم بھی نصاً علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں لیکن جہاں حل کی آبادی حرم سے مل گئی ہے وہاں حل کا حکم قصر و اتمام میں حرم کا ہے، حالانکہ دونوں نصاً علیحدہ علیحدہ مقامات ہیں، اصل نزاع یہ ہے کہ منیٰ اور مکہ کے مابین جو فصل تھا وہ اب ختم ہوچکا ہے یا نہیں؟

منیٰ کو منصوص قرار دے کر وہاں ہر حال میں قصر کا حکم دیا جائے اور آبادی کے گھٹنے بڑھنے کا اعتبار نہ کیا جائے بظاہر اس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی، شاید واللہ اعلم، امام محمدؒ کی اس تعلیل سے استدلال ہوسکے۔

"وجه قول محمد ان منی قریة من القریٰ اوهومنزل من منازل الحجاج فصار کعرفات الخ "......(غایة البیان للاتقانی: ۱۱۱،مخطوط)

وقوف مزدلفہ:

اقامت کے لیے شرط ہے کہ مسافر کسی ایک ہی جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

"ولونواها بموضعين كمكة ومنىٰ لايصير مقيما.....هذااذاكان كل من الموضعين اصلا بنفسه "......(مجمع الانهر : ۲۴۰/۱)

اورجگہ ایسی ہوجواقامت کے لائق ہواقامت کے لائق جگہ مصر ہے یاقریہ ہے یاخانہ بدوش لوگوں کاصحراء ہے۔

"اوينوى اقامة نصف شهر بموضع صالح لها من مصر اوقرية اوصحراء دارنا وهومن اهل الاخبية "......(درمختار: ۲/۱۲۵،ایچ ایم سعید)

جوآبادی مصر کی سمجھی جائے وہ مصر کی آبادی ہے جیسا کہ عمران المصر کی قید سے واضح ہے، جومحلہ پہلے شہر کا حصہ تھا پھر شہر سے جداہوگیا وہ بھی شہر کا حصہ ہے اگر چہ شہراور اس محلہ کے درمیان خلاہوپھر بھی مسافر کے لیے اس محلہ سے نکلناضروری ہوگا "لانهايعدمن المصر ،خانية" شامی میں اس جزیے کے تحت یہ اضافہ ہے کہ "اگر وہ محلہ ویران ہوگیاتواس سے نکلناضروری نہیں، جب کہ قہستانی میں ہے۔

"من فارق بيوت بلده.....والبيوت اعم من ان يكون خربة الآن فلايقصر الابالخروج عنها على الاشبه " ......(فتاوىٰ شامي: ۱/۷۴۹، مطبوعه ايران)

ربض مصر،قریہ متصلہ بربض المصر اورفناء متصل کی آبادی بھی شہر کے حکم میں ہے۔

"وصحح قاضي خان في فتاواه ان لابد من مجاوزة القرية المتصله بربض المصر.....ولم يذكرالمصنف مجاوزة الفناء للاختلاف وفصل قاضي خان في فتاواه فقال ان كان بينه وبين المصر اقل من قدرغلوة ولم يكن بينهما مزرعة يعتبر مجاوزة الفناء ايضا"......(البحرالرائق : ۲/۱۲۸،ایچ ایم سعید)

جس مقام پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی وہ قریہ ہے،صحراء میں صرف خانہ بدوشوں کی نیت اقامت معتبر ہے،جومسافرتین منزل چلنے سے پہلے سفرمنسوخ کردے وہ صحراء میں بھی مقیم بن جاتا ہے،لیکن اس کی علت صحراء کامحل اقامت ہونانہیں ہے۔

"ولاتصح نية الاقامة في مفازة مثلهاالجزيرة والبحروالسفينة " ......(طحطاوى على مراقي الفلاح : ۲۵۵،باب المسافر)

"نية الاقامة تصح في البيوت والعمرانات دون الخيام والاخبية "......(فتاوىٰ النوازل : ۱۱۱،طبع دارالكتب العلمية)

"وفرق بین الابنية والاخبية والفرق ان البناء موضع الاقامة والقرار دون الصحراء "......(فتاویٰ التاتارخانية : ۲/۹ ،الفصل الثاني والعشرون في صلاة المسافر نوع آخر بيان نية الاقامة والتي لاتصح ،مطبوعه قديمي كتب خانه)

آبادی کیسی ہو، تاتارخانیہ میں بحوالہ خانیہ ہے۔

"وموضع الاقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لاالخيام والاخبية والوبر "......(فتاویٰ التاتارخانية : ۲/۹)

منیٰ کو مکہ مکرمہ کا محلہ قرار دیا جائے تو اقامت کے لیے "اتحاد موضع" کی شرط پوری ہوجاتی ہے، لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ حاجی ایک رات مزدلفہ میں گزارتا ہے اس لیے اتحاد موضع کی شرط پھر بھی پوری نہیں ہوتی، جواب یہ ہے کہ مزدلفہ ٹھہرنے کی لائق جگہ نہیں ہے اس لیے ایک رات مزدلفہ کے لیے نکلنا اقامت کے لیے مانع نہیں ہے، مزدلفہ کیوں صالح للا قامت نہیں؟ اس لیے کہ وہاں پکی عمارتیں نہیں اور منیٰ میں ہیں لیکن کیا ان متفرق عمارتوں کی وجہ سے منیٰ پر قریہ کا اطلاق درست ہے؟ جب کہ اقامت سوائے مصر یا قریہ کے درست نہیں ہوتی، اگر منیٰ قریہ ہے تو صالح للا قامۃ ہے اور مزدلفہ نہیں اور اگر منیٰ قریہ نہیں تو صالح للا قامت نہ ہونے کی علت منیٰ میں بھی پائی جاتی ہے۔

"والتقييدبالبلد والقرية ينفي صحة الاقامة في غيرهما وهو الظاهر لان الاقامة لاتكون الافي موضع صالح لها"......(تبيين الحقائق : ۱/۲۱۱، باب صلاة المسافر)

"اوينوى مدة الاقامة ببلدآخر اوقرية لان الاقامة لاتعتبر الافي موضع صالح لها وغير البلدوالقرية لاتصلح للاقامة اذاسارثلاثة ايام "......(مجمع الانهر : ۱/۲۴۰ ،باب المسافر)

پہلے منیٰ مکہ مکرمہ سے جدا ایک قریہ تھا غالباً ۱۹۸۴ء میں منیٰ کی آبادی ختم کی گئی، آبادی ختم کیے جانے کے باوجود اہل علم منیٰ کو مستقل مقام قرار دیتے رہے، اس وقت دونوں مقامات کے درمیان کوئی اتصال کی رائے بھی نہیں رکھتا تھا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے دور ایک ویرانے کو اقامت کے لیے مانع قرار دینا درست تھا؟ نیز جو اہل علم منیٰ کو قریہ قرار نہیں دیتے بالفاظ دیگر صالح للا قامۃ نہیں کہتے ان کے نزدیک منیٰ کا قیام بھی اقامت کے لیے مانع ہونا چاہیے، البتہ اگر قریہ سے کم آبادی بھی صالح للا قامۃ ہوتی ہے تو بلاشبہ منیٰ کی طرف خروج مانع عن الاقامت ہے۔

محاذاتِ منیٰ کی آبادی کا حکم:

مسافر جس راستے سے نکلے اس راستے کے مکانات سے نکل جانا شرط ہے اگر مسافر کے دائیں یا بائیں کسی ایک جانب دور شہر کی کوئی آبادی آگے بڑھی ہوئی ہو تو اس سے گزرنا شرط نہیں، اکثر کتب میں یہ جزئیہ اسی حد تک ملتا ہے۔

"ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذی خرج منه حتی لو جاوز عمران المصر قصر وان کان بحذائه من جانب آخر ابنية "......(تبيين الحقائق : ۱/۲۰۹)

"ويعتبر مجاوزة عمران المصر من الجانب الذی خرج ولا يعتبر محلة بحذائه من الجانب الآخر " ......(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۹۸، الفصل الثانی والعشرون فی صلاة المسافر ،مطبوعه مكتبه رشيديه)

مزید حوالہ جات کے لیے ملاحظہ ہو، خانیہ بر ہامش ہندیہ ۱/۱۶۴، البحر الرائق ۲/۱۲۸، فتح القدیر: ۲/۳۴۔

فتاویٰ شامی میں بحوالہ امداد الفتاح اور طوالع الانوار میں بحوالہ رحمتی اور مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر مسافر کے دونوں جانب سیدھ میں آبادی پڑتی ہو تو ان دونوں سے نکلنا شرط ہوگا۔

"ولو جاوز العمران من جهة خروجه وكان بحذائه محلة من الجانب الآخر يصير مسافرا اذالمعتبر جانب خروجه ......فلو كان العمران من الجانبين فلابد من مجاوزته لمافی الامداد لو حاذاه من احدجانبيه فقط لايضره كمافی قاضی خان وغيره "......(فتاویٰ شامی : ۲/۱۲۱ ،باب صلاة المسافر ،مطبوعه ايچ ايم سعيد)

"جاوز عمران البلدة وكان على عينه اويساره ابنية فيكون مجاوزا مسافرا بخلاف مالو كانت الابنية من الجانبين فانه لم يكن مجاوزا رحمتی " ......(طوالع الانوار ۲/۳۴۰، مخطوطه)

"ولو حاذاه فی احدجانبيه فقط لايضره "......(مراقی الفلاح : ۲۵۳، طبع مصر)

علامہ شامیؒ نے یہ جزئیہ ''دو جانب والا'' ''امداد الفتاح'' سے نقل کیا ہے جو اس کی نسبت قاضی خان کی طرف کرتے ہیں، قاضی خان میں دیگر عام کتب کی طرح ''ایک جانب'' کا ذکر ہے، البتہ شامی کے جدید محقق نسخے میں اس جزئیے کے لیے قاضی خان کی شرح الجامع الصغیر کا حوالہ دیا گیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس جزئیے کی صحت مشکوک نہیں ہے، کیونکہ منقول عنہ ضعیف نہیں ہے نقل درست ہے اور ناقلین بھی متعدد ہیں۔ (فتاویٰ شامی: ۶۱۶/۴، دار الثقافۃ والتراث)

اس جزئیے کے ذکر میں محیط، عنایہ اور تاتارخانیہ میں بحوالہ محیط ''الجوانب'' کا لفظ آیا ہے جس کا ظاہری مطلب یہی ہے کہ جانب خروج کے علاوہ مسافر کے دائیں بائیں دونوں اطراف کی آبادی کا اعتبار نہیں۔

''وانما یصیر مسافرا یقصر الصلوۃ اذافارق بیوت المصر من الجانب الذی یخرج منہ وان کان فی غیرہ من الجوانب بیوت ''......(عنایہ :۲/۸، باب صلوۃ المسافر مطبوعہ سکھر)

''ثم یعتبر الجانب الذی منہ یخرج المسافر من البلدۃ لاالجوانب التی بحذاء البلدۃ ''......(المحیط البرھانی : ۲/۳۸۸)

منیٰ کے ایک جانب تو مکہ مکرمہ کی آبادی پھیل چکی ہے لیکن دوسری طرف آبادی نہیں اور جس جانب آبادی پھیلی ہے اس جانب بیچ میں پہاڑ بھی حائل ہے، اس لیے اب تک مکہ مکرمہ کی آبادی نے پھیل کر منیٰ کو اپنے اندر شامل نہیں کیا ہے۔

فناء مصر:

تنویر الابصار میں فناء کی درج ذیل تعریف ہے۔

''ھو مااتصل بہ لاجل مصالحہ ''......(تنویر الابصار: ۲/۱۳۹، ایچ ایم سعید)

شرنبلالی نے اس تعریف کو صحیح کہا ہے (طحطاوی علی الدر: ۱/۳۳۹)

مجموعہ متون ملتقی الابحر میں ہے۔

''وفنائہ مااتصل بہ معدالمصالحہ ''......(۱/۱۴۳، باب الجمعۃ)

اس تعریف کے مطابق فناء کے بنیادی اجزاء دو ہیں۔

(۱) شہر کے متصل ہونا۔

(۲) شہر کے مصالح کے لیے ہونا۔

لیکن پہلا جزء یعنی فناء کا شہر کے متصل ہونا فقہاء کے درمیان اتفاقی قید نہیں ہے۔(فتاویٰ شامی:۲/۱۳۹،مجمع الانہر:۲/۲۴۷)

فناء پر ”شہر کی ضروریات کے لیے مقرر ہونا“ صادق آنا چاہیے (فتاویٰ شامی:۲/۱۳۹)

فناء چاہے شہر کے متصل ہو یا منفصل اداء جمعہ وہاں درست ہے لیکن قصر کے لیے فناء کا شہر کے متصل ہونا ضروری ہے۔

فناء کب شہر کے متصل سمجھی جائے گی اس بارے میں کئی اقوال ہیں،علامہ شامی نے تمام اقوال کو مختصر عبارت میں جمع کیا ہے۔

”وجملة اقوالهم في تقديره ثمانية اوتسعة غلوة ميل ميلان ثلاثة فرسخ فرسخان ثلاثة سماع الصوت سماع الاذان “......(بحواله بالا)

ان اقوال میں بعض کو ”صحیح“،بعض کو ”احوط“،بعض کو ”حسن“ اور بعض کو ”مختار للفتویٰ“ کہا گیا ہے۔

ان تمام اقوال میں مصر کی تحدید بالمسافۃ کی گئی ہے،علامہ شامیؒ فناء کے لیے حدود مقرر کرنا مناسب نہیں سمجھتے، فرماتے ہیں ”**التعريف احسن من التحديد**“ علامہ شامی کے کلام میں غور کیا جائے تو علامہ تحدید کے تو قائل ہیں البتہ کوئی ایک حد تمام شہروں کے لیے مقرر کرنے کے خلاف ہیں،کیونکہ شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے فناء مختلف ہوسکتی ہے اس لیے ہر شہر کے لیے اس کی ضروریات کے مناسب فناء مقرر کرنے کو مناسب سمجھتے ہیں ”**فظهر ان التحديد بحسب الامصار**“ ......(فتاویٰ شامی:بحوالہ بالا)

فقہاء سے تحدید بالمسافۃ کے بارے میں جتنے اقوال مروی ہیں اگر ان کو شہروں کے چھوٹے بڑے اور متوسط ہونے پر محمول کیا جائے تو تمام اقوال کا باہمی اختلاف بھی ختم ہوجاتا ہے اور سب کے سب اقوال قابل عمل ٹھہرتے ہیں،نیز فناء کے لغوی معنی کی رعایت بھی ہوجاتی ہے شرعی اصطلاح میں لغوی معنی کی رعایت اگرچہ ضروری نہیں مگر بہتر ضرور ہے۔

منیٰ......فناء مکہ؟

قول مرجوح:

کسی جگہ پر شہر کی ضروریات کے لیے ہونا صادق آئے تو اسے فناء شہر قرار دیا جاسکتا ہے،منیٰ میں قربانی کی صورت میں بہت بڑی قربت ادا ہوتی ہے،ارشاد باری ہے ”**ثم محلها الى البيت العتيق ،هديابالغ الكعبة** “

فوجیوں کے اجتماع اور کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ کو فناء مصر قرار دیا جاسکتا ہے تو قربان گاہ اور حاجیوں کی اجتماع گاہ کو بھی فناء مصر قرار دیا جاسکتا ہے، منیٰ کو ماضی میں بھی فناء مکہ قرار دیئے جانے کا قول موجود ہے لیکن اس وقت بعد مسافت کی بناء پر اس قول کی تضعیف کی گئی تھی، بدائع اور بحر وغیرہ میں ہے کہ منیٰ مکہ مکرمہ سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ہے، بعض کتب میں دو فرسخ اور بعض کتب میں ایک فرسخ کا قول بھی آیا ہے، اگرچہ ان اقوال میں تطبیق ہوسکتی ہے مگر اس کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ منیٰ کی طرف سرنگ نکالنے کے بعد اب یہ فاصلہ بہت کم ہوگیا ہے، نیز "تقدیر الفناء بالمسافة" کوئی ضروری بھی نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، رہا یہ اشکال کہ منیٰ فناء مکہ ہے تو پھر صحت جمعہ کے لیے خلیفہ یا اس کے نائب کی شرط کیوں رکھی گئی؟ کیونکہ فناء تو بحکم مصر ہوتا ہے، جواب یہ ہے کہ خلیفہ کی شرط مصریت کے لیے نہیں بلکہ اقامت جمعہ کے لیے تھی لیکن یہ جواب ضعف سے خالی نہیں ہے۔

"الخليفة اذا سافر وهو في القرى ليس له ان يجمع بالناس ولو مر بمصر من امصار ولايته فجمع بها وهو مسافر جاز"......(البحر الرائق: ۲/۱۴۰، باب صلاة الجمعة، مطبوعه ایچ ایم سعید)

قول راجح:

اکثریت کی رائے منیٰ کو فناء مکہ قرار نہ دینے کی ہے، شیخین منیٰ میں صحت جمعہ کے قائل ہیں، مشائخ نے اس کی دو علتیں لکھی ہیں۔

(۱) منیٰ فناء مکہ ہے۔

(۲) منیٰ مصر ہے۔

پہلی علت کی فقہاء نے تردید کی ہے، صاحب بحر وغیرہ نے مصریت کی علت کو صحیح کہا ہے، متون نے بھی "ومنیٰ مصر لا عرفات" کی تعبیر اختیار کر کے مصریت کی علت کو ترجیح دی ہے، محقق شامی لکھتے ہیں۔

"قلت وقوله في المتن ومنىٰ مصر اختيار للقول الثاني فليست عنده من فناء مكة"......(حاشية على تبيين الحقائق: ۱/۲۱۸، باب صلوة الجمعة، مكتبه امداديه ملتان)

متون کا اقوال معتبرہ کے لیے موضوع ہونا اور شروح وفتاویٰ پر مقدم ہونا معروف اصول ہے۔

منیٰ کا قربان گاہ ہونا حج کی ضرورت ہے جیسا کہ وقوف عرفہ حج کی ضرورت ہے، علت کا اشتراک حکم کے

اشتراک کو چاہتا ہے، اگر منیٰ فناء مکہ ہے تو مزدلفہ وعرفات بھی ہیں، کیونکہ فناء دور بھی ہو سکتی ہے اور متعدد بھی، رہا منیٰ میں صحت جمعہ کے لیے خلیفہ یا اس کے نائب کی موجودگی کی شرط تو وہ مصریت کے لیے تھی اقامت جمعہ کے لیے نہیں۔

"لو نزل الخليفة او والی العراق فی المنازل التی فی طريق مكة كالتغلبية ونحوها جمع لانها قرى تتمصر بمكان الحج فصار كمنى"......(البحر الرائق: ۲/۱۴۲، باب صلوة الجمعة، ایچ ایم سعید)

اگر منیٰ کو فناء مکہ قرار دیا جائے تو سوال یہ ہوگا کہ فناء شہر کے متصل ہے یا نہیں؟ کیونکہ فناء شہر کے متصل ہو تو وہاں قصر درست نہیں اور متصل نہ ہو تو قصر وہاں درست ہے، اس لیے بحث لوٹ کر پھر اس جگہ آجائے گی کہ منیٰ شہر مکہ کے متصل ہے یا منفصل؟

خلاصہ یہ کہ منیٰ میں حاجی کا وظیفہ اتمام ہے، اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) منیٰ مکہ مکرمہ کے تابع ایک قریہ ہے (تبعیت کا معیار یہ ہے کہ منیٰ کے رہنے والوں پر جمعہ واجب ہو)

(۲) منیٰ عرف عام میں مکہ مکرمہ کا حصہ سمجھا جائے۔

(۳) فقہاء کے ذکر کردہ معیار کے مطابق دونوں میں اتصال پایا جائے (عرف اور حکومتی تعیین سے صرف نظر کرلیا جائے)

(۴) مان لیا جائے کہ شہر مکہ کی آبادی نے پھیل کر منیٰ کو اپنے اندر شامل کر دیا ہے۔

(۵) منیٰ کو شہر مکہ کے لیے فناء متصل قرار دیا جائے۔

دریافت طلب امور:

(الف) اتصال یا انفصال کے باوجود عرف عام اور حکومتی تحدید میں اختلاف ہو جائے تو اعتبار عرف کا ہے یا حکومتی تحدید کا؟ یا آباد مکانات کا اعتبار ہے؟

(ب) کیا مزدلفہ کا قیام اقامت کے لیے مانع بن سکتا ہے؟

(ج) کیا مکہ مکرمہ کے پھیلاؤ کی وجہ سے منیٰ اور مکہ مکرمہ کا اتصال ہو گیا ہے؟

(د) منیٰ کے محاذات میں مکہ مکرمہ کی جو آبادی پھیل گئی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال میں دلائل کا استیعاب نہیں ہے، جانبین کے دلائل اور جوابات تعداد میں اس سے زیادہ اور قوت میں زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ سوال یہ ہے کہ منیٰ میں قصر ہے یا اتمام؟ آنجناب کی تحقیق مع دلائل مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"اعلم ان منی شعب طوله میلان وعرضه یسیر والجبال المحیطة بهامااقبل منهاعالیة فهومن منی ولیست العقبة منها قوله ولیست العقبة منها عزاه فی البحر الی الازرقی واعترض العزین جماعة بان لم یقل احدان جمرة العقبة لیست من منی کیف وقدقالوا بان رمیها تحیة منی ویؤیده قوله علیه الصلوه والسلام ان اول نسکنا بمنی ان نرمی ثم نذبح ثم نحلق اه اقول قال فی ردالمحتار عند قول الماتن ورمی جمرة العقبة مانصه هی ثالث الجمرات علی حدمنی من جهة مکة ولیست من منی ویقال لهاالجمرة الکبری والجمرة الاخیرة اه وقال الامام النووی ؒ فی الایضاح اعلم ان حدمنی مابین وادی محسر وجمرة العقبة ومنی شعب طوله میلین وعرضه یسیر والجبال المحیطة بهامااقبل منهاعلیه فهومن منی ومادبر منهافلیس من منی ومسجد خیف علی اقل من میل ممایلی مکة وجمرة العقبة فی آخرمنی ممایلی مکة ولیست العقبة التی تنسب الیهاالجمرة من منی وهی الجمرة التی بایع رسول الله ﷺ الانصار عندهاقبل الهجرة قال العلامة ابن حجر الهیثمی فی حواشیه قوله وجمرة العقبة فی آخرمنی ظاهره ان الجمرة من منیٰ وهوماعتمده المحب الطبری وزعم ان خلافه الآتی لم ینقل عن احد،واعتمده ایضا من جماعة وزعم ان قولهم ان رمیها تحیة منی یستلزم کونه منهاولیس کمازعم اذلااستلزام الاتری ان الطواف تحیة البیت وهوخارجه بل لا یصح داخله لکن صریح قول المصنف قبل ذلک حدمنی مابین وادی محسر وجمرة العقبة ان جمرة العقبة لیست من منی ......قال الازرقی والاصحاب فی کتب المذهب حدمنی مابین جمرة ووادی محسرووادی محسر ولیست الجمرة ووادی محسر من منیٰ اه وبه یعلم ان المذهب الذی لامحید عن اعتماده ان الجمرة لیست من منیٰ ......ذراع مابین جمرة العقبة ومحسر سبعة الآن ذراع ومائتاذراع اه " ...... (ارشاد

الساری الی مناسک ملا علی القاری : ۲۴۶، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ کوئٹہ،
ردالمحتار : ۲/۵۱۲، ایچ ایم سعید)
"قال فی البحر الرائق ،ووادی محسر موضع فاصل بین منی ومزدلفۃ لیس من
واحدۃ منھما اھ"......(البحر الرائق : ۲/۶۰۰)

ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ وادی محسر اور جمرہ عقبہ کے درمیان زمین کا ٹکڑا جس کی اس وقت لمبائی تقریباً دومیل (جسے ۷ ہزار دوسو ذراع سے تعبیر کیا ہے) اور چوڑائی کم تھی ،اس قطعہ زمین کو منیٰ کہا جاتا ہے،اور وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان حد فاصل ہے ،دونوں میں سے کسی ایک کا حصہ نہیں ہے ،زمانہ نبوت سے لے کر اب تک مکہ اور منیٰ دونوں کو الگ الگ مقامات سے تعبیر اور تصور کیا جاتا رہا ہے ،موجودہ دور کی آبادی کی کثرت کی بناء پر مکہ کی آبادی پھیل چکی ہے ، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خلافت راشدہ کے دور کی مکہ کی کل آبادی آج مسجد حرم اور اس کی حدود میں ضم ہو چکی ہے تو نامناسب بات نہ ہوگی ، آبادی کے اس تناسب نے جہاں اور بہت سارے مسائل کو جنم دیا ہے وہاں حدود مقامات بھی اس کے اثر سے بچ نہیں سکیں ، بلکہ بعض جگہوں میں تو سارے شہر میں آبادی پھیلنے کی بناء پر اس سے متصل دوسرے شہر کے درمیان امتیاز مشکل ہو جاتا ہے ،یہی حال زمین حجاز کی آبادی کا بھی ہے کہ مکہ اور مدینہ کی آبادی آئے دن پھیلتی چلی جارہی ہے ،یہی وجہ ہے کہ آج اگر کوئی شخص اشہر حج میں سے عشرہ ذی الحج کی ابتداء میں حرم مکہ میں داخل ہو کر نصف شہر اقامت کی نیت کرتا ہے تو اس کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف نظر آتا ہے کہ آیا یہ شخص مقیم متصور ہوگا یا مسافر ہی رہے گا ، کیونکہ اس نے آٹھ ذی الحجہ کو مکہ سے نکل کر منیٰ اور پھر وہاں سے میدان عرفات کی طرف کوچ کرنا ہوتا ہے ،اب چونکہ مکہ کی آبادی بڑھتے ہوئے منیٰ کی حدود کو چھونے لگی ہے اس لیے یہ اشکال ذہن میں جنم لیتا ہے کہ اب تو یہ دونوں مقامات آپس میں متصل ہو چکے ہیں لہذا زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ حکم مسافرت میں بھی تغیر ہونا چاہیے ،لیکن پہلے جب آبادی کا یہ تناسب نہ تھا تو اس وقت اس کا حکم بھی بالکل صاف تھا کہ۔

"وذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذادخل مکۃ فی ایام العشر ونوی الاقامۃ نصف شھر لایصح لانہ لابد لہ من الخروج الی عرفات فلایتحقق الشرط اھ"......(البحر الرائق: ۲/۲۳۲، وکذافی منحۃ الخالق علی البحر للعلامہ الشامی :۲/۲۳۳)

وفی المبسوط .

"واذاقدم الکوفی فی مکۃ وھوینوی ان یقیم فیھا وبمنی خمسۃ عشریوما فھومسافر لان نیۃ الاقامۃ مایکون فی موضع واحد فان الاقامۃ ضدالسفر ولوجوزنا نیۃ الاقامۃ فی موضعین جوزنا فیھازادعلی ذالک فیؤدی الی القول بان السفر لایتحقق"......(المبسوط للسرخسی :۱/۳۰۴،مطبوعہ بیروت)

امت کے طبقہ فقہاء پر اللہ تعالیٰ اپنی لاتعداد رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ہر دور کی مشکلات کے لیے کسی نہ کسی طور سے ضرور راہنمائی فرمائی ہے، ہمارے دور کا یہ مسئلہ بھی فقہاء کرام کی راہنمائی سے خالی نہیں ،صلوۃ المسافر کے ضمن میں شیخ ابراہیم حلبی شرح المنیہ میں لکھتے ہیں۔

"الثانی فیمایصیر بہ المقیم مسافرا والمسافر مقیما و فی حکم السفر من فارق بیوت موضع ھوفیہ من مصر اوقریۃ ناویا الذھاب الی موضع بینہ وبین ذلک الموضع المسافۃ المذکورۃ صار مسافرا ،فلایصیر مسافرا قبل ان یفارق عمران ماخرج منہ من الجانب الذی خرج منہ حتی لوکان ثمۃ محلۃ منفصلۃ عن المصر وقدکانت متصلۃ بہ لایصیر مسافرا مالم یجاوزھا ولوجاوز العمران من جھۃ خروجہ وکان بحذائہ محلۃ من الجانب الآخر یصیر مسافرا اذالمعتبر جانب خروجہ اھ"......(حلبی کبیری : ۵۳۶، البحرالرائق :۲/۲۲۶، خلاصۃ الفتاویٰ :۱/۱۹۸)

شیخ ابراہیم حلبی کی مذکورہ خط کشیدہ عبارت کے ساتھ علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ وضاحت بھی ملالیں وہ فرماتے ہیں۔

"وارابالمحلۃ فی المسئلتین ماکان عامرا امالو کانت المحلۃ خرابا لیس فیھا عمارۃ فلایشترط مجاوزتھا فی مسئلۃ الاولیٰ ولومتصلۃ بالمصر کمالایخفی اھ"......(الفتاوی الشامیۃ :۲/۱۲۱)

علامہ شامی کی اس عبارت اور علامہ قہستانی کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ علامہ شامی نے "محلہ منفصلہ عن المصر" کے بارے میں عامر (آباد) ہونے کی شرط لگائی ہے جب کہ علامہ قہستانی نے "من فارق بیوت بلدہ" کے بیوت کے عامر ہونے اور نہ ہونے کی بحث کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"من فارق بیوت بلدہ......والبیوت اعم من ان یکون خربۃ الآن فلایقصر الابالخروج عنھا علی الاشبہ اھ"......(قھستانی : ۲۴۹/ ۱، فصل فی المسافر مطبوعہ ایران)

ایک ہے شہر،قریہ وغیرہ کے گھروں کا آباد ہونا اور ایک ہے شہر وغیرہ سے منفصل محلے کے گھروں کا آباد ہونا دونوں میں فرق واضح ہے، لہذا علامہ قہستانی کی عبارت کو علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت کے مناسب ٹھہرانا درست نہیں ہے، بلکہ قہستانی کی یہ عبارت "درمختار" کی اس عبارت کے مطابق ہے۔

"من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ من جانب خروجہ قولہ من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ ارادبالعمارۃ مایشمل بیوت الاجبیۃ ان لھاعمارۃ موضعھا اھ"
......(فتاویٰ شامی : ۱۲۱/ ۲)

خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کسی شہر کی آبادی دوسرے محلے وغیرہ کے ساتھ متصل ہوجائے تو اگر وہ محلہ بھی آباد ہو تو مسافر اپنی موضع اقامت سے متجاوز ہوکر جب تک اس محلے سے نکل نہ جائے اس وقت تک مسافر شمار نہ ہوگا، اور اگر وہاں آبادی نہیں تو پھر اس محلے سے نکلنا مسافرت کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اپنی موضع اقامت سے نکلتے ہی مسافر شمار ہوگا۔

اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو مکہ مکرمہ کی آبادی اگرچہ منیٰ کی حدود کی طرف متجاوز ہوکر منیٰ کے قریب پہنچ چکی ہے لیکن خود منیٰ میں قابل اعتبار آبادی نہیں ہے کہ جس کی بناء پر منیٰ کو بھی آباد علاقہ شمار کیا جائے، کیونکہ منیٰ میں جو عمارتیں مثلاً شاہی محل، ہسپتال، اور رابطہ عالم اسلامی کا دفتر وغیرہ بنی ہوئی ہیں انہیں آبادی کا معیار نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ فقہاء کرام نے شہر سے متصل باغات کو باوجودیکہ شہر سے متصل بھی ہوں ان میں کام کرنے والوں کے مکانات، جھونپڑیاں وغیرہ بھی ہوں اور وہ اس میں رہتے بھی ہوں شہری آبادی میں داخل نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ "الامداد" سے نقل کرتے ہیں۔

"بخلاف البساتین ولومتصلۃ بالبناء لانھالیست من البلدۃ ولوسکنھا اھل البلدۃ فی جمیع السنۃ اوبعضھا ولایعتبر سکنی الحفظۃ والاکرہ اتفاقا"
......(امداد : ۱۲۱/ ۲، وکذافی مراقی الفلاح مع الطحطاوی : ۲۲۴)

لہٰذا جب منیٰ خود غیر آباد چٹیل میدان ہے تو مکہ مکرمہ کی آبادی اگر اس سے متصل ہو بھی جائے تو بھی اسے مکہ مکرمہ کے تابع بنا کر موضع اقامت شمار نہیں کیا جائے گا، اور اسی طرح منیٰ کو "ربض المصر" بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ربض المصر کی تعریف فقہاء نے یوں کی ہے۔

"هوماحول المدينة من بيوت ومساكن"......(البحر الرائق: ٢/٢٢٦)

(۲) اور اگر منیٰ کو مکہ مکرمہ کی فناء کہا جائے تو اس سے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) محققین کے نزدیک شہر کی فناء کے لیے علاوہ وجود مزارع کی شرط نہیں ہے بلکہ فناء کی جو تعریف فقہاء نے فرمائی ہے وہ ثبوت فناء کے لیے شرط ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"اعلم ان بعض المحققين اهل الترجيح اطلق الفناء عن تقديره بمسافة وكذامحرر المذهب الامام محمدو بعضهم قدره بها ...... والتعريف احسن من التحديد لانه لايوجد ذالك في كل مصر انماهوبحسب كبر المصروصغره ، فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ماصدق عليه بانه المعدلمصالح المصر فقدنص الائمة على ان الفناء ماعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغيره ذالك واى موضع يحدبمسافة يسع عساكر مصرويصلح ميدانا للخيل والفرسان ورمي النبل والبندق البارود واختبار المدافع وهذايزيد على فراسخ فظهر ان التحديد بحسب الامصار "

......(فتاوى الشامية : ١٣٩، ٢/١٢١، منحة الخالق مع البحر: ٢/٢٢٧، خلاصة الفتاوى: ١/٢٠٧)

فقہاء کی بیان کردہ یہ تعریف منیٰ کے فناء مکہ بننے پر صادق نہیں آتی کیونکہ منیٰ اہل مکہ کے مصالح کے لیے نہیں بلکہ صرف ایام حج میں یہاں حجاج کرام قیام اور قربانی کرتے ہیں اور اس طرح کا قیام تو دیگر مقامات مثلاً عرفات میں بھی ہوتا ہے۔

(۲) قصر اور سفر کے اعتبار سے فناء مصر کا حکم جدا ہے اور انعقاد جمعہ وغیرہ کے اعتبار سے فناء مصر کا حکم جدا ہے، فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فناء مصر میں جمعہ تو جائز ہے لیکن اگر شہر کا کوئی باسی بنیت سفر فناء مصر میں داخل ہو یا سفر سے واپسی پر فناء مصر میں داخل ہو تو وہ وہاں فناء مصر میں قصر ہی پڑھے گا اتمام نہیں کرے گا، کیونکہ فناء مصر کو حوائج اہل مصر کی وجہ سے

مصر کے تابع کہا جاتا ہے، جمعہ وعیدین چونکہ اہل مصر کی ضروریات میں داخل ہیں اس لیے وہاں جمعہ وغیرہ ہوں گے، جب کہ قصر صلوۃ اہل مصر کی ضروریات میں داخل نہیں، اس لیے اس حکم میں فناء مصر مصر کے تابع نہیں ہوگا چنانچہ المحیط البرہانی میں ہے۔

”وھذابخلاف مالوخرج المسافر عن عمران المصر حیث یقصر الصلوۃ لان فناء المصر انمایلحق بالمصر فیماکان من حوائج اھل المصر وقصر الصلوۃ لیس من حوائج اھل المصر فلایلحق الفناء بالمصر فی ھذاالحکم اھ“ ......(المحیط البرھانی : ۲/۳۴۰، مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ۴۲۳/۴۲۴، شرح النقایہ لعلی القاری :۲۸۹/۱، البحرالرائق: ۲/۲۴۸، مبسوط السرخسی :۲/۱۷۵)

لہٰذااس اعتبار سے بھی حجاج کرام منیٰ میں مسافر ہوں گےاور نماز قصر پڑھیں گے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جوحاجی ایام حج شروع ہونے سے اتنی مدت پہلے مکہ مکرمہ پہنچتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ دن قیام سے پہلے ہی ایام حج شروع ہوجاتے ہیں اور وہ منیٰ چلاجاتا ہے تو یہ حاجی یہاں منیٰ میں مسافر شمار ہوگا اور نماز قصر پڑھے گا اتمام اس کے لیے جائز نہیں ہے، البتہ اگر آبادی کا بڑھتا ہوا یہ تناسب اسی رفتار سے جاری رہا اور حکومت سعودیہ نے منیٰ کے چاروں اطراف مکہ کی آبادی پھیلانے کی اجازت دے دی اور آبادکاری ہوگئی تو منیٰ کا یہ میدان اس وقت مکہ مکرمہ کی آبادی کے درمیان آجائے گا ایسی صورت میں پھر اس کا حکم بھی تبدیل ہوجائے گا اور نماز قصر کی بجائے اتمام صلوۃ ہوگا۔

نوٹ: منیٰ کی دوسری طرف جوسعودی حکومت نے جامعہ ام القریٰ کے لیے کمپلیکس بنایا ہے اس کی بناء پر حکم قصر میں فرق نہیں پڑتا اس لیے کہ اس کمپلیکس اور مکہ کی آبادی کے درمیان منیٰ کا کھلا میدان موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شرعی مسافت پر ملازمت کرنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۲): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) میں ایک فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں جو میرے گھر سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ہے میں فیکٹری میں چار پانچ دن سے زائد نہیں ٹھہرتا ،یعنی چار پانچ یا سات دن بعد میں کہیں 20یا40 کلومیٹر پر رات گزارتا ہوں ،تو میں اس صورت میں نماز قصر ادا کروں یا پوری پڑھوں؟ اور میں فیکٹری میں اقامت کی نیت بھی نہیں کرتا۔

(۲) اگر میں فیکٹری میں 15 دن کی نیت کر کے ٹھہر جاؤں 15 دن کے بعد گھر جا کر واپس فیکٹری آؤں تو اس صورت میں میری پہلی اقامت باقی رہے گی یا پھر سے نیت کرنی ہوگی؟ اور اگر میری نیت 15 دن سے کم ٹھہرنے کی ہو تو میرے لیے نماز کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جب آپ شرعی مسافت پر ملازمت کرتے ہیں اور ہر چار پانچ روز کے بعد پھر سفر کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو فیکٹری میں آپ نماز قصر پڑھیں گے اور اگر پندرہ روز کی نیت ہوگی پھر پوری ادا کریں گے۔

(۲) وطن اقامت چونکہ شرعی سفر سے باطل ہو جاتا ہے اس لیے دوبارہ جب آپ آئیں گے تو پھر سے پندرہ دن کی نیت کرنی ہوگی۔

(۱)"ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشریوما اواکثر کذافی الهداية"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۳۹)

"ولایزال المسافر الذی استحکم سفره بمضی ثلاثة ایام مسافرا یقصر حتی یدخل مصره یعنی وطنه الاصلی اوینوی اقامته نصف شهر ببلد اوقرية"

......(مراقی الفلاح :۴۲۵)

(۲)"ویبطل وطن الاقامة بمثله ویبطل ایضا بانشاء السفر بعده وبالعود للوطن الاصلی"......(مراقی الفلاح: ۴۲۹)

"ووطن الاقامة یبطل بوطن الاقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلی هکذافی التبیین"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وطن اصلی کی رہائش اگر مستقل ترک نہ کی ہو تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۳): گرامی قدر حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سوال کا شرعی جواب لکھ دیں آپ کی کرم نوازی اور شفقت ہوگی۔

میرا وطن اصلی لاہور سے اڑھائی سو میل دور ضلع اٹک میں واقع ہے میں خود پچاس سال سے لاہور میں مقیم ہوں، وطن اصلی میں مکان اور زمین بھی موجود ہے، مستقل رہائش لاہور میں رکھ لی ہے، کبھی کبھی اپنے وطن میں مقیم اقارب کے ہاں غمی/شادی میں جانا پڑتا ہے وہاں قیام پندرہ روز سے کم ہوتا ہے، اندریں صورت وہاں جب چند یوم کے لیے جاؤں تو نماز پوری ادا کروں گا یا قصر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر اٹک کی رہائش کو مستقل طور پر ترک کرنے کی نیت نہیں کی تو اٹک ابھی تک آپ کا وطن اصلی ہے جتنا عرصہ بھی قیام کریں گے پوری نماز پڑھیں گے، اور اگر آپ نے اٹک کی رہائش کو مستقل طور پر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو صرف جائیداد کی موجودگی سے وطن اصلی نہیں رہے گا پندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں قصر کرنا ہوگی۔

"وفی المجتبی نقل القولین فیما اذا نقل اھلہ ومتاعہ وبقی لہ دور وعقار ثم قال وھذا جواب واقعۃ ابتلینا بھا وکثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولھم دور وعقار فی القری البعیدۃ منھا یصیفون بھا باھلھم ومتاعھم فلابد من حفظھا انھما وطنان لہ لایبطل احدھما بالآخر "......(البحرالرائق : ۲/۲۳۹)

"قولہ اوتوطنہ ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم یتاھل فلو کان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ وھو بالغ ولم یتأھل بہ فلیس ذلک وطنالہ الااذاعزم علی القرار فیہ وترک الوطن الذی کان لہ قبلہ شرح المنیۃ "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۲)

"المسافر اذا جاوز عمران مصرہ فلما سار بعض الطریق تذکر شیئا فی وطنہ فعزم الرجوع الی الوطن لاجل ذلک ان کان ذلک وطنا اصلیا بان کان مولدہ وسکن فیہ اولم یکن مولدہ ولکنہ تاھل بہ وجعلہ دارا یصیر مقیما بمجرد العزم الی الوطن "......(فتاویٰ خانیہ علی الھندیۃ: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابرین کی دو رائے ہیں۔

(۱) ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، انہوں نے طیارہ کو سفینہ پر قیاس کیا ہے،

چنانچہ وہ اعلاء السنن میں رقمطراز ہیں۔

"قلت وكذا تجوز في القطار والطيارة لكونه كالسفينة قال في البدائع، والسفينة كالارض لان سيرها غير مضاف اليه فلايكون منافيا للصلاة بخلاف الدابة فان سيرها مضاف اليه وكذا القطار والطائرة سيرها لاتضاف اليه فكان بمنزلة الارض فتجوز فيها قائما ان قدر على القيام وان لم يقدر، وينبغي جريان الخلاف الذى بين الامام وصاحبيه في الصلوة في السفينة ههنا ايضا اى في الطائرة، والله اعلم"......(اعلاء السنن :۷/۲۱۲)

جب کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو پڑھیں اور بعد میں اس کی قضاء کریں، کیونکہ سجدہ میں زمین پر اعتماد بلاواسطہ یا بالواسطہ ضروری ہے، اور ہوائی جہاز میں یہ شرط نہیں پائی جارہی، کیونکہ جہاز کا اعتماد ہوا پر ہے اور ہوا کا اعتماد زمین پر نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ متخلل بھوسہ یا کپاس پر سجدہ جائز نہیں ہے، کیونکہ زمین پر استقرار نہیں ہے۔

"ولو سجد على الحشيش او التبن او على القطن او الطنفسة او الثلج ان استقرت جبهته وانفه ويجد حجمه يجوز وان لم تستقر لا"......(الهندية : ۱/۷۰)

"ومن العجيب ان الذى رسخ في فكر القاصر قبل مدة من الزمان نظرا الىٰ عبارات الفقهاء انه لاتجوز الصلوة في الطائرات عندالحنفية فان شرط

السجدة لايتحقق هناک فانها لابدان تكون على الارض اوعلى ماقام على الارض والمعلق في الجو والفضاء ليس هكذا فاذن تؤخر الصلوة وهوالذى يقتضيه مسألة فاقدالطهورين عندالامام ابى حنيفة،واما عندالشافعية فينبغى ان تؤدى ثم تقضى،وعنداحمدتؤدى ولاتقضى قياسا للمسئلة هذه على مسئالة فاقدالطهورين ،ومولانا الشيخ التهانوى فى كتابه "بوادرالنوادر"جنح الى عدم جوازالصلوة فى الطائرة حيث يقول بعدتفصيل طويل فالصلاة المكتوبة على المركب الهوائى لاتجوز بدون العذر كماهوفى حكم الصلاة على الدابة والسفينة السائرة الى آخر ماقال وبالجملة قدرجعت عمايستفاد من عبارتى السابقة من الجواز فى الطائرات نعم العذر المبيح للفرائض على ظهرالدابة الواقفة اوالسائرةيكون مبيحا للصلوة فيها لامطلقا ،والله اعلم بالصواب " ......(معارف السنن : ۳/۳۹۷،۳۹۶)

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا طیارہ کو سفینہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سفینہ کا استقرار پانی پر ہے، اور پانی کا استقرار زمین پر ہے، جب کہ جہاز کا استقرار ہوا پر ہے اور ہوا کا استقرار زمین پر نہیں ہے "كماعلم من عبارات الفقهاء"۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الخامس عشر فی صلوۃ الجمعة﴾

جمعہ فی القریٰ:

مسئلہ نمبر(۳۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کریڈ ہنڈ کے نام سے موسوم ہے جس کی کل آبادی تقریباً3100 ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہے اور عورتوں کا مڈل سکول بھی ہے اور ایک پرائمری سکول بھی ہے، مذکورہ گاؤں میں کل چھ دکانیں ہیں، ان میں سے دو سپیر پارٹس کی ہیں ان میں ڈیزل اور پیٹرول بھی ہوتا ہے اور چار پرچون کی ہیں نیز ایک ڈاکخانہ بھی ہے، المختصر ساری چیزیں آسانی سے مل سکتی ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر کیا حکم ہے؟ حالانکہ گاؤں میں کئی سالوں سے جمعہ شروع ہے اب ہم ان کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں یا اپنی ظہر کی نماز پڑھیں، وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئولہ میں مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے اس لیے مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، اس کو فی الفور بند کرنے کی کوشش کریں، اگر بند نہ کرنے پر مصر ہوں تو اس صورت میں ان کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوا جائے بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ظہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان واقامت کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز ادا کریں۔

"وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح"......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

"وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر"

......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة"......(هندیة: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر(۲۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ۳۰۰ کے قریب ہے اور اس گاؤں میں ضروریات زندگی کی اشیاء بھی میسر نہیں ان گاؤں والوں نے مل کر یہاں پہلے عید کی نماز پڑھنا شروع کی اور پھر اس کے بعد جمعہ بھی جاری کر دیا اس گاؤں میں نماز عید اور جمعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہاں پر جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو کیا ان لوگوں کے ذمے ظہر کی نماز کی قضاء ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جمعہ وعیدین کے لیے مصر جامع وقریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے اور صورت مذکورہ میں آبادی چونکہ قریہ کبیرہ نہیں ہے لہٰذا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں بلکہ گاؤں والوں کے ذمہ ظہر کی نماز فرض ہے چونکہ گاؤں والوں کے ذمہ نماز ظہر فرض تھی جو انہوں نے ادا نہیں کی بلکہ نماز جمعہ ادا کی جو کہ ان کے لیے ممنوع ہے لہٰذا ظہر کی نماز کی قضاء ان کے ذمہ لازم ہے۔

"ولادائها شرائط فی غیر المصلی)منها المصر هکذا فی الکافی والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة وفتاوی قاضی خان"......(الهندیة: ۱/۱۴۵)

"(قوله وفی القهستانی) تایید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"قال الشیخ الامام شمس الائمة السرخسی ظاهر المذهب ان المصر الجامع ان یکون فیه جماعات الناس وجامع واسواق للتجارات وسلطان وقاض یقیم

الحدود وینفذ الاحکام ویکون فیہ مفتی اذالم یکن الوالی والسلطان مفتیا"......(المحیط البرھانی: ۲/۴۳۹)

"الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ضلع وتحصیل ایبٹ آباد کی داخلی بانڈہ پیرخان میں تقریباً تین ماہ سے جمعہ پڑھانا شروع کر دیا گیا ہے بستی کی آبادی تقریباً بیس پچیس گھروں پر مشتمل ہے اور کچھ گھر دور ہیں اور کچھ متصل ہیں، اور دیگر اردگرد بستیوں میں کافی فاصلہ ہے بستی میں ضروریات زندگی میں سے صرف ایک چھوٹی سی پرچون کی دوکان ہے باقی دیگر ضروریات زندگی کے لیے کوئی سہولت موجود نہیں ہے، تو آیا کہ اس بستی میں جمعہ پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

نیز بستی مذکورہ سے تقریباً اڑھائی فرلانگ پر بانڈہ پیرخان میں دو بڑی مساجد میں نماز جمعہ پڑھایا جاتا ہے، بانڈہ پیرخان کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل ہے، یہاں پر زندگی کی تمام ضروری سہولیات موجود ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قریہ مذکورہ میں شرائط جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں آبادی بہت تھوڑی ہے۔

"ویشترط لصحتھا سبعة اشیاء، الاول المصر وھو مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقھاء"......(درعلی الرد: ۱/۵۹۰)

تنقیح:

جامع الکمالات محترم المقام حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

آپ کے سابقہ فتوے کے مطابق بستی مذکورہ میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں، لیکن اس کے باوجود بھی بستی مذکورہ میں پانچ سال سے مسلسل جمعہ جاری ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس بستی میں جمعہ کو جاری رکھنا چاہیے یا نہیں؟ نیز قوی امکان یہ بھی ہے کہ اگر جمعہ کے سلسلے کو روکنے کی کوشش کی گئی تو انتشار وفساد بھی برپا ہوسکتا ہے، اور اگر بستی مذکورہ میں جمعہ کو

جاری ہی رکھا جائے تو کیا پھر اردگرد والی بستیاں جن میں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے کیا ان پر بھی نماز جمعہ پڑھنا بستی مذکورہ میں ضروری ہوگا یا نہیں؟

جواب تنقیح:

صورت مسئولہ میں نماز جمعہ کو فی الفور بند کرنے کی کوشش کریں اگر اہل علاقہ بند نہ کرنے پر مصر ہوں اور فساد اور انتشار کا خطرہ ہو تو ان کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہوں بلکہ اگر ایک ہے تو الگ اپنی ظہر کی نماز ادا کرے اور اگر زیادہ ہیں تو اذان واقامت کے ساتھ باجماعت ظہر کی نماز ادا کریں، مذکورہ بستی کے اردگرد والی بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے ان پر جمعہ پڑھنا واجب نہیں فرض ظہر ادا کرنا ضروری ہے، اور گزشتہ ظہر کی نمازوں کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

"وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر" ......(شامی : ۱/ ۵۹۰)

"ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة "......(الهندیة: ۱/ ۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی اذان اول سے بیع کے حرام ہونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن بیع حرام ہونے کا حکم اذان سے ہوتا ہے یا وقت سے ہوتا ہے؟ اگر اذان سے ہوتا ہے تو اذان اول سے ہوتا ہے یا اذان ثانی سے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ کے دن اذان اول کے بعد کسی قسم کی بیع کرنا سعی الی الجمعہ میں مخل ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے مدار اذان اول ہے وقت نہیں۔

"وکرہ تحریما مع الصحة اشار الی وجه تاخیر المکروہ عن الفاسد مع اشتراکھما فی حکم المنع الشرعی والاثم وذلک انه دونه من حیث صحته وعدم فساده لان النھی باعتبار معنی مجاور للبیع لافی صلبه ولافی شرائط صحته ومثل ھذا النھی لایوجب الفساد بل الکراھیة ثم قال قوله عندالاذان الاول وھو الذی یجب السعی عنده"......(الدر مع الرد: ۱۴۷/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر(۳۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں آبادی دو ہزار اور نمازی پانچ سو ہیں اور آڑھت کی دکان، کریانہ سٹور، فرنیچر کی دکان ہے اسطرح ٹریکٹر، موٹر سائیکلیں کاریں بھی ہیں اور دوسرے گاؤں سے لوگ بیع وشراء کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیز بیس منٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟ کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے صورت مسئولہ میں یہ نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے اس لیے یہاں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

"ما عزوہ لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھاسکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمة وعلمه اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیه فی الحوادث قال فی البدائع وھو الاصح وتبعه الشارح وھو اخص مافی المختصر" ......(البحر الرائق: ۲۴۶/۲)

"وعبارة القھستانی تقع فرضا فی القصبات القریٰ الکبیرة التی فیھا اسواق الی قوله وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاھر انه ارید به الکراھة لکراھة النفل

بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر "

......(ردالمحتار : ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عدم جواز جمعہ پر ایک شبہ کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری بستی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے ہم اس میں دوبارہ جمعہ جاری کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں،

ان چھوٹی بستیوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مصر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا ہے کہ "مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ......من المکلفین بھا" تک لے آئے، حالانکہ یہ تعریف بہت سارے قری پر صادق آتی ہے پس نماز جمعہ کی اہمیت اور مصالح مہمہ عالیہ اسلامیہ کا مقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ کو ترک نہ کیا جائے اگرچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے ضمن میں ہو، (کفایت المفتی: ۲/۲۰۳)

لہٰذا کیا اس فتویٰ کے مطابق جواز کی صورت مذکورہ فی السوال گاؤں و دیہات میں نکل سکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہاء کرام نے جمعہ کی ادائیگی کی صحت کے لیے مصر جامع کی شرط لگائی ہے اور صورت مذکورہ بالا میں مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے جمعہ درست نہیں ہے، نیز "مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ" والی عبارت علامہ صاحب کبیری کی عبارت سے منقوض ہے۔

"حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار والوقایۃ وغیرھا وھو مالواجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل فیھا یسع اھلہ وزیادۃ"......(حلبی کبیری: ۴۷۴، ۴۷۳)

"عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح"......(حلبی کبیری: ۴۷۴)

"واولی الحدود ماروی عن ابی حنیفة کل بلدة فیھا سکک واسواق"......(فیض الباری: ۲/ ۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تین سو گھر والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں گزشتہ کئی سالوں سے جمعہ کی نماز ہورہی ہے لیکن اب بعض علماء نے مخالفت کی ہے اور عدم جواز جمعہ کے قائل ہوگئے ہیں علماء میں شدید اختلاف ہے بعض وجوب کے قائل اور بعض جو ابھی تک جمعہ پڑھتے رہے ہیں عدم جواز کے قائل ہوگئے ہیں، گاؤں کی تفصیل کچھ یوں ہے،

گاؤں میں تین سو گھر ہیں، تیس دکانیں ہیں جن میں تین میڈیکل سٹور ہیں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک شفاخانہ حیوانات ہے، ۱۰ مساجد ہیں، ایک اسلامی مدرسہ ہے بنین کا اور ایک بنات کا ہے، پرائمری مڈل گرلز سکول بھی ہے، ضروریات زندگی میسر ہیں، موچی، لوہار، حجام موجود ہیں، ٹریفک کا نظام بھی ہے، مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اگر ناجائز ہے تو جو پڑھ چکے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ ظہر کی نماز لوٹانی ہے یا نہیں؟

(۳) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اب بند کرنے میں فساد کا خطرہ ہے اس سلسلے میں راہنمائی فرمائیں۔

نیز مصر اور قریہ کبیرہ کی آسان سے آسان الفاظ میں تعریف فرمائیں جو کہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے، تاکہ عوام کو سمجھ آسکے، اللہ رب العزت آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ بالا گاؤں میں قریہ صغیرہ ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

"وعبارة القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

"وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کذا فی المضمرات"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

اس سے پہلے جتنے جمعہ پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ ظہر کی قضاء لازم ہے۔

"الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

مصر جامع اور قریہ کبیرہ وہ ہے جس جگہ بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرجع ہو یا قاضی یا خطیب اور والی ہو اور لوگ حوادثات اور معاملات حل کرنے کے لیے اس جگہ رجوع کرتے ہوں۔

"عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وهذا وهوالاصح"......(حلبی کبیری: ۴۷۴، بدائع الصنائع: ۵۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے جواز جمعہ پر استدلال کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو دس مکانات پر مشتمل ہے گاؤں میں تقریباً تین مساجد ہیں ایک غیر آباد ہے باقی دو مساجد آباد ہیں ہمارے محلہ کی مسجد میں لوگوں کے مشورہ سے حافظ صاحب نے بغیر کسی مفتی سے فتویٰ لینے کے جمعہ شروع کرادیا جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف دو کانیں ہیں بازار ہمارے گاؤں سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ہے، اس پہلے گاؤں کے کچھ لوگ دوسرے بازار جاکر جمعہ ادا کرتے ہیں نمازیوں کی تعداد تقریباً پچاس تک ہوجاتی ہے لیکن کچھ اپنے علماء کرام کے مشورہ سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں جب کہ ان کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ کی نماز نہیں ہوتی، جب جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تو جو لوگ جمعہ ادا کرتے ہیں ان کی نماز ظہر رہ جاتی ہے، ان کا گناہ جمعہ شروع کرانے والوں پر ہوگا، جب لوگوں سے کہا گیا کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہوتا تو وہ کہتے ہیں کہ جدھر عیدین پڑھی جاسکتی ہیں ادھر جمعہ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

تفصیل سے وضاحت فرمائیں اور فتویٰ جاری کردیں جامعہ کی مہر ضرور لگا کر بھیجیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جواز جمعہ کے لیے مصر یا فناء مصر یا ایسا قریہ کبیرہ کہ جس میں بازار دکانیں وغیرہ ہوں اور وہ جگہ ایسی ہو کہ آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو شرط ہے، اور مذکورہ بالا گاؤں میں یہ شرائط مفقود ہیں لہٰذا اس گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

"وفی القھستانی تائیدللمتن وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھااسواق"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"وفیماذکرنااشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب"...... (ردالمحتار: ۱......۵۹۰)

اور گاؤں والوں کا یہ کہنا کہ جہاں عید ہو جاتی ہے وہاں جمعہ بھی ادا کر سکتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ جو شرائط جمعہ کی ہیں وہی عید کی بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ عید کا خطبہ بعد میں دیا جاتا ہے۔

"تجب صلوتھماعلی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا سوی الخطبۃ فانھاسنۃ بعدھا"......(ردالمحتار: ۱/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی نماز جمعہ میں شرکت کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۳۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے قریب پردے والے گھر میں عورتیں جمع ہو جائیں اور جمعۃ المبارک کی نماز امام کے پیچھے ادا کرتی ہوں جبکہ امام کی آواز بذریعہ لوڈ سپیکر ان تک صحیح پہنچتی ہو اور اس وقت میں کوئی غیر آدمی موجود نہیں ہوتا کیا ایسا کرنا جائز ہے جبکہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ عورتوں کا نماز جمعۃ المبارک مرد کے پیچھے پڑھنا جائز نہیں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عورتوں کا جمعہ کے لیے آنا ممنوع ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ فتنہ فساد کا بہت خطرہ ہے اور اگر اتصال صفوف پایا جائے اور امام کی حالت معلوم ہوتی ہو چاہے کسی ذریعہ سے ہو جیسے سپیکر یا مکبر یا کھڑکی وغیرہ سے تو جمعہ ہو جائے گا اور اگر اتصال صفوف نہ پایا جائے یا امام کی حالت معلوم نہ ہوتی ہو تو اقتداء ہی درست نہ ہوگی۔

"ویکرہ حضورھن الجماعۃ) ولو لجمعۃ وعید ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذھب) المفتی بہ لفساد الزمان قال ابن عابدین أی مذھب المتأخرین"......(الدر المختار: ۱/۴۱۸)

"ولو قام علی دکان خارج المسجد متصل بالمسجد یجوز الاقتداء لکن بشرط اتصال الصفوف کذا فی الخلاصۃ"......(الھندیۃ: ۱/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"التھمر فی التمصر" یعنی گاؤں میں جمعہ کی شرعی حیثیت کے بارے میں مفصل فتویٰ:

مسئلہ نمبر (۳۹۴): شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں جمعہ کی شرعی صورت کیا ہے؟ اگر کسی گاؤں میں ایک عرصہ سے جمعہ ہو رہا ہو کیا اسے ختم کر دینا چاہیے؟ کسی گاؤں میں جمعہ کا آغاز کرنا کیسا ہے؟ اور اگر غلط عقیدہ کے لوگوں کا جمعہ ہو رہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے جمعہ کا اجراء کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس بات پر ائمہ احناف متفق ہیں کہ "مصر جامع" نماز جمعہ کے لیے شرط ہے۔ واضح رہے کہ "مصر" اور "مصر جامع" میں فرق ہے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واعلم أن القریۃ والمصر من الأشیاء العرفیۃ التی لاتکاد تنضبط بحال وان نص ولذا ترک الفقھاء تعریف المصر علی العرف کما ذکرہ فی البدائع وانما توجھوا الی تحدید المصر الجامع فھذہ الحدود کلھا بعد کونھا مصرا فان المصر الجامع أخص من مطلق المصر فقد یتحقق المصر ولا یکون جامعا ورأیت فی عبارۃ المتقدمین انھم اذا یذکرون الاختلاف فی حدود المصر یجعلونہ فی الجامع ویقولون اختلفوا فی المصر الجامع فھذہ الحدود کلھا بعد کونھا مصرا فان المصر الجامع ....فتنبھت منہ انھم لایعنون بہ تعریف مطلق المصر والناس لما لم یدرکوا امرھم طعنوا فی تلک الحدود"......(فیض الباری: ۲/۳۲۹)

ترجمہ: جان لو کہ قریہ (دیہات) اور مصر (شہر) ان اشیاء عرفیہ میں سے ہیں، جن کا انضباط کسی حال میں بھی کرنا (آسان) نہیں، اگرچہ اس کی طلب میں اصرار کیا جائے اور اسی وجہ سے فقہاء نے مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی ہے اور ''مصر جامع'' مطلق مصر سے خاص ہے۔ پس کبھی مطلق مصر متحقق ہوگا اور مصر جامع نہیں ہوگا اور تو نے متقدمین کی عبارت میں یہ دیکھ لیا کہ جب وہ مصر کی تعریف میں اختلاف ذکر کرتے ہیں تو اس کو مصر جامع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں جب فقہاء کرام کا ''مصر جامع'' میں اختلاف ہے، پس مجھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے مطلق مصر مراد نہیں لیتے اور جو لوگ جب فقہائے کرام کے اس امر کا ادراک نہ کر سکے تو تعریفات پر اعتراضات کرنے لگے۔ اھ (فیض الباری: ۲/۲۳۹)

اس کی تائید کے لیے مشہور فقہاء کرام کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

''وظاهر المذهب في بيان حد المصر الجامع ان يكون فيه سلطان او قاض''......(المبسوط للسرخسي: ۲/۳۸)

''والمصر الجامع كل موضع له امير''......(الهداية: ۱/۱۷۷)

''ثم لابد من معرفة حد المصر الجامع ومعرفة ماهو من توابعه''......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

وفي حد المصر الجامع اقوال......الخ (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۰۷)

''مصر جامع'' کی تعریف میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس میں حاکم یا قاضی موجود ہوں۔ (مبسوط) ''مصر جامع'' ہر وہ جگہ ہے جس کا کوئی امیر ہو...... (ہدایہ) مصر جامع کی تعریف اور ان کے توابع کی معرفت ضروری ہے۔ (بدائع) مصر جامع کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ (خلاصۃ الفتاویٰ)''

ان عبارات میں مصر کی تعریف کے دوران اس کے ساتھ لفظ ''جامع'' کی قید بڑھا کر یہ واضح کر دیا کہ انہوں نے مطلق مصر کی تعریف عرف پر چھوڑ دی۔ ''مصر جامع'' کی تعریف عرف پر نہیں چھوڑی بلکہ خود اس کی تعریف کی ہے۔ لہٰذا ''مصر جامع'' کی مختلف تعریفات میں سے اسی تعریف پر عمل جائز ہے۔ جس کو اصحاب ترجیح نے اصول ترجیح کے مطابق راجح قرار دیا ہو، قول مرجوح پر عمل جائز نہیں۔

''وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا وهو المختار في المذهب.''

مرجوح قول پرفتویٰ اور فیصلہ کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے اسی طرح مختلف مذاہب میں تلفیق کر کے فیصلہ کرنا اجماع کی وجہ سے باطل ہے اور تقلید کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے یہی ہمارے مذہب میں مختار قول ہے۔

اس پر علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"قال العلامة الشرنبلالي في رسالته العقدالفريدفي جوازالتقليدمقتضى مذهب الشافعي كماقاله السبكي منع العمل بالقول المرجوح في القضاء والافتاء دون العمل لنفسه ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوع صارمنسوخا"......(ردالمحتار: ۱/۵۵)

ترجمہ:"علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ "العقد الفرید فی جواز التقلید" میں شوافع کے مذہب کے پس منظر میں فرمایا کہ افتاء وقضاء میں مرجوح قول پر عمل کرنا منع ہے، البتہ ازخود اس پر عمل کرسکتا ہے، جیسا کہ (تاج الدین) سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا، جبکہ احناف کے نزدیک ازخود بھی مرجوح قول پر عمل کرنا منع ہے، کیونکہ مرجوح قول منسوخ شمار ہوتا ہے"

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ قول مرجوح پر عمل جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اب یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ "مصر جامع" کی تعریفات کیا ہیں اور ان میں سے راجح کونسی تعریف ہے؟

"ثم لابدمن معرفة حدالمصر الجامع ومعرفة ماهومن توابعه اما المصر الجامع فقداختلف الاقاويل في تحديده ذكر الكرخي ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدودونفذت فيه الاحكام وعن ابي يوسف روايات في الاملاء كل مصرفيه منبر وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدودفهو مصر جامع تجب على اهله الجمعة وفي رواية قال اذا اجتمع في قرية من لايسعهم مسجدواحدبنى لهم الامام جامعاونصب لهم من يصلي بهم الجمعة وفي رواية لوكان في القرية عشرة آلاف اواكثر امرتهم باقامة الجمعة فيهاوقال بعض اصحابنا المصر الجامع مايتعيش فيه كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غيران يحتاج الى الانتقال الى حرفة اخرى وعن ابي عبدالله البلخي انه قال احسن ماقيل فيه اذاكانوابحال لواجتمعوافي اكبرمساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا

الی بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة وقال سفيان الثوری المصر الجامع مايعده الناس مصرا عند ذكر الامصار المطلقة وسئل ابو القاسم الصفار عن حد المصر الذی تجوز فيه الجمعة فقال ان تكون لهم منعة لو جاء هم عدو قدروا علی دفعه فحينئذ جاز ان يمصر وتمصره ان ينصب فيه الحاكم عدل يجری فيه حكما من الاحكام وهو ان يتقدم اليه خصمان فيحكم بينهما وروی عن ابی حنيفة ان بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فی الحوادث وهو الاصح"......(بدائع الصنائع: ۵۸۴)

ترجمہ: پھر ''مصر جامع'' کی تعریف اور اس کے توابع کی پہچان ضروری ہے۔''مصر جامع'' کی تعریف میں اقوال مختلف ہیں، امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: کہ ''مصر جامع'' وہ ہے جس میں حدود قائم ہوں اور احکام نافذ ہوں۔ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کئی روایات ہیں۔امالی میں ہے کہ ہر ایسا شہر جس میں منبر اور قاضی ہو جو احکام کو نافذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو، پس یہ مصر جامع ہے اور اس کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہے اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ جب ایک بستی میں اتنے لوگ جمع ہوں جو اس علاقہ کے بڑی مسجد میں نہ آسکتے ہوں، تو امام (امیر) ان کے لیے جامع مسجد بنالے گا اور ان کے لیے خطیب مقرر کردے گا، جو ان کو جمعہ پڑھائے گا اور ایک روایت میں ہے اگر بستی میں دس ہزار یا اس سے زیادہ افراد ہوں تو میں اس میں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے دوں گا اور ہمارے بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ ''مصر جامع'' وہ ہے کہ ہر ہنر مند اپنے ہنر پر ایک سال سے دوسرے سال تک گزارہ کرسکے اور کسی اور ہنر کی طرف منتقل ہونے کی ضرورت نہ پڑے، ابو عبد اللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جو کچھ ''مصر جامع'' کے متعلق کہا گیا ہے، اس میں احسن یہ ہے کہ ان کی حالت یہ ہو کہ اگر ان کی مساجد میں سے سب سے بڑی مسجد میں وہ لوگ جمع ہوں تو ان کو نہ سما سکتی ہو اور جامع مسجد بنانے کی ضرورت پڑے تو یہ ایسا شہر ہے جس میں جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''مصر جامع'' وہ ہے کہ جس کو لوگ شہروں کو گنتے وقت شہر شمار کرتے ہوں۔ابو القاسم صفار رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شہر کے متعلق پوچھا گیا جس میں جمعہ جائز ہو تو فرمایا کہ جن علاقوں کو ایسی حفاظتی قوت حاصل ہو کہ اگر دشمن (کافر) ان پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے دفاع پر قادر ہوں تو اس وقت مصر (جامع) بنانا جائز ہے اور اس کا مصر بنانا یہ ہے کہ اس میں حاکم عدل قائم کردے بایں طور کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کردے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ وہ بڑی بستی ہے جس

میں شاہراہیں اور بازار ہوں اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کے لیے ظالم سے اپنے رعب ودبدبہ اور اپنے علم یا دوسرے کے علم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو، اور لوگ اس کی طرف حوادث اور درپیش مسائل میں رجوع کرتے ہوں اور یہ تعریف سب سے زیادہ صحیح ہے۔

اس عبارت سے تین چیزیں وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئیں:

(۱) "ثم لابد من معرفة حد المصر الجامع" سے معلوم ہوا کہ مصر جامع کی تعریف ضروری ہے، عوام یا عرف عام پر چھوڑنا صحیح نہیں، (۲) مصر جامع کی تمام مشہور تعریفیں معلوم ہوئیں۔ (۳) آخر میں وہوالاصح سے قول راجح متعین فرمایا، جس کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے مصر جامع کی تعریفات میں سے اولی الحدود قرار دیا ہے:۔

"واولی الحدود ماروی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ كل بلدة فیهاسكك واسواق ولهارساتیق".اه.....(فیض الباری: ۲/۳۳۰)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس تعریف کو بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی اس طرح ظاہر الروایۃ یعنی "کل موضع له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود" کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

"قال فی شرح المنیة والحدالصحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیروقاض".....(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

نیز بعض فقہاء کرام نے امام ابو یوسف کی اس روایت

"انه ما اذا اجتمعوافی اکبرمساجدهم للصلوات الخمس لم یسعهم"

کو بھی ترجیح دی ہے۔

"وقال ابوشجاع هذا احسن ماقیل فیه وفی الولوالجیة وهوصحیح بحر وعلیه مشی فی الوقایة ومتن المختاروشرحه وقدمه فی متن الدرعلی القول الاخروظاهره ترجیحه وایده صدرالشریعة بقوله لظهورالتوانی فی احکام الشرع سیمافی اقامة الحدودفی الامصار.اه".....(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

اب ہمیں ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل ہے) میں سے عمل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان تین اقوال میں سے پہلے دو قول تو حقیقت اور مصداق کے لحاظ سے ایک ہیں، صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

"قال فی شرح المنية والحدالصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذی له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود وتزييف صدر الشريعة له عنداعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحدالمتقدم بظهور التوانی فی الاحكام مزيف فان المرادالقدرة علی اقامتهاعلی ماصرح به فی التحفة عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فی مايقع من الحوادث وهذاهوالاصح اه.الا ان صاحب الهداية ترک ذکرسکک والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضی الذی شانه القدرة علی تنفيذالاحكام واقامة الحدودلايكون الافی بلدکذلک. اه"

......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰، فيض الباری: ۲/ ۳۳۰)

ترجمہ: شرح المنیہ میں فرمایا کہ ''مصر جامع'' کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو صاحب ''ہدایہ'' نے اختیار کیا ہے کہ جس شہر کا امیر اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ اور حدود کو نافذ کرے وہی ''مصر جامع'' ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تزییف کی چنانچہ اس نے احکام میں کوتاہی کے باعث سابقہ تعریف کو اختیار کیا جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ اقامت حدود سے مراد اس کے اقامت پر قدرت رکھنا ہے جس کی تصریح ''تحفہ'' میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ ''مصر جامع'' اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں شاہراہیں، بازاریں اور اس کے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے رعب و دبدبے اور علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، البتہ (صاحب ہدایہ) نے سکک اور رساتیق کو ذکر نہیں کیا کیونکہ غالب طور پر ایسا قاضی یا امیر جو احکام کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو ایسے ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ تعارض صرف دو اقوال میں ہے ایک ظاہر الروایہ جو اکثر متون نے ''لہ امیر وقاض......'' کی عبارت سے ذکر فرمایا ہے جس کو صاحب ''تحفہ'' نے معمولی تغیر الفاظ کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، دوسری وہ روایت جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے "اکبر مساجدہ" کے عنوان سے منقول اور مشہور ہے اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)"فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بماوافق المتون اولی.اھ"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۳)

ترجمہ: "بحر" کے باب "قضاء الفوائت" میں ہے کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں باہم اختلاف ہوجائے تو متون کے موافق قول پر عمل کرنا بہتر ہے۔

البحر الرائق کے قضاء الفوائت میں ہے، کہ جب تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف واقع ہو تو اس قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے، جو متون کے موافق ہو۔

(۲)"وکذالاتخییر لو کان احدهماقول الامام والاخر قول غیره لانه اذاتعارض التصحیحان تساقطافرجعنا الی الاصل وهوتقدیم قول الامام بل فی شهادات الفتاوی الخیریة المقرر عندنا انه لایفتی ویعمل الابقول الامام الاعظم ولایعدل عنه الی قولهمالانه صاحب المذهب والامام مقدم"......(رد المحتار: ۱/۵۳)

اوراسی طرح اختیار نہیں کیا جاسکتا اگر دو قولوں میں سے ایک امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا ہو اور دوسرا غیر کا ہو، کیونکہ جب دو تصحیح متعارض ہوگئیں تو دونوں ساقط ہوگئیں اور ہم نے اصل کی طرف رجوع کرلیا اور وہ قول امام کو مقدم کرنا ہے بلکہ فتاویٰ خیریہ کی شہادات میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقرر ہے کہ نہ فتویٰ دیا جائے گا اور نہ عمل کیا جائے گا مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اور اس سے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی صاحب مذہب اور امام مقدم ہے۔

(۳)"وکذالو کان احدهماظاهر الروایة وبه صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلف کان الترجیح لظاهر الروایة وفیه من باب المصرف اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهر الروایة والرجوع الیها.اھ"......(ردالمحتار: ۱/۵۳)

ترجمہ: اوراسی طرح اگر دونوں میں سے ایک ظاہر الروایہ ہو اور اس پر صاحب بحر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الرضاع میں تصریح کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ فتویٰ میں جب اختلاف ہوجائے تو ترجیح ظاہر الروایہ کو ہوگی اور اسی بحر کے باب المصرف میں ہے کہ جب تصحیح مختلف ہوجاتی ہے تو ظاہر الروایہ کی تلاش اور اسکی طرف رجوع واجب ہے۔

مذکورہ تینوں اصول ترجیح کے لحاظ سے ظاہر الروایہ پر عمل کرنا ضروری ہے، نیز محقق حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے

"اکبر مساجدہ" کی تعریف پرنقض وارد کرکے رد کر دیا ہے کہ اس سے حرمین شریفین قریٰ میں شامل ہو جائیں گے جبکہ چھوٹے چھوٹے دیہات مصر بن جائیں گے۔ (غنیۃ المستملی: ۱/۵۱۱)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

کہ ہندوستان میں جمعہ ان جگہوں میں جائز ہے جہاں حاکم مجاز رہتا ہو، کسی ایسی بستی میں جہاں کوئی حاکم مجاز نہ ہو جمعہ صحیح نہیں اور نہ وہاں کے باشندوں پر جمعہ فرض ہے۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۸۰)

یہ تو فقہی لحاظ سے اس مسئلہ کی تحقیق تھی، واضح رہے کہ حدیث کے لحاظ سے بھی حنفی مسلک اس مسئلہ میں بہت مضبوط ہے صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

"قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالي الحديث"......(البخاري: ١/١٢٣)

ترجمہ: فرماتی ہیں کہ لوگ باری باری اپنے گھروں اور مدینہ کے اطراف بلند دیہات (جو تین، چار میل فاصلہ پر واقع تھیں) سے جمعہ میں آیا کرتے تھے، محدث العصر علامہ بنوری نور اللہ مرقدہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اى يأتون نوبة فنوبة تحضر طائفة فى جمعة وطائفة اخرى فى جمعة اخرى فهذا يفيد نافى عدم اقامة الجمعة فى القرى وقداوضحه مولانا رشيد احمد الكنكوهي فى رسالته اوثق العرى فى تحقيق الجمعة فى القرى وابسطه منه فى "احسن القرى" للشيخ محمود حسن الديوبندى واصله من البدر العينى فى العمدة"......(٤/٣٤٦)

"والفتح فقالا ردا على كلام القرطبي: لانه لو كان واجبا على اهل العوالي ماتناوبوا ولكانوا يحضرون ايضا"......(٤/٣٤٦)

" وزاد الشيخ المحدث الكنكوهي بان الحافظ ابن حجر لوانصف مزيدا وامعن نظره لقال ان الجمعة ماتصح اقامتها فى القرى والا فكيف يستقيم ان يرضى البقية من الصحابة الذين لم يحضروا مسجد رسول الله ﷺ ان يتخلفوا عن اقامة الجمعة التى قدحث الشارع على فضائلها ورغب اليه الناس وفيها من انواع البركات والاجور وانه ﷺ قد اوعد تارك الجمعة وعيدا شديدا فى أحاديث وهم كانوا احرص الناس على الخيرات وأرغبهم فى

الحسنات والزم الناس للطاعات وامورالبروا ترک الناس للمنکرات والمعاصی ثم ہو ﷺ کان ارحم الناس فی ارشادالصحابۃ الی امثال ہذہ الفضائل والتنبیہ علی تقصیر صدرعنہم فی مثل ہذہ المہمات والعوالی اقرب موضع المدینۃ فتحضرطائفۃ الی مسجدرسول اللہ ﷺ وتتخلف اخرون ثم لایقیمون الجمعۃ فی مسجدہم بقباء وہو ﷺ یعلم کل ذلک ثم لایأمرہم بمعروف ولاینہاہم عن منکرفہذا أوضح دلیل واقوی حجۃ علی ان الجمعۃ ماکانت تلزمہم فی تلک القری الصغیرۃ والاماکانت تفوت بقیتہم فی العوالی وانماکانوایحضرون الجمعۃ مناوبۃ لکی یتفقہوافی الدین ویتعلموامسائل الشرع المبین.اھ "......(معارف السنن: ۴/ ۳۴۶،۳۴۷)

یعنی باری باری آتے تھے ایک جماعت ایک جمعہ کواور دوسری جماعت دوسرے جمعہ کو پس ہمیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ بتلانا ہے کہ دیہات میں جمعہ قائم نہیں کرنا چاہیے۔اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری "میں اس بات کی وضاحت کی ہے اور حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے "احسن القری" میں اس سے بھی زیادہ تفصیل کی ہے اوراس کی اصل حافظ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی عمدۃ القاری اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی فتح الباری سے ماخوذ ہے، جہاں انہوں نے قرطبی کے کلام پر رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر جمعہ بالائی بستیوں پر واجب ہوتا تو وہ باری باری سے نہ آتے بلکہ سب کے سب حاضر ہوتے ،حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اگر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انصاف اور دقیق نظر سے کام لیا ہوتا تو وہ ضرور کہہ دیتے کہ دیہات میں جمعہ قائم کرنا صحیح نہیں ورنہ کیسے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم جو مسجد نبوی میں حاضر نہ تھے؟ جمعہ سے رہ جانے پر راضی ہوتے ۔جس کے فضائل کی تحصیل پر شریعت نے ابھارا ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دی ہے اوراس میں قسما قسم کی برکات اور اجور ہیں اور تارک جمعہ کو حضور ﷺ نے احادیث کے اندر شدید وعید سنائی ہے۔ اوروہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسرے لوگوں سے بھلائیوں پر زیادہ حریص اور نیکیوں کے شوقین تھے اور دیگر لوگوں سے اطاعت اور امور خیر سے زیادہ چمٹنے والے تھے اور منکرات ومعاصی کو بہت چھوڑنے والے تھے پھر خود نبی کریم ﷺ فضائل کی طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی کرنے اور ایسے اہم امور میں کوتاہی پر تنقید کرنے کے بارے میں ارحم الناس تھے اور عوالی مدینہ منورہ کے قریب ترین جگہ تھی ،پس کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر ہوتے اور کچھ لوگ وہاں پیچھے رہ جاتے اور پھر مسجد قباء میں بھی جمعہ قائم نہیں کرتے تھے اور حضور ﷺ کو یہ

سب کچھ معلوم تھا، پھر بھی ان کو امر بالمعروف نہ کرتے اور منکر سے منع نہ فرماتے، پس یہ واضح دلیل اور قوی ترجحت ہے، اس بات پر کہ ان چھوٹی بستیوں میں جمعہ لازم نہ تھا ورنہ عوالی میں پیچھے رہنے والوں سے جمعہ فوت نہ ہوتا اور وہ باری باری اس لیے حاضر ہوتے تھے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور شرع متین کے مسائل سیکھ لیں۔

نماز جمعہ بالاجماع فرض ہے اب اگر قری میں جمعہ کی نماز صحیح ہوتی تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی رو سے مدینہ میں نہ آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تارک الفرض اور سید الانبیا علیہ السلام اس منکر پر خاموشی اختیار کرنے والوں میں سے ہوں گے، جو نقل وعقل کے خلاف ہے، مجھے اس دور کے ان عوام اور علماء کرام پر تعجب ہے جو "جمعہ فی القریٰ" پر مصر ہیں کیا یہ عوام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ عمل کے عاشق ہیں؟ یا اس دور کے علمائے کرام، سید الانبیا علیہ السلام سے زیادہ تبلیغ کے عاشق ہیں؟ اگر نہیں ہیں اور یقیناً نہیں ہیں تو کیوں ایک فرض قطعی (نماز ظہر) کو ضعیف روایات کا سہارا لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فیاللو قاحة لضیعة الفقاهة۔

مزید برآں خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی جو مصنف عبدالرزاق میں صحیح سند سے مروی ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے الدرایہ میں اس کو تسلیم کرلیا ہے کہ "لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع" ان کے اس قول نے جمعہ فی القریٰ کے عدم جواز پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی میں نفی اور اثبات کے درمیان حصر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ پر "مصر جامع" کی تعریف صادق نہ ہو وہاں نماز جمعہ نہیں ہے۔ واضح رہے کہ "قصبہ" اور "قریہ کبیرہ"۔ "مصر جامع" سے کوئی متباین چیز نہیں بلکہ مصر جامع کی ایک نوع ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی عبارات سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے۔

> "وعبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات. اه"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

عبارات مذکورہ سے منصف مزاج عالم دین بخوبی معلوم کرسکتا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ مصر جامع ہی کی ایک نوع ہے، لہٰذا جو حضرات "قریہ کبیرہ" کا سہارا لے کر ایسے دیہات میں نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں جہاں نہ حاکم مجاز ہے اور نہ بازار ہیں، فقہ حنفی کے لحاظ سے صحیح نہیں۔۔۔ واضح رہے کہ "مصر جامع" وجوب جمعہ اور صحت جمعہ دونوں کے لیے شرط ہے، لہٰذا جہاں اور جس بستی پر "مصر جامع" کی مفتیٰ بہ تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں جمعہ پڑھنا گناہ ہے بلکہ کئی گناہوں پر مشتمل ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

''اور جمعہ (فی القریٰ) پڑھنے سے اپنے مذہب سے چند مکروہات (اور حرام) کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے، اول نفل کی جماعت ......دوم نوافل نہار میں......سوم غیر لازم کا التزام...... چہارم ترک جماعت فرض ظہر......پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترکِ فریضہ کہ حرام اور فسق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے۔ پس یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز ہو جائے گا۔'' (امداد الفتاویٰ: ۱/۴۱)

''اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصرومن كان ساكنافي توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافي المصروتوابعه فلاتجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصرولايصح اداء الجمعة فيها''......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

ترجمہ: ''مصر جامع'' ہمارے اصحاب کے نزدیک جمعہ کے وجوب اور اس کی صحت کی ادائیگی کے لیے شرط ہے چنانچہ جمعہ صرف شہروں والوں اور جو اس کے توابع اور متصل علاقوں میں رہتے ہوں ان پر واجب ہے اسی طرح جمعہ کی ادائیگی صرف ''مصر'' اور اس کے توابع میں صحیح ہے لہٰذا ان گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں جو ''مصر'' کے توابع میں سے نہیں اور نہ ہی جمعہ کی ادائیگی وہاں درست ہے۔

''فان صلى الجمعة اهل قرية لايقال لهامصرشرعالايسقط الظهرعن ذمته وان صلى الظهرفرادى يعصى بكبيرة لترك الواجب اى جماعة الظهرباداء جماعة النفل وهذامن قباحة عظيمة اه''...... (عزيز الفتاوى: ۵/۴۸)

پس اگر دیہات والوں نے جمعہ قائم کیا تو اس کو (جمعہ کی وجہ سے) شرعاً ''مصر'' نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط ہوگی اور اگر ظہر کی نماز اکیلے اکیلے پڑھی تو واجب (یعنی جماعت) کے ترک کی وجہ سے کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونگے واجب کا ترک جو کہ نفل نماز کو جماعت سے ادا کرنے کی وجہ سے واقع ہوا ہے یہ بھی بڑی قباحت ہے۔

''وفى القنية صلاة العيدفى القرى تكره تحريما اى لانه اشتغال بمالايصح لان المصرشرط الصحة (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة اه''......(ردالمحتار: ۱/۶۱۱)

ترجمہ: "قنیہ" میں ہے کہ گاؤں یا دیہات میں عید کی نماز قائم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں اپنے آپ کو مشغول کرنا ہے کیونکہ "مصر" اس کی صحت کے لیے شرط ہے (قولہ: صلاۃ العید) اور یہی حکم جمعہ کا بھی ہے۔

"والظاهر انه اريد بالكراهة كراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر .اه"......(ردالمحتار: ۵۹۰/۱)

لہٰذا ہر ایسی بستی جہاں شرعاً نماز جمعہ جائز نہیں اور شروع ہو چکی ہو تو اس کا بند کرنا نہایت ضروری ہے۔

اب ان اعذار باردہ کا جائزہ لیتے ہیں، جن کی وجہ سے بعض حنفی "جمعہ فی القری" پر مصر ہیں:

(۱) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غلط عقیدے کے لوگ ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں، لہٰذا اس کے مقابلہ کے لیے ہم نے بھی جمعہ شروع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ناجائز کا مقابلہ ناجائز طریقہ سے کوئی دین نہیں۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا ہے کہ ایک گاؤں میں جماعت احمدی (مرزائی) کا بہت زور تھا۔ بندہ نے وہاں اشاعت اسلام کی۔ ایک برس میں وہ تمام اہل گاؤں راہ راست پر آئے اور سوائے سات، آٹھ آدمیوں کے کہ وہ اس راہِ بد پر پختہ ہیں اور مسجد میں ہمارا دخل ہو گیا ہے ان کو جگہ نہیں دیتے، چونکہ گاؤں مذکورہ میں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتیں صرف مدمقابل کو دور کرنے کے لیے اگر چند عرصہ مصلحتاً نماز جمعہ پڑھی جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب موصوف جواب تحریر فرماتے ہیں: چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جمعہ ادا نہیں ہوتا بلکہ مکروہ ہوتا ہے تو کسی رعایت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض ظہر کو ترک کرنا لائق نہیں ہے پس ان لوگوں کو دوسرے طریقے سے سمجھا دیجئے اور کبھی بھی مجمع کر کے یا بروز جمعہ مجمع کر کے ظہر کی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا جائے اور مسائل بتلا دیجئے فقط۔ (عزیز الفتاوی: ۹۵/۵)

(۲) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہم اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرتے ہیں اس کے متعلق حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اور حنفیہ کو بمذہب دیگر ائمہ اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس جگہ اور جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام نے فتویٰ غیر کے مذہب پر دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا ورنہ نہیں، زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں فقہاء حنفیہ نے امام مالکؒ کے مذہب پر فتویٰ دے دیا ہے اس پر عمل کیا جائے گا، اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کر سکتے ہیں اور جس جگہ تصریح ان حضرات کی نہیں وہاں عمل نہیں کر سکتے۔" (فتاوی دارالعلوم: ۴۴/۵)

اسی فتاویٰ کے ص:۱۵۶ ر میں لکھتے ہیں کہ

وظاہر است کہ کسا نیکہ نماز جمعہ در دیہات بتقلید شافعیہ ادا مکنید ودر نماز پنجگانہ وشرائط تعدادو دیگر بر مسلک شافعیہ عمل نمکنید ایں را تلفیق میگویند وتلفیق نزد فقہاء باطل است" پس قول بعض علماء حنفیہ در بارہ جواز صلوٰۃ جمعہ در دیہات بتقلید شافعی ہرگز صحیح و درست نیست ونماز جمعہ اوشان نزد حنفیہ صحیح نمیشود ونہ نزد شافعیہ پر گناہ ترک نماز ظہر وقیام جمعہ بصورت عدم جواز او بروئے لازم آید۔اہ

(۳) بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں بند نہ کیا جائے کیونکہ اس میں فساد کا خطرہ ہے۔ جواباً عرض ہے کہ اس قسم کا قول احناف کے ائمہ مجتہدین، ارباب تخریج، اصحاب تحقیق، اقوال ترجیح میں سے کسی مستند فقیہ کا ہمیں معلوم نہیں ہوا اور چودھویں یا پندرہویں صدی کے مقلد محض مفتی کا قول حجت نہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند جملے اس سلسلے میں مجھے پسند آئے ہیں بلفظہ نقل کرتا ہوں۔

"اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں بند نہ کیا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ سمجھا دیا جائے اس کے باوجود کوئی نہیں مانتا تو وہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے مگر خود جمعہ پڑھنا کسی حال میں درست نہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس سے انتشار ہوگا یہ ایک درجہ صحیح ہے کہ لوگوں پر جہل غالب ہے، مگر یہ بھی اس امر کے لیے کافی نہیں کہ اس بدعت کا خود ارتکاب کیا جائے۔راقم الحروف اپنے گاؤں میں طالب علمی کے زمانے میں خود جمعہ پڑھاتا تھا، لیکن مسئلہ کا علم ہوا تو جمعہ بند کردینے کا اعلان کردیا، الحمد للہ نہ کوئی مرتد ہوا، نہ کسی نے نماز چھوڑ دی البتہ ایسے بے دین لوگ جن کو نماز اور مسجد سے کوئی واسطہ نہیں اب بھی نکتہ چینی کرتے ہیں سو ایسے لوگوں کی نکتہ چینیوں سے گھبرا کر شرعی مسائل کو اگر بدل دیا جائے تو دین اسلام کی شکل ہی مسخ ہو جائے گی۔"

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۹۸/۲)

خلاصہ یہ کہ جس آبادی پر "مصر جامع" کی تعریف صادق نہ آتی ہو وہاں نماز جمعہ جائز نہیں، خود نہیں پڑھنا ہے اور دوسرں کو سمجھانا ہے، اگر مان جائیں فبہا، ورنہ لڑائی کا حق آپ کو حاصل نہیں۔

"مصر جامع" کی مفتیٰ بہ اور راجح تعریف یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں شاہراہیں، بازار یا ایسا حاکم ہو جو اپنی قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکے جس کی مفصل تحقیق پہلے گزر چکی ہے قصبہ اور قریہ کبیرہ "مصر جامع" کی ایک نوع ہے اس کی تائید میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کر کے مہر تصدیق ثبت کرلوں فرماتے ہیں:

یہ مذہب حنفی میں مصرح و متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ سے ہے اور اہل فتاویٰ نے قصبات وقریٰ کبیرہ کو حکم مصر میں فرمایا ہے:

"کمافی ردالمحتارعن القهستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق.....لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات"

رہا یہ کہ مصر اور قصبہ اور قریہ کبیرہ کی کیا حقیقت ہے، سو مصر کے بارے میں خود صاحب مذہب کا جو قول ہے اس کو علامہ شامی نے تحفہ سے اس طرح نقل کیا ہے:

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة .... وهذاهوالاصح"

اور قریہ کبیرہ کی تعریف اوپر کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے جس کا حاصل لفظ اسواق وقاضی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آبادی مصر کی سی ہو یا اس میں حاکم بھی ہو۔

(امدادالفتاوی:۱/۴۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا جمعہ کا بیان نقاب کر کے کرنا، جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع ہو، یا کسی مجبوری کی بنا پر عورت امامت کرواسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ جہاں مرد اور عورتیں دونوں ہوں یا صرف مرد ہی ہوں تو امام مرد ہی ہوگا، کسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ مردوں کو نماز پڑھائے چاہے وہ جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز، اسی طرح کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ جمعہ کا بیان کرے، اور عورت کا صرف عورتوں کو امامت کروانا مکروہ ہے۔

"ذکرالامام ابوالعباس القرطبی فی کتابه فی السماع ولایظن من لافطنة عنده انااذاقلناصوت المرأة عورة انانریدبذلک کلامهالان ذلک لیس بصحیح فانانجیزالکلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عندالحاجة الی ذلک

ولاتجیز لهن رفع أصواتهن ولاتمطیطها ولاتلیینها وتقطیعها لمافی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة"......(ردالمحتار: ۱/ ۲۹۹)

" وقال فی موضع آخر (وقوله لا اقامتها) ای لا اقامة المرأة الجمعة"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۱)

" ولایجوز الاقتداء بالکافر ولا اقتداء الرجل بالمرأة لان الکافر لیس من اهل الصلوة والمرأة لیست من أهل امامة الرجال فکانت صلاتها عدما فی حق الرجل فانعدم معنی الاقتداء وهو البناء"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۳۵۲)

"(جماعة النساء)ای کره جماعة النساء لانها لاتخلو عن ارتکاب محرم وهو قیام الامام وسط الصف فیکره کالعراة کذافی الهدایة وهو یدل علی انها کراهة تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبة من النبی ﷺ وترک الواجب موجب لکراهة التحریم المقتضیة للاثم"......(البحر الرائق: ۱/ ۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بلاعذر جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۳۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی جھگڑے کے پیش نظر جوکہ امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مقتدیوں کے درمیان پیدا ہوا تھا امام صاحب کو برطرف کر دیا گیا اور مسجد کی انتظامیہ اور محلّہ دار امام صاحب کے کردار کی وجہ سے مخالف ہوگئے لیکن ایک گھر کے دو افراد اور ان کی چھوٹی اولاد امام صاحب کے حامی تھے باقی سب مخالف تھے اور اکثریتی رائے کی بنیاد پر امام صاحب کو برطرف کرکے اب نیا امام لایا گیا، جس پر تمام انتظامیہ اور محلّہ دار متفق ہیں لیکن وہ دو افراد جو پہلے امام صاحب کے حامی تھے وہ اب اس نئے امام کے پیچھے نماز جمعہ اور دوسری نمازیں نہیں پڑھتے لیکن جب جمعہ یا دوسری نمازوں کے لیے اذان ہوتی ہے تو وہ لوگ مسجد میں بروقت آکر بیٹھ جاتے ہیں جب جمعہ یا دوسری نماز کی جماعت کھڑی ہوتی ہے تو وہ اپنی اکیلے اکیلے نماز شروع کر دیتے ہیں حالانکہ دوسری قریبی مسجد میں جوکہ ایک یا دو گلیوں کے فاصلہ پر ہے وہاں جمعہ یا نماز پڑھنے نہیں جاتے

بلکہ وہیں ضد اور عناد کی وجہ سے جمعہ والے دن نماز جمعہ کو چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح دوسری نمازیں بھی پڑھتے ہیں اب ان دو شخصوں کے بارے میں کیا حکم ہے کہ ان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑ کر ظہر کی نماز پڑھنا حرام ہے اور بلا عذر نماز جمعہ چھوڑنے کی وجہ سے وہ شخص گنہگار ہوگا، البتہ یہ شخص نماز جمعہ کے بعد مسجد میں پہنچا ہو تو اس کے لیے ظہر کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں یاد رہے کہ دیگر نمازیں علیحدہ پڑھنے کی صورت میں ادا ہو جائیں گی لیکن ایسے شخص کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

"(وتنعقد) الجمعة (بهم) ای بحضورهم بالطريق الاولى (وحرم لمن لاعذرله صلاة الظهر قبلها) امابعدهافلايكره غاية (في يومهابمصر) لكونه سبباًلتفويت الجمعة وهو حرام، قوله (فلايكره) بل هوفرض عليه لفوات الجمعة قال في البحرفنفس الصلاة غيرمكروهة وتفويت الجمعة حرام وهومؤيدلماقلنا اه يعني ان الكراهة ليست لذات الصلاة بل لخارج عنهاوهوكونهاسبباًلتفويت الجمعة بدليل انه لوصلاهابعدفوت الجمعة لم يكره فعلهابعدهابل يجب وقديقال مرادالغاية عدم الكراهة عند الاشتباه في صحة الجمعة فيكون المرادفعلهابعدصلاته للجمعة لابعد فوتها تأمل"...... (ردالمحتار: ۱/۲۰۳)

"ولوافتتح الصلاة ثم اقيم في مسجده قالوا انه يقطع الصلاة ويصلي بالجماعة مالم يصل اكثرالصلاة ولوافتتح الصلاة في منزله ثم سمع الاقامة في مسجده اوفي مسجدآخرفانه يتم الصلاة"...... (قاضیخان: ۱/۶۷)

"وقال محمدؒ في الاصل اعلم ان الجماعة سنة مؤكدة لايرخص الترك فيها الابعذرمرض اوغيره واول هذا الكلام يفيدالسنية وآخره يفيدالوجوب وهوالظاهر...... وكذاتسمية ابن مسعودلهاسنة المرادوجوبهابالسنة ويدل عليه قوله ولوتركتم سنة نبيكم لضللتم وكذا الاحكام تدل على الوجوب من

ان تارکھا من غیر عذر یعزر وترد شہادتہ ویأثم الجیران بالسکوت عنہ ۔اھ"......(الحلبی: ۴۳۸، ۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سو مکانات والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۹۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مندرجہ ذیل مسئلہ میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں، ایک مقتدی کی حیثیت سے ایسا گاؤں جس میں تقریباً سو گھر ہیں تو ایسے گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

"وعبارۃ القھستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات ۔اھ"......(الدر مع الرد: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ وعیدین کے لیے مسلم حاکم کا حاضر ہونا ضروری نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت پاکستان جس میں شرعی قوانین کا نفاذ بھی نہیں لیکن دینی معاملات پر قدغن (روک ٹوک اور ممانعت) بھی نہیں لیکن قیام اعیاد اور جمعہ کے قیام کے لیے حاکم حاضر نہیں ہوتا کیا ایسی حالت میں جمعہ فرض کر کے پڑھا جائے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ نفل کر کے پڑھتے ہیں اس کے بعد احتیاطاً ظہر کی نماز بھی پڑھتے ہیں ایسے طریقے میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں قیام جمعہ وعیدین کے لیے حاکم مسلم کا حاضر ہونا ضروری نہیں، بلکہ

صراحتاً یا دلالۃً قیام جمعہ وعیدین کے لیے اجازت کا ہونا کافی ہے۔لہٰذا مذکورہ صورت میں احتیاطاً ظہر پڑھنا بے محل ہے۔

"انہ لو تعذر الاستئذان من السلطان کمافی ھذا الزمان من عدم التفات السلاطین لمثل تلک الامور،فاجتمعت الناس علی شخص لیصلی بھم جاز.اھ"......(تقریرات رافعی علی ھامش الرد: ۱/۵۹۵)

"فیمشی علیہ مایقع فی زمانناھذامن استئذان السلطان فی اقامۃ الجمعۃ فیمایستجدمن الجوامع،فان اذنہ باقامتھافی ذلک الموضع لربہ مصحح لاذن رب الجامع لمن یقیمہ خطیبا"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گرجا گھر میں جمعہ اور عیدین پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۳۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا گرجا گھروں کو جمعہ،عیدین اور عام نمازوں کی جماعت کے لیے کرایہ پر لینا اوران مقامات میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں گرجا گھروں میں نماز پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے،البتہ جب ان کو کرایہ پر لے لیا جائے اوراس میں موجود غیر شرعی اشیاء کو نکال دیا جائے،اوران گرجا گھروں میں غیر مسلم عبادت کے لیے نہ آتے ہوں تو نماز عیدین،جمعہ بلا کراہت پڑھنا جائز ہے۔

"فی التتارخانیۃ یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکنیسۃ وانمایکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین لامن حیث انہ لیس لہ حق الدخول اھ....فاذاحرم الدخول فالصلاۃ اولی وبہ ظھر جھل من یدخلھالاجل الصلاۃ فیھا"......(ردالمحتار: ۱/۳۸۰)

"باب الصلاۃ فی البیعۃ وقال عمرؓ انالاندخل کنائسکم من اجل التماثیل التی

فیھا الصور وکان ابن عباسؓ یصلی فی البیعۃ الا بیعۃ فیھا تماثیل "

......(البخاری: ۶۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کی مارکیٹ کے ایک کمرے میں نماز جمعہ ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۰۰): السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم نے مارکیٹ میں ایک چھوٹے کمرے کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر نماز جمعہ کروانا جائز ہے یا نہیں جب کہ ہمارے قریب ہی جامع مسجد موجود ہے قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں شہر میں مسجد کے علاوہ مارکیٹ میں مسجد کی جگہ (مصلی) میں نماز جمعہ ادا کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن یہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے کیونکہ شریعت کی منشاء جمعہ سے اظہار عظمت اسلام ہے اور یہ جامع مسجد میں بڑی تعداد سے ادائیگی سے حاصل ہوتی ہے۔

"(وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ) مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی"......(الدر المختار: ۵۹۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ورکشاپ میں نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۴۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پاکستان کے ادارے فوج کی ایک ورکشاپ ہے سیکورٹی کے لحاظ سے وہاں اذن عام نہیں ہوتی تاہم مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہیں کرنل صاحب کا ارادہ ہے کہ اس مسجد میں جو مذکورہ ورکشاپ میں واقع ہے جہاں اذن عام نہیں نماز جمعہ کا ارادہ رکھتے ہیں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ شروع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر اس علاقہ کی دوسری مساجد میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہو تو اس ورکشاپ میں بھی جمعہ درست ہے، بشرطیکہ اس مسجد کے آس پاس اہل محلہ کو اجازت ہو۔

(والاذن العام) من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافى فلايضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلق لمنع العدولا المصلى نعم لولم يغلق لكان احسن كمافى مجمع الانهر معزيا لشرح عيون المذاهب قال وهذا اولى ممافى البحر والمنح فليحفظ (قوله اوقصره)..... قلت وينبغى ان يكون محل النزاع ما اذا كانت لاتقام الا فى محل واحد امالو تعددت فلا لانه لايتحقق التفويت كما افاده التعليل تأمل"..... (درمع الرد: ١/ ١٠٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے تین کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۲۰۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک فیکٹری ہے جو کے رائیونڈ شہر سے ساڑھے تین کلومیٹر دور ہے مانگا روڈ پر نالے کے قریب ہے ہماری فیکٹری میں تقریباً دوسو ورکر کام کرتے ہیں جن میں تیس کے قریب مستقل فیکٹری میں رہائش پذیر ہیں کچھ لوگ قصور سے روزانہ صبح کام کرنے کے لیے آتے ہیں اور شام کو واپس جاتے ہیں اور زیادہ تر لوگ قرب وجوار سے آتے ہیں اور فیکٹری کے پاس ایک چھوٹا سا بازار بھی ہے جس میں سبزی گوشت کریانہ جوتے وغیرہ اور نائی کی دکانیں ہیں اور کچھ ہوٹل بھی اور ہماری فیکٹری کے ایک کمرے کی ایک مسجد میں باقاعدہ ابھی امام اور مؤذن نہیں ہے لیکن پانچ وقت جماعت ہوتی ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں برائے مہربانی ہمیں بتائیں کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، جبکہ ہماری فیکٹری کے قریب شمال کی جانب ایک اور مسجد بھی زیر تعمیر ہے، مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں مسئلہ کا حل بتائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرطِ صحت سوال مذکورہ فیکٹری میں نماز جمعہ درست نہیں کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، جبکہ جمعہ کی شرائط ذیل عبارت میں موجود ہیں۔

"قوله وظاهر المذهب الخ قال فى شرح المنية والحدالصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذى له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وتزييف

صدرالشریعة له عنداعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختارالحدالمتقدم بظهورالتواني في الاحكام مزيف بان المرادالقدرة على اقامتهاعلى ماصرح به في التحفة عن ابي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح اه الا ان صاحب الهداية ترك ذكرالسكك والرساتيق لان الغالب ان الاميروالقاضي الذى شانه القدرة على تنفيذالاحكام واقامة الحدودلايكون الافي بلدكذلك اه"......(الدرمع الرد: ١/٥٩٠)

ترجمہ: شرح المنیہ میں فرمایا کہ "مصر جامع" کی صحیح تعریف وہی ہے جس کو صاحب "ہدایہ" نے اختیار کیا ہے کہ جس شہر کا امیر اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ اور حدود نافذ کرے وہی "مصر جامع" ہے جبکہ صدر الشریعہ نے صاحب الوقایہ سے معذرت کرتے وقت اس قول کی تزییف کی چنانچہ اس نے احکام میں کوتاہی کے باعث سابقہ تعریف کو اختیار کیا جو کہ ٹھیک نہیں کیونکہ اقامت حدود سے مراد اس کے اقامت پر قدرت رکھنا ہے جس کی تصریح "تحفہ" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے موجود ہے کہ "مصر جامع" اس بڑے شہر کو کہتے ہیں کہ جس میں گلیاں، بازار اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے رعب و دبدبے اور علم کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو اور لوگ اپنے مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے ہوں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، البتہ صاحب "ہدایہ" نے سکک اور رساتیق کو ذکر نہیں کیا کیونکہ غالب طور پر ایسا قاضی یا امیر جو احکام کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے پر قادر ہو ایسے ہی شہر میں موجود ہوتے ہیں۔

" (قوله شرط ادائها المصر)اى شرط صحتها ان تؤدى في مصرحتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول عليؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطرولا اضحى الافي مصرجامع اوفي مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم وكفي بقوله قدوة واماما،واذالم تصح في غيرالمصرفلاتجب على غيراهله"...... (البحرالرائق: ٢/٢٤٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر میں جس جگہ پنجگانہ نماز ادا نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ میں ایک دکان مسجد کے نام سے مختص ہوئی، جس میں چار نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور فجر کی نماز نہیں ہوتی لیکن اتوار کو بھی کوئی نماز نہیں پڑھی جاتی، مارکیٹ کے چاروں اطراف میں بریلوی حضرات کی مسجدوں میں مارکیٹ کے نمازی بھی ان کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، اب پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اب جہاں پر پانچ نمازیں پوری نہ ہو رہی ہوں وہاں جمعہ ہو سکتا ہے؟ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اس مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے کیونکہ ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، اگرچہ نماز جمعہ زیادہ مسجدوں میں ادا کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جو اظہار عظمت اسلام ہے۔

"(قولہ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ) مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی اھ"......(درمختار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میانوالی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۰۴): ہمارا گاؤں ضلع میانوالی میں ہے جس کی آبادی ساڑھے پانچ سو افراد بڑے چھوٹے مرد عورت پر مشتمل ہے اور اکیس دکانیں پرچون کی ہیں، جن میں اشیاء خورد ونوش ملتی ہیں، لیکن دکانیں بازار کی شکل میں آمنے سامنے نہیں ہیں، تین دکانیں دوائی کی بھی ہیں، جس میں فوری علاج معالجہ ہوتا ہے، اٹھارہ مساجد ہیں ٹیلیفون، ڈاکخانہ کی برانچ ٹریفک کا انتظام موجود ہے مگر سرکاری ہسپتال اور تھانہ اور امیر قاضی اور بازار نہیں ہے۔ گاؤں کے آس پاس چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی جمعہ پڑھایا جاتا ہے، لیکن ہمارے ہاں بعض مساجد میں جمعہ ہوتا ہے اور ان بعض میں سب سے بڑی مسجد وہ ہماری ہے، یہاں ایک مولوی صاحب اشاعت التوحید والسنہ کا آیا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں جمعہ صحیح نہیں، لیکن اب اگر ہم یہاں نہیں پڑھتے تو لوگوں میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ صغیرہ یعنی دیہات وغیرہ

میں جمعہ جائز نہیں ہے۔جس گاؤں کا ذکر سوال میں ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ جائز نہیں جن چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھایا جارہا ہے، وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز کی ادائیگی لازم ہے۔ان دیگر گاؤں والوں پر بھی جمعہ بند کرنا لازم ہے۔

"لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصرولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی مصرجامع والمصرالجامع کل موضع له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدوداه"......(الهداية : ١/١٧٧)

"(قوله شرط ادائها المصر)ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقولِ علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصرجامع اوفی مدینة عظیمة"...... (البحرالرائق:٢/٢٤٥)

"وعبارة القهستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر.اه"......(ردالمحتار : ١/٥٩٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وانڈہ شہاب خیل میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(٤٠٥):: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں وانڈہ شہاب خیل کی کل آبادی تقریباً ستائیس سو٢٧٠٠ سے اوپر ہے چھوٹے بڑے مردوعورت کل یہی ہیں کل مساجد بارہ ہیں، پرچون کی دکانیں چوبیس ہیں، کپڑے کی پانچ دکانیں پرچون والوں کے ساتھ ہیں، آٹا پسائی کی تین مشین ہیں، وائرلیس ٹیلیفون بھی گاؤں ہذا میں موجود ہے۔پانی پینے کے لیے ٹیوب ویل گاؤں میں ہے جس سے پندرہ گاؤں کو پانی پہنچانے کے لیے پائپ لائن بچھائی گئی ہیں،جس سے پانی پینے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں شفاخانہ حیوانات

اورڈسپنسری بھی موجود ہے، چار پرائمری سکول اور ایک ہائی سکول بھی ہے جمعہ کے دن میلہ منڈی بھی لگتا ہے، بجلی اورڈاکخانہ بھی موجود ہے وغیرہ وغیرہ اس گاؤں میں حنفی مذہب کے مطابق نماز جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واتڈہ شہاب خیل میں نماز جمعہ جائز نہیں، مذہب حنفی میں نماز جمعہ کے وجوب کے لیے مصر جامع شرط ہے جسے تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ نے متون، شروح، فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے البتہ مصر جامع کی تعریف میں فقہاء کرام کے بہت سے اقوال ہیں جس میں سے تین اقوال ایسے ہیں جن کو ترجیح دی گئی ہے۔

"وفي حد المصر أقوال كثيرة اختاروا منها قولين أحدهما ما في المختصر ثانيهما ما عزوه لأبي حنيفةؒ أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال ......وفي البدائع وهو الأصح..... وعن أبي يوسفؒ أنه إذا ما اجتمعوا في أكبر مساجدهم للصلوات الخمس لم يسعهم وعليه فتوى أكثر الفقهاء"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۷، ۲۴۶)

" (قوله ولما كان حد المصر مختلفا فيه على أقوال كثيرة) الفصل في ذلك أن مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمنه ﷺ إلى اليوم فكل موضع كان مثل أحدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على أحدهما فهو غير معتبر كقولهم هو ما لا يسع أهله أكبر مساجده أو ما يعيش فيه كل محترف بحرفته وغير ذلك (قوله عند أبي حنيفةؒ) صرح به في التحفة عنه ورواه الحسن عنه في كتاب الصلاة كذا في غاية البيان وبه أخذ أبو يوسفؒ وهو ظاهر المذهب كما في الهداية واختار الكرخي والقدوري وفي العناية وهو ظاهر الرواية وعليه أكثر الفقهاء"......(طحطاوی: ۵۱۲)

اصول ترجیح کی لحاظ سے فتویٰ ظاہر مذہب پر ہوگا، اوران تینوں اقوال میں ظاہر الروایہ اور ظاہر مذہب قابل عمل ہوگا۔

"صرح في كتاب الرضاع من البحر حيث قال الفتوى إذا اختلفت كان الترجيح لظاهر الرواية وفيه من باب المصرف إذا اختلف التصحيح وجب

الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع إليهاوفي المنحة ماعداظاهر الرواية ليس مذهبالأصحابنا"......(ردالمحتار: ۱/۵۳)

بنابریں وانڈہ شہاب خیل میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرحد کی حفاظت کے لیے متعین سکاوٹ دستے کا نماز جمعہ ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم افغانستان میں گڑبڑ کے دوران سرحد کی حفاظت کے لیے آئے ہیں ہمارا تعلق سکاوٹ سے ہے ہماری اقامت چاہی ملشیاء ہی میں ہے اس اقامت سے پندرہ دن کی اقامت مراد ہے کہ ہمیشہ کے لیے رہنا مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق ہم شہر یا شہر کے اردگرد مضافات میں پندرہ دن یا اس سے زائد اقامت کریں گے اور سالوں یا مہینوں حدود مصر سے باہر ہیں تو موجودہ نفری نماز جمعہ ادا کرے گی یا نماز ظہر ادا کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تحریر کو مدنظر رکھتے ہوئے چونکہ مذکورہ جگہ مصر یا فناء مصر یعنی شہر یا حدود شہر میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس جگہ پر نماز جمعہ جائز نہیں ہے بلکہ نماز ظہر پر اکتفا کریں گے باقی جہاں تک مقیم اور مسافر ہونے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر آپ مسافت شرعیہ پر ہیں اور آپ مذکورہ جگہ پر مسلسل پندرہ دن یا اس سے زیادہ کی غرض سے رکے ہوئے ہیں، تو اس صورت میں آپ مقیم ہوں گے اور اگر آپ کا یہاں ٹھہرنا پندرہ دن سے کم ہے تو آپ مسافر شمار ہوں گے اور آپ کو قصر نماز پڑھنا ہوگی، اور مسافت شرعیہ سے مراد یہ ہے کہ آپ کا وطن اصلی اس جگہ سے ۴۸ میل کے فاصلے پر ہو۔

"(قوله شرط ادائها المصر)اى شرط صحتها ان تؤدى في مصرحتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول علىؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطرولا اضحى الافي مصرجامع اوفي مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم وكفى بقوله قدوة واماما،واذالم تصح في غيرالمصرفلاتجب على غيراهله"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"ویشترط لصحتھاسبعة اشیاء الاول المصر...اوفناء ہ"..... (درعلی ھامش الرد: ۱/ ۵۹۰)

"قال شمس الائمة الحلوانی عسکرالمسلمین اذاقصدوامو ضعاومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوامفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیة والفساطیط وعزموافیھاعلی اقامة خمسة عشریومالم یصیرو امقیمین لانھاحمولة ولیست بمساکن. کذافی المحیط"......(الھندیة : ۱/ ۱۳۹)

"قال شمس الائمة الحلوانی وھکذاعسکرالمؤمنین اذاقصدوامو ضعاومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوامفازۃ فی الطریق،ونصبوا الاخبیة والفساطیط،وعزموافیھاعلی اقامة خمسة عشرۃ یومالم یصیرو امقیمین لمابینا انھاحمولة ولیست بمساکن"...... (المحیط البرھانی:۲/ ۳۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے لیے اقامت کہنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۳۰۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں نماز جمعہ اداہوجائے کیادوسری مسجد میں نماز جمعہ اداکرنے کے لیے اقامت کی ضرورت ہے یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی توضیح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ دوسری مسجد میں نماز جمعہ اداکرنے کے لیے اقامت کہنی چاہیے۔

"روی عن ابی حنیفةؒ فی الجماعة اذاصلوافی منزل اوفی مسجدبغیراذان واقامة انھم اساؤا.....وفی الخانیة ویکرہ اداء المکتوبة بالجماعة فی المسجدبغیراذان واقامة اہ"......(التتار خانیةجدید : ۲/ ۱۵۲)

"والحاصل ان الاذان والاقامة کل منھماسنة فی حق اھل المسجدیکرہ ترک واحدمنھما اذانا اواقامة واماغیرھم فلایکونان سنة مؤکدۃ"...... (البحرالرائق: ۱/ ۲۹۲)

"والاقامة كالاذان) فيما مر (لكن هي) اى الاقامة وكذا الامامة (افضل منه)

قال العلامه الشامی تحت قوله(لكن هي افضل منه)......فانها آكدمن الاذان اى لانه يسقط في مواضع دون الاقامة كما في حق المسافراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۳۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کے فرض کے بعد چار سنتوں کا ثبوت:

مسئلہ نمبر(۳۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد والی چار سنتیں کس حدیث سے ثابت ہیں؟ نیز یہ مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ ہیں اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد چار سنتیں سنت مؤکدہ ہیں اور افضل ہمارے نزدیک چھ ہیں اور سنت مؤکدہ ہیں اور حدیث پاک سے ثابت ہیں۔

"(وسن) مؤكدا (اربع قبل الظهر) واربع قبل (الجمعة) واربع (بعدها بتسليمة)"......(الدرمع الرد: ۱/ ۴۹۷)

"(وفي البحر) والدليل.....على الاستنان الاربع بعدهامافي صحيح مسلم وعن ابي هريرةؓ مرفوعا"اذاصلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعاوفي رواية "اذاصليتم بعدالجمعة فصلوا اربعا"وذكرفي البدائع انه ظاهر الرواية.....وفي منية المصلي والافضل عندنا ان يصلي اربعاثم ركعتين"......(البحرالرائق: ۲/ ۸۷)

"وعن عبدالله بن مسعودؓ انه كان يصلي قبل الجمعة اربعاوبعدها اربعا"......(الترمذی: ۱/ ۲۳۰)

"عن عطاء قال رأيت ابن عمرؓ صلى بعدالجمعة ركعتين ثم صلى بعدذلك اربعا"......(ايضا: ۱/ ۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار افراد والی آبادی (سیال) میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۹): عرض برائے آگاہی اجراء نماز جمعہ گاؤں سیال۔کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مذکورہ گاؤں کی حسب ذیل صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے:

(۱) گاؤں مذکورہ کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے گاؤں کے گردونواح میں داخلیات گاؤں کے حصے ہیں۔

(۲) بنیادی سہولیات زندگی میں سے بجلی پانی چار عدد وکانیں آٹا پیسنے کی چکی اور بچوں اور بچیوں کے علیحدہ علیحدہ سکول بذریعہ سڑک ایبٹ آباد تک باآسانی راستہ موبائل اور ٹیلفون کی سہولت موجود ہے؟

(۳) اجراء جمعہ کے نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ گاؤں کے لوگ بنیادی دینی مسائل سے بہرہ ور ہیں اور نماز پنجگانہ سے سستی اور بے پرواہی ہے، اجراء جمعہ کی وجہ سے ان خرابیوں کا سدباب ہوسکتا ہے۔

آبادی کے لحاظ سے مذکورہ گاؤں اردگرد کے تمام گاؤں سے بڑا ہے، جب کہ مشرق میں گاؤں کا کوٹ مغرب میں ''گرائری'' اور شمال میں ''برٹ'' اور جنوب میں ''تلہا'' واقع ہیں مذکورہ تمام دیہاتوں میں عرصہ دراز سے جمعہ کا اجراء ہو چکا ہے۔آیا اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں سیال میں نماز جمعہ کا اجراء شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہاں شرائط جمعہ مفقود ہیں اور لوگوں کی اصلاح اور ان کو دینی احکام سے آگاہ کرنے کے لیے مسجد کے امام صاحب کو ہفتے میں کوئی دن مقرر کر لینا چاہیے اور اس دن میں لوگوں کو دینی احکام سے آگاہ کرتے رہیں، نیز اگر کوئی شخص جمعہ پڑھنے کا زیادہ شوق رکھتا ہو وہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر چلا جائے۔

"قوله شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ويىنفذ الاحكام ويقيم الحدود اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحى الافى مصر جامع اوفى مدينة عظيمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

" وفى حد المصر اقوال كثيرة اختاروامنها قولين: احدهما مافى المختصر ثانيهما ماعزوه لأبى حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق

ولہارساتیق وفیہاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع وھوالاصح".....(البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

"وروی عن أبی حنیفةؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہاسکک واسواق ولہارساتیق وفیہاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیماوقع لھم من الحوادث وھذاھوالاصح اھ".....(التتارخانیة: ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے آٹھ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں جو شہر (تحصیل) سے تقریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اس گاؤں میں تقریباً چالیس گھر ہیں اور دو کریانہ کی دکانیں ہیں ہسپتال وغیرہ نہیں ہے، گاؤں کے لوگ عموماً شہر سے ہی اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، اب مطلوب یہ ہے کہ اس چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز شروع کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز شروع کرنا درست نہیں۔

"ویشترط لصحتہاسبعة اشیاء الاول المصر.....اوفناءہ".....(رد المحتار: ۱/۵۹۰)

"وفی حدالمصراقوال کثیرۃ اختاروامنہاقولین:احدھمامافی المختصرثانیہماماعزوہ لأبی حنیفةؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہاسکک واسواق ولہارساتیق وفیہاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث قال فی البدائع وھوالاصح اھ" .....(البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

"وروی عن أبی حنیفةؒ وھو بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره ویرجع الناس الیه فیما وقع لھم من الحوادث وھذا ھو الاصح اھ"......(التتارخانیة جدید: ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آرمی کے تحت حساس سرکاری ادارے میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک سرکاری ادارے میں کام کرتا ہوں یہ ادارہ آرمی کے اندر ہے وہاں تین ہزار کے قریب لوگ کام کرتے ہیں وہاں ہمیں جمعہ کی نماز ادارے کے اندر ہی پڑھائی جاتی ہے، پانچ وقت کی نماز بھی نہیں ہوتی باہر سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے اصل میں یہ ادارہ اٹامک انرجی کی شاخ ہے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ ہم جمعہ کی نماز ادا کریں یا ظہر کی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ کے اندر ہے یا شہر یا قصبہ کے ساتھ متصل ہے تو ادارہ میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں کیونکہ عام لوگوں کو جو اندر آنے کی اجازت نہیں دی جاتی وہ اس لیے ہے کہ یہ ایک حساس ادارہ ہے عام لوگوں کے اندر آنے سے سیکیورٹی انتظام میں نقص واقع ہونے کا اندیشہ ہے، اگر یہ ادارہ شہر یا قصبہ سے زیادہ دور ہے اور اس ادارے اور شہر کے درمیان فاصلہ واقع ہے تو اس ادارہ میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

"الاذن العام من الامام وھو یحصل بفتح ابواب الجامع للواردین کافی فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاھله وغلقه لمنع العدو لا المصلی نعم لو لم یغلق لکان احسن کما فی مجمع الانھر معزیا لشرح عیون المذاھب قال وھذا اولی مما فی البحر والمنح فلیحفظ"......(الدر مع الرد: ۱/۶۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سو آبادی والا علاقہ "بیکڑ" ڈیرہ بگٹی بلوچستان میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مندرجہ ذیل علاقے میں جمعہ و عیدین کی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں؟

(ب) اگر نہیں تو پھر کس چیز کی کمی ہے کہ اس کے پورا ہونے پر تمام شرائط مکمل ہو جائیں گی؟

ضلع ڈیرہ بگٹی (بلوچستان) کے شمال میں ۷۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع "بیکڑ" کا علاقہ اپنی زرخیزی، سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے پورے ضلع میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے، جہاں پر نقد آور فصل کپاس کی کاشت ہوتی ہے اور علاقائی ضرورت کے لیے گندم و جوار کی فصلیں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ تفصیل کچھ اس طرح ہے:

چھوٹے بچوں سمیت کل آبادی پانچ ہزار، بالغ افراد کی آبادی تخمیناً پندرہ سو سے دو ہزار، ایک بڑی مرکزی مسجد، آٹھ دکانیں، دو میڈیکل سٹور، دو ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور ایک سرکاری ہسپتال اور ہائی سکول بھی موجود ہے اس کے علاوہ موچی، لوہار اور دھوبی بھی ہیں۔

ایک پلاٹون فوجی دستے (ایف سی) کی بھی اس علاقے میں موجود ہے جو کسی بھی گڑبڑ سے نمٹنے کے لیے تیار رہتی ہے۔

ملاحظہ: اس علاقے سے مرکزی شہر "رکھنی" کے لیے ایک کچی سڑک جاتی ہے جس پر روزانہ سروس کے اعتبار سے تین یا چار گاڑیاں سواریوں کو لاتی اور لے جاتی ہیں، مزید براں "رکھنی" سے "بیکڑ" کے لیے بجلی کا کام بھی بڑی تیزی سے جاری ہے اور عنقریب بجلی بھی اس علاقے میں آجائے گی (ان شاء اللہ)

وضاحت: مذکورہ بالا آبادی میں سے پندرہ سو افراد کی آبادی تو بازار کے ساتھ بالکل متصل ہے، جب کہ باقی آبادی تین یا چار مربع کلومیٹر کے احاطے میں گولائی کی صورت میں رہائش پذیر ہے یاد رہے کہ مذکورہ آبادی بڑی آسانی کے ساتھ جمعہ کی نماز میں شریک ہو سکتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوہاب

مذکورہ بستی میں جمعہ کی اقامت درست نہیں اس لیے کہ اس کی آبادی ملی ہوئی پندرہ سو افراد پر مشتمل ہے، لہٰذا یہ چھوٹی بستی ہے (مصر جامع نہیں) اور جمعہ کی اقامت کے لیے کم از کم بڑی بستی ہونا ضروری ہے اردگرد غیر متصل آبادی کا اعتبار نہیں۔

"وعبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق

قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهر.اه (ردالمحتار: ۵۳۸/۱، و ۵۹۰)

"وفي حدالمصراقوال كثيرة اختاروامنهاقولين:احدهماما في المختصرثانيهماماعزوه لأبي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع وهوالاصح اه"......(البحرالرائق: ۲۴۶/۲)

"وروى عن أبي حنيفةؒ وهوبلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيماوقع لهم من الحوادث وهذاهوالاصح اه"......

(التتارخانية : ۵۴۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھ سوافرادوالی بستی میں نمازجمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۳): کیافرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ پہلے بڑے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پذیرتھےاورگاؤں سے آکرکھیتی باڑی کرتے تھےعرصہ ۳۰،۴۰ سال سے ہم نے اپنی اراضی کے قریب ہی ایک بستی بسالی ہے جو۲۵ گھروں پرمشتمل ہے،ہماری بستی میں ایک جامع مسجدبھی ہے جہاں پرنمازیوں کی تعداد۵۰ سے ۵۵ تک ہے،نیزقریبی فیکٹری ایریاسے بھی لوگ نمازپڑھنے کے لیےآجاتے ہیں اس طرح سے مسجدمیں اچھی خاصی تعدادنمازیوں کی ہوجاتی ہے اوریہ ہماری وارڈنمبرچھ موضع کھارہ کے وارڈکے ساتھ منسلک ہے جناب عالی ہماری بستی موضع کھارہ کی شمولہ آبادی ہے ہرطرح سے موضع کھارہ میں شامل ہے بڑے گاؤں موضع کھارہ کافاصلہ تقریباً

ایک کلومیٹر ہے اور فیروز پور روڈ بھی ایک کلومیٹر ہے ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمادیں کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

تنقیح

بستی کی پوری آبادی تحریر کریں کہ چھوٹے بڑے مرد وعورت مسلم غیر مسلم کل کتنے افراد ہیں۔

جواب تنقیح

ہماری بستی ساڑھے تین سو افراد پر مشتمل ہے تاہم ہم سے آدھا کلومیٹر کے فاصلے پر تیس گھر اور آباد ہیں، جو تقریباً اڑھائی سو افراد پر مشتمل ہے اس طرح سے کل آبادی ۶۰۰ ہے، ہماری بستی میں کوئی غیر مسلم نہیں ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بستی میں جمعہ کی تمام شرائط نہیں پائی جاتیں نیز اس بستی کا موضع کھارا کے ساتھ اتصال بھی نہیں بلکہ انفصال ہے، لہٰذا مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

”تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و آداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب“......(ردالمختار: ۱/۵۹۰)

”كمايجوزاداء الجمعة في المصريجوزادائهافي فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصرمتصلابالمصرومن كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارالاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ“......(الهندية : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک سونوے مکانات پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ گرون میں ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ایک سواسی یا ایک سونوے گھروں پر مشتمل ہے اور بالغ افراد کی تعداد تقریباً چار سو ہے اس گاؤں میں جمعہ شروع کیا گیا تھا پھر ایک عالم اس گاؤں میں آئے، اس نے کہا کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا کیونکہ جمعہ کی شرائط اس گاؤں میں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا جتنا عرصہ یہاں لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے اتنا عرصہ ظہر کی نماز کی قضاء کریں تو اس عالم کے کہنے کے مطابق گاؤں میں جمعہ بند کردیا گیا، اب جواب طلب امر یہ ہے کہ آیا اس گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: گاؤں میں بازار بھی نہیں صرف چار پانچ دکانیں ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ گاؤں والوں پر ظہر کی نماز فرض ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ گاؤں ہے جس میں بازار ہوں۔

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق الخ“......(ردالمختار: ۱/ ۵۹۰)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصرومن كان ساكنافي توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافي المصروتوابعه فلاتجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصرولايصح اداء الجمعة فيها“......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

”وفي حدالمصراقوال كثيرة اختاروامنهاقولين:احدهماما في المختصرثانيهماماعزوه لأبي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلي انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث قال في البدائع و هوالاصح اه“......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۶)

"وروی عن أبی حنیفةؒ هو بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیماوقع لهم من الحوادث وهذاهوالاصح اه"......
(التتارخانیة: ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھ کلومیٹر شہر سے دور فیکٹری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ کلومیٹر کے فاصلے پر مل یا فیکٹری ہے اس کی نفری کی تعداد ایک ہزار ہے یا پانچ سو کے قریب ہے اور اس میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے اب اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں، کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اس فیکٹری یا مل میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ شہر ہے اور نہ ہی یہ قصبہ ہے اور نہ ہی یہ قریہ کبیرہ ہے۔

"وعبارة القهستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر .اه(ردالمحتار: ۱/۵۳۸و۵۹۰)

"وفی حدالمصراقوال کثیرة اختاروامنهاقولین:احدهماما فی المختصرثانیهماماعزوه لأبی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث قال فی البدائع وهوالاصح اه"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

"وروی عن أبی حنیفةؒ هو بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما وقع لهم من الحوادث وهذا هو الاصح اه"......

(التاتارخانیة: ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مارکیٹ میں غیر وقف شدہ جگہ میں نماز جمعہ:

مسئلہ نمبر (۴۱۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مارکیٹ کے تاجر مل کر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ مقرر کرتے ہیں اور اس جگہ کو باقاعدہ طور پر مسجد کے لیے وقف بھی نہیں کیا گیا، اس مقرر کردہ جگہ میں نماز باجماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن نماز فجر اور ایام تعطیلات میں جماعت کا اہتمام نہیں کیا جاتا بوجہ تاجروں کے نہ ہونے کے اور چند عوارضات کے مثلاً مقرر کردہ جگہ تہہ خانے میں ہے اور تہہ خانوں کے راستوں پر گیٹ نصب کئے گئے ہیں اور اس تہہ خانے میں گاڑیاں اور موٹر سائیکل کھڑے کئے جاتے ہیں مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے، امام وخطیب اور مؤذن بھی مقرر ہیں، کیا مذکورہ مسجد میں نماز فجر اور ایام تعطیل میں نماز نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب تو نہیں ہے، کیا مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ اور مذکورہ مسجد میں دو جماعتوں کا اہتمام کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ جگہ وقف نہ ہونے کی وجہ سے شرعی مسجد نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ جگہ میں عدم ادائیگی صلوٰۃ کی وجہ سے شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی، اور ایسی جگہ میں جماعت ثانیہ کے ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، واضح رہے کہ اگر مذکورہ آبادی میں قیام جمعہ کی شرائط پائی جائیں تو نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے۔

"(ومن بنی مسجدا لم یزل ملکه عنه حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن بالصلوة فیه واذا صلی فیه واحد زال ملکه اه) قال صاحب البحر الرائق تحت قوله (ویأذن للناس فی الصلوة) انه لایشترط ان یقول أذنت فیه بالصلوة جماعة أبداً بل الاطلاق کاف لکن لو قال صلوا فیه جماعة صلاة او صلاتین

یوما اوشھرالایکون مسجداکماصرح بہ فی الذخیرہ اہ"......

(البحرالرائق:۵/۲۱۶،۲۱۷،۲۱۸)

" وفی الخانیة دارفیھامسجدلایمنعون الناس من الصلوة فیہ ان کان الدارلواغلقت کان لہ جماعة ممن فیھافھومسجدجماعة تثبت لہ احکام المسجدمن حرمة البیع والدخول والافلاوان کانوا لایمنعون الناس من الصلوة فیہ اہ"......(ردالمحتار:۱/۳۸۲)

"تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق اہ"......(رد المحتار:۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۴۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعۃ المبارک کاخطبہ شروع کرنے سے پہلے تعوذاورتسمیہ(بسم اللہ)پڑھناضروری ہے یانہیں،اگرنہیں ہے تواس کی کیاوجہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ خطبہ جمعہ کواللہ تعالیٰ کی حمدسے شروع کرناچاہیے،اوریہی سنت ہے تواس لیے تعوذوتسمیہ سے خطبہ شروع نہ کیاجائے،البتہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے تعوذسراً(دل میں)پڑھنادرست ہے۔

"قولہ:(وسن خطبتان بجلسة بینھماوطھارة قائماً) کماروی عن ابی حنیفة انہ قال ینبغی أن یخطب خطبة خفیفة یفتتح بحمداللہ تعالی ویثنی علیہ ویتشھدویصلی علی النبی ﷺ ویعظ ویذکرویقرأ سورة ثم یجلس جلسة خفیفة ثم یقوم فیخطب خطبة اخری یحمداللہ تعالی ویثنی علیہ ویتشھدویصلی علی النبی ﷺ ویدعوللمؤمنین والمؤمنات کمافی البدائع......وسادسھاماروی الحسن عن ابی حنیفة انہ یخطب خطبة خفیفة وھی تشتمل علی عشرة احدھا البداأة بحمداللہ وثانیھا الثناء علیہ بماھواھلہ الخ"......(البحرالرائق:۲/۲۵۸)

"وفی القنیة قال ابویوسفؒ فی الجامع:ینبغی للخطیب اذاصعدالمنبران یتعوذبالله فی نفسه قبل الخطبة اھ"......(ایضا:۲/۲۶۰)

"ویبدأ بالتعوذسراویندب ذکرالخلفاء الراشدین ...... الخ وفی الشامیة (قوله ویبدأ) ای قبل الخطبة الاولی بالتعوذسراثم بحمدالله تعالی والثناء علیه والشهادتین الخ"......(الدرمع الرد:۱/۵۹۸)

"و(اماسننهافخمسة عشر) احدها الطهارة حتی کرهت للمحدث والجنب(وثانیها) القیام ھکذافی البحرالرائق ولوخطب قاعدا اومضطجعاجازھکذافی فتاوی قاضیخان (وثالثها) استقبال القوم بوجهه(ورابعها) التعوذفی نفسه قبل الخطبة (وخامسها) ان یسمع القوم الخطبة وان لم یسمع اجزائه(وسادسها) البدأة بحمدالله تعالی ...... الخ" ...... (الھندیة:۱/۱۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ افراد کی تعداد تقریباً ایک سو پچاس ہے کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ گاؤں میں اہل قریہ پر جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، جمعہ کے دن اہل قریہ گاؤں میں نماز ظہر ہی باجماعت ادا کریں اور اگر کسی کو جمعہ کا شوق ہو تو شہر میں جائے۔

"قوله(شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی قریة ولامفازة"......(البحرالرائق:۲/۲۴۵)

"قوله (وكره للمعذور والمسجون اداء الظهر بجماعة في المصر)...... قيد بالمصر لان الجماعة غير مكروهة في حق اهل السواد لانه لاجمعة عليهم وفي فتاوى الولوالجي: قوم لايجب عليهم ان يحضروا الجمعة لبعد الموضع صلوا الظهر جماعة لانه لايؤدى الى تقليل الجماعة في الجمعة اه فان كانوا في السواد فظاهر الخ"...... (البحر الرائق: ۲/۲۶۹)

"ولو كان بين ذلك وبين عمران المصر فرجة من مزارع ومذارع كالقلع ببخارىٰ لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء والغلوة والميل والاميال ليس بشرط"...... (خلاصة الفتاوى: ۱/۲۰۷)

"(ويشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر وهو مالايسع اكبر مساجده اهله المكلفين بها وعليه فتوى اكثر الفقهاء مجتبى اه"...... (الدر على الرد: ۱/۵۹۰)

"قوله وهو مالايسع هذا عند ابي يوسف وعنه ان المصر كل موضع يسكن فيه عشرة آلاف نفر وفي التحفة عن ابي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق لها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم عن الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث قال هذا هو الاصح"...... (كشف الاستار: ۱۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قیامِ جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۴۹): اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمعہ ادا کرنا شرعاً کیسا ہے جبکہ متعدد دکانیں بھی ہیں اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دے کر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ درست نہیں ہے برائے مہربانی رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قیام جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، لہٰذا وہ جگہ جس میں بازار ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بآسانی میسر ہوں اور اس طرح وہاں پر افسر مجاز موجود ہو جو حدود اور تعزیرات کا نفاذ کرسکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلاتردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے، تو وہاں پر شرعاً جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

”وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات.والظاهرانه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهرهذا اذالم یتصل به حکم فان فی فتاوی الدیناری اذابنی مسجدفی الرستاق بامرالامام فهوامربالجمعة اتفاقاعلی ماقال السرخسی اه فافهم والرستاق القری کمافی القاموس اه“...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

”روی عن أبی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث قال فی البدائع وهوالاصح اه“ ......(البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

”(ویشترط لصحتها)سبعة اشیاء الاول(المصروهومالایسع اکبرمساجده اهله المکلفین بها...... اوفناء ه وهوما اتصل به لاجل مصالحه) کدفن الموتی ورکض الخیل والمختارللفتوی تقدیره بفرسخ ذکره الولوالجی“......(الدرعلی هامش الرد: ۱/۵۹۰،۵۹۱)

”(قوله:وظاهرالمذهب........عن أبی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک

واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اذان جمعہ کے بعد نکاح پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۲۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علماء لکھتے ہیں کہ جمعۃ المبارک کی پہلی اذان اور جمعہ کی دوسری اذان کے درمیان نکاح پڑھنا حرام ہے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ جمعہ کے اذان اول کے بعد سعی الی الجمعہ کے علاوہ باقی ایسے امور ترک کردینا ضروری ہے جو سعی الی الجمعہ میں مخل ہوں خواہ دینی کام ہی کیوں نہ ہوں، لہٰذا اذان جمعہ کے بعد نکاح نہیں پڑھنا چاہیے، بلکہ جمعہ کی نماز پڑھ کر نکاح پڑھائیں۔

"(ووجب سعي اليها وترك البيع بالاذان الاول)في الاصح (قوله:وترك البيع) ارادبه كل عمل ينافي السعي وخصه اتباعاللآية نهر"......(الدرمع الرد: ۱/ ۷۰۲)

"والصحيح ان السعي وترك البيع ونحوه يجب بالاذان الاول لعموم قوله تعالى"اذانودى للصلوةمن يوم الجمعة "وصدقه على الاذان الاول ايضا "وذروا البيع" ارادترك مايشغل عن الصلاة والخطبة وانماخص البيع بالذكر لاشتغالهم غالباً بعد الزوال في الاسواق بالبيع والشراء"......(تفسير مظهرى: ۹/ ۲۷۵، ۲۷۶)

"ويجب السعي وترك البيع بالاذان الاول"...... (الهندية: ۱/ ۱۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فلیٹس والی عمارت میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مارکیٹ کے اندر ایک چھوٹی سی دکان کرائے پر لی ہے، ہم وہاں تین نمازیں ظہر، عصراور مغرب باجماعت ادا کرتے ہیں مغرب کے بعد تالہ لگادیتے ہیں اوراتوار کو بھی چھٹی ہوتی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی سرکاری چھٹی ہووہ بند رہتی ہے، اور مارکیٹ کے اوپر رہائشی فلیٹس ہیں وہاں بھی ایک کمرے کی مسجد ہے جس میں پانچوں نمازیں ہوتی ہے اب سوال یہ ہے کہ فلیٹس والے مولوی صاحب نیچے جمعہ کروانا چاہتے ہیں اوردلیل یہ دیتے ہیں بلڈنگ توایک ہی ہے توایسی چھوٹی جگہوں پرنماز جمعہ پڑھناسنت کے مطابق ہے یاخلاف سنت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگرفلیٹس شہر کے اندر ہے تو اس عمارت میں نماز جمعہ اداکرنا جائز ہے ، اس لیے کہ نماز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں، مگر بہتر یہی ہے کہ نماز جمعہ مسجد میں ادا کی جائے ، کیونکہ جگہ جگہ پر جمعہ قائم کرنا منشاء شریعت کے خلاف ہے جوکہ عظمت اسلام ہے، بلکہ بہتر یہ ہے جمعہ ایک ہی جگہ ادا کیا جائے۔

"وفی العتابیة لوصلی الجمعة فی قریة بغیرمسجد جامع والقریة کبیرة لهاقری وفیهاوال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجداولم یبنوا وان کان بخلاف ذلک لایجوزوهوقول ابی القاسم الصفاروهذا اقرب الاقاویل الی الصواب"......(التاتارخانیة : ۲/۵۴۸)

"وفی المبسوط ولوان امیرافتح ابواب القصروامرالمؤذن فأذن فجمع بالناس فی قصره فانه یجزیهم والمرادمن فتح ابواب القصرالاذن للعامة بالدخول وقدادی الجمعة وهومستجمع لشرائطهاولکنه مسئ فیماصنع لان الموضع المعدلاقامة الجمعة فیه المسجدوقدجفاذلک الموضع وفی فعله نوع ترفع حیث لم یخرج من قصره الی المسجدففعله هذامخالف فعل السلف فکان مسیئافی ذلک"...... (المبسوط للسرخسی: ۲/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تقریباً ۶۰ گھر ہیں کیا وہاں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جبکہ وہاں سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر دوسری جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے وہاں خصوصاً بڑی عمر کے لوگوں کے لیے جانا مشکل ہو جاتا ہے، اگر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے تو گاؤں میں تین مساجد ہیں جن میں سے ایک تقریباً ایک سو سال سے موجود ہے، دوسری کو تقریباً پچاس سال، تیسری کو تقریباً پچیس سال بنے ہوئے ہو گئے ہیں، جن میں پہلی اور تیسری کھلی ہے، جس میں تمام لوگ سما سکتے ہیں تو ان میں سے کس مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا کس میں پڑھا جاسکتا ہے از راہ کرم مفصل جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صحت جمعہ کے لیے شہر یا فناء شہر یا قریہ کبیرہ شرط ہے مذکورہ گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے، لہٰذا جمعہ جائز نہیں ہے۔

"(ولأدائها شرائط في غير المصلي) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى، هكذا في الظهيرية، وفتاوى قاضي خان، وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية"......(الهندية: ۱/۱۴۵)

"ويشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر......اوفناؤه الخ"......(الدرمع الرد: ۱/۵۹۰)

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات....الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه"......(ردالمحتار: ۱/۵۸۷و۵۹۰)

"ثم ظاهر رواية اصحابنا لاتجب الاعلى من يسكن المصر او مايتصل به فلاتجب على اهل السواد ولو قريبا وهذا اصح ماقيل فيه"......(ردالمحتار: ۱/ ۱۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوتین گھرانوں پرمشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے اصلی اور قدیم گاؤں کے مردوزن اورچھوٹے بڑوں کی کل تعداد۶۰۰۰ افراد پرمشتمل ہے جبکہ گاؤں کے شمال کی طرف تقریباً ۳۵۰ گز کے فاصلے پر چنداور گھرانے واقع ہیں جوکہ قدیم گاؤں سے نکل کراپنے کھیتوں میں کاشت کاری میں آگئے ہیں، مذکورہ گھرانے ۵۰۰ افراد(مردوزن) پرمشتمل ہیں اور مذکورہ گھروں اورقدیم گاؤں کے درمیان زرعی زمین واقع ہے نیز گاؤں کے جنوب میں سواکلومیٹر کے فاصلے پر چنداور گھرانے بھی آباد ہیں جن کی آبادی چارسوافراد پرمشتمل ہے، یہ بھی اسی قدیم گاؤں سے نکلے ہوئے لوگ ہیں ان سب گھرانوں کی اپنی اپنی تقریباً پانچ مساجد ہیں باقاعدہ ائمہ حضرات ہیں یہ تمام گھرانے ایک ہی نام سے پہچانے جاتے ہیں شمال کی طرف گھروں میں چاربڑی بڑی دکانیں موجود ہیں لیکن لوہار،موچی وغیرہ اور کپڑے کی دکانوں کی سہولت موجودنہیں ہے گاؤں ہائی وے پرواقع ہے کیاایسے گاؤں میں جمعہ اورعیدین کاجواز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی اس بستی میں نماز جمعہ اورعیدین جائزنہیں یہ نہ مصر ہےاورنہ قریہ کبیرہ ہے۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابناحتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل مصرومن كان ساكنافى توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافى المصروتوابعه فلاتجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصرولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

"وعبارة القهستانى تقع فرضافى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق

قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافى المضمرات.... الاترى ان فى الجواهرلوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهر.اه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۸۸و ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ فوت ہوجائے تو علیحدہ علیحدہ نماز ظہر ادا کریں:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اگرایک آدمی جمعہ کی نماز میں امام کے ساتھ نہ مل سکا بعد میں اس نے جمعہ کی نماز پڑھنی ہے تو کس طرح پڑھے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جن لوگوں کی جمعہ کی نماز فوت ہوجائے وہ بغیر جماعت کے ظہر کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔

"(وكذا اهل مصرفاتتهم الجمعة) فانهم يصلون الظهربغيراذان ولا اقامة ولاجماعة وقال الشامى:الظاهران الكراهة هناتنزيهية لعدم التقليل والمعارضة المذكورين ويؤيدمافى القهستانى عن المضمرات يصلون وحدانا استحباباه "......(ردالمحتار: ۱/ ۶۰۵)

"قال فى الظهيرية جماعة فاتتهم الجمعة فى المصرفانهم يصلون الظهربغيراذان ولا اقامة ولاجماعة اه"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مصر جامع کی تعریف اور اسمیں اختلاف:

مسئلہ نمبر(۴۴۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں '' بگوخیل'' میں نماز جمعہ کے متعلق اختلاف ہے بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ '' بگوخیل'' میں کل افراد جن پر نماز جمعہ واجب

ہے، آٹھ سو افراد ہیں اور ان کے خیال میں اکبر مساجد المصر کی تعریف یہ ہے کہ جس کی طول بھی چالیس گز شرعی ہو اور عرض بھی ہو تو اس مقدار کی کسی مسجد میں آٹھ سو آدمی نہیں آسکتے، لہٰذا امام ابو یوسفؒ کے قول کو اس دلیل کے ساتھ بنیاد رکھ کر جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں مگر بعض علمائے کرام یوں فرماتے ہیں کہ اکبر مساجد المصر کی یہ تعریف غلط ہے اس کا کوئی ثبوت کسی فقہ حنفی کی مستند کتاب میں نہیں ہے یہ اکبر مساجد المصر کی تعریف نہیں بلکہ یہ مسجد کبیر کی تعریف ہے جو کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اکبر مساجد المصر اسی مسجد کو کہا جاتا ہے جو شہر کی تمام مسجدوں میں بڑی ہو اب چونکہ بگوخیل کی سب مسجدوں میں جو بڑی مسجد ہے اس میں ایک ہزار آدمی صف در صف آسکتے ہیں، لہٰذا اس گاؤں میں فقہ حنفی کی کسی معتمد علیہ روایت میں نماز جمعہ کا جواز نہیں ملتا۔

براہ کرام ان دو فریقوں میں سے جس فریق کا قول صحیح ہو وہ ظاہر فرمائیں اور اکبر المساجد کی صحیح تعریف بھی تحریر فرمائی اگر بالفرض نماز جمعہ جائز نہیں اور باوجود اس کے بعض لوگ اس کو نہ چھوڑیں تو کیا جمعہ کے دن اس گاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ دیگر مسجدوں میں لوگوں کے لیے ظہر باجماعت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں حنفی مسلک میں وجوب نماز جمعہ کے لیے مصر جامع ہونا شرط ہے جسے عام فقہاء کرام متون، شروح اور فتاویٰ میں نقل فرما چکے ہیں، ہاں مصر جامع کی تعریف میں فقہاء کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے چنانچہ بدائع الصنائع میں ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی قول نقل فرمائے ہیں پہلی تعریف یہ نقل فرمائی ہے کہ

"ذكر الكرخي ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام"

اسی تعریف کو صاحب الہدایہ نے (۱/۱۷۷) میں اختیار کیا ہے "الكرخي وهو الظاهر (من المذهب)" کہا ہے اس کے بعد علماء بلخ نے مصر کی تعریف میں اقاویل نقل فرمائے ہیں کہ

" احسن ما قيل فيه اذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تقام فيه الجمعة "

......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

دوسرا قول بالکل اخیر میں نقل کیا ہے، الحدود اس پر علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

"(قوله وظاهر المذهب) قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذى له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وتزييف

صدرالشریعة له عنداعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحدالمتقدم بظهورالتواني في الاحكام مزيف لان المرادالقدرة على اقامتهاعلى ماصرح به في التحفة عن ابي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكرالسكك والرساتيق لان الغالب ان الاميروالقاضي الذي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لايكون الا في بلد كذلك اه‘‘.....(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے عدم جواز کی ایک صورت:

مسئلہ نمبر(۴۲۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پانچ مساجد ہیں اورتمام میں نماز جمعہ ہوتی ہے اس گاؤں میں گھروں کی تقریباً آبادی ۲۵۰ر دوسو پچاس کے قریب ہے اور بڑے گاؤں سے تقریباً۱۶را ایکڑ دور ہے اور پٹواری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے ہمارے گاؤں سے تقریباً۱۲را ایکڑ دورایک ڈیرے کی آبادی ہے ایک سو پچاس کے قریب ہے اوردوسرے میں تقریباً دوسوافراد ہیں، تین چارڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے،اب آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جمعہ اداہوسکتی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی اس بستی میں نماز جمعہ اورعیدین جائزنہیں یہ نہ مصر ہے اورنہ قریہ کبیرہ ہے۔

’’اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابناحتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصرومن كان ساكنافي توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافي المصروتوابعه فلاتجب على اهل

القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

"وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه"...... (ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی بلکہ ظہر واجب الاداء ہے:

مسئلہ نمبر(۴۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اورعلماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں "نورشرنوالہ" میں سات مساجد ہیں، جن میں سے چارمساجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے، تین مساجد میں جماعت کبھی کبھار ہوتی ہے عموماً تین مساجد ویران رہتی ہیں جن میں سے ایک مسجد سکول میں واقع ہے اوراس کا فاصلہ شہر سے تقریباً ایک کلومیٹر ہے اورہمارے گاؤں میں پندرہ عدد دکانیں ہیں ایک ہائرسیکنڈری سکول ہے جس کا فاصلہ شہر سے ایک کلومیٹر ہے اور بورڈ آف سکول نورشرنوالہ لکھا ہوا ہے دوعدد گرلز سکول ہیں دوعدد کلینک ہیں جس میں ڈاکٹر رہتے ہیں یہاں پرعام دیہاتی دکانیں ہیں شہر کی آبادی تقریباً نوسو ہے اورتقریباً ۲۶۰ دوسوساٹھ نابالغ افراد ہیں تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پار دگرد تین دیہات ہیں اگراس گاؤں کے تمام بالغ افراد مسجد میں باجماعت نماز پڑھیں تو مسجد میں جگہ بچ جائے گی اوراس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے پوچھنا یہ ہے کہ یہاں پر جمعہ ہوتا ہے کہ نہیں کچھ لوگ جمعہ ادا نہیں کرتے آیا وہ گنہگار ہیں یا نہیں یا جو پڑھ رہے ہیں کیا وہ ظہر کی نماز ضائع کررہے ہیں یا نہیں؟ جمعہ شروع ہے آیا اس کو بند کردیا جائے یا ان لوگوں کو جو نہیں ادا کرتے انہیں بھی ادا کرنا چاہیے یا نہیں یا وہی لوگ ادا کرتے رہیں جو کہ ادا کررہے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال آپ کے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ آپ کا گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے، لہٰذا اس گاؤں میں جمعہ بند کیا جائے اور جولوگ جمعہ پڑھ رہے ہیں انکے ذمہ ظہر کی نماز باقی ہے۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لاتجب الجمعة الا على اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذا لايصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلاتجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات.... الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه"......(ردالمحتار: ۱/۵۸۷و۵۹۰)

"(قوله وظاهر المذهب) قال في شرح المنية والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وتزييف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المتقدم بظهور التواني في الاحكام مزيف لان المراد القدرة على اقامتها على ماصرح به في التحفة عن ابي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذا هو الاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق لان الغالب ان الامير والقاضي الذي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لايكون الا في بلد كذلك"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوسو دکانوں پر مشتمل اڈے اور اس سے متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے گاؤں کا محل وقوع یوں ہے کہ بس سٹاپ پر اترتے ہی تقریباً دوسو مختلف اشیاء کی دکانیں ہیں جو کہ اڈے کی دکانیں کہلاتی ہیں اور اس اڈے کے قریب ہی تقریباً پچاس ساٹھ گھروں کی آبادی بھی ہے جو کہ اس اڈے سے متصل ہے اور اس اڈے سے آٹھ یا نو ایکڑ کے فاصلے پر متصل گھروں پر ایک بستی بھی ہے جو کہ تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے، اس بستی میں بھی سات آٹھ دکانیں اور گلیاں بھی ہیں اور باقی اس اڈے کی متصل اردگرد الگ الگ گھروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ دیہاتوں میں ہر ایک اپنی اپنی زمین میں گھر بناتا ہے تو اسی طرح اس بستی کے گردونواح میں الگ الگ گھر اور ڈیرے ہیں، کوئی ایک ایکڑ کے فاصلے پر گھر ہے تو کوئی پانچ ایکڑ کے فاصلے پر ہے تو اس طرح کوئی کم اور زیادہ فاصلے پر گھر ہیں اور عام دیہاتوں کی طرح یہ سلسلہ غیر محدود ہے اور اڈے کی دوکانوں سے لوگ گردونواح سے سودا سلف لینے آتے ہیں اور اس مذکورہ آبادی میں سکول ڈسپنسری وغیرہ ہیں ڈاکخانہ نہیں لیکن ڈاک پہنچانے کا انتظام ہے بجلی سڑکیں ٹیلی فون آمدورفت کے ذرائع جدید سہولیات میسر ہیں، لیکن اس مذکورہ آبادی کو لوگوں کے عرف میں شہر نہیں کہا جاتا اگرچہ ضروریات زندگی کی تمام اشیاء مل جاتی ہیں باقی کوئی تھانہ وغیرہ نہیں ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اڈے پر دو مساجد ہیں اور ایک مسجد بستی میں ہے، جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے جو کہ اڈے سے کچھ دور ہے اس بستی میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور اڈے کی مساجد میں بھی جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور بیس پچیس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے، اب اگر اس جگہ جمعہ جائز نہیں تو کیا کیا جائے جمعہ بند کرایا جائے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے، لہٰذا ایسے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے جو حضرات بیس سال سے نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں ان سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوئی بلکہ ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے ایسے گاؤں میں جمعہ بند کرنا لازم ہے جو حضرات نماز جمعہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ ایسی جگہ جا کر پڑھیں جہاں شرعاً نماز جمعہ جائز ہو۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عند اصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذا لا یصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه فلا تجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولا یصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

"وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات.... الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/۵۳۸و۵۹۰)

(قوله وظاهرالمذهب) قال في شرح المنية والحدالصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدودوتزييف صدرالشريعة له عنداعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختارالحدالمتقدم بظهورالتواني في الاحكام مزيف لان المرادالقدرة على اقامتهاعلى ماصرح به في التحفة عن ابي حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح الا ان صاحب الهداية ترك ذكرالسكك والرساتيق لان الغالب ان الاميروالقاضي الذي شانه القدرة على تنفيذالاحكام واقامة الحدودلايكون الافي بلدكذلك اه"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہرسے پانچ کلومیٹرکے فاصلے پرسومکانات پرمشتمل گاؤں میں نمازجمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۲۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہماراگاؤں شہرسے تقریباًچارپانچ کلومیٹر دورہے ہمارے گاؤں میں تقریباً۱۰۰کے لگ بھگ مکانات ہیں اورضروریات روزمرہ کی چیزیں میسرنہیں ہیں بالغ لوگوں کی تعدادتقریباً۱۵۰ہے کیامذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پرعیدباجماعت اورجمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ اور عیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ ہو کیونکہ وہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے، جب کہ مذکورہ سوال میں بستی قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ وعیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات.... الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه"...... (ردالمحتار: ۱/۵۸۷و۵۹۰)

"قوله (شرط ادائها المصر) اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى "لاتصح في قرية ولامفازة لقول عليؓ: لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحى الافي مصر جامع اوفي مدينة عظيمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تقریباً چھتیس سو افراد پر مشتمل گاؤں (تاجہ زئی کی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی ۳۶۰۶ ہے، مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب ہی شامل ہیں، اس بستی کا نام تاجہ زئی ہے، دراصل دو گاؤں پر یا دو حصوں پر مشتمل ہے ایک کا نام دولت تاجہ زئی اور دوسرے کا نام بیگہ تاجہ زئی ہے دونوں حصوں کے درمیان تقریباً آدھا فرلانگ کا فاصلہ ہے جس میں باقاعدہ کھیتی باڑی ہوتی ہے، تاجہ زئی جس میں دونوں طرف دوکانیں ہیں، ہوٹل، دوائی، پرچون، میوے کی دوکانیں موجود ہیں، جیسا کہ اڈوں پر ہوتا ہے تاجہ زئی کے اندر دوکانیں ہیں اور مین بازار ایک بھی نہیں ہے، اگر دونوں بستیوں کو الگ الگ شمار کیا جائے پھر ایک طرف دولت تاجہ زئی کی آبادی دو ہزار آٹھ سو ہے اور بیگہ تاجہ زئی کی آبادی سات سو ستانوے ہے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ بحکم شرع نماز جمعہ تاجہ زئی میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں تاجہ زئی کے قریہ کبیرہ اور مصر جامع نہ ہونے کی وجہ سے اس میں جمعہ جائز نہیں۔

"(قولہ وظاھر المذھب) قال فی شرح المنیة والحدالصحیح ما اختارہ صاحب الھدایة انه الذی له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدودوتزییف صدرالشریعة له عنداعتذارہ عن صاحب الوقایة حیث اختار الحدالمتقدم بظھورالتوانی فی الاحکام مزیف لان المرادالقدرة علی اقامتھاعلی ماصرح به فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته اوعلمه اوعلم غیرہ یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح الا ان صاحب الھدایة ترک ذکرالسکک والرساتیق لان الغالب ان الامیروالقاضی شانه القدرة علی تنفیذالاحکام واقامة الحدودلایکون الافی بلدکذلک اہ"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

" وعبارة القھستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان ھذامجتھدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواھرلوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھراہ"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں صلوٰۃ جمعہ جائز نہیں وہاں صلوٰۃ عیدین بھی جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۳۶): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم بعد السلام عرض یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جس کا بندہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل درکار ہے مسئلہ یہ ہے کہ میں مسمی محمد اخلاق مظفرآباد میں "ہٹیاں بالا" کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہمارے گاؤں میں بازار وغیرہ نہیں اور نہ ہی کوئی جامع مسجد ہے بعض علمائے کرام کی مشاورت کے بعد یہ سنا ہے کہ جہاں بازار اور جامع مسجد نہ ہو وہاں نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا نہیں کی جاتی لیکن ہمارے

گاؤں میں صرف نمازعیدالاضحیٰ اورعیدالفطرادا کی جاتی ہے،لہٰذا جناب سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اورفتویٰ صادرفرمائیں کہ وہ جامع مسجد جہاں جمعہ کی نمازاداہوتی ہے وہاں بازاربھی ہے اورہمارے گاؤں سے تقریباًچھ کلومیٹر کے فاصلہ پرہے جناب کی عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اس گاؤں کی بیان کردہ مذکورہ صورت حال کے مطابق آپ کے گاؤں میں نمازعیدین اورنمازجمعہ اداکرناشرعاًجائزنہیں ہے۔

"(ویشترط لصحتھاالمصر) وھومالایسع اکبرمساجدہ اھلہ المکلفین بھاوعلیہ فتوی اکثرالفقھاء وظاھرالمذھب انہ کل موضع لہ امیروقاض یقدرعلی اقامۃ الحدود(اوفناؤہ وھوما)حولہ (اتصل بہ) اولاکماحررہ ابن الکمال وغیرہ(لاجل مصالحہ) کدفن الموتی ورکض الخیل.قال الشامی: وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعۃ لان ھذامجتھدفیہ فاذا اتصل بہ الحکم صارمجمعاعلیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواھرلوصلوافی القری لزمھم اداء الظھراہ"...... (ردالمحتار: ۵۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازجمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فیکٹری ہے اس میں چارہزار کے قریب ملازم ہیں فیکٹری میں نمازپنجگانہ باجماعت کامستقل اہتمام نہیں ہے اورکسی عام آدمی کوفیکٹری میں داخلہ کی اجازت کسی صورت بھی نہیں ہے فیکٹری میں کام کرنے والے ملازم کوپاس (اجازت نامہ) ملتاہے وہ پاس دکھلاکراندرجاتے ہیں اس کے علاوہ کوئی ملاقاتی یامہمان بھی کسی کا آجائے تووہ اندرنہیں جاسکتا،بلکہ ملازم خودباہرآکرملاقات کرے گا،اب سوال یہ ہے کہ کیاایسی صورت حال میں فیکٹری کے اندرنمازجمعہ جائزہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اس فیکٹری کے اندر نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ نماز جمعہ کے لیے اذن عام شرط ہے اور یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی ہے۔

"قال في الهندية :"ومنها الاذن العام وهوان تفتح ابواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لواجتمعوافى الجامع واغلقوا ابواب المسجدعلى انفسهم وجمعوالم يجزالخ"......(الهندية : ۱۴۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بلاضرورت ایک شہر میں تکثیر جمعہ خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر(۴۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ادارہ کی مسجد ہے جس کی تقریباً دس صفیں بنتی ہیں اور ایک صف میں پندرہ آدمیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک سے قبل صرف نماز ظہر ہی ادا کی جاتی ہے اب پانچ نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہیں کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مسجد کے قریب دوسری مارکیٹوں میں تین بڑی جامع مساجد بھی موجود ہیں اور مسجد ہذا میں پہلے کبھی بھی جمعہ کا اہتمام نہیں ہوا، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ ادارہ شہر یا بڑے قصبے کے اندر ہے اور اس مسجد میں عام مسلمانوں کو نماز کے لیے آنے کی عام اجازت ہے تو اس مسجد میں نماز جمعہ درست ہے مگر تکثیر جمعہ ایک شہر میں خلاف سنت ہے۔

"(ويشترط لصحتهاالمصر) وهومالايسع اكبرمساجده اهله المكلفين بهاوعليه فتوى اكثرالفقهاء وظاهرالمذهب انه كل موضع له اميروقاض يقدرعلى اقامة الحدود(اوفناؤه وهوما)حوله (اتصل به) اولا كماحرره ابن الكمال وغيره(لاجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء

الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰، ۵۹۱)

" قال في الهندية :"(ومنها الاذن العام) وهوان تفتح ابواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لواجتمعوافي الجامع واغلقوا ابواب المسجدعلى انفسهم وجمعوالم يجزالخ"......(الهندية : ۱/ ۱۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرحدی علاقے، صحرا اور بیابان میں فوجی یونٹ کے جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاک فوج شہر سے باہر کسی جگہ ٹریننگ کررہی ہے یا سرحدوں پر دشمن سے صف آراء ہورہی ہو ہر یونٹ میں تقریباً ۵۰۰ سو سے ہزار کے قریب آدمی ہوتے ہیں،(۱) یہاں ضروریات زندگی پوری ہوجاتیں ہیں۔(۲) کمانڈ آفیسر بھی ہوتے ہیں اس لیے متنازع معاملات ومسائل کاحل بھی ہوجاتا ہے مسجد پختہ اور وسیع بھی ہے سپیکر اور بجلی کا انتظام بھی ہے رہائش کے لیے مضبوط بنکر کی سہولت بھی موجود ہے(۳) اگر ساتھ ساتھ کی آبادی کو شامل کیا جائے تو تعداد کافی ہوسکتی ہے، کیا اس صورت میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟(۴) بڑے شہر کی کیا تعریف ہے؟(۵) کیا حضور ﷺ نے کبھی درپیش غزوات میں نماز جمعہ ادا فرمائی؟(۶) نیز مفازہ کی کیا تعریف ہے؟(۷) اگر حاکم خطیب کو ایسی جگہ جمعہ پڑھانے پر مجبور کرے اور نہ ماننے کی صورت میں ملازمت کی برطرفی کا خطرہ ہو یا سخت ایذا پہنچانے کا خطرہ ہو تو ایسے خطیب کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) مذکورہ صورت کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے لیے مصر جامع کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) مصر جامع کی تعریف درجہ ذیل ہے:

"روى عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهوالاصح"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۵)

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ سے روایت ہے کہ ہر وہ بستی جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں اس کے لیے دیہات ہوں اور اس کے لیے حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف دلانے پر قادر ہو، اپنے دبدبہ اور اپنے علم سے یا غیر کے علم سے، اور لوگ حوادث اور مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔

(۳) رسول اللہ ﷺ سے دیہات اور صحراء اور غزوات کے اندر نماز جمعہ کا ثبوت نہیں ہے۔

(۴) مفازہ ایسے جنگل اور بیابان کو کہا جاتا ہے جس میں آبادی نہ ہو۔

(۵) بیابان کے اندر کسی کے حکم سے بھی نماز جمعہ جائز نہیں ہوسکتی، تاہم بستی ہو جس میں حاکم وقت اگر حکم دے تو نماز جمعہ قائم ہوسکتی ہے اور حاکم مجاز عدلیہ یا انتظامیہ کا افسر ہوتا ہے، اور اس کے کہنے کی وجہ سے کسی بستی کے اندر بھی نماز جمعہ قائم ہوسکتی ہے، تاہم آرمی آفیسر کے حکم سے جمعہ جائز نہیں ہوتا۔

”وعن محمدؒ ان کل موضع مصره الامام فهو مصر حتى انه لو بعث الى قرية نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصير مصرا فاذا عزله تلحق بالقرى اه“.....(حلبی کبیری: ۴۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں اور عرصہ دراز سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو تو کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر (۴۳۵): عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیق کی ضرورت ہے کہ ایک بستی ہے جس میں ۳۵ سال سے جمعہ ہو رہا ہے جبکہ بستی میں نہ کوئی ہسپتال ہے نہ ڈاکخانہ اور نہ ہی کپڑے کی کوئی دوکان ہے البتہ قریب مرغی خانہ ہے اس کے علاوہ گوشت کی کوئی دوکان نہیں ہے اس کے ایک کلومیٹر پر ایک قصبہ ہے جس میں جمعہ کی سب شرائط موجود ہیں ہماری بستی کی آبادی تقریباً ۳۰۰۰ ہزار ہے چونکہ ہم پہلے سے جمعہ یہاں پڑھتے ہیں اگر ایک دم جمعہ چھوڑ دیں تو انتشار پیدا ہو جائے گا اس خطرے کے پیش نظر فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کی بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے، جمعہ پڑھنے کی صورت میں ظہر کی فرض نماز آپ لوگوں کے ذمہ رہے گی، جمعہ کو فی الفور بند کیا جائے اور جتنے عرصہ سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے اتنے عرصہ کی ظہر کی نماز کی قضاء کی جائے۔

"وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات.... الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه".....(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافی مصرجامع اوفی مصلی المصرولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی مصرجامع والمصرالجامع کل موضع له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدودوهذاعن ابی یوسفؒ وعنه انهم اذا اجتمعوافی اکبرمساجدهم لم یسعهم اه".....(الهدایة : ۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے دو، تین میل کے فاصلہ پرواقع گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جوشہر سے دو یا تین میل کے فاصلہ پرواقع ہے ایسے گاؤں میں جمعہ اورعیدین کا انعقادفقہ حنفی کے مطابق درست ہے یانہیں؟ جمعہ کے انعقادکی صورت میں پچاس یاسوافرادکا اجتماع متوقع ہےاورعیدکی صورت میں دوسوافرادکا، گاؤں والے تمام ضروریات زندگی شہر سے لیتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ اورعیدین کا انعقادجائزنہیں ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جارہی ہیں۔

"(ویشترط لصحتها)سبعة اشیاء الاول(مصروهومالایسع اکبرمساجده اهله المکلفین بها)وعلیه فتوی اکثرالفقهاء وقال الشامیؒ تحت قوله(وفی

القهستاني) تأييد لمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات....الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر .اه"......(ردالمحتار : ۱/۰ ۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم مجاز (اے،سی،جج) کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر(۴۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بڑا گاؤں جس کی آبادی چار ہزار افراد سے کم ہے اور جس میں ایک قدیم مسجد تھی جس میں نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کی جاتی تھیں لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اور مسجد بنائی گئی جس میں پہلے صرف نماز ادا کی جاتی تھی مگر چند سالوں سے نماز جمعہ اور عیدین بھی ادا کی جانے لگی ہے کیا بعد میں بنائی جانے والی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنا جائز ہے جبکہ پہلی مسجد میں جگہ کی تنگی نہیں ہے،اس امر سے متعلق فتویٰ درکار ہے تاکہ لوگ نماز جمعہ کی ادائیگی میں ظہر کی نماز سے محروم نہ رہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں اگر حاکم مجاز یعنی اے،سی یا جج نہ ہو تو قدیم وجدید دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے فقط ظہر کی نماز ادا کی جائے نیز اگر کوئی شخص جمعہ پڑھنے کا زیادہ شوق رکھتا ہو تو وہ قریبی شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرے۔

"قوله (شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود) اى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولا مفازة لقول علي رضی اللہ عنہ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او في مدينة عظيمة :رواه ابن ابي شيبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة

واماماواما اذالم تصح فی غیرالمصرفلاتجب علی غیراهله"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"وفی حدالمصراقوال کثیرۃ اختاروامنهاقولین:احدهما مافی المختصر،ثانیهماماعزوہ لابی حنیفةؒ انه بلدۃ کبیرۃ فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیه فی الحوادث اھ"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

"وروی عن ابی حنیفةؒ وهوبلدۃ کبیرۃ فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیرہ ویرجع الناس الیه فیماوقع لهم من الحوادث "......اھ(التتارخانیة : ۲/۵۴۹)

"(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذافی الکافی،والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدودوینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذافی الظهیریة وقاضیخان اھ"......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع بوڑھے اوٹھ کی کل آبادی تقریباً ساڑھے چار ہزار افراد پر مشتمل ہے اور یہ تین حصوں میں تقسیم ہے اصل گاؤں بوڑھے اوٹھ تقریباً پچیس سو افراد پر مشتمل ہے دوسری آبادی ڈیرہ ہوائی کی ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اس کی کل آبادی ایک ہزار ہے یعنی کل تین آبادیاں ہیں تینوں میں جمعہ شروع ہوا ہے آپ فتویٰ دیں کہ کیا جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں تینوں آبادیوں میں جمعہ کی نماز درست نہیں ہے کیونکہ یہاں اگر چہ ان تینوں آبادیوں

کے نام ایک ہیں صرف نام ایک ہونا شرعاً معتبر نہیں بلکہ درمیان میں جو فاصلہ سوال میں بیان کیا گیا ہے وہ جواز سے مانع ہے کیونکہ تینوں آبادیوں کی اپنی اپنی تعداد اور حدود ہیں جو کہ جمعہ کے جواز سے مانع ہیں، اور نہ ہی اس گاؤں میں حاکم مجاز (آجکل اے سی) ہے جو کہ جمعہ کی صحت کے لیے ضروری ہے۔

"(ولادائها شرائط في غير المصلى) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا في الغياثية وكما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع ببخارا لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذا في الخلاصة اه"......(الهندية : ۱/۱۴۵)

لہٰذا اس علاقہ کی کسی بھی آبادی میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ان پر ظہر کی نماز لازم ہے اور گزشتہ نمازوں کا حساب کر کے ظہر کی نماز قضاء کریں کیونکہ ان پر جمعہ لازم نہیں تھا۔

"ومن لاتجب عليهم الجمعة من اهل القرى والبوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة"......(الهندية : ۱/۱۴۵)

"(شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود او مصلاه ومنى مصر لاعرفات وتؤدى في مصر في مواضع والسلطان او نائبه"......(كنز الدقائق:۴۷،۴۸)

"(ووقت الظهر) اى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول علىؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحى الافي مصر جامع اوفي مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم، وكفى بقوله قدوة واماما(او مصلاه)اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان في حكمه

والحکم غیرمقصورعلی المصلی بل یجوزفی جمیع افنیة المصرلانھابمنزلة المصرفی حوائج اھله.والفناء فی اللغة سعة امام البیوت وقیل ما امتدمن جوانبه.کذافی المغرب،واختلفوافیمایکون من توابع المصرفی حق وجوب الجمعة علی اھله،فاختارفی الخلاصة والخانیة انه الموضع المعدلمصالح المصرمتصل به،ومن کان مقیمافی عمران المصرواطرافه ولیس بین ذلک الموضع وبین عمران المصرفرجة فعلیه الجمعة،ولوکان بین ذلک الموضع وبین عمران المصرفرجة من مزارع اومراع کالقلع بخاری لاجمعة علی اھل ذلک الموضع وان سمعوا النداء،والغلوة والمیل والامیال لیس بشرط"......(البحرالرائق: ۲/ ۲۴۵،۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تین سوگھروں پرمشتمل آبادی میں نمازجمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تین سوگھر ہیں، کیا اس میں جمعہ کی نمازہوتی ہے ہماراگھرگاؤں سے تقریباڈیڑھ کلومیٹرکے فاصلے پرہے اس میں ہماری شرکت ضروری ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ جگہ میں شرائط جمعہ معدوم ہونے کی وجہ سے جمعہ کی نمازجائزنہیں ہے۔

"وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاھرانه اریدبه الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھرلوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافی مصرجامع اوفی مصلی المصرفلاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی

مصر جامع، والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود......(الهدایة : ١٧٧/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمعہ پوری نہ ہوں وہاں جامع مسجد قدیم میں بھی جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ کا تحریر کردہ فتوی اور عبارت (صورت مرقومہ) میں دونوں جگہ جمعہ جائز نہیں ہے، حالانکہ قدیم جامع مسجد میں عرصہ نامعلوم سے جمعہ جاری ہے کیا آپ کے فتوئی میں بعد والی مسجد میں جمعہ جائز نہیں یا قدیم جامع مسجد کو بھی آپ نے اسی حکم میں رکھا ہے وضاحت فرمائیں، جبکہ گاؤں محلّہ تقریباً چار پانچ گاؤں کی بنیادی ضروریاتِ خورد ونوش ٹرانسپورٹ طبی سہولیات وغیرہ سب مہیا کرتا ہے یعنی علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ دونوں جگہ جائز نہیں حوالہ بالا کی وجہ سے قدیم مسجد جس میں عرصہ سے جمعہ ہو رہا ہے وہاں بھی جمعہ صحیح نہیں، بلکہ وہاں بھی جمعہ بند کرانا چاہیے، اور ان لوگوں کے ذمہ ظہر کی نماز ہے اور جتنے عرصہ سے وہاں بجائے ظہر کے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی رہی ہے ان سب لوگوں پر لازم ہے کہ حساب کر کے اتنے عرصہ کی نماز ظہر قضاء کریں وہ جمعہ کافی نہیں ہے۔

"لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری"......(الهدایة : ١٧٧/١)

"وفی الجواهر "لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر"......(رد المحتار: ٥٩٠/١)

"قوله (شرط ادائها المصر وهو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولا اضحی الافی مصر جامع اوفی

مدینة عظیمة ،رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم،وكفی بقوله قدوة واماماواما اذالم تصح فی غیرالمصرفلاتجب علی غیراهله.......... وفی حدالمصراقوال كثیرة اختاروامنهاقولین احدهما مافی المختصر، ثانیهما ماعزوه لابی حنیفةؒ انه بلدة كبیرة فیهاسكك واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث"......(البحرالرائق:۲/۲۴۶)

"وروی عن ابی حنیفةؒ وهوبلدة كبیرة فیهاسكك واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیماوقع لهم من الحوادث اه"......(التتارخانیةجدید : ۵۴۹/۲)

" (ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهكذافی الكافی،والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یكون فیه مفت وقاض یقیم الحدودوینفذالاحكام وبلغت ابنیته ابنیة منی هكذافی الظهیریة وقاضیخان اه"......(الهندیة : ۱۴۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ پڑھنے کی شرائط موجود ہوں اس جگہ کے ملحقات میں بھی جمعہ جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۴۳۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک بڑاقصبہ ہے جس کے اندرتقریباً پندرہ مساجد ہیں اوران تمام کے اندرنمازجمعہ ادا کی جاتی ہے اوراس قصبہ کے اندرتمام ضروریات زندگی کی اشیاء مہیا ہیں اس کے قریب ایک اوربستی ہے جوپہلے اس قصبہ سے جداتھی لیکن اب یہ بستی اس قصبہ کے ساتھ ملحق ہوچکی ہے اس کے دوکنارے مکمل طورپرمل چکے ہیں،جبکہ درمیان سے دوتین گھروں کی جگہ باقی ہے اوراس بستی کے اندربھی کھانے پینے کی اشیاء موجود ہیں،اب اہلیان بستی اس بستی کی مسجد میں نمازجمعہ اداکرناچاہتے ہیں آیااس بستی کی مسجد میں نمازجمعہ اداکرناجائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اگر قصبہ مذکورہ میں جمعہ کی شرائط مثلاً بازار یا حاکم مجاز (جیسے آج کل اے سی، ڈی سی) پائی جاتی ہیں تو مذکورہ بستی کا اس کے ساتھ ملحق ہو جانے کی وجہ سے اس میں بھی نماز جمعہ درست ہے۔

"قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات.....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"(وتؤدي في مصرواحدبمواضع كثيرة)مطلقا(قوله مطلقا) اى سواء كان المصركبيرا اولاوسواء فصل بين جانبيه نهركبيركبغداداولاوسواء قطع الجسراوبقي متصلا"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فیکٹری میں نماز جمعہ اور ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے اپنی فیکٹری میں جمعہ کے دن نماز جمعہ کا انتظام کیا ہے الحمدللہ تقریباً ایک سو پچاس افراد یا دوسو افراد اس اجتماع میں جمع ہو جاتے ہیں اور نماز جمعہ مسلمان ادا کرتے ہیں یہ نماز جمعہ تقریباً ایک سال سے ادا ہو رہی ہے آج نماز جمعہ میں ایک مخلص دوست نے اعتراض کیا ہے کہ جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں ان کی ڈاڑھی شرعی نہیں ہے، امام صاحب اسلامیات کے علوم کے ماہر ہیں اور ایک مقامی کالج میں اسلامیات کے اسسٹنٹ پروفیسر ہیں، میں نے پہلے ان سے بات چیت کی تو انہوں نے مجھے تسلی دی، مگر ہم آپ سے رہنمائی چاہتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں اگر یہ فیکٹری شہر کے اندر یا فنائے شہر میں ہے اور اس میں اذن عام بھی ہے تو اس جگہ

میں جمعہ درست ہے اور اگر اس میں ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو جمعہ درست نہیں اور ڈاڑھی (ایک مشت) سے کم کرنا حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے بدترین گناہ ہے کیونکہ اس میں دین اسلام کی کھلی مخالفت ہے اور اللہ کے رسول سے نافرمانی کا اظہار اور اعلان ہے اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"کل امتی معافی الا المجاھرین" (البخاری)

ترجمہ: میری پوری امت معافی کے لائق ہیں مگر اعلانیہ گناہ کرنے والا معافی کے لائق نہیں۔

غرضیکہ ڈاڑھی کٹوانے والا اور منڈوانے والا فاسق ہے لہٰذا اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لیے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں، اگر ایسا شخص جبراً امام بن گیا یا مسجد کی انتظامیہ نے بنا دیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کریں۔

"واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیھم اھانته شرعا..... وفی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم" (ردالمحتار: ۱/۴۱۴)

"وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع"...... (کنزالدقائق: ۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں شرائط جمعہ نہ پائی جائیں وہاں علماء کی اجازت کے باوجود جمعہ جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۴۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ جمعہ ادا کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جب کہ متعدد دکانیں اور مساجد بھی بہت ہیں کسی ایک مسجد میں جمعہ نہیں پڑھتے یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دیکر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں جمعہ درست نہیں ہے جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں قیام جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، لہٰذا وہ جگہ جس میں بازار یں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بآسانی میسر ہوں یا وہاں پر افسر مجاز (جیسے اے سی یا ڈی سی وغیرہ) موجود ہوں، جو حدود اور تعزیرات کا نفاذ کرسکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلا تردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے۔ تو وہاں پر شرعاً نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں۔

"قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ١/٥٩٠)

"وروى عن ابي حنيفةؒ وهوبلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث اه"......(التتارخانية : ٢/٥٤٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چندرہ سوآبادی والے چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں ایک مسجد ہے اورمتفرق طور پر چاردکانیں ہیں جن میں عام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں، لیکن کئی چیزیں شہر سے بھی لاناپڑتی ہیں آبادی تقریباًڈیڑھ ہزار ہے کیااس میں جمعہ کی نماز پڑھناجائز ہے یاظہر کی نماز پڑھنی چاہیے؟بیّنواتوجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اس گاؤں میں نماز جمعہ اداکرناجائزنہیں بلکہ ظہر کی نماز ہی پڑھناضروری ہے، کیونکہ اس گاؤں میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط مفقود ہیں۔

"لاتصح الجمعة الافي مصرجامع اوفي مصلى المصرولاتجوزفي القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطرولا اضحى الافي مصرجامع،والمصرالجامع كل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود"......(الهداية : ١/١٧٧)

"(ويشترط لصحتها)سبعة اشياء الاول(مصروهومالايسع اكبرمساجده اهله

المکلفین بها) وعلیه فتوی اکثر الفقهاء مجتبی. اه قوله (وفی القهستانی) تأییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات...... ......الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر اه"......(ردالمحتار: ۱/۰ ۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہزارگھروں پرمشتمل گاؤں موضع "بالی منگ" میں جمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع "بالی منگ" جس کی آبادی تقریباً ایک ہزارگھروں پرمشتمل ہے بالغ مردتقریباًبارہ سو کی تعدادمیں ہیں گاؤں میں تقریباً۳۰ردکانیں ہیں ایک مڈل سکول ہے تقریباً۲۰رسال قبل ایک مسجدمیں نمازجمعہ شروع ہوئی ہےجس میں علماء کرام کااختلاف تھاپھربھی نمازجمعہ ہوتی رہی یہ تمام اقوام کے مشورہ پرجمعہ جاری ہواتھا،گاؤں کے نزدیک ایک جگہ ہے جس کانام "تگی کنڈو" ہے جس کی کل آبادی ۶۰رگھروں پرمشتمل ہے خریدوفروخت کی اس میں کوئی سہولت موجودنہیں اورآبادی بھی منتشرہے بالی منگ گاؤں سے "تگی کنڈو" کافاصلہ تقریباًایک میل ہے اس کاپیش امام بھی جمعہ پڑھانے سے انکاری تھابعدمیں اس کودھمکی دی گئی کہ آپ جمعہ نہیں پڑھائیں گے تو آپ کوامامت سے ہٹادیاجائے گااس جگہ میں اکثرآبادی نمازجمعہ جاری کرنے پرراضی نہیں اوراس سے بہت انتشارپیداہواہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ اورعیدین کے لیےشہرکاہوناشرط ہے"لاجمعة ولاتشریق الافی مصرجامع رواه ابن ابی شیبة عن علی" یاپھرقصبہ ہوجس میں بازاریں وغیرہ ہوں،جہاں ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہوں اوراردگردکےلوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے ادھررجوع کرتے ہوں،جبکہ مذکورہ گاؤں کی آبادی صرف ساٹھ گھروں پرمشتمل ہے اورضروریات زندگی بھی اس میں میسرنہیں تویہاں والوں کو جمعہ کی نمازمعاف اورظہرکی

نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جمعہ قائم کریں گے تو ظہر چھوڑنے کا سخت گناہ ہوگا، البتہ اگر کوئی جمعہ پڑھنا چاہے تو ایسی جگہ پڑھے جہاں جمعہ درست ہو۔

" قوله(وفی القهستانی) تأييدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفی الصغيرة التی ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافی المضمرات....الاترى ان فی الجواهرلوصلوافی القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

"اما المصرالجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائهاعنداصحابناحتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصرومن كان ساكنافی توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافی المصروتوابعه فلاتجب على اهل القرى التی ليست من توابع المصرولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ عصا ہاتھ میں پکڑنا اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا:

مسئلہ نمبر(۴۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا جمعہ اور عیدین کے خطبوں کے لیے ہاتھ میں عصا پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) دو خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھنا مسنون ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ کی بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں خطبہ کے لیے ہاتھ میں عصا یا کمان یا کوئی بھی جہادی آلہ رکھنا مسنون ہے۔

"فی رواية ابی داود انه ﷺ قام ای فی الخطبة متوكناعلى عصا اوقوس ونقل القهستانی عن المحيط ان اخذالعصاسنة كالقيام"......(ردالمحتار: ۱/ ۶۰۹)

(۲) صورت مرقومہ میں دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ اعضاء اپنی جگہ قرار پکڑ سکیں، اس کی مقدار فقہاء نے تین آیات کے بقدر لکھی ہے۔

"(ویخطب خطبتین یفصل بینهما بقعدة) مقدار ثلاث آیات فی ظاهر الروایة"......(العنایة شرح الهدایة: ۲/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوسو گھروں پر مشتمل گاؤں "چسوال" میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں دوسو گھروں کی آبادی پر مشتمل ہے دو مسجدیں اور ایک جنازہ گاہ ہے جس کا نام "چسوال" ہے، نیز اس میں بازار تو بالکل نہیں ہے ہاں البتہ اس میں کچھ دکانیں متفرق موجود ہیں ڈاکخانہ بھی موجود ہے تھوڑے فاصلے پر ایک دو فرلانگ پر ایک اور گاؤں بھی موجود ہے جس کا نام "زرگر" ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بستی میں بریلوی یا دیوبندی مسلک کے نزدیک جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ اور عیدین پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں صحت جمعہ کی شرائط مفقود ہیں۔

"(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذافی الکافی،والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدودوینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذافی الظهیریة وقاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتمادکذافی التتارخانیة"...... (الهندیة : ۱/۱۴۵)

"(شرط ادائها المصروهوکل موضع له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدوداومصلاه ومنی مصرلاعرفات وتؤدی فی مصرفی مواضع والسلطان اونائبه ووقت الظهر"......(کنزالدقائق:۴۷،۴۸)

"ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول

علیؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطرولا اضحى الافي مصر جامع اوفي مدينة عظيمة رواه ابن ابي شيبة وصححه ابن حزم،وكفى بقوله قدوة واماما) اومصلاه(اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غيرمقصورعلى المصلى بل يجوزفي جميع افنية المصر لانهابمنزلة المصرفي حوائج اهله. والفناء في اللغة سعة امام البيوت وقيل ما امتدمن جوانبه. كذافي المغرب،واختلفوافيمايكون من توابع المصرفي حق وجوب الجمعة على اهله،فاختارفي الخلاصة والخانية انه الموضع المعدلمصالح المصرمتصل به،ومن كان مقيمافي عمران المصرواطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصرفرجة فعليه الجمعة،ولوكان بين ذلك الموضع وبين عمران المصرفرجة من مزارع اومراع كالقلع ببخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء،والغلوة والميل والاميال ليس بشرط"......

(البحرالرائق: ۲/ ۲۴۵، ۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک سوچہتر گھرانوں پر مشتمل چھوٹی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۸): گزارش ہے کہ ہمارے گاؤں کی کل آبادی تقریباً ایک سوچہتر گھرانوں پر مشتمل ہے اور ہمارے گاؤں کے دونوں اطراف میں تقریباً پانچ سو میٹر دور گاؤں میں دو مساجد ہیں ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے جبکہ دوسری مسجد میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا، آیا ہم اپنے گاؤں میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، بنابریں مذکورہ بستی میں جمعہ کی نماز کی ادائیگی شرعاً درست نہیں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

"(شرط ادائها المصروهو كل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدودأومصلاه ومنى مصرلاعرفات وتؤدى في مصرفي مواضع والسلطان اونائبه ووقت الظهر"......(كنزالدقائق: ۴۷، ۴۸)

"ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة :رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم،وکفی بقوله قدوة واماما) اومصلاه(ای مصلی المصر لانه من توابعه فکان فی حکمه والحکم غیرمقصورعلی المصلی بل یجوزفی جمیع افنیة المصر لانهابمنزلة المصرفی حوائج اهله.والفناء فی اللغة سعة امام البیوت وقیل ما امتدمن جوانبه.کذافی المغرب،واختلفوافیمایکون من توابع المصرفی حق وجوب الجمعة علی اهله،فاختارفی الخلاصة والخانیة انه الموضع المعدلمصالح المصرمتصل به،ومن کان مقیمافی عمران المصرواطرافه ولیس بین ذلک الموضع وبین عمران المصرفرجة فعلیه الجمعة،ولوکان بین ذلک الموضع وبین عمران المصرفرجة من مزارع اومراع کالقلع بخاری لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان سمعوا النداء،والغلوة والمیل والامیال لیس بشرط"......(البحرالرائق: ۲/ ۲۴۵تا۲۴۷)

"(ویشترط لصحتها)سبعة اشیاء الاول(مصروهومالایسع اکبرمساجده اهله المکلفین بها)وعلیه فتوی اکثرالفقهاء"......(الدرعلی هامش الرد: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرچون، سبزی اور دوائی کی دکانیں صحت جمعہ کے لیے کافی نہیں:

مسئلہ نمبر(۴۴۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں (۱) پرچون کی آٹھ دکانیں ہیں (۲) سبزی کی دودکانیں ہیں (۳) دوعدد پٹرول ڈیزل کی دکانیں ہیں (۴) سرکاری ڈسپنسری موجود ہے مگر دوسال سے ڈاکٹر نہیں ہے میڈیکل سہولت موجود ہے آٹا مرچ اور گندم والی چکیاں موجود ہیں اس کے علاوہ شادی کاسامان شہر سے منگوانا پڑتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً دوہزار دوسو کے قریب ہے ہماراگاؤں ڈیڑھ سوگھروں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں واقع ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیاہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھناپڑھانا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں اس بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، لہٰذا اس بستی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا صحیح نہیں بلکہ بروز جمعہ ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی۔

"(شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود اومصلاه ومنى مصر لاعرفات وتؤدى فى مصر فى مواضع والسلطان اونائبه ووقت الظهر)"......(كنزالدقائق: ۴۷، ۴۸)

" اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة لقول علىؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحى الافى مصر جامع اوفى مدينة عظيمة :رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم،وكفى بقوله قدوة واماما) اومصلاه(اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان فى حكمه والحكم غيرمقصور على المصلى بل يجوز فى جميع افنية المصر لانهابمنزلة المصر فى حوائج اهله. والفناء فى اللغة سعة امام البيوت وقيل ما امتدمن جوانبه. كذافى المغرب،واختلفوا فيمايكون من توابع المصر فى حق وجوب الجمعة على اهله،فاختار فى الخلاصة والخانية انه الموضع المعدلمصالح المصرمتصل به،ومن كان مقيمافى عمران المصرواطرافه وليس بين ذلك الموضع وبين عمران المصر فرجة فعليه الجمعة،ولوكان بين ذلك الموضع وبين عمران المصرفرجة من مزارع اومراع كالقلع بخارى لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان سمعوا النداء،والغلوة والميل والاميال ليس بشرط"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۵)

"(ويشترط لصحتها)سبعة اشياء الاول(مصر وهومالايسع اكبرمساجده اهله المكلفين بها)وعليه فتوى اكثرالفقهاء"......(الدرعلى هامش الرد: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرکاری سکول، آٹا پیسنے کی مشین اور پختہ سڑک صحت جمعہ کے لئے کافی نہیں ہیں:

مسئلہ نمبر(۴۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سو پچھتر گھر ہیں جن میں بالغ مردوں کی تعداد پانچ سو چالیس ہے گاؤں میں ٹیلفون (PCO) اور پختہ سڑک بھی ہے بجلی ایک بوائز پرائمری سکول ایک گرلز پرائمری سکول، تیرہ دکانیں، تین آٹا پیسنے کی چکی، ایک آرا مشین، روئی دھننے کی مشین، ایک مسجد اور ترکھان ومعمار بھی موجود ہیں قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں مدلل وضاحت فرمائیں کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صحت جمعہ کیلئے شہر یا فناء شہر یا قریہ کبیرہ شرط ہے سوال میں مذکورہ گاؤں بظاہر قریہ صغیرہ ہے، لہذا وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔

"(ویشترط لصحتها) سبعة اشیاء الاول (مصر وهو مالایسع اکبر مساجده اهله المکلفین بها) وعلیه فتوی اکثر الفقهاء"......(الدر علی هامش الرد: ۱/۵۹۰)

" (ولادائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هکذا فی الکافی، والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة وقاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتماد کذا فی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدود هو القدرة علیها هکذا فی الغیاثیة وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری لا جمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ هکذا فی الخلاصة اه"......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

" قال الشامیؒ تحت قوله (وفی القهستانی) تأیید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة

لان ھذامجتھدفیہ فاذا اتصل بہ الحکم صارمجمعاعلیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات.... الاتری ان فی الجواھرلوصلوافی القری لزمھم اداء الظھراہ"..... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

" ثم ظاھرروایۃ اصحابنالاتجب الاعلی من یسکن المصراومایتصل بہ فلاتجب علی اھل السوادولوقریباوھذا اصح ماقیل فیہ "..... (ردالمحتار: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا قریبی گاؤں میں جمعہ اور عیدین پڑھی جاتی ہیں ایک گروہ کا اصرار ہے کہ ہم اپنے گاؤں میں عید کی نماز ادا کریں اگرچہ جمعہ تو نہیں ہوتا، اب سوال یہ ہے کہ جہاں جمعہ کی شرائط نہ ہوں، اس گاؤں میں عید کی نماز ہو سکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جس گاؤں میں جمعہ کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں اس گاؤں میں عیدین کی نماز بھی درست نہیں ہے۔

"تجب صلاۃ العیدعلی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا سوی الخطبۃ" ...... (کنزالدقائق: ۴۹)

" تجب صلاۃ العیدعلی کل من تجب علیہ صلاۃ الجمعۃ کذافی الھدایۃ ویشترط للعیدمایشترط للجمعۃ الا الخطبۃ کذافی الخلاصۃ"......(الھندیۃ: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کچی کمر (تحصیل لکی مروت بنوں) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں "کچی کمر" ضلع بنوں تحصیل لکی مروت کی کل آبادی سترہ سوسات ہے جس میں کچھ آدمی ملازمت کے سلسلے میں باہر بھی ہیں اور ان کے مکانات اور اراضی گاؤں میں ہیں گاؤں میں ضرورت کی پرچون دکانیں، کپڑے کی دکانیں، آٹا کی چکی، ہسپتال، سکول، دارالعلوم اور ڈاکخانہ موجود ہیں گاؤں میں عرفی بازار نہیں ہے روزمرہ ضرورت کی اشیاء ملتی ہیں، لہٰذا اب ہم پر ازروئے شرع نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جواز کی صورت میں نماز جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

جب کہ ابھی تک نماز جمعہ شروع نہیں کی ہے، صورت مسئولہ میں کافی وشافی جواب سے نوازیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں تمام فقہاء حنفیہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے مصر جامع شرط ہے، جس میں بازار ہوں آس پاس کے لوگ اپنی تمام ضروریات کے لیے وہاں آتے ہوں، لہٰذا مصر جامع یا قریہ کبیرہ کے علاوہ نماز جمعہ وعیدین پڑھنا جائز نہیں ہے مصر جامع کے متعلق صاحب بدائع نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں ان میں سے سب سے زیادہ جس قول کو صحیح قرار دیا ہے وہ یہی ہے۔ نیز علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے (حلبی کبیری شرح منیہ ص: ۵۵۰) میں اس کو اصح الحدود کہا ہے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "فیض الباری" میں اس کو ترجیح دی ہے، بنابریں کچی کمر میں حسب استفتاء نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

"وروی عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولها رساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

"قوله(شرط ادائها المصروهو کل موضع له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة :رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم،وکفی بقوله قدوة واماماواما اذالم تصح فی غیرالمصرفلاتجب علی غیراهله"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"وفی حد المصر اقوال کثیرة اختار وامنها قولین: احدهما مافی المختصر، ثانیهما ماعزوه لابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث اه"...... (البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

"وروی عن ابی حنیفةؒ وهو بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره ویرجع الناس الیه فیما وقع لهم من الحوادث اه"......(التتارخانیة : ۲/۵۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر گلوئی (ضلع لکی مروت) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۵۳): بخدمت جناب مولوی صاحب مدرس دارالعلوم لکی مروت السلام علیکم! بعد از سلام عرض یہ ہے کہ ہمارے شہر گلوئی میں دینی مسئلہ درپیش ہے جس پر علمائے کرام کا اختلاف ہے بعض علماء اس کو بدعت یعنی گناہ سمجھتے ہیں اب علماء نے آپ صاحبان کو ثالث بنایا ہے یعنی جو فیصلہ آپ حضرات کریں گے ان لوگوں اور علماء کو بھی منظور ہوگا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے شہر گلوئی میں ایک مولوی صاحب نے عید الفطر اور جمعہ کی نماز شروع کی دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ ہمارا شہر نماز جمعہ وعید کے قابل نہیں ہے یعنی جو شرائط نماز جمعہ کے لیے درکار ہیں وہ ہمارے شہر میں پوری نہیں ہیں۔

نوٹ: نماز جمعہ کے لیے جو ضروری شرائط ہیں جن کے پورا نہ ہونے پر نماز جمعہ صحیح نہ ہو وہ شرائط بھی ہمیں تحریر فرمائیں آپ حضرات کے ہم بہت مشکور ہوں گے۔

(۲) یا جوبات پوچھنا چاہتے ہوں تو پھر اطلاع دے دیں، شہر گلوئی کا حلیہ یہ ہے کہ شہر کی آبادی ووٹ کے اعتبار تقریباً ۸۰۰ بالغ ہیں شہر میں بازار نہیں ہیں لوہار، موچی، میراثی وغیرہ موجود ہیں، شہر میں تین مسجدیں ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ بالا گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہے کیونکہ جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی شرائط عیدین کی نماز کے لیے بھی ہیں جیسا کہ نماز جمعہ چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے اسی طرح نماز عیدین بھی چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے اور شہر کی تعریف مشہور اور ظاہر الروایہ میں یہ ہے کہ

"کل موضع فیہ امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود"...... (التتار خانیہ جدید: ۲/۵۴۷)

جس کا مطلب علمائے کرام یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسی جگہ ہو جس کے لیے امیر اور ایسا قاضی ہو (آفیسر) ہو جو احکام اور حدود شرعیہ قائم کرسکے، اس لیے آپ کی تحریر کے مطابق شہر گلوئی میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے اور عرف میں تو شہر واضح ہے، مثلاً آپ کے ملک میں ٹانک، ڈیرہ، کلاچی وغیرہ ہیں بہرحال دیہات میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔

"قال فی الھندیۃ :(ولادائھاشرائط فی غیر المصلی) منھا المصر والمصر فی ظاھر الروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی اہ وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد"......(الھندیۃ : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں عرصہ دراز سے جمعہ جاری ہو اور شرائط پوری نہ ہوں وہاں حکمت اور بصیرت سے فوراً جمعہ چھوڑ دینا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر (۴۵۴): بخدمت اقدس جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام کے بعد عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں حکم شرعی کی تفصیلاً وضاحت فرمادیں۔ایک گاؤں میں لگ بھگ ۶۵ گھر ہیں اس گاؤں کے رہنے والے لوگ دراصل پڑوس کے ایک قصبہ سے یہاں منتقل ہوئے ہیں اور وہ قصبہ اس گاؤں سے ۹ کلومیٹر دور ہے اس قصبہ اور گاؤں کی زمینیں باہم مشترک اور ملی ہوئی بھی ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کو اس قصبہ کا ایک جنوبی حصہ تصور کیا جاتا ہے، اس گاؤں اور قصبہ کا ایک بڑا قبرستان بھی مشترک ہے۔حل طلب امر یہ ہے کہ اس مذکورہ گاؤں میں تقریباً اشیاء ضرورت سب ہی میسر ومہیا ہیں سات دکانیں (مختلف النوع) موجود ہیں علاوہ ازیں لوہار، موچی اور حمام بھی ہے، گلیاں، سڑکیں پختہ اور پکی ہیں بجلی بھی ہے اور ٹیلیفون وائرلیس سسٹم بھی ہے ٹریفک کی سہولت، بچوں اور بچیوں کا سکول بھی موجود ہے اس گاؤں اور اس کے قریب (ڈیرہ جات) کی آبادی ملا کر تقریباً دو تین ہزار ہو جاتی ہے، اس گاؤں میں عرصہ ۴۰ سال سے جمعۃ المبارک ادا کیا جارہا ہے ان سالوں میں کئی بار مستند اور جید علمائے کرام بھی وہاں جمعہ پڑھا

گئے ہیں اب یہ کہا جارہا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے اس بات کے باعث گاؤں کی فضاء عجیب ہوچکی ہے لوگ پریشانی میں ہیں ۴۰ سال کی جمعہ کی نمازیں کیا باطل ہوگئیں ان نمازوں کا کیا ہوگا ان مستند علماء نے جو جمعہ پڑھایا ان کی نمازیں بھی باطل ہوئیں؟ عجیب آزمائش میں عوام مبتلا ہے دو مسجدوں میں جمعہ ہورہا ہے ایک جمعہ پڑھانا چھوڑ بھی دیں تو دوسری مسجد والے تیار نہیں ہوں گے آپ سے استدعا ہے کہ اس اضطراب کا تدارک فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں، لہٰذا فوراً جمعہ ترک کرکے نماز ظہر ادا کیا کریں اور گزشتہ سالوں کی نماز ظہر قضاء کی جائے، نیز خطباء حضرات اپنا فرض منصبی پہچانتے ہوئے اس حکم شرعی پر حکمت وبصیرت سے عمل کریں۔

" قوله (وفي القهستاني) تأييد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات .... الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه" ...... (ردالمحتار : ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۴۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوجائیں تو عید پڑھ لینا کافی ہے جمعہ پڑھنے میں اختیار ہے اور وہ آدمی یہ بھی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی صورت میں اختیار دیا تھا کیا اس کی بات صحیح ہے؟ کیا ایسی کوئی حدیث ہے اگر ہے تو اس کا صحیح مصداق کیا ہے وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہوجائیں تو عید پڑھ لینے سے جمعہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی بلکہ بدستور فرض رہتا ہے۔

"فلو اجتمعالم يلزم الاصلاة احدهماوقيل الاولى صلاة الجمعة وقيل صلاة العيد كذا في القهستاني عن التمرتاشي قلت قدراجعت التمرتاشي فرأيته حكاه عن مذهب الغيربصورة التمريض(قوله عن مذهب الغير) اى مذهب غيرنا امامذهبنافلزوم كل منهماقال في الهداية ناقلاعن الجامع الصغيرعيدان اجتمعافي يوم واحدفالاول سنة والثاني فريضة ولايترك واحدمنهما اه قال في المعراج احترزبه عن قول عطاء تجزى صلاة العيدعن الجمعة ومثله عن علي وابن الزبيرقال ابن عبدالبرسقوط الجمعة بالعيدمهجوروعن علي ان ذلك في اهل البادية ومن لاتجب عليهم الجمعةاه"......(الدر مع الرد: ۱/ ۲۱۰)

باقی رہی یہ بات کہ قائلین سقوط جمعہ جوروایات بطوراستدلال پیش کرتے ہیں ان کے بارے میں چندگزارشات عرض ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"عن رسول الله ﷺ انه قال قداجتمع في يومكم هذاعيدان فمن شاء أجزاه من الجمعة وانامجمعون "......(سنن ابی داؤد: ۱/ ۱۶۱)

یہ حضرات علمائے کرام اس مذکورہ حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "انامجمعون " کے قرینہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس مذکورہ حدیث اوردوسری احادیث جن سے قائلین سقوط استدلال کرتے ہیں کہ اختیار اوراجازت ان دیہاتی لوگوں کے لیے تھی جوآپ ﷺ کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے کے لیے آتے رہے کیونکہ ان پر جمعہ فرض نہیں تھا اس لیے اعلان کردیا کہ ان کومشقت اورحرج نہ ہو، نیزفرماتے ہیں کہ "انا" یعنی "ہم" سے مراداہل مدینہ ہیں نہ کہ دیہاتی لوگ۔

(۲) ترمذی شریف جلد۱/۲۳۲پرحضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے:

"كان النبي ﷺ يقرأ في العيدين وفي الجمعة بسبح اسم ربك الاعلى و"هل اتاك حديث الغاشية "وربما اجتمعا في يوم واحدفيقرأ بهما"

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اگرجمعہ اورعیدایک دن میں جمع ہوجائیں تودونوں نمازیں ادا کی جائیں گی۔

(۳) حضرت عثمان بن عفانؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابوعبیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ حاضر تھا اور جمعہ کا دن تھا آپ نے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

"یاایها الناس ان هذایوم قداجتمع لکم فیه عیدان فمن احب ان ینتظر الجمعة من اهل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقداذنت له"

......(البخاری: ۲/۸۳۵)

اب اس مذکورہ حدیث میں حضرت عثمانؓ کا رخصت کا اختیار صرف اہل عوالی کو دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سقوط جمعہ کا اختیار صرف اور صرف اہل عوالی اور اہل قریٰ کو تھا نہ کہ اہل مصر کو کیونکہ اہل عوالی اور اہل قریٰ پر جمعہ فرض نہیں تھا۔

(۴) اگر بالفرض ان احادیث میں ترک جمعہ کو عام ہی مانا جائے تو پھر جواب یہ ہوگا کہ ہمارا استدلال عمومات سے ہے یعنی ان احادیث سے جن سے جمعہ کی فرضیت مطلقاً ثابت ہے عید اور غیر عید کا کوئی فرق نہیں اور اس باب کی احادیث اتنی قوی نہیں ہیں جو ان احادیث و دلائل کا مقابلہ کرسکیں، مختصر یہ کہ جمعہ کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے، لہٰذا اس کے سقوط کے لیے بھی دلیل قطعی کی ضرورت ہے جبکہ اس بارے میں کوئی صحیح و صریح خبر مرفوع موجود نہیں چہ جائیکہ کوئی دلیل قطعی موجود ہو، لہٰذا جمعہ کے سقوط کا اعتبار کر کے کتاب اللہ، اخبار متواترہ اور اجماع کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ، شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر (۴۵۶): حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم! سلام کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ سے پہلے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ اگر جمعہ اور عید کی نماز ایک دن میں جمع ہوجائیں تو جمعہ کے عدم سقوط کی وضاحت فرمائی تھی اس کی وجہ سے پوری طرح دریں مسئلہ میں اطمینان ہوگیا، جزاک اللہ خیراً، اب عرض یہ ہے کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ جمعہ و عید کے ایک دن میں جمع ہونے سے فی نفسہ جمعہ تو ساقط نہیں ہوتا بلکہ خطبہ جمعہ ساقط ہوجاتا ہے اس کے پڑھنے یا نہ پڑھنے میں اختیار ہے؟۔

الجواب باسم الملک الوھاب

پہلے اس بات کی وضاحت ہوچکی کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہوجائیں تو جمعہ کی فرضیت ساقط

نہیں ہوتی بلکہ جمعہ بدستور فرض رہتا ہے اور خطبہ جمعہ، جمعہ کی شرائط میں سے ہے، لہٰذا مذکورہ بالا صورت میں خطبہ جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔

”فی الخلاصة :اعلم بان صلاة العيدين واجبة فی احدی الروايتين هو المختار ويجب علی من يجب عليه الجمعة ويشترط للعيدمايشترط للجمعة من المصر والسلطان والاذن العام والجماعة عندنا الا الخطبة فان الجمعة بدون الخطبة لايجوز وصلاة العيدين بدونها جائزة اه“ ......

(خلاصة: ۱/ ۲۱۳)

”اعلم بان الجمعة فريضة ولها شرائط منها الخطبة اه“......(ايضا:۲۰۵)

”والشرط الخامس: الخطبة حتى لو صلوامن غير الخطبة او خطب الامام قبل الوقت لايجوزاه“......(تاتارخانيه جديد: ۲/ ۵۶۱)

”ويشترط للعيدمايشترط للجمعة الا الخطبة اه“......(الهندية : ۱/ ۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرائمری سکول، ڈاکٹر اور گوشت کی دکانیں موجود ہونے سے جمعہ جائز نہیں ہوتا:

مسئلہ نمبر(۲۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گاؤں تقریباً بائیس سو افراد پر مشتمل ہے اور یہ گاؤں چوکی شہر سے تقریباً بارہ کلومیٹر دور ہے اور تھانہ ”سرائے مغل“ سے تین کلومیٹر دور ہے تھانہ ”سرائے مغل“ کے اڈے پر ضرورت زندگی کی تمام اشیاء بآسانی مل سکتی ہیں ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے اور ایک ڈاکٹر اور بڑا گوشت پانچ روز کے بعد اور فارمی مرغ کا گوشت روزانہ مل سکتا ہے اور آٹا پیسنے والی چکی بھی ہے ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے فقہ حنفی کے مطابق یہاں جمعہ ہوتا ہے یا نہیں؟ جبکہ بریلوی یہاں ایک مسجد میں باقاعدگی سے جمعہ ادا کرتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ کی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا ظہر کی نماز ادا کریں۔

" قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابوالقاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهر لوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کا بدل نماز ظہر ہے:

مسئلہ نمبر(۴۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قصداً یا عادتاً جمعہ کی نماز چھوڑ دے تو اسے نماز ظہر کے ساتھ فرائض جمعہ بھی قضاء کرنا ہوں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اس شخص کو صرف نماز ظہر ہی ادا کرنا پڑے گی کیونکہ جمعہ کا بدل ظہر کی نماز ہے۔

"واماحكم فسادهافان فسدت بخروج الوقت اوبفوت الجماعة يستقبل الظهروان فسدت بماتفسدبه عامة الصلوات من الحدث العمدوالكلام وغيرذلك يستقبل الجمعة عندوجودشرائطها،واما اذافاتت عن وقتهاوهووقت الظهرسقطت عندعامة العلماء لان صلاة الجمعة لاتقضى لان القضاء على حسب الاداء،والاداء فات بشرائط مخصوصة يتعذرتحصيلهاعلى كل فردفتسقط بخلاف سائرالمكتوبات اذافاتت عن اوقاتها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۶۰۲)

"وقال فخرالاسلام وغيره في الاصول في بحث القضاء والاداء ان احدهمايستعمل مكان الاخر،حتى يجوزالاداء بنية القضاء،وبالعكس وبيانه ان مالايوصف بهمالايشترط له كالعبادة المطلقة عن الوقت،كالزكاة وصدقة

الفطر، والعشر والخراج والکفارات وکذاما لایوصف بالقضاء کصلاۃ الجمعۃ ولا التباس لانہا اذافاتت مع الامام تصلی ظہرا"......(الاشباہ والنظائر: ۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صحت جمعہ کے لیے امام کے علاوہ تین مقتدیوں کا ہونا شرط ہے:

مسئلہ نمبر(۴۵۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں خود C.M.M رسالپور کینٹ نزدنوشہرہ سرحد میں خطیب ہوں، ان کے دائیں بائیں صرف چند قدموں کے فاصلے پر بڑی بڑی جامع مسجد یں ہیں ہم بھی علیحدہ C.M.M میں نماز جمعہ پڑھتے ہیں عام حالات میں حاضر دوسو کے قریب افراد ہوتے ہیں لیکن عیدالاضحیٰ کے دن چھٹیوں کی وجہ سے جمعہ میں بمع خطیب کے سترہ آدمی تھے کیا اس صورت میں جمعہ پڑھائیں یاساتھ والی مسجد میں چلے جائیں، کیونکہ آئندہ بھی عید پر ایسا ہوگا، کم ازکم کتنے افراد کے لیے جمعہ پڑھائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے تین آدمیوں کا ہونا امام کے علاوہ شرط ہے، لہٰذا صورت مرقومہ میں اگر امام کے علاوہ تین آدمی نماز جمعہ کی ادائیگی کے وقت موجود ہوں تو مذکورہ جگہ میں جمعہ کی نماز پڑھانا جائز تو ہے لیکن اگر کوئی عذر یا ضرورت نہ ہو تو ساتھ والی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے۔

"(الجماعۃ) واقلہاثلاثۃ رجال (ولو غیر الثلاثۃ الذین حضروا) الخطبۃ (سوی الامام)"......(الدر المختار علی ہامش الرد: ۱/ ۶۰۰)

"ولو حضر واحدا واثنان وخطب وصلی بالثلاثۃ جاز کذافی الخلاصۃ"......(الہندیۃ: ۱/ ۱۴۶)

"(وفی التفرید) والافضل ہو الجامع الواحد اذالم یکن عذروضرورۃ"......

(کذافی الحلبی: ص۵۷۵، التاتارخانیۃ: ۲/ ۵۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بڑے قصبے سے ایک کلو میٹر دور چھوٹے دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک چھوٹا سا دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً تین سو کے قریب ہے ہمارے گاؤں سے قصبہ تقریباً ایک کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے دیہات کی زیادہ تر آبادی کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور مویشی پالنا ہے دیہات کے لوگوں کو بڑے قصبے میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے، جو کھیتی باڑی اور مویشی پالنے والوں کے لیے کافی مشکل ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے ہم نے اپنے دیہات میں جمعہ شروع کیا ہے شریعت کی رو سے ہم جمعہ پابندی سے ادا کرتے رہیں یا کہ ترک کر دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں، لہٰذا جمعہ کو ترک کر کے ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

"قوله(وفی القهستانی) تأییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

"(قوله وظاهرالمذهب) قال فی شرح المنیة والحدالصحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود....وعن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وهذاهوالاصح"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی دوسری اذان کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۴۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی دوسری اذان کی شرعی حیثیت کیا ہے نیز اس کے جواب دینے یا نہ دینے کے بارے میں بھی وضاحت فرمادیں عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعۃ المبارک کی دوسری اذان خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اس کے سامنے پڑھنا مسنون ہے نیز جمعۃ المبارک کی دوسری اذان کا زبان سے جواب دینا مناسب نہیں اگر جواب دینا چاہے تو دل ہی دل میں جواب دے۔

"(قوله يؤذن ثانيابين يديه)اى على سبيل السنية......ويؤذن ثانيابين يديه اى الخطيب...اذاجلس على المنبر"......(الدرمع الرد: ۱/۶۰۷،۶۰۸)

"ينبغى ان لايجيب بلسانه اتفاقافي الاذان بين يدى الخطيب"...... (الدرعلى هامش الرد: ۱/۲۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر(۴۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہماری مسجد جو کہ چکوال شہر کے شمالی حصہ میں واقع ہے اس میں پانچ اوقات کی باجماعت نماز ادا ہوتی ہے، اور ایک مستقل امام بھی ہے اور لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس مسجد میں نماز جمعہ شروع ہونی چاہیے، کیونکہ ساتھ اہل بدعت کی مسجد ہے اور لوگ وہاں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اس لیے اس مسجد خلفائے راشدین میں نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح رہے کہ قیام جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ یا فناء شہر کا ہونا شرط ہے، لہٰذا ہر وہ جگہ جس میں بازاریں ہوں اور ضروریات زندگی کی تمام اشیاء بآسانی میسر ہوں اور اسی طرح وہاں پر افسر مجاز موجود ہو جو حدود اور تعزیرات کا نفاذ کرسکتا ہو تو ایسی جگہ شہر کے حکم میں ہے اس میں بلاتردد جمعہ ادا کرنا جائز ہے اور ہر وہ گاؤں

جس میں مذکورہ بالا باتیں نہ پائی جائیں تو وہ قریہ صغیرہ کے حکم میں ہے تو وہاں پر شرعاً جمعہ ادا کرنا جائز نہیں، اور شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا کرنا جائز ہے،لہٰذا آپ کے ہاں اگر شرائط جمعہ پائی جاتی ہیں تو آپ حضرات جمعہ کی نماز پڑھا کریں۔

"وقال الشامیؒ تحت قوله(وفی القهستانی) تأییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"(قوله وظاهرالمذهب) قال فی شرح المنیة والحدالصحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود....وعن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وهذاهوالاصح"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

ویشترط لصحتهاسبعة اشیاء الاول مصروهومالایسع اکبرمساجده اهله المکلفین بهاوعلیه فتوی اکثرالفقهاء.(الدرعلی هامش الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں "تھروسہ" (ضلع قصور) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک گاؤں (تھروسہ ضلع قصور) جو کہ دوسوساٹھ گھرانوں پر مشتمل ہے، جس میں آبادی کے لحاظ سے پندرہ سو کے قریب افراد ہیں اور زندگی کی بنیادی سہولیات یعنی بجلی، آٹا پیسنے کی چکی اور بچوں اور بچیوں کے علیحدہ علیحدہ پرائمری سکول موجود ہیں اور ایک میڈیکل سٹور اور جنرل سٹور کھل اور کھاد کی دکان اور سبزی پھل وغیرہ کی کئی دکانیں ہیں اور ایک پٹرول پمپ بھی ہے

اور گاؤں کے اندر چار مساجد ہیں اور گاؤں سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بڑا قصبہ ہے جس میں جمعہ ہوتا ہے اب مذکورہ گاؤں میں ہم نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں شریعت کی رو سے وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے قصبہ یا شہر یا فنائے شہر کا ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ گاؤں چھوٹا گاؤں یعنی قریہ صغیرہ ہے، لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز قائم کرنا درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے۔

”وقال الشامیؒ تحت قوله (وفی القهستانی) تأییدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات.....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه“......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعے کے بارے میں مفتی کفایت اللہؒ کی ایک عبارت پر اشکال اور اس کا جواب:

مسئلہ نمبر(۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری بستی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل ہے ہم اس میں دوبارہ جمعہ جاری کرنا چاہتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں ہوسکتی، اور بعض کہتے ہیں جائز ہے وہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ بطور دلیل پیش کرتے ہیں، جو کہ درجہ ذیل ہے:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ان چھوٹی بستیوں میں نماز جمعہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن انہوں نے جمعہ کی اہمیت کو قائم رکھتے ہوئے مصر کی تعریف میں یہاں تک تنزل کیا کہ ”مالایسع اکبرمساجده اهله المکلفین بها“ تک لے آئے حالانکہ یہ تعریف بہت سے قریٰ پر صادق آتی ہے (هذا یصدق علی کثیرمن القری) پس نماز جمعہ کی اہمیت

اورمصالح مہمہ عالیہ اسلامیہ کامقتضی یہ ہے کہ نماز جمعہ کوترک نہ کیاجائے اگرچہ امام شافعیؒ کے مسلک کے ضمن میں ہو۔" (کفایت المفتی ۳/۲۰۳)

لہٰذا اس فتوے کی مطابق جواز کی صورت مذکورہ گاؤں ودیہات میں نکل سکتی ہے، تو ان کا یہ کہنا ٹھیک ہے یانہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دے کر فتویٰ کواپنے دستخط اور مہر سے مزین فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں واضح ہوکہ آپ لوگوں کی بستی جوکہ چالیس یاپچاس گھروں پر مشتمل ہے یہ چھوٹی بستی ہے جس میں نماز جمعہ اور نماز عیدین دونوں جائز نہیں ہیں آپ لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، لہٰذا آپ لوگ دوبارہ جمعہ کا اجراء نہ کریں ورنہ سمجھانے کے باوجود نہ ماننے پر اس عمل کے خود ذمہ دار ہونگے، نیز مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے جولکھاہے:

"نماز جمعہ کوترک نہ کیاجائے ان بستیوں کے بارے میں فرمایاہے جہاں زمانہ قدیم سے جمعہ پڑھاجاتاہو کفایت المفتی میں وہ خود تصریح فرماتے ہیں: جن بستیوں میں قدیم سے جمعہ پڑھایاجاتاہو اور جمعہ چھوڑنے سے الگ نماز پنجوقتہ بھی چھوڑدیتے ہیں ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھناچاہیے الخ" (کفایت المفتی ۳/۱۸۹)

نیز اس مسئلہ میں دیگرائمہ کرام کے مذہب پر عمل کرنے کی فقہاء نے اجازت نہیں دی اس کے متعلق مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اور حنفیہ کو دیگرائمہ کے اس مسئلہ میں عمل کرنے کی فقہاء کرام نے اجازت نہیں دی ہے اور ہم لوگ پابند ہیں اس امر کے کہ جس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے فتویٰ غیر مذہب پر دیاہے اس پر عمل کیاجائے گا اسی طرح جس مسئلہ میں تصریح فقہاء کی ہے وہاں عمل کرسکتے ہیں جس جگہ ان کی تصریح نہیں ہے وہاں عمل نہیں کرسکتے۔" (فتاویٰ دارالعلوم: ۵/۴۸)

"قوله (وفي القهستاني) تأييد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات....الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"واما المقلدفلاینفذقضاء ہ بخلاف مذھبہ اصلا کمافی القنیۃ قلت ولاسیمافی زماننافان السلطان ینص فی منشورہ علی نھیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذھبہ"......(الدر علی ھامش الرد: ۱/۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"بگوالی" گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں بگوالی گاؤں کی آبادی کل تین سو چھیاسی ہے اور ساتھ تین ڈھوکیں ہیں، جو تقریباً تین فرلانگ دور ہیں ان کی کل آبادی چار سوانیس ہے گاؤں کے اندر ایک مسجد ایک دکان ایک آٹا پیسنے کی چکی ہے اور دو پرائمری سکول بچوں کے ہیں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آپ قرآن وسنت کی رو سے جواب دیں کہ جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کے وجوب کے لیے شرعاً مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے چونکہ مذکورہ گاؤں نہ تو مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ، لہٰذا اس بستی میں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے ان لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھنا ضروری اور لازم ہے۔

"قولہ(وفی القھستانی) تأییدللمتن وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعۃ لان ھذامجتھدفیہ فاذا اتصل بہ الحکم صارمجمعاعلیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات.....الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھراہ"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"لاتصح الجمعۃ الافی مصرجامع اوفی مصلی المصرولاتجوزفی القری لقولہ ﷺ لاجمعۃ ولاتشریق ولا فطرولا اضحی الافی مصرجامع"......(ھدایہ:۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ وعیدین کی نماز کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۴۶۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً چار پانچ کلومیٹر دور ہے ہمارے گاؤں میں تقریباً سو کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ کی چیزیں میسر نہیں ہیں بالغ افراد کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے، کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور نماز جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ اور عیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر ایسا قصبہ ہو جو شہر کے حکم میں ہوتا ہے یعنی اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے لوگ اپنی ضروریات کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں یا پھر فنائے شہر ہو۔

"لقوله عليه السلام لا جمعة ولاتشريق الافى مصرجامع رواه ابن ابى شيبه عن علیؓ"

جب کہ مذکورہ بستی قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ اور عیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے۔

"وقال الشامیؒ تحت قوله(وفى القهستانى) تأيدللمتن وعبارة القهستانى وتقع فرضافى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالى اوالقاضى ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافى المضمرات....الاترى ان فى الجواهرلوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورت کا نماز جمعہ وعیدین کے لئے گھر سے باہر نکلنا اور امامت کرانا:

مسئلہ نمبر(۴۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت امامت کراسکتی ہے یا نہیں اگر عورت امامت کراسکتی ہے تو اس کی وضاحت کریں کیونکہ بعض احباب اس کی مخالفت کرتے ہیں کہ عورت

امامت نہیں کرا سکتی تو اس کی بھی وضاحت فرمائیں کیونکہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کے اندر عورت کی امامت کے بارے میں مذکور ہے، اس طرح کہ عورت درمیان میں کھڑی ہو اور دیگر عورتیں اس کے ساتھ نماز ادا کریں اگر جائز ہے تو پھر عورت امام بن گئی، کیونکہ عورت جب تکبیر کہتی ہوئی رکوع سجدہ کرے گی تو باقی عورتیں بھی اس کی اقتداء کریں گی مہربانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمائیں نیز عورت کا مسجد میں آنا بوجہ نماز کیسا ہے اس بارے میں بھی فرمائیں کہ نماز عیدین و جمعہ وغیرہ میں عورتوں کو اپنی علیحدہ جماعت کروانے سے شرعی طریقے کے مطابق کیسے روکا جائے کیونکہ عورتیں ان نمازوں کو ادا کرنے کی ضد کرتی ہیں بصورت منع وہ اپنی نماز کرواتی ہیں بالخصوص رمضان المبارک یا عیدین کی نماز میں، اس صورت میں اگر مسجد کے اوپر والی جگہ عورتوں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو کیا وہ مسجد میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اس کی بھی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے نماز جمعہ یا عیدین کے لیے گھر سے باہر نکلنا یا خود جماعت کرنا اور عورتوں کے لیے امامت کرانا مکروہ تحریمی ہے، واضح رہے کہ عورت کا مردوں کے لیے امامت کروانا ناجائز اور حرام ہے۔

"کذا المرأة تصلح للامامة في الجملة حتى لو أمت النساء جاز وينبغي ان تقوم وسطهن لماروى عن عائشةؓ انها امت نسوة في صلاة العصر وقامت وسطهن وامت ام سلمةؓ نساء وقامت وسطهن ولأن منبى حالهن على الستر وهذا استرلها الا ان جماعتهن مكروهة عندنا"......(بدائع الصنائع: ۱/۳۸۷)

"(ويكره حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا) ولو عجوزا ليلا (على المذهب) المفتى به"......(الدرمع الرد: ۱/۴۱۸)

"عن عبدالله عن النبي ﷺ قال صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها"......(ابوداؤد: ۱/۹۴)

"ولايحضرن الجماعة لقوله تعالى: وقرن في بيوتكن: وقال ﷺ صلاتها في قعربيتها افضل من صلاتها في صحن دارها وصلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها وبيوتهن خير لهن، ولانه لايؤمن الفتنة من خروجهن، اطلقه

فشمل الشابة والعجوزوالصلاة النهارية والليلية،قال المصنفؒ فی الكافی والفتوی اليوم علی الكراهة فی الصلوة كلهالظهورالفساد"......(البحر: ۱/۶۲۸،۶۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک شہر کی کئی مساجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۸): ایک اہم دینی مسئلہ کی جانب جناب کی توجہ اور رہنمائی اور فتویٰ درکار ہے جناح ہسپتال لاہور کی رہائشی کالونی میں پنجوقتہ نماز کے لیے ایک مسجد بنائی گئی ہے چھوٹی سی مسجد جس میں ساٹھ یا ستر نمازیوں کی کھلی جگہ ہے اس میں پانچ وقت نماز اور تراویح وغیرہ ہو رہی ہیں اب کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس میں جمعہ کی نماز شروع کرنی چاہیے حالانکہ تین مساجد اس میں سے دو برابر کے فاصلے پر اور ایک قریبی فاصلے پر ہیں جن میں ماشاء اللہ وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء خطبہ دے رہے ہیں ہم نے ان لوگوں کو بتایا کہ اس چھوٹی مسجد میں جمعہ جائز تو ہے، لیکن ثواب بڑی مسجد میں ہے، لیکن وہ بضد ہیں آپ سے عرض یہ ہے آپ اس مسئلہ میں فقہ حنفی کے مطابق اپنا جواب تحریر فرمائیں آپ کی عین نوازش ہوگی اور ہمارے رہائشی لوگوں میں اس معمولی بات کا تنازع بھی ختم ہو جائیگا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں ایک شہر میں جتنی بھی مساجد ہوں جمعہ ان سب میں پڑھنا جائز ہے اگرچہ شریعت کی منشاء کے خلاف ہے جو کہ شوکت اسلام ہے اور نمازیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا، کثرت جماعت سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

"(وتؤدی فی مصرواحدبمواضع كثيرة) مطلقاعلی المذهب وعليه الفتوی شرح المجمع للعينی،وفی الشامية......من مذهب ابی حنيفةؒ جوازاقامتهافی مصرواحدفی مسجدين اواكثروبه نأخذلاطلاق لاجمعة الافی مصرشرط المصرفقط"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۵)

"حديث ابی بن كعب عندابن حبان:(وصلاة الرجل مع الرجل ازكی من صلاته وحده وصلاته مع الرجلين ازكی من صلاته مع الرجل وصلاته مع

الثلاثة ازكى من صلاته مع الرجلين وما كثر فهو احب الى الله عز وجل)
اخرجه في العمدة"......(معارف السنن: ۲/ ۲۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کے ساتھ غیر متصل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری فیکٹری رائے ونڈ کی حدود میں ہے رائے ونڈ کا تھانہ اس کے بالکل سامنے ہے اور شہر کی آبادی اب فیکٹری تک پہنچ چکی ہے اور وہاں پوری مارکیٹ ہے اور وہاں پر کالونیاں بھی ہیں البتہ وہاں پر درمیان میں دو کھیت خالی بھی ہیں یعنی مرکز رائے ونڈ کے درمیان میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر پلاٹ بھی ہے اب آیا یہاں پر اس مسجد میں نماز جمعہ شروع کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، اردگرد سب مساجد میں جمعہ ہوتا ہے چونکہ وہ دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والے ہیں اس لیے یہاں جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ آپ جلد جواب عنایت فرمائیں گے، اگر نماز جمعہ نہیں ہوتی تو ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں؟ (جزاکم اللہ خیراً)

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جب تک آبادی شہر کے ساتھ متصل نہ ہو تو اس وقت تک نماز جمعہ جائز نہیں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے گی۔

"وذكر في فتاوى الشيخ الفقيه ابي الليث "ان على قول ابي بكر لاتجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضع منقطعا عن العمران. (التتارخانية جديد: ۲/ ۵۵۱)

"(ولادائها شرائط في غير المصلى) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية ومعنى اقامة الحدود هو القدرة عليها هكذا في الغياثية وكما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء

المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع ببخارىٰ لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذا في الخلاصة اه".....(الهندية : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ کے بارے میں بعض مسائل:

مسئلہ نمبر (۴۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) جمعہ کے لئے کتنی آبادی کا ہونا ضروری ہے؟

(۲) اگر دیہات میں جمعہ نہیں ہوسکتا تو گاؤں والے جمعہ کہاں پڑھیں؟

(۳) اگر گاؤں والے گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں تو جمعہ ہوجائے گا یا پڑھنے والے گنہگار ہوں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور قریہ کبیرہ وہ دیہات ہے جس میں بازار ہوں، بنابریں ایسی بستیاں جہاں بازار نہ ہوں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور وہاں پر جمعہ پڑھنے والے ظہر کی نماز چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔

" قوله(وفي القهستاني) تأييد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات....الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر اه"......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

(۲) گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ان پر ظہر کی نماز فرض ہے البتہ اگر کوئی جمعہ ادا کرنا چاہے تو ایسی جگہ جا کر پڑھے جہاں جمعہ ادا کرنا درست ہو۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائهاعنداصحابناحتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصرومن کان ساکنافی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصروتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصرولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع "چہل خورد" (ضلع گوجرانوالہ) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں محترم جناب موضع چہل خورد ضلع گوجرانوالہ میں تقریباً چودہ سو کے قریب آبادی ہے ہمارے موضع میں ۲ مڈل سکول برائے طلباء اور ایک مسجد اور ایک دینی مدرسہ ہے یعنی جس میں تفسیر ناظرہ اور حفظ بھی پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ تین چار دودھ لینے والے بھی آتے ہیں اور اس میں دکانیں بھی ہیں جہاں سے روزمرہ کی ضروریات وغیرہ بھی پوری ہوجاتی ہیں، ہمارے علاقے میں پہلے بھی دوبار جمعہ کی نماز پڑھائی جاچکی ہے اور بعد میں ترک کردی گئی ہے اب جب کہ ہمارے موضع میں پانچ نمازیں جمعہ کی متواتر پڑھائی جاچکی ہیں اور آئندہ جمعہ کی تیاری ہے اور اکثریت محلّہ کی نماز پڑھتی ہے، (بعض آدمی جمعہ کے دن نماز نہیں پڑھتے آکر مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں یا گھر میں نماز پڑھتے ہیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے) آیا ہم جمعہ جاری رکھیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عندالاحناف جمعہ وعیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ یا قریہ کبیرہ جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے جب کہ مذکورہ گاؤں چھوٹا ہے اس میں نماز جمعہ نہیں ہوتی یہاں والوں کو جمعہ کی نماز معاف ہے اور ان پر جمعہ کی جگہ ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے اور اس بستی میں جو نماز جمعہ پڑھتے ہیں وہ گنہگار ہوتے ہیں۔

"قوله(وفی القهستانی) تأیید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا

اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرات.... الاترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر اه"۔۔۔۔۔(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ میں محض ذکر اللہ فرض ہے:

مسئلہ نمبر(۴۷۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب جمعہ کا جو عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں اس کے پہلے حصہ میں وہ "الحمدلله نحمده" سے شروع کر کے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں "بارک الله لنا " پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کر کے سورۃ الضحیٰ پڑھتے ہیں اس کے بعد "ان الله يامر....." (الآية) پڑھ کر ختم کرتے ہیں اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چلے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شور مچاتا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا، لہٰذا خطبہ نہیں ہوا اور نماز جمعہ نہیں ہوئی، براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمادیں کہ خطبہ ہوا یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اگر دونوں چیزیں ہوگئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سلوک کریں جس نے نمازیوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں خطبہ درست ہوا ہے اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے، ایسے شخص کو محبت سے سمجھایا جائے تاکہ اس کی بھی بے اکرامی نہ ہو۔

"وفى الدر (وكفت تحميده اوتهليله اوتسبيحه) للخطبة المفروضة مع الكراهة وقالالابدمن ذكر طويل واقله قدر التشهد الواجب"۔۔۔۔۔

(الدرالمختار: ۱/۵۹۸)

نوٹ: لاعلمی کی بناء پر چونکہ اس نے کہا اس لیے اس کو سمجھا دیا جائے، البتہ خطیب صاحب کو بھی چاہیے کہ خطبہ کے تمام آداب کا خیال رکھیں، اور مسنون خطبہ دیا کریں تاکہ سنت بھی ادا ہو اور انتشار بھی پیدا نہ ہو کیونکہ آج کل لوگ علماء

اور ائمہ کے لیے گھات میں بیٹھے ہوتے ہیں جہاں پر بھی تھوڑی سے خامی پائی تو اس کو سر بام اچھالتے ہیں، حالانکہ اس کا دینداری یا مسائل اسلامیہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریہ کبیرہ سے متصل ایک مل میں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چک نمبر 266 تقریباً پانچ سو گھروں پر مشتمل ہے اور ۲۲۶ چک ۵۰ مربع پر پھیلا ہوا ہے اس میں ایک شوگر مل اور ایک بازار جسے ۲۶ ر پلیاں سٹاپ کہتے ہیں، ۲۲۶ ر گاؤں کی آبادی تقریباً چودہ ہزار افراد پر مشتمل ہے یہاں لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول، یونین کونسل کا دفتر ڈسپنسری، تین عدد کلینک دو آرے، پانچ آٹے کی چکیاں ڈاکخانہ بارہ عدد کریانہ سٹور (جبکہ مختلف جگہوں پر پانچ پولٹری فارم ہیں) اس گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ۲۶ ر پلی بس سٹاپ ہے گاؤں اور ۲۲۶ ر پلیاں بس سٹاپ میں تقریباً ۱۵ ر گھر ہیں اور چھوٹی بڑی تقریباً ۵۰ ر دکانیں ہیں ماسوائے کپڑے کے تقریباً تمام ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں اور گوجرہ شوگر مل ۲۲۶ چک سے تقریباً ۱۵ ر ایکڑ اور ۲۲۶ پلیاں بس سٹاپ سے تقریباً ۱۳ ر ایکڑ فاصلے پر واقع ہے براہ کرم رہنمائی فرمائیں کہ یہاں شوگر مل میں جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت بیان مذکورہ شوگر ملز میں جمعہ کے شرائط مفقود ہونے کی بناء پر جمعہ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے اور یہاں شوگر مل نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ اور درمیان میں فصلوں کی وجہ سے اتصال بھی نہیں ہے، لہٰذا جمعہ جائز نہیں۔

"وذكر في فتاوى الشيخ الفقيه ابى الليث" ان على قول ابى بكر لاتجوز الجمعة خارج المصر اذا كان ذلك الموضع منقطعا عن العمران"......(التتارخانية : ۲/ ۵۵۱)

"(ولادائها شرائط في غير المصلي) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه

الاعتماد کذافی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدود هو القدرة علیها هکذا فی الغیاثیة وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری لا جمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ هکذا فی الخلاصة اه"......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

"لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر فلاتجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولاتشریق ولافطر ولا اضحی الا فی مصر جامع، والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود"......(الهدایة : ۱/۱۷۷)

"(قوله وظاهر المذهب) قال فی شرح المنیة والحد الصحیح ما اختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود....وعن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح"......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مہمند ایجنسی کے ایک گاؤں (خویزو) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہمند ایجنسی علاقہ "خویزو" تقریباً ۲۰۰ گھروں پر مشتمل ہے اس علاقے سے خرید وفروخت کی تمام اشیاء بآسانی مل جاتی ہیں اس علاقہ میں دستکاری سکول وہسپتال بھی موجود ہیں اس علاقہ میں آٹھ مساجد ہیں لیکن کسی ایک مسجد میں بھی پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی اور کوئی امام بھی مقرر نہیں ہے ایک مسجد میں لوگ نماز جمعہ کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن وہاں پر بھی پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی اس علاقہ میں سرکاری فوج ہے مگر امن کے لیے نہیں یعنی جرائم کی روک تھام کے لیے نہیں بلکہ سرحدی حفاظت کے لیے ہیں اس صورت میں اس علاقہ میں از روئے شرع جمعہ کی نماز پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ علاقہ میں شرائط صحت جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔

"(قولہ وظاھرالمذھب) قال فی شرح المنیة والحدالصحیح ما اختارہ صاحب الھدایة انہ الذی لہ امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود....وعن ابی حنیفةؒ انہ بلدة کبیرة فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح.الا ان صاحب الھدایة ترک ذکرالسکک والرساتیق لان الغالب ان الامیروالقاضی الذی شانہ القدرة علی تنفیذالاحکام واقامة الحدودلایکون الافی بلدکذلک"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں (جنڈیالہ شیرخان) میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۷۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جنڈیالہ شیرخان کی آبادی تقریباًدس ہزار ہے جہاں آٹھ مساجد ہیں،ان میں سے چار جامع مسجدیں ایسی ہیں جن میں جمعہ ہوتا ہے، ہماری بستی 'قدرت آباد' جنڈیالہ شیرخان سے صرف چھ ایکڑ کے فاصلے پر موجود ہے جس کی آبادی سات سوافراد پر مشتمل ہے اوراس کے گھروں کی تعداد ۷۷ ہے اس بستی میں ایک مدرسہ ہے،جس میں قرآن پاک بچوں کوحفظ وناظرہ پڑھایاجاتاہے اس بستی میں چارچھوٹی دکانیں ہیں اورباقی خوردونوش کی اکثرچیزیں جنڈیالہ شیرخان سے خریدکرلاتے ہیں گاؤں جنڈیالہ شیرخان میں ٹاؤن کمیٹی بنی ہوئی ہے اوریہ بستی قدرت آبادٹاؤن کمیٹی جنڈیالہ شیرخان کی حدود کے اندرہے،لہٰذابستی کے اندرایک ہی مسجد ہے اس میں جمعہ اداہوسکتاہے یانہیں؟ جبکہ یہاں پہلے کبھی جمعہ نہیں ہوا۔

نوٹ: جنڈیالہ شیرخان سے بستی قدرت آبادکوسڑک آتی ہےاس سڑک کی ایک طرف سےتقریباًدس گھردرمیان میں آبادہوچکے ہیں جبکہ سڑک کی دوسری طرف کوئی گھرنہیں اوریہ دس گھربستی سے جداہیں اورتقریباًدوایکڑ فاصلہ ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بستی نہ مصرجامع ہےاورنہ ہی قریہ کبیرہ،لہٰذااس میں جمعہ کااجراء جائزنہیں،بلکہ وہاں پراپنی ظہر کی نماز باجماعت کااہتمام کرتے رہاکریں۔

”قوله(وفی القهستانی) تأییدللمتن وعبارة القهستانی وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه“...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

”(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذافی الکافی،والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدودوینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذافی الظهیریة وقاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتمادکذافی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدودهوالقدرة علیهاهکذافی الغیاثیة وکمایجوزاداء الجمعة فی المصریجوزاداؤهافی فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصرمتصلابالمصرومن کان مقیمابموضع بینه وبین المصرفرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخاریٰ لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشیٔ هکذافی الخلاصةاه“......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازجمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجدشرط نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے علاقہ کی جامع مسجد میں الحمدللہ پانچوں وقت کی نمازہوتی ہے جبکہ رمضان المبارک کے مہینہ میں مسجدکے خطیب صاحب جمعہ کی نمازمسجدکے

باہر گراؤنڈ میں پڑھاتے ہیں اور وہ یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مسجد میں جمعہ کی نماز کے وقت تمام نمازی مسجد میں نہیں آپاتے اور لوگوں کو مسجد سے باہر نماز پڑھنی پڑتی ہے آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح مسجد کو چھوڑ کر گراؤنڈ میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ اس دوران مسجد ویران پڑی رہتی ہے اور خطیب صاحب گراؤنڈ میں سے جہاں وہ جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہوتے ہیں، اعلان کرتے رہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز مسجد میں نہیں گراؤنڈ میں ہوگی، برائے مہربانی یہ فرمائیں کہ شریعت کے لحاظ سے جمعہ کی نماز مسجد چھوڑ کر گراؤنڈ میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جمعہ کا ادا کرنا جامع مسجد میں اولیٰ وافضل ہے اور مسنون عمل ہے، البتہ رش زیادہ ہوجانے کی صورت میں مسجد سے باہر صفوں کو ملایا جاسکتا ہے اور واضح رہے کہ مسجد سے باہر بننے والی صفوں کا آپس میں ملا ہوا ہونا چاہیے گو مسجد سے باہر نماز جمعہ کا ادا کرنا بھی جائز ہے جبکہ امام ومقتدی سب کے سب مسجد سے باہر ہوں بشرطیکہ وہ جگہ یا میدان شہر یا قصبہ میں ہو کیونکہ جواز جمعہ کے لیے مسجد شرط نہیں ہے۔

"کمافی الدرالمختار وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب وعلیه الفتوی"......(الدرمع الرد: ۱/۵۹۵)

"شرط ادائها المصر وهو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود او مصلاه قوله او مصلاه ای مصلی المصر لانه من توابعه فکان فی حکمه والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنگل کے قریب ایک گاؤں (کسک) میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۷۷): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام کے بعد گزارش ہے کہ ہمارا گاؤں کسک اب تقریباً ۵۰ گھرانوں پر مشتمل ہے اور وہاں صرف ایک ہی مسجد ہے اور کبھی ہم امام رکھتے ہیں اور کبھی نکال دیتے ہیں اور بدستور جماعت بھی نہیں ہوتی بیس سال پہلے وہاں جمعہ وغیرہ بھی ہوتا رہا اب جب کہ جمعہ تو درکنار نماز بھی

نہیں ہوتی اور ہمارا گاؤں جنگل وغیرہ کے قریب ہے اور ساتھ جو گاؤں پائے جاتے ہیں ان میں جو سب سے قریب ہے وہ تقریباً دو کلومیٹر سے زیادہ دور ہے اب ہمارے بزرگ اتنا سفر طے کر کے عید کی نماز کے لیے بھی نہیں جاسکتے، اب ہماری مسجد میں جمعہ اور عید وغیرہ بھی پڑھائی جاتی ہیں اب آپ سے گزارش ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اور فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں آپ کے اس گاؤں کسک میں نہ نماز جمعہ جائز ہے اور نہ نماز عید جائز ہے کیونکہ اس میں جمعہ اور عیدین کی صحت کی شرائط نہیں پائی جارہی ہیں۔

"لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما في المضمرات"......(رد المحتار: ۱/ ۵۹۰)

"شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود او مصلاه قوله او مصلاه اى مصلى المصر لانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غير مقصور على المصلى بل يجوز في جميع افنية المصر"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کم آبادی والے گاؤں میں دو تین جگہ نماز جمعہ پڑھنا:

مسئلہ نمبر (۴۷۸): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک مسئلہ ہے جواب دے کر مشکور فرمائیں! مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں دو مسجدیں تھیں گاؤں کی آبادی اتنی زیادہ بھی نہیں تھی لیکن ایک مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھائی جاتی تھی، کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب کا اس میں اختلاف ہوگیا اور جمعہ الگ الگ مسجدوں میں پڑھایا جاتا تھا حالانکہ دونوں مسجدوں کے درمیان صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے پھر سال بعد ایک دوسری جگہ بہت بڑی مسجد بنائی گئی جس میں تین چار گاؤں کے لوگ ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرسکتے ہیں یہ بہت بڑی مرکزی جامع مسجد ہے اسی مسجد میں تین یا چار صف نمازی جمعہ کے دن ہوتے ہیں بہر حال دوسری مسجد کے ملحقہ لوگ وہ اپنی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں حالانکہ وہاں پر صرف تیس یا چالیس نمازی ہوتے ہیں کیا ان کا وہاں پر نماز جمعہ ادا ہو جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں جس چھوٹی آبادی میں حاکم مجاز نہ ہو اس میں نماز جمعہ بھی جائز نہیں ہے، لہٰذا آپ کے گاؤں میں کسی بھی مسجد میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔

"وفیما ذکرنا اشارة ای انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس جگہ کھانے پینے کی اشیاء دستیاب ہوں مگر مستقل بازار نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کا نام "بھڈیہ کلاں" ہے جو کہ بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً تین ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ہے اور تقریباً ضروریات کی ہر چیز مل جاتی ہے اور اسی گاؤں کے رقبہ میں لوگوں نے اپنی اپنی زمینوں میں حویلیاں بنا کر رہائش رکھی ہوئی ہے گاؤں کے علاوہ ان حویلیوں کے افراد کی تعداد بھی تین ہزار سے زائد ہے اور ان حویلیوں میں کل مساجد سترہ ہیں صرف ایک مسجد میں تقریباً پچاس سال سے جمعہ وعیدین ہو رہے ہیں اور ان حویلیوں میں کوئی بازار نہیں بلکہ چیدہ چیدہ دوکانیں ہیں کھانے پینے کی خاص خاص چیزیں ملتی ہیں، کپڑے جوتوں وغیرہ کی کوئی دوکان نہیں، اب زیر طلب مسئلہ یہ ہے کہ شرعاً ان حویلیوں کی مساجد میں نماز جمعہ اور عیدین ہو سکتی ہیں؟ اور آیا یہ حویلیاں گاؤں "بھڈیہ کلاں" ہی میں شمار ہوں گی؟ نیز جس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ کے گاؤں میں بازار بھی ہیں تو جمعہ صحیح ہے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگی اور گاؤں سے باہر حویلیاں ہیں ان میں جمعہ جائز نہیں۔

"وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لایجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر

وخطیب کمافی المضمرات،والظاهر انه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر"......

(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

(۲) جس جگہ جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی جائز نہیں۔

"واما شرائط وجوبها وجوازها فكل ماهو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العيدين وجوازها من الامام والمصر والجماعة والوقت الا الخطبة فانها سنة بعدالصلاة ولو تركها جازت صلاة العيد"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک مسجد میں نفل پھر دوسری مسجد میں فرض کی نیت سے نماز جمعہ پڑھنا پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۴۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرید نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اوراس کے بعد کسی دوسری مسجد میں چلا گیا اور وہاں اس کو لوگوں نے آگے کردیا کیا ان کا دوسری جگہ نماز جمعہ پڑھانا، جبکہ وہ پہلے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز ادا کر چکے تھے، ان کا جمعہ پڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟اور یاد رہے کہ فرید کہتا ہے کہ میں نے پہلی مسجد میں نفل کی نیت کی تھی اور دوسری میں فرض کی بحوالہ جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر فرید نے واقعی پہلی جگہ نفل کی نیت سے امام کے پیچھے نماز پڑھی ہے تو اس کی وہ نماز نفل شمار ہوگی۔

"ويصلي المتنفل خلف المفترض كذافي الهداية"......(الهندية: ۱/۸۵)

اوراب چونکہ جمعہ کی نماز دوسری جگہ فرض جمعہ کی نیت سے پڑھارہا ہے تو اس کی امامت اور اقتداء درست ہے۔

"(قوله وصلاتهما) اى اتحاد صلاتهما قال في البحر والاتحاد ان يمكنه الدخول في صلاته بنية صلاة الامام فتكون صلاة الامام متضمنة لصلاة

المقتدی اه فدخل اقتداء المتنفل بالمفترض لان من لافرض علیه لو نوی صلاۃ الامام المفترض صحت نفلاو لان النفل مطلق والفرض مقیدو المطلق جزء المقیدفلایغایر"......(ردالمحتار: ۱/۴۰۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے باہر فارم کی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک فاٹینس فارم ہے جس میں پاگل افراد رہتے ہیں ان کی نگرانی کے لیے تقریباً آٹھ ملازم ہیں اس فارم کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے یہ فارم شہر سے باہر ہے اس مسجد میں ایک مولوی صاحب جو کہ دوماہ سے جمعہ پڑھا رہے ہیں یہاں جمعہ نہیں ادا ہوتا تھا فارم کے ملازمین شہر میں جا کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ یہاں آپ فتویٰ دیں کہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: یہ گاؤں شہر سے تقریباً آدھا کلومیٹر دور ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ کے گاؤں میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط مفقود ہیں بنابریں اس گاؤں میں نماز جمعہ بند کردیا جائے اور جتنے جمعہ ادا کئے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نماز قضاء کی جائے۔

"وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذابلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعۃ لان ھذامجتھدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارۃ الی انه لایجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات، والظاھر انه الکراھة لکراھة النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھرلوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"(وشرط ادائھا المصر) ای شرط صحتھا ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی

قریة ولامفازة لقول علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کئی سالوں سے جاری نماز جمعہ کو عدم شروط کی وجہ سے بند کرنا اتباع شریعت ہے:

مسئلہ نمبر(۴۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا چک جو کہ ایک چھوٹا سا ہے ایک سو گھروں پر مشتمل ہے کچھ دیگر چک اردگرد اپنے مربعہ جات ولیلہ جات میں رہائش پذیر ہیں چک والوں اور دیگر لوگوں کی مردم شماری کی گئی جس کے لحاظ سے مرد بچے بچیوں کی مجموعی تعداد تقریباً دو ہزار ہے چھ سات دکانیں ہیں چک میں عرصہ چھ سات سال سے جمعہ ہوتا رہا، وہ بھی اسطرح شروع ہوا کہ ایک شخص دارالعلوم کبیر والا جاکر مفتی عبدالقادر صاحب کے سامنے سوالات بڑھا چڑھا کر جواز جمعہ کا فتویٰ لیکر آیا اور عشاء کے بعد مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ کی تصنیف (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد دوم ص ۳۹۸) مسائل جمعہ کے بارے میں مقتدیوں کو سنایا میں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں بوجہ شرائط جمعہ نہ پائے جانے سے جمعہ جائز نہیں اس کے علاوہ نماز ظہر کے چار رکعت قضاء کرنے کا وبال بھی سر پر ہوگا اور ان کی دوسری کتاب (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۲۳۴) پانزدہم کے عنوان سے دیہات میں عدم جواز جمعہ پر قرآن وسنت سلف صالحین کے تعاون سے نہایت مفصل مدلل طور پر وضاحت سے ثابت کیا گیا ہے کہ شہروں اور قصبوں کے علاوہ مزید تحقیق کے لیے مولانا عبدالقادرؒ مفتی دارالعلوم کبیروالا و مفتی دارالافتاء مدرسہ خیر المدارس ملتان ان حضرات کو استفتاء لکھ کے فتویٰ منگوایا گیا تو ان دونوں مفتی حضرات نے عدم جواز کا فتویٰ دیا جب ہر طرف سے مکمل ثبوت ہمیں ملا تو بقول مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ جمعہ بند کردینے کا اعلان کرادیا اب کچھ حضرات ناراض ہیں کہ جمعہ کیوں بند ہوا اور کچھ خواہ مخواہ نکتہ چینی کرتے ہیں اس کا شرعی فیصلہ فرمادیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے ایسی جگہ جمعہ پڑھنے والوں پر ظہر بدستور لازم ہے، لہٰذا جتنے عرصہ تک جمعہ پڑھتے رہے ظہر کی نماز چھوڑے رکھی اس کا گناہ بھی سر ہوگیا، لہٰذا اتنے عرصے کی نماز ظہر کی قضاء لازم ہوگی، اور چونکہ جمعہ ایسی جگہ نفل کی حیثیت رکھتا ہے اور نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی یہ بھی

جائز نہیں، لہٰذا ہم مسلمان ہیں اور مسلم سلیم سے ہے یعنی ہم نے کلمہ پڑھ لیا تو اب ہم نے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا جو ان کا حکم ہوگا اسی کے مطابق ہم عمل کریں گے شریعت نام ہی اتباع کا ہے، لہٰذا اپنے اندر اتباع والی صفات پیدا کر کے شرعی مسائل میں ضد و عناد یا ہٹ دھرمی اور انانیت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا يجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات، والظاهر انه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر“......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب؟

مسئلہ نمبر (۴۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز اس کی دو رکعت فرض ہیں یا واجب اگر واجب ہیں تو واجب کی قضاء نہیں ہوتی اس لیے یہ بتائیں کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کے دو فرض پڑھیں ظہر کے چار فرض چھوڑ دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جمعہ کی نماز کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، جمعہ کی نماز دو رکعت فرض ہیں اور اس کے پڑھنے سے ظہر کے چار فرض ساقط ہو جاتے ہیں، اور یاد رہے کہ واجب نماز (جیسے وتر) کے فوت ہو جانے سے اس کی بھی قضاء لازم ہے۔

”اما الاول: فالجمعة فرض لا يسع تركها ويكفر جاحدها والدليل على فرضية الجمعة الكتاب والسنة واجماع الامة الخ“...... (باب الجمعة، بدائع الصنائع: ۱/۵۷۷)

"(ھی فرض) عین (یکفر جاحدھا) لثبوتھابالدلیل القطعی کماحققه الکمال وھی فرض مستقل آکد من الظھرولیست بدلا عنه اھ"......
(ردالمحتار: ۱/ ۵۸۹)

"فصل: وامابیان مقدارھافمقدارھار کعتان عرفناذلک بفعل رسول الله ﷺ واصحابه ؓ من بعده وعلیه اجماع الامة اھ"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۳)

"قوله(ووقت الظھر) ای شرط صحتھا ان تؤدی فی وقت الظھرفلاتصح قبله ولابعده لان شرعیة الجمعة مقام الظھرعلی خلاف القیاس لانه سقوط اربع برکعتین الخ"...... (البحرالرائق: ۲/ ۲۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آبادی سے باہر مدرسہ سے نماز جمعہ شہر کی مسجد میں منتقل کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک مدرسہ عبداللہ بن مسعود (واقع من مضافات راولپنڈی) میں جمعہ شروع کیا، چونکہ مدرسہ ہذا آبادی سے بالکل الگ تھا اور بیرونی طلبہ بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اس وجہ سے لوگوں کا رجحان بہت کم ہے، اب ہم جمعہ مسجد ذوالنورین میں منتقل کرنا چاہتے ہیں، جوکہ شہر میں ہے اور تقریباً پانچ ہزار کی آبادی کے درمیان میں ہے، لوگوں کا رجحان بھی مسجد ہذا کی طرف ہے، آیا اس طرح جمعہ کو مدرسہ سے مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ مدرسہ میں جمعہ بند کر کے مسجد ذوالنورین میں منتقل کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ مدرسہ میں جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ آبادی سے بالکل باہر ہے، جبکہ جمعہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مصر جامع ہو یا اس کے مضافات ہو (فناء مصر) اور مسجد ہذا شہر میں ہے، لہٰذا اس میں جمعہ درست ہے مدرسہ میں نہیں۔

"منھا المصرھکذافی الکافی....وکمایجوزاداء الجمعة فی المصریجوزادائھافی فناء (المصر) وھوالموضع المعدلمصالح المصرمتصلابالمصرومن کان مقیمابموضع بینه وبین المصرفرجة من

المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ هکذافی الخلاصة الخ"......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

" لاتصح الجمعة الافی مصرجامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی مصرجامع.....بل یجوزفی جمیع افنیة المصر لانهابمنزلته فی حوائج اهله الخ "......(الهدایة: ۱/۱۶۷)

"(شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصرحتی لاتصح فی قریة ولامفازة الخ"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈیرہ مراد جمالی کے ایچ پروجیکٹ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شہر ڈیرہ مراد جمالی میں ایچ پروجیکٹ کے نام سے ایک کالونی ہے جس کے اندر کافی وسائل موجود ہیں مثلاً رہائش گراونڈ اور ضروریات زندگی کمپنی کی طرف سے مہیا کی جاتی ہیں یہ تقریباً شہر ڈیرہ مراد جمالی سے سامنے دیکھنے کی صورت میں تین کلومیٹر اور سڑک کے فاصلے سے چھ کلومیٹر پر ہیں جو مال باہر سے آتا ہے اس پر چنگی شہر ڈیرہ مراد جمالی والے ہی وصول کرتے ہیں اس کالونی میں تقریباً دو سو ساٹھ افراد آباد ہیں جس میں سے ایک سو اسی مسلم اور اسی غیر مسلم اس میں اکثر لوگ ٹرانسپورٹ نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ پر جانے سے رہ جاتے ہیں اور بغیر معقول سکیورٹی کے باہر جانے کی اجازت نہیں اس کالونی کے لیے ڈپٹی کمشنر، عدالت اور تھانہ شہر ڈیرہ مراد جمالی کا ہی کارآمد ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے اس جگہ کا شہر یا قصبہ ہونا یا اس کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے، لہٰذا صورت بالا میں اس کالونی میں جمعہ کی نماز درست نہیں کیونکہ نہ یہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور اس کا شہر کے ساتھ اتصال بھی نہیں ہے، جبکہ ظہر کی نماز کی ادائیگی فرض ہے۔

"عن علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصر جامع اومدینة عظیمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"ویشترط لصحتها سبعة اشیاء) الاول المصر اوفناء ه قوله وظاهر المذهب....عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وهذا هو الاصح" ...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"ولادائها شرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذا فی الکافی والمصرفی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام....والمعنی اقامة الحدود القدرة علیهاهکذافی الغیاثیة وکمایجوزاداء الجمعة فی المصریجوزادائها فی فناء المصر الخ"...... (الهندیة: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سکول، ڈسپنسری اور چند دکانوں پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس میں کچھ لوگوں کا مطالبہ ہے کہ وہاں نماز جمعہ ہو جبکہ گاؤں کی کل آبادی ایک سوستر گھر پر مشتمل ہے اور قرب وجوار کے گھروں کو ملا کر کل آبادی دوسو پچاس گھر بنتی ہے، گاؤں میں سڑک نہیں ہے دو گورنمنٹ پرائمری سکول ایک بچوں اور ایک بچیوں کے لیے ہے ڈسپنسری، بجلی اور آٹھ عدد دکانیں ہیں جن سے ضروریات زندگی کی تقریباً ہر چیز میسر ہو جاتی ہے، کیا اس بستی میں جمعہ کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے، بلکہ ان لوگوں پر اپنی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا لازم ہے۔

"منها المصر هكذا في الكافي......... وكما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز ادائها في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع ببخارىٰ لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذا في الخلاصة" ......(الهندية : ١/١٤٥)

"لاتصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع......بل يجوز في جميع افنية المصر لانها بمنزلته في حوائج اهله الخ"......(الهداية : ١/١٧٧)

"(شرط ادائها المصر) اى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولا مفازة عن عليؓ لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظيمة"......(البحر الرائق: ٢/٢٤٥)

"ولا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب الخ"......(ردالمحتار: ١/٥٩٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چودہ سو پچاس افراد پر مشتمل ایک گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی ۱۴۵۰ افراد پر مشتمل ہے عورتوں بچوں سمیت بعض لوگ ایسے ہیں کہ گاؤں میں ان کی جگہ ہے اور وہ دوسرے شہروں میں رہتے ہیں، گاؤں کے ساتھ پانچ چھ منٹ پیدل راستہ کے بعد بازار آتا ہے مگر درمیان میں خالی جگہ کھیتی باڑی ہوتی ہے وہ بازار گاؤں کا ہے، اس بازار میں ایک مڈل پبلک سکول ایک ایکسچینج ہائی سکول ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ایک دو پلاٹ چھوڑ کر ۴۵ دکانیں ہیں درمیان سے سڑک گزرتی ہے، دو مسجدیں جن میں پانچ وقت کی نماز ہوتی

ہے، گاؤں کے ساتھ الگ الگ بستیاں ہیں وہاں مسجدیں ہیں، کیا وہ گاؤں میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ چار میل کے فاصلے پر تھانہ ہے، کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایک دفعہ جمعہ شروع ہوجائے تو جاری رکھیں یا بند کرایا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی نماز کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ شرط ہے اور اس میں دو قول ایسے ہیں جنکی توضیح اصحاب ترجیح کی طرف سے ثابت ہیں۔

"بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم.....وھذا ھو الاصح"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"مالا یسع مساجدہ اھلہ المکلفین بھا ایدہ صدر الشریعۃ بقولہ لظھور التوانی فی احکام الشریعۃ"

آپ کی بستی میں مندرجہ بالا دونوں قول میں سے ایک قول کے تحت بھی نماز جمعہ جائز نہیں ہے بازار اور بستی کے درمیان مزارع کی وجہ سے ایک جگہ شمار نہیں کی جاسکتی، اور آپ کی بستی میں ایک بازار بھی نہیں، جبکہ کم از کم تین بازاروں کا ہونا ضروری ہے اور لفظ مساجد منتہی الجموع ہے جو کہ جمع کثرت میں آتا ہے اور آپ کے سوال کے مطابق اس میں دو مسجدیں ہیں، یہ تو جمع بھی نہیں ہے، جمع کثرت تو درکنار، لہٰذا آپ کی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں۔

"منھا المصر ھکذا فی الکافی.........وکما یجوز اداء الجمعۃ فی المصر یجوز ادائھا فی فناء المصر وھو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینہ وبین المصر فرجۃ من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری لاجمعۃ علی اھل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغھم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشئ ھکذا فی الخلاصۃ الخ"......(الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

"لاتصح الجمعۃ الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولاتشریق ولافطر ولا اضحی الافی مصر جامع.....بل یجوز فی جمیع افنیۃ المصر لانھا بمنزلتہ فی حوائج اھلہ الخ"......(الھدایۃ: ۱/۱۷۷)

"(شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة عن علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطرولا اضحی الافی مصرجامع اومدینة عظیمة"...... (البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

" ولاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبر وخطیب الخ"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

(وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لایجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات،والظاهرانه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

استفتاء بابت نماز جمعہ (موضع میر اعظم مچن خیل لکی مروت بنوں):

مسئلہ نمبر(۴۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میر اعظم مچن خیل لکی مروت جوکہ ۲۳۰۰ آبادی چھوٹے بڑے پر مشتمل ہے گاؤں میں محلے،گلیاں اورکوچے ہیں چار بڑی مسجدیں ہیں جس میں سے ایک اپنے محلے والوں کے لیے کافی ہے گاؤں سے کچھ آبادی باہر نکل چکی ہے جو اس گاؤں کے نام سے موسوم ہے اور قبرستان گاؤں کے قریب ہے لیکن اس گاؤں اورقریب کی آبادی کے درمیان فصلیں بوئی جاتی ہیں اس گاؤں سے جو یہ آبادی نکلی ہے اس کی تقریباً آبادی ۳۷۸ ہے گاؤں میں تقریباً ۱۹، ۲۰ دکانیں ہیں جس میں سے میڈیکل سٹور اور پنکچر اور ڈیزل ایجنسی اور درزی،کشیدہ کاری،کپڑوں،پرچون وجنرل سٹور وغیرہ کی دکانیں ہیں، الغرض انسانی روزمرہ ضروریات احسن طریقے سے پوری ہوجاتی ہے مزید یہ کہ گاؤں انڈس ہائی وے سڑک پر کام شروع ہے اور ۱۰، ۱۵ گاڑیوں پر مشتمل ٹرانسپورٹ کامکمل انتظام ہے جس کے ذریعے بڑے شہروں سے بآسانی استفادہ ہوسکتا ہے۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس جیسے گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ بازاریں تو نہیں لیکن ضروریات تقریباً پوری ہوجاتی ہیں، گاؤں میں ہسپتال، ڈاکخانہ، تھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے، تھانہ سات کلومیٹر پر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نماز جمعہ کے لیے بڑا قصبہ ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ گاؤں قریہ کبیرہ کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ اس میں نہ بازاریں ہیں اور نہ حاکم مجاز ہے جبکہ ان دونوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

"قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني وتقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبرخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهر لوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

"شرط ادائها المصروهو كل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدودواومصلاه قوله اومصلاه اى مصلى المصرلانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غيرمقصورعلى المصلى بل يجوزفي جميع افنية المصر"......(البحرالرائق: ۲/ ۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹے گاؤں میں اگر پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جاتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب ہمارے گاؤں کی بستی تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے اور سارے لوگ مسلمان ہیں اور جن کی عمر اٹھارہ سال ہے مرد عورت تقریباً پانچ سو افراد ہیں گاؤں میں پرچون کی تین دکانیں ہیں ایک مسجد ہے ایک سرکاری پرائمری سکول ہے اور بڑا گاؤں ہم سے

تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے اور ہماری بستی (گاؤں) میں جب سے مسجد بنی ہے یعنی پچاس سال سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے اور گاؤں کے سارے لوگ نماز جمعہ جاری رکھنے کے حق میں ہیں اور نماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں اختلاف بھی ہوسکتا ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ کریں، کیا ہماری نماز جمعہ صحیح ہورہی ہے یانہیں اوراب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بستی میں کسی صورت میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اس لیے کہ اس بستی میں صحت جمعہ کی شرائط موجود نہیں، لہذا پہلے سے جاری جمعہ کو فوراً بند کیا جائے اور سابقہ ظہر کی نمازیں قضاء کی جائیں۔

"(ولادائهاشرائط في غيرالمصلي) منها المصرهكذافي الكافي، والمصرفي ظاهرالرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذافي الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتمادكذافي التتارخانية ومعنى اقامة الحدودهوالقدرة عليهاهكذافي الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة في المصريجوزاداؤهافي فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارىٰ لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذافي الخلاصةاه"......(الهندية : ١/١٤٥)

"قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني وتقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار: ١/٥٩٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی پہلی اذان زوال کے فوراً بعد دینی چاہیے:

مسئلہ نمبر(۴۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے خطیب صاحب کچھ عرصہ سے یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی تقریر کے بعد پہلی اذان ہوتی ہے اور سنتیں پڑھنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ ہوتا ہے ساتھ ہی دوسری اذان ہو جاتی ہے اور پھر خطبہ اور جمعہ ہوتا ہے اور خطیب صاحب یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنا بہتر ہے کہ پہلی تقریر کے بعد اذان دینا بہتر ہے وہ اس لیے کہ جمعہ کی اذان ہوتے ہی کاروبار اور دکانیں بند کرنا ضروری ہیں، جبکہ اکثر دکاندار خطبہ کے وقت دکانیں بند کرتے ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان خطبہ سے کچھ دیر پہلے ہو، تاکہ لوگ اذان کے بعد کاروبار کر کے گنہگار نہ ہوں، لیکن ہماری مسجد کے ایک نمازی کہتے ہیں کہ تقریر کے بعد پہلی اذان دینا بدعت ہے، آپ فرمائیں کہ جمعہ کی تقریر کے بعد اذان دینا بدعت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی پہلی اذان زوال کے بعد دی جائے تاکہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ جمعہ کا وقت شروع ہو گیا ہے اصل شریعت میں یہی مشروع ہے اور یہی طریقہ سلف سے متواتر چلا آرہا ہے۔

"قال فی شرح المنية اختلف فی المرادبالاذان الاول فقيل الاول باعتبار المشروعية وهو الذی بين يدی المنبر لانه الذی كان اولافی زمنه عليه الصلاة والسلام وزمن ابی بكروعمرحتی احدث عثمان الاذان الثانی علی الزوراء...؟حين كثرالناس والاصح انه الاول باعتبارالوقت وهوالذی يكون علی المنارة بعدالزوال".....(حلبی کبیری: ۳۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ پڑھانے میں کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح پنجگانہ نمازوں کے وقت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید اور فضیلت آئی ہے اسی طرح نماز جمعہ کو بھی وقت مقررہ پر ادا کرنے کی تاکید اور فضیلت ہوگی ہمارے ہاں مسجدوں میں اکثر خطیب حضرات نماز جمعہ کو اس کے مقررہ وقت میں ادا نہیں کرتے اپنے بیان کی وجہ سے وقت مقررہ سے نماز جمعہ میں تاخیر کر دیتے ہیں جیسا کہ نماز عصر نماز عشاء اور نماز فجر اور نماز ظہر اپنے اپنے مقرر کردہ

اوقات میں ادا کی جاتی ہیں اور نماز جمعہ کا وقت بھی مسجد میں مقرر ہوتا ہے لیکن جمعہ کی نماز اپنے مقررہ وقت سے کہیں زیادہ تاخیر سے ادا کی جاتی ہے اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تاکہ اصلاح کی جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جمعہ کے ادا کرنے میں اگر اتنی تاخیر کی جائے کہ جمعہ مکروہ وقت میں داخل ہو جائے صحیح نہیں ہے، بلکہ مکروہ وقت کے شروع ہونے سے پہلے ہی نماز جمعہ ادا کرلی جائے تو اتنی تاخیر کی گنجائش ہے اور عوام بیان سننے کے لیے بروقت آجایا کریں تو خطیب حضرات تاخیر پر مجبور نہ ہوں گے، اس لیے عوام کو چاہیے کہ بیان سننے کے لیے بروقت مسجد میں پہنچ جایا کریں، اور خطیب صاحب کو بھی وقت کا لحاظ کرنا چاہیے، خواہ مخواہ عوام کو اپنی تقاریر سے پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

"وجمعة كظهر اصلاواستحبابا) في الزمانين لانهاخلفه الخ"...... (درعلى هامش الرد: ۱/ ۳۷۰)

"الوقت المكروه في الظهران يدخل في حدالاختلاف واذا اخره حتى صارظل كل شئ مثله فقددخل في حدالاختلاف الخ"......(الدرمع الرد: ۱/ ۳۶۹)

"قالوا الاحتياط ان يصلي الظهرقبل صيرورة الظل مثله ويصلي العصرحين يصيرمثليه ليكون الصلاتان في وقتهابيقين اه"......(الهندية : ۱/ ۵۱)

"(ومنهاوقت الظهر) حتى لوخرج وقت الظهرفي خلال الصلاة تفسدالجمعة وان خرج بعدماقعدقدرالتشهدفكذاعندابي حنيفة كذافي المحيط اه"......(الهندية : ۱/ ۱۴۶)

"المقتدي اذانام في صلاة الجمعة ولم ينتبه حتى خرج الوقت فسدت صلاته ولوانتبه بعدفراغ الامام والوقت دائم اتمهاجمعة كذافي المحيط اه"......(الهندية : ۱/ ۱۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فناءِ شہر سے باہر ایک مدرسہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں اکوال کی چار مسجدوں میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے جمعہ کی شرائط موجود ہونے کی بناء پر، اب ایک نئی جگہ جمعہ پڑھنے کے متعلق مسئلہ درپیش ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ گاؤں ''اکوال'' سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مدرسہ ظہورالاسلام واقع ہے، جس میں تقریباً اس وقت چارسو طلبہ کرام تعلیم حاصل کررہے ہیں اس مسجد ومدرسہ کے ساتھ تھوڑے فاصلہ پر کچھ ڈیرے واقع ہیں، چند آدمیوں کے اپنے اپنے کھیتوں میں (جن کو ہماری اصطلاح میں ڈھوک کہتے ہیں) یہ چند ڈیرے پھر آپس میں فرلانگ دوفرلانگ کے فاصلہ پر ہیں یعنی ہر ایک صاحب زمین نے اپنی اپنی زمین میں ڈیرے بنا رکھے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی مسجد ومدرسہ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز فقہ میں فناء مصر کا جو لفظ آیا ہے اس کی تعریف وتشریح فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ مدرسہ میں جمعہ کی ادائیگی جمعہ کی صحت کی شرائط نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، فناء مصر اس جگہ کو کہا جاتا ہے جو شہر کے ساتھ متصل ہو اور شہر والوں کی ضروریات ومصالح کے لیے مقرر کی گئی ہو جیسے قبرستان وغیرہ۔

''(ولادائها شرائط في غير المصلي) منها المصر هكذا في الكافي، والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذا في الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا في الغياثية وكما يجوز اداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحو القلع ببخارى لا جمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذا في الخلاصة اه''......(الهندية : ۱/۱۴۵)

"ومن لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهربجماعة یوم الجمعة باذان واقامة"......(الهندیة : ۱/ ۱۴۵)

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائهاعنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصرومن کان ساکنافی توابعه،وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصروتوابعه،فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصرولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/ ۵۸۳)

"(وکره) تحریما......(اداء الظهربجماعة فی مصر) قوله فی مصربخلاف القری لانه لاجمعة علیهم فکان هذا الیوم فی حقهم کغیره من الایام شرح المنیة وفی المعراج عن المجتبی من لاتجب علیهم الجمعة لبعدالموضع صلوا الظهربجماعة"......(الدرمع الرد: ۱/ ۲۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبۂ جمعہ میں کسی بزرگ آدمی کی تعریف کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سکھر شہر کے ایک بزرگ کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے ان کے انتقال کے بعدان کی مسجد کے امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں یہ طرز اختیار کیا ہے کہ پہلے خطبہ میں تحمید، تسبیح اور چند احادیث پڑھنے کے بعدان بزرگ کے چند ملفوظات عربی میں ترجمہ کر کے " قال شفیق الامۃ" کے عنوان سے پڑھتے ہیں، اس میں خلجان یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اکابرین کا انتقال ہوا مگر ایسی کوئی صورت سامنے نہیں آئی شاید کوئی جواز کی صورت نکل آئے ،لیکن فی نفسہ مذکورہ طرز عمل پر دل میں خطرہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ فعل آئندہ چل کر غلو فی الدین کی کوئی شکل اختیار نہ کرلے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں شامی میں ہے کہ پہلا خطبہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء، شہادتین اور درود شریف اور قرآت کے بعد وعظ ونصیحت کے مضامین ہونے چاہئیں اور وعظ ونصحت کے لیے صحابہ کرام ؓ بالخصوص

خلفاء راشدین اور عمین کا تذکرہ مستحب ہے، دیگر کسی کا تذکرہ مناسب نہیں ورنہ تو پھر تابعین و تبع تابعین کا تذکرہ بھی لازم آیگا اور یہ ایک طویل سلسلہ بن جائے گا، لہٰذا مذکورہ امام مسجد کو انتقال کرنے والے بزرگ کے ملفوظات کو ترک کرنا ضروری ہے اور دوسرا خطبہ بھی پہلے کی طرح ہے الا یہ کہ اس میں وعظ و نصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لیے دعا ہو۔

"ویسن خطبتان خفیفتان الخ ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین. ویبدأ ای قبل الخطبة الاولی بالتعوذ سرا ثم بحمدالله تعالیٰ والثناء علیه والشهادتین والصلاة علی النبی ﷺ والعظة والتذکیر والقراة قال فی التجنیس والثانیة کالاولی الا انه یدعو للمسلمین مکان الوعظ"......(الدرمع الرد: ۵۹۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا:

مسئلہ نمبر (۲۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا شریعت کی رو سے کیسا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواب دینے والا شخص بدعتی اور گنہگار ہوگا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اگر جواب دینا ہو تو دل میں دے، زبان سے اونچی آواز سے نہ دے۔

"وذکر الزیلعی ان الاحوط الانصات"......(ردالمحتار: ۱۰۵/۱)

"وینبغی ان لایجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اه"......

(الدر علی هامش الرد ۲۹۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقامی علماء کا کسی گاؤں کو قریہ کبیرہ قرار دینا اور جمعہ قائم کرنا جبکہ وہ قریہ کبیرہ نہ ہو:

مسئلہ نمبر(۴۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جگہ کی آبادی تین ہزار ہو اس جگہ نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے، جب کہ متعدد دکانیں بھی ہیں اور مساجد بھی بہت ہیں، کسی ایک مسجد میں جگہ نہیں ملتی، یہاں کے علمائے کرام اس کو قریہ کبیرہ قرار دے کر جمعہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ درست نہیں ہے جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں بناء بریں اس بستی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا شرعا درست نہیں ہے، بلکہ بروز جمعہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے۔

"(شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولا مفازة لقول علیؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولا اضحی الافی مصر جامع او مدينة عظيمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریہ صغیرہ کسی کے کہنے سے قریہ کبیرہ نہیں بنتی:

مسئلہ نمبر(۴۹۶): ایک بستی جس کی آبادی تین سو ہے متعدد دکانیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ کبیرہ قرار دے کر اس میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اگر نہیں تو اس کی جگہ جو جمعہ کی نماز پڑھی ہے اس کی قضاء کرنی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اس بستی میں مذکورہ بستی میں صحت جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، لہٰذا مذکورہ بستی میں جمعہ ادا کرنا شرعا درست نہیں ہے بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی اور جتنا عرصہ جمعہ کی نماز ادا کی گئی اتنا عرصہ کی ظہر کی نماز کی قضاء لازم ہوگی، کسی کے کہنے سے قریہ صغیرہ، قریہ کبیرہ نہیں بنتی۔

"(شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی

قرية ولامفازة لقول عليؓ لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطرولا اضحى الافي مصرجامع اومدينة عظيمة"......(البحر الرائق:۲/۲۴۵)

"قوله(وفي القهستاني) تأييدللمتن وعبارة القهستاني وتقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات....الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار:۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ چندہ جمع کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۹۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مساجد میں نماز جمعہ کے خطبہ کے دوران کپڑے کی جھولی نمازیوں کے آگے صفوں میں پھیری جاتی ہے تاکہ لوگ اس جھولی میں کچھ نہ کچھ ضرور ڈال دیں،اس دوران خاموشی لازم ہے،لیکن جھولی پھیرتے وقت لوگ زیادہ رقم ڈال کرریزگاری یا کچھ پیسے واپس بھی لیتے ہیں اور یہ سب کچھ عربی خطبہ کے دوران ہوتا ہے،کیا عربی خطبہ کے دوران جھولی پھیرنے سے جمعہ ہوجاتا ہے اگر یہ نامناسب ہے تو کس وقت پیسے حاصل کیے جائیں؟اس لیے کہ جمعہ کے دوران ہی نمازی زیادہ ہوتے ہیں یامخصوص خطبہ کے دوران۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ طریقہ پر عربی خطبہ کے دوران چندہ جمع کرنا ممنوع ہے،کیونکہ یہ استماع کے خلاف ہے۔

"ومن مس الحصى فقدلغا اه"......(ترمذی:۱/۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ جمعہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): کیا عربی خطبہ کے دوران کلام کرنا، تلاوت کرنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، جمعہ کی سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں دوران خطبہ تلاوت اور کسی قسم کا کلام کرنا صحیح نہیں ہے۔

"وإذا خرج الإمام فلاصلاة ولاكلام......سواء كان كلام الناس أو التسبيح أو تشميت العاطس أو ردالسلام اه" ......(الهندية : ۱/ ۱۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علاقہ ہمزونی میں نماز جمعہ کو قائم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارا علاقہ قوم ہمزونی ۹ گاؤں پر مشتمل ہے، ہرایک گاؤں کا نام اور قبرستان علیحدہ ہے، البتہ بعض امور ایسے ہیں جن میں پوری قوم ہمزونی مشترک ہے جیسا کہ ایک پہاڑ بنام (سترغر) اس میں پوری قوم مشترک ہے، بعض امور ایسے ہیں جس میں دو تین چار گاؤں مشترک ہیں جیسے کہ گاؤں عمرزئی گاؤں ورمڑ گاؤں راغزئی کلہ گاؤں چتون کے ایک ایک پہاڑ بنام (کشپی) میں مشترک ہیں حالانکہ ان کے گاؤں کے نام قبرستان وغیرہ جدا جدا ہیں، ان چار گاؤں نے بالاتفاق مل کر کافی عرصہ پہلے ایک مدرسہ بنام قاسم العلوم بنایا تھا، جس کا سنگ بنیاد گاؤں ورمڑ میں ہے اس مدرسہ میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، آج سے تقریباً دس سال پہلے اس مدرسے کے مہتمم صاحب نے اس میں توسیع کرکے بڑی جامع مسجد بنائی اور بغیر پیشگی فتویٰ لینے کے ازخود یہاں نماز جمعہ وعیدین شروع کردی، مہتمم مدرسہ ہذا چونکہ ایک امی شخص ہے اس لیے بعض لوگوں کو اس وقت سے اشکال رہا ہے اور تشویش میں ہیں کہ آیا یہاں نماز جمعہ وعیدین جائز ہوں گی یا نہیں؟ اب بعض دینی مدرسہ کے طالب علموں نے ہمت کرکے چہار گاؤں کے سربراہوں کو جمع کیا اور اس پر قائل کیا کہ جس طرح فتویٰ مل جائے اسی طرح کریں گے، شریعت کا حکم سرِ چشم قبول ہوگا کوئی بھی جھگڑا نہیں کریں گے، پڑھنے والوں سے جب استفسار کیا گیا کہ آپ کس دلیل کی بناء پر جمعہ وعیدین یہاں پڑھتے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ ہم چار گاؤں والوں نے اتفاق کرکے شروع کیا ہے، لہٰذا ہم سب گاؤں مل ملا کر ایک بڑا شہر بن جائیں گے بلکہ اب انہوں نے مزید ترقی کرکے

ان چاروں گاؤں میں سے رغزی کلہ اور چتون کلہ میں بھی جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، مذکورہ چاروں گاؤں سرکاری سڑک کے کنارے کنارے واقع ہیں، مشرق سے مغرب کی طرف سڑک گزرتی ہے اس میں مشرق کی جانب پہلے گاؤں عمرزئی آتا ہے جس کی کل آبادی 1194 افراد پر مشتمل ہیں اس کے بعد تقریباً 100 گز کے فاصلے پر گاؤں ورمڑ آتا ہے، درمیان میں زرعی زمین ہے اس گاؤں کی کل آبادی 907 افراد ہیں اس میں پانچ دکانیں ہیں ایک دوائی کا میڈیکل سٹور ہے اور ایک پرائمری سکول لڑکیوں کے لیے موجود ہے، ایک پبلک ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے جس میں تقریباً 500 لڑکے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد گاؤں راغزئی کلہ تقریباً 100 گز کے فاصلے پر آتا ہے جس کی کل آبادی 1471 نفوس ہیں، اس میں ایک سرکاری ہسپتال ہے ایک ہسپتال حیوانات کے لیے ہے 6 دکانیں ہیں، ایک میڈیکل سٹور ہے ایک آٹا مشین ہے ایک سکول لڑکیوں کے لیے ہے ایک ہائی سکول لڑکوں کے لیے ہے اس گاؤں سے کچھ لوگ ایک وادی سے پرتی جانب چلے گئے ہیں اس وادی کی وسعت آدھا کلومیٹر ہے اس میں بھی 3 دکانیں اور ایک مڈل سکول ہے اس وادی میں ہروقت پانی بہتا ہے، کبھی بہت پانی آتا ہے جس سے پار ہونا مشکل ہوتا ہے بارشوں کے پانی کے لیے ایک گزرگاہ ہے پھر اس کے بعد آخر میں گاؤں چتون ہے جس کی گاؤں رغزئی کلہ سے ایک وادی برائے پہاڑی پانی کے فاصلہ سے ہے، اور یہ وادی تقریباً سوگز کی وسعت رکھتی ہے اس میں کسی گھر کی تعمیر ممکن نہیں، کیونکہ بارش ہونے کی صورت میں اس میں کافی پانی آتا ہے، گاؤں چتون کی کل آبادی 1890 ہیں، 11 مسجدیں ہیں اور 6 دکانیں ہیں، ایک گرلز ہائی سکول اور ایک بوائز پرائمری سکول ہے اور ایک ہسپتال ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ ان چاروں گاؤں والوں کے اتفاق سے جو نماز جمعہ وعیدین شروع کی گئی ہے از روئے شرع شریف اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ان گاؤں میں سے ہر گاؤں میں بھی پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو سابقہ نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس کا ادا کرنا کس طرح ہوگا، خلاصی کی صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟ برائے کرم صاف صاف حکم بیان فرمائیں تاکہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

نوٹ: رغزی کلہ اور چتون کلہ میں تقریباً 30 سال پہلے سے نماز عیدین ونماز جمعہ شروع ہیں، مدرسہ قاسم العلوم میں بھی تقریباً 10 سال پہلے شروع ہیں اب ہمارے لیے اس مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر میں حل کریں تاکہ اطمینان ہو جائے۔

اگر اس کاغذ یعنی خط میں آپ مفتیان صاحبان کا کوئی شک وشبہ ہو یعنی کوئی جواب مانگنا ہو تو ہمیں پھر اطلاع دیں پھر چار گاؤں والے صفائی دیں گے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور مذکورہ صورت میں یہ بستیاں نہ مصر ہیں

نہ قریہ کبیرہ ہیں کیونکہ ان بستیوں کے نام اور قبرستان جدا جدا ہیں، نیز ہر دو بستیوں کے درمیان فاصلہ بھی ہے لہٰذا شرعاً ان کو ایک بستی شمار نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ان میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور جتنے جمعے پہلے پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازوں کو قضاء کرنا ضروری ہے۔

"ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر وهومالايسع اكبرمساجده اهله المكلفين بهاوعليه فتوى اكثرالفقهاء مجتبى لظهور التوانى فى الاحكام وظاهر المذهب انه كل موضع له امير وقاض يقدرعلى اقامة الحدود"......(درمختارعلى هامش الرد : ۵۹۰/۱)

"عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه وعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح ......وعبارة القهستانى تقع فرض فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالى اوالقاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنااشارة الى انه لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافى المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهر" ......(فتاویٰ شامی : ۵۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟

مسئلہ نمبر(۵۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے فرائض کے بعد کتنی رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں چار یا چھ اور ان میں سے پہلے دو کا پڑھنا افضل ہے یا چار کا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نماز جمعہ کے فرائض کے بعد چار رکعتیں تو بالاتفاق سنت مؤکدہ ہیں، البتہ امام ابو یوسف

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چھ رکعتیں ہیں اور بہتر بھی یہی ہے کہ چھ رکعتیں پڑھی جائیں اوران میں سے پہلے چار رکعت اور پھر دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔

"وقداختلفوافی التطوع بعدهافعن ابن مسعود رضی الله عنه انهااربع وبه اخذ ابوحنیفة ومحمدرحمهما الله تعالیٰ وعن علی رضی الله عنه انه یصلی بعدهاستا رکعتین ثم اربعا وروی عنه بروایة اخری انه یصلی ستااربعا ثم رکعتین به اخذابویوسف والطحاوی وکثیرمن المشائخ رحمهم الله تعالیٰ علی هذا قال الشیخ الامام الاجل شمس الائمة الحلوانی رحمه الله تعالی الافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین فقداشار الی انه مخیربین تقدیم الاربع وبین تقدیم المثنی لکن الافضل تقدیم الاربع کیلایصیر متطوعا بعدالفرض مثلها" ......(المحیط البرهانی :۲/۲۳۴)

"وفی روایة اذاصلیتم بعدالجمعة فصلوا اربعا وذکرفی البدائع انه ظاهرالروایة وعن ابی یوسف انه ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین وذکرمحمد فی کتاب الاعتکاف ان المعتکف یمکث فی المسجدالجامع مقدارمایصلی اربعا اوستا اه وفی الذخیرة والتجنیس وکثیرمن مشایخناعلی قول ابی یوسف وفی منیة المصلی والافضل عندنا ان یصلی اربعاثم رکعتین" ......(البحرالرائق: ۲/۸۷)

"وعن ابی هریرة انه ﷺ قال من کان منکم مصلیا بعدالجمعة فلیصل اربعا رواه مسلم زیلعی زادفی الامداد ولقوله ﷺ اذاصلیتم بعدالجمعة فصلوا اربعا فان عجل بک شیء فصل رکعتین فی المسجد ورکعتین اذارجعت رواه الجماعة الاالبخاری"......(فتاویٰ شامی : ۱/۴۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پانچ سو آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو افراد پر مشتمل

ہے جب کہ گاؤں میں پانچ چھ دکانیں اکٹھی ہیں اورایک ڈاکٹر بھی ہے اوردو مسجدیں ہیں تو کیا اس گاؤں میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کے مطابق جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورصورت میں گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ نہ مصر جامع ہے نہ قریہ کبیرہ ہے ان کو چاہیئے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القری لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیمایقع من الحوادث وهذاهوالاصح" ......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

" وفیماذکرنااشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر " ......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا جمعہ سے پہلے والی سنتیں مؤکدہ ہیں یا بعد والی؟

مسئلہ نمبر(۵۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے والی چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں یا نماز جمعہ کے بعد والی چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کی نماز سے پہلے والی چار رکعات اور بعد والی چار رکعات دونوں سنت مؤکدہ ہیں۔

"وسن مؤکدا اربع قبل الظھر واربع قبل الجمعۃ واربع بعدھا بتسلیمۃ "
......(الدرعلی الرد :۱/۴۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دھبولہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۳): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارا گاؤں جس کا نام دھبولہ ہے گاؤں میں بجلی موجود ہے، پکی سڑک اور پکی گلیاں بھی موجود ہیں ۱۲ یا ۱۳ عدد دکانیں بھی ہیں، روزمرہ کی ضروریات میسر ہوسکتی ہیں البتہ چھوٹے یا بڑے گوشت کی دکانیں موجود نہیں ہیں، مزید یہ کہ یہاں چار مسجدیں ہیں دو اہلسنت کی اور دو شیعوں کی ، یہاں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں ،مزید یہ کہ سب مساجد میں جمعہ ہوگا یا نہیں؟ چھ ہزار آبادی بھی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ کے قصبہ میں تمام تر شرائط جمعہ پائی جاتی ہیں تو اس علاقہ میں ایک سے زائد جگہوں پر جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے لیکن عرض یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ احوال کے مطابق فی الحال آپ کے علاقہ میں جمعہ کی صحت کی شرائط نہیں ہیں اس لیے نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔

"قال فی الدر وتؤدی فی مصر واحدبموضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی"......(ردالمحتار:۱/۵۹۵)

"ولادائھا شرائط فی غیر المصلی منھاالمصر ......والمصرفی ظاھرالروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی "......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے ایک کلومیٹر دور بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جو شہر سے تقریباً آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ کی پیدل مسافت پر واقع ہے اس گاؤں میں دس گیارہ سال سے جمعہ قائم کیا جارہا ہے اور یہ گاؤں تقریباً 150 مکانوں اور 2500 افراد پر مشتمل ہے، اس کے اردگرد کی آبادیاں اپنے مسائل حل کروانے اور اجتماعی عبادات نماز استسقاء، صدقات وخیرات اور قربانی کے لیے اس گاؤں میں جمع ہوتی ہیں، اس گاؤں میں چند دکانیں ہیں جو ضروریات زندگی کی اشیاء مہیا کرتی ہیں، ہوٹل، جیولرز، موچی، تھانہ وغیرہ نہیں ہے، میڈیکل کی سہولت کچھ کچھ گھروں میں موجود ہے، یا شہر سے ایک کلومیٹر یا آدھا کلومیٹر درمیان میں انقطاع ہے، باقی بستیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں وہ انقطاع دو تین نالے ہیں جن نالوں میں پانی سیلاب اور برفانی طوفان کا خطرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس فاصلہ میں گھر نہیں تعمیر کرتے، آیا اس جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نماز جمعہ ادا ہو چکی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے شہر یا ایسے بڑے گاؤں کا ہونا ضروری ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں، گلیاں ہوں، سڑکیں ہوں اور تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت ومرجعیت رکھتا ہو یعنی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے یہ شہر کے مشابہ ہو، بنابریں صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان مذکورہ گاؤں کے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ قریہ صغیرہ ہے لہٰذا یہاں جمعہ وعیدین کی ادائیگی درست نہیں ہے، بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور ظہر کی ادائیگی ضروری ہے، لہٰذا اب تک جتنے لوگ یہاں جمعہ کی ادائیگی کرتے رہے ان کے ذمہ اتنے عرصہ کی ظہر کی قضاء ضروری ہے۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل

بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر"

......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم کرنا:

مسئلہ نمبر(۵۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام وعلماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ کی سب سے بڑی مسجد جس کا رقبہ تقریباً تین کینال سے زیادہ ہے اس مسجد کی شرقی جانب گلی نمبر ۴ میں تھانہ راوی روڈ لگتا ہے، تھانہ کی مسجد پہلے چھوٹی تھی اس میں کبھی جمعہ کی نماز نہیں ہوئی تھانہ کی حدود اور مسجد نورانی کی حدود کا فاصلہ تقریباً ۱۵ فٹ ہے تھانہ والی مسجد بشمول تھانہ نئی تعمیر ہوگی مسجد کا رقبہ ۶ مرلے ۸۱ مربع فٹ ہے نئی تعمیر کے بعد کچھ حضرات نئی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جمعہ پر بضد ہیں، دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا تین کینال کی مرکزی مسجد کے ہوتے ہوئے اس چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے؟ شہر میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے دو مسجدوں میں کم از کم کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں تفصیل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر اس بستی میں جمعہ کی ساری شرائط پائی جارہی ہیں تو جمعہ کی ادائیگی درست ہے اگرچہ اس کے قریب بڑی مسجد ہی کیوں نہ ہو۔

"ویشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر"......(الدر المختار: ۲/۱۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خوشحال سنگھ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا عرف گھونڈ کی آبادی ساڑھے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر صرف ایک ہی مسجد ہے اگر ساری آبادی مسجد میں آجائے تو مسجد میں نہیں سما سکتی، اندریں صورت کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ، نماز عیدین ادا کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟
اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعدا

صورت مسئولہ میں ایسی آبادی جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اگر جمعہ ادا کیا جائے تو پوری آبادی کے افراد سما نہ سکیں تو ایسی آبادی کی مسجد میں نماز جمعہ کا ادا کرنا بالکل جائز ہے۔

امام بخاری کے دادا استاذ امام عبدالرزاق اپنی سند سے روایت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر (۱):"عبدالرزاق عن معمر عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع"

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ اور عیدوں کی نمازیں مصر جامع کے سوا نہیں ہوتیں (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷/۳، طبع بیروت)

حدیث نمبر (۲):"اخبرنا عبدالرزاق قال اخبرنا معمر عن ایوب ان عمربن عبدالعزیز کتب الی اھل المیاہ بین مکة والمدینة ان تجمعوا فقال عطاء عندذلک فقدبلغناان لاجمعة الافی مصر جامع"

ترجمہ: حضرت ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک دیہات اہل المیاہ والوں کو خط لکھا کہ وہاں جمعہ قائم کرو تو حضرت عطاء بن ابی رباح وہاں تھے آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچ چکی ہے کہ جمعہ اور عیدین مصر جامع کے سوا نہیں ہوتیں (مصنف عبدالرزاق:۱۶۹/۳)

اب مصر جامع کی تعریف کیا ہے؟ فقہاء کرام نے مصر جامع کی مختلف تعریفیں فرمائی ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں نے یہ تعریف فرمائی ہے۔

"اذااجتمعوافی اکبر مساجدھم لم یسعھم"

ترجمہ: مصر جامع وہ ہے کہ جس آبادی کی سب سے بڑی مسجد میں اگر لوگ جمع ہو جائیں تو وہ لوگ اس مسجد میں سما نہ سکیں (الھدایہ:۴۶/۳، طبع بیروت)

علامہ بدرالدین عینی البنایہ شرح الھدایہ میں لکھتے ہیں۔

"فاذاکان کذلک یکون مصراجامعا"

یعنی اگر مسجد میں آبادی نہ سما سکے تو ایسی آبادی مصر جامع ہو جائے گی (البنایہ شرح الھدایہ:۴۶/۳، طبع بیروت)

صاحب شرح الوقایہ نے بھی یہی قول بالا اختیار کیا ہے، دیکھیے (شرح الوقایہ: ۲۴۰/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ دہلی)
چونکہ خوشحال سنگھ والی آبادی اس قدر ہے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے لہٰذا اس دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھنا بالکل جائز ہے۔

ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مفتی محمد انوار دارالعلوم جامعہ حنفیہ رضویہ (رجسٹرڈ) کوٹرادھاکشن

استفتاء از مفتی اعظم مفتی حمید اللہ جان، جامعۃ الحمید عظیم آباد رائیونڈ روڈ لاہور:

مسئلہ نمبر (۵۰۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا عرف گھونڈ کی آبادی ساڑھے سات سو افراد سے زائد ہے، گاؤں کے اندر دو مساجد ہیں، بڑی مسجد میں تقریباً دو اڑھائی سو افراد ایک ہی وقت میں نماز ادا کر سکتے ہیں اور چھوٹی مسجد میں ایک ہی وقت میں تقریباً سو افراد با جماعت ادا کر سکتے ہیں، ہمارا گاؤں شہر سے تقریباً ۱۳ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے ہمارے گاؤں سے تقریباً پون کلو میٹر ایک بہت بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً چھ ہزار افراد پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں کے جنوب میں تین ایکڑ کے فاصلے پر گاؤں گنڈا سنگھ والا موجود ہے، جس کی آبادی تقریباً ۱۴۰۰ افراد ہیں جس میں جمعہ کی نماز عرصہ قدیم سے ہو رہی ہے، اور ہمارے گاؤں کے شمال میں گاؤں کوٹ مہتاب خان عرف بچھر موجود ہے، جس کی آبادی تقریباً ۱۵۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ ایک کلو میٹر ہے، اس میں بھی قیام پاکستان سے لے کر اب تک جمعۃ المبارک کی نماز ادا کی جارہی ہے، کیا ایسی صورت میں ہمارے گاؤں خوشحال سنگھ والا کی بڑی مسجد میں جمعہ کی نماز اور عیدین کی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں، اور یہ جو سابقہ فتویٰ لگایا جارہا ہے اس کی بناء پر ہمارے گاؤں میں تقریباً ایک سال سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے۔

اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں آپ کے گاؤں خوشحال سنگھ والا (عرف گھونڈ) میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی شرائط میں ایک شرط مصر جامع کا ہونا ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔

"فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث "..... (فتاویٰ شامی: ۵۹۰/۱)

"فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق .....لایجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر "......(فتاویٰ شامی : ۵۹۰/۱)

"وفی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینه وبین عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة علیه وان بلغه النداء وتقدیر البعد بغلوة اومیل لیس بشیء هکذا .....ثم ظاهر روایة اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل به فلاتجب علی اهل السواد ولوقریبا وهذااصح ماقیل فیه "......(فتاویٰ شامی: ۶۰۲/۱)

اورسوال نامہ کے ساتھ جوفتویٰ کی نقل لف ہے جس میں آپ کے گاؤں میں جمعہ کو جائز قرار دیا گیا وہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ فتویٰ میں تمام تر مدار امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول "انه ماذااجتمعوا فی اکبر مساجده للصلوات الخمس لم یسعهم) پر ہے اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مفتیٰ بہ نہیں ہے بلکہ مصر جامع کی تعریف میں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے قول پر فتویٰ ہے، اور تفصیل اس کی یہ ہے بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی نے مصر جامع کی تعریف میں فقہاء احناف کے تقریباً سات اقوال ذکر کر کے آخر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ "انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح" وہ بڑی بستی جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں اور اس کے لیے دیہات ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کے لیے ظالم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو اپنے دبدبہ اور علم یا کسی اور کے علم سے اور لوگ اس کی طرف حادثات میں رجوع کرتے ہوں اور اس کو" وهو الاصح " یہ تعریف سب سے زیادہ صحیح فرما کر راجح قرار دیا ہے (بدائع الصنائع:۵۸۴/۱)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح اس تعریف کو بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے اسی طرح ظاہر الروایۃ یعنی "کل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود" کو بھی بعض فقہاء کرام نے ترجیح دی ہے۔

"قال فی شرح المنیة والحدالصحیح مااختاره صاحب الهدایة الذی له امیر وقاض "......(فتاویٰ شامی: ۵۹۰/۱)

نیز بعض فقہاء کرام نے امام ابو یوسف کی مندرجہ ذیل روایت کو بھی ترجیح دی ہے "انہ ما اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم للصلوات الخمس لم یسعھم" کے بارے میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

"وقال ابو شجاع ھذا احسن ماقیل فیہ وفی الولوالجیۃ وھو صحیح بحر وعلیہ مشی فی الوقایۃ ومتن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی القول الاخر وظاھرہ ترجیحہ وایدہ صدر الشریعۃ بقولہ لظھور التوانی فی احکام الشرع سیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار "......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

اب ہمارے لیے ان تین اقوال (جن میں سے ہر ایک کو بعض فقہاء کرام کی طرف سے ترجیح کا شرف حاصل ہے میں سے عمل کرنے کے لیے ترجیح دینے کا کیا راستہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان تین اقوال میں سے پہلے دو قول تو حقیقت اور مصداق کے لحاظ سے ایک ہیں صرف تعبیر کا فرق ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے وہ فرماتے ہیں۔

"قال فی شرح المنیۃ والحد الصحیح مااختارہ صاحب الھدایۃ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود تزییف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختارہ الحد المتقدم بظھور التوانی فی الاحکام مزیف فان المراد القدرۃ علی اقامتھا علی ماصرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فی مایقع من الحوادث وھذا ھو الاصح الا ان صاحب الھدایۃ ترک ذکر سکک والرساتیق لان الغالب ان الامیر والقاضی الذی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود لایکون الا فی بلد کذلک "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

اس عبارت میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس وضاحت کے بعد یہ معلوم ہوا کہ تعارض صرف دو اقوال کے درمیان ہے، ایک ظاہر الروایہ جس کو اکثر متون نے لہ امیر وقاض...... کی عبارت سے ذکر فرمایا ہے جس کو صاحب تحفہ نے معمولی الفاظ کے تغیر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے، دوسری وہ روایت جو امام ابو یوسف

رحمہ اللہ سے ''اکبرمساجدہ'' کے عنوان سے منقول اور مشہور ہے،اب یہاں اصول ترجیح کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جن کی تفصیل یہ ہے

''فی قضاء الفوائت من البحر من انه اذااختلف التصحیح والفتوی فالعمل بماوافق المتون اولی''......(الدرمع الرد :۱/۵۳)

بحرالرائق کے قضاء الفوائت میں ہے کہ جب تصحیح اورفتویٰ میں اختلاف واقع ہوتواس قول پرعمل کرنااولی ہے جومتون کے موافق ہے۔

''وکذالاتخییر لوکان احدهماقول الامام والاخر قول غیره لانه اذا تعارض التصحیحان تساقطا فرجعنا الی الاصل وهوتقدیم قول الامام بل فی شهادات الفتاوی الخیریة المقررعندنا انه لایفتی ویعمل الابقول الامام الاعظم ولایعدل عنه الی قولهما لانه صاحب المذهب والامام مقدم''

......(ردالمحتار: ۱/۵۳)

اوراسی طرح تخییر نہیں ہے اگردوقولوں میں سے ایک امام ابوحنیفہ کا ہواوردوسراغیرکاہوکیونکہ جب دوتصحیحیں متعارض ہوگئیں تودونوں ساقط ہوگئیں،اورہم نے رجوع کرلیااصل کی طرف،اوروہ قول امام کومقدم کرناہے بلکہ فتاویٰ خیریہ کی شہادات میں ہے کہ ہمارے ہاں یہ مقررہے کہ نہ فتویٰ دیاجائے گااورنہ عمل کیاجائے گا مگرامام اعظم ابوحنیفہؒ کے قول پر،اوراس سے صاحبین کے قول کی طرف رجوع نہیں کیاجائے گا کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ ہی صاحب مذہب اورامام مقدم ہیں۔

''وکذالوکان احدهماظاهرالروایة وبه صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذااختلف کان الترجیح لظاهرالروایة وفیه من باب المصرف اذااختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاهرالروایة والرجوع الیها''......(الدرمع الرد : ۱/۵۳)

اوراسی طرح اگردونوں میں سے ایک ظاہرالروایہ ہواوراس پرصاحب بحرنے کتاب الرضاع میں تصریح کی ہے اورفرمارہے ہیں کہ فتویٰ جب مختلف ہوجاتاہے توترجیح ظاہرالروایہ کوہوگی اوراسی بحرکے باب المصرف میں ہے کہ جب تصحیح مختلف ہوجاتی ہے توظاہرالروایہ کی تلاش اوراس کی طرف رجوع واجب ہے۔

مذکورہ تینوں اصول ترجیح کے لحاظ سے ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ضروری ہے نیز محقق حلبی نے "اکبر مساجدہ" کی تعریف پر نقض وارد کر کے رد کر دیا ہے کہ اس سے حرمین شریفین قری میں شامل ہو جائیں گے جب کہ چھوٹے چھوٹے دیہات مصر بن جائیں گے (غنیۃ المستملی: ۱/۴۷۴)

لہٰذا امام صاحب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دو ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً دو ہزار ہے لیکن کئی سالوں سے وہاں جمعہ ہو رہا ہے اور جمعہ کی تمام شرائط نہیں پائی جاتیں لیکن مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

(۱) ہسپتال (۲) ایکسچینج (۳) دو مدرسے (۴) بجلی (۵) سڑک (۶) حجام (۷) چکی موجود ہیں، اور تقریباً پندرہ گاڑیاں، دس دکانیں، دو ہائی سکول (لڑکوں، لڑکیوں) دو مڈل سکول، اور آدمیوں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔

(۱) اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز نہیں تو ختم کیا جائے یا نہیں؟

(۳) اور سابقہ نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئولہ میں مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں کا جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، اور ان پر ظہر کی نماز کی ادائیگی فرض ہے اور جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے نیز ظہر کی نماز کی قضاء بھی لازم ہے۔

"فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولها رساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث"......(فتاوىٰ شامی : ۱/۵۹۰)

"فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ......لایجوزفی الصغیرة التی

لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

"وفی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینه وبین عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة علیه وان بلغه النداء وتقدیر البعدبغلوة اومیل لیس بشیء هکذا...... ثم ظاهرروایة اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل به فلاتجب علی اهل السواد ولوقریبا وهذااصح ماقیل فیه اه"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ کی شرائط موجود ہوں اس سے دوکلومیٹر دور ڈیروں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک گاؤں کے اندر جمعہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہیں آیا کہ اس کے ڈیروں (جن کا فاصلہ گاؤں سے دوکلومیٹر ہے) میں جمعہ ہوجاتا ہے کہ نہیں؟ اور ڈیروں کی آبادی دس پندرہ گھروں پر مشتمل ہیں، نیز جو جمعہ پڑھے گئے ہیں ان کی ظہر کی نماز کی قضاء ضروری ہے کہ نہیں؟ اگر قضاء نہ کی تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد جو دومنزلی ہے اوپر والی منزل پر مسجد ہے اور نیچے دوکانیں، مکان، مدرسہ ہے، کیا وہ مسجد مسجد کے حکم میں ہے کہ نہیں؟ اور دکانوں کا کرایہ مسجد کو جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگر ڈیروں کا فاصلہ گاؤں سے دوکلومیٹر ہے تو اس صورت میں ڈیروں پر جمعہ قائم کرنا شرعاً صحیح نہیں ہے اور جو جمعہ یہاں پڑھا گیا ہو اس کے بدلے ظہر کی قضاء نماز پڑھنا ضروری ہے۔

(۲) اگر دونوں منزلیں مسجد کے لیے وقف ہیں جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو اس صورت میں شرعاً یہ مسجد کے حکم میں ہے۔

(۱)"من لاتجب علیهم الجمعة من اهل القری والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

(۲)"لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب ولوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر "......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

"واذاکان السرداب اوالعلو لمصالح المسجد اوکان وقفا علیه صارمسجدا وشرنبلالیة قال فی البحر وحاصله ان شرط کونه مسجدا ان یکون سفله وعلوه مسجدالینقطع حق العبد عنه لقوله تعالیٰ وان المساجد لله بخلاف ماذاکان السرداب والعلوم موقوفا فالمصالح المسجد فهوکسرداب بیت المقدس هذافهوظاهر الروایة "......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس فیکٹری میں پانچ نمازیں نہ ہوتی ہوں اس میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذا کے متعلق کہ فیکٹری کی جس مسجد میں پانچ نمازیں باجماعت نہ ہوتی ہوں کیا اس مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں ؟قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ ہذا کو بیان کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے قریہ کبیرہ یا شہر کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر یہ فیکٹری قریہ کبیرہ یا شہر میں واقع ہے تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے ،اوراگر یہ فیکٹری قریہ کبیرہ یا شہر میں واقع نہیں ہے تو پھر وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے،بہرحال اس مسئلہ کا تعلق پانچ وقتہ جماعت سے بھی نہیں ہے۔

"وشرط ادائها المصر وهوکل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود اومصلاه "......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولها رساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح اه' ......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

"وعبارة القهستاني تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنااشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات "......(فتاوی شامی: ۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافي مصرجامع اوفي مصلى المصر ولاتجوزفي القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافي مصرجامع والمصرالجامع كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود " ......(هدايه :۱/۱۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بارہ گھروں والی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک گاؤں ہے جس میں جمعہ کی تمام شرائط پائے جانے کی وجہ سے بڑے عرصے سے جمعہ ہوتا ہے اب اس گاؤں سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی ہے جس میں کل بارہ گھر ہیں اس بستی کے لوگ پہلے جمعہ اس بڑے گاؤں میں پڑھتے تھے اب تقریباً ۵ ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ وہ جمعہ الگ پڑھاتے ہیں وہاں کے ایک دیوبندی عالم کے فتویٰ دینے کی وجہ سے، اب اس چھوٹی بستی کا قبرستان بھی الگ ہے اور سکول بھی الگ ہے تاہم بھی اس بستی کا الگ ہے لیکن وارڈ اور رقبہ کے اعتبار سے دونوں بستیاں مشترک ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ ان بستی والوں کا الگ جمعہ پڑھانا صحیح ہے یا نہیں؟ مدلل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس چھوٹی بستی میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

"كمايجوزاداء الجمعة في المصريجوزاداء ها في فناء المصر وهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابالمصر ومن كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل

ذالک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشیء هکذافی الخلاصة هکذاروی الفقیه ابوجعفر عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهماالله تعالی وهواختیار شمس الائمة الحلوانی کذافی فتاوی قاضی خان "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۴۵)

"واختلفوافیمایکون من توابع المصر فی حق وجوب الجمعة علی اهله فاختار فی الخلاصة والخانیة انه الموضوع المعدلمصالح المصر متصل به ومن کان مقیما فی عمران المصر واطرافه ولیس بین ذلک الموضع وبین عمران المصر فرجة فعلیه الجمعة ولوکان بین ذلک الموضع وبین عمران المصر فرجة من مزارع اومراع کالقلع بخارا لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان سمعوالنداء والغلوة والمیل والامیال لیس بشرط "...... (البحرالرائق: ۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چک حیدری میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اندریں مسئلہ

ایک چک جس کی آبادی تقریباً105 گھرانوں پر مشتمل ہے اور افراد کی تعداد تقریباً958 ہے جن میں سے دس گھرانے ایک ایک دو دو ایکڑ کے فاصلے پر واقع ہیں، جو نماز کے لیے اور بچوں کی تعلیم کے لیے مذکورہ چک کی طرف مراجعت کرتے ہیں، اس آبادی میں ہسپتال و پرائمری زنانہ و مردانہ سکول کریانہ سٹور، منیاری اور غیر مستقل طور پر لنڈے کا کپڑا بھی ہے، کپڑے کا باقاعدہ کاروبار، جوتا اور گوشت میسر نہیں ہے، جب کہ یہاں کے باشندے جمعہ کی یہ شرائط مکمل کرنے کے لیے تیار ہیں، اور چک کے قریب ایک اڈہ ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ چک سے اڈے کی طرف جانے والی سڑک کا فاصلہ تقریباً دو ایکڑ ہے ان دو ایکڑوں میں چار پانچ گھرانے رہائش پذیر ہیں، اور پولٹری فارم اور دو کانیں موجود ہیں، چک کے بالمقابل گزرنے والی سڑک کی تفصیل، چک سے اڈے تک کی صورت حال کچھ یوں ہے کہ اس کا فاصلہ تقریباً تین ایکڑ ہے، اس میں پہلے ایکڑ کے اندر دو دو کانیں، پولٹری فارم

اور ایک چاردیواری والا خالی پلاٹ ہے، اس کے بعد ایک ایکڑ کے فاصلے پر دو گھر آباد ہیں، پھر چار کنال کے فاصلے پر اڈے کی باقاعدہ آبادی شروع ہو جاتی ہے۔

اڈے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اڈے کی آبادی ایک سو سات گھرانوں پر مشتمل ہے اور اس میں رہنے والے افراد کی تعداد تقریباً گیارہ سو ہے، وہاں زندگی کی تمام ضروریات مہیا ہیں مثلاً جوتی کپڑے گوشت کی دوکانیں، سپیئر پارٹس و میڈیکل سٹور، وسیع ہوٹل حبیب بینک اور پٹرول پمپ موجود ہیں۔

نوٹ: مذکورہ اڈے اور چک کا نام مختلف ہے، چک کا نام چک حیدری اور اڈے کا نام حضرت پیر عبدالرحمٰن ہے، اور ہسپتال اور پرائمری زنانہ، مردانہ سکول چک حیدری میں واقع ہیں جب کہ کاغذات میں ہسپتال اور پرائمری سکول اڈہ حضرت پیر عبدالرحمٰن کی طرف منسوب ہیں، اور اڈے کے لوگ علاج معالجے کے لیے اور بچوں کی تعلیم کے لیے چک کے ہسپتال اور سکول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جب کہ اس طرح کی صورت حال کے بارے میں امداد الاحکام ص ۹۷ پر لکھا ہے کہ " آبادی متفرقہ متصلہ کے مجموعہ میں بوجہ اتصال حسی کے جمعہ جائز سمجھتا ہوں"

جبکہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ص ۱۱۰ جلد ۵ میں لکھا ہے "جب دو گاؤں مستقل نام سے موسوم ہوں تو انہیں ملا کر جواز جمعہ کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔

اور امداد الفتاویٰ میں ص ۴۵۲ ج ا میں ایسی صورت حال کے بارے میں دو قول نقل کیے گئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ چک حیدری میں جمعہ شروع کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بستی قریہ صغیرہ ہے لہٰذا اس میں نماز جمعہ پڑھانا یا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب اه "......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چائنہ کی یونیورسٹی میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ہم چین میں ہیں۔

(۲) ہم تقریباً 200 پاکستانی مسلم احباب ہیں۔

(۳) الحمدللہ مسجد ہے جہاں ہم پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔

(۴) یونیورسٹی نے ہمیں یہاں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

(۵) ہماری یونیورسٹی اور شہر کی جامع مسجد کا فاصلہ تقریباً ایک گھنٹہ کا ہے۔

(۶) جامع مسجد میں جمعہ کی نماز 1:45 پر ہوتی ہے جب کہ ہماری کلاسیں دو بجے سے شروع ہو جاتی ہیں، چنانچہ شہر سے بروقت واپسی ناممکن ہے۔

(۷) آئندہ چند روز میں یہاں پر برفباری ہوگی اور ٹریفک جام ہو جائے گی، جمعہ کی نماز کے لیے جانا مشکل ہو جائے گا۔

(۸) پہلے دو سال سے ہم نماز جمعہ یونیورسٹی میں ہی ادا کرتے رہے، مگر بعد میں چند ساتھیوں نے کہا کہ ہم یہاں جمعہ کی نماز نہیں پڑھیں گے۔

(۹) ہمیں یونیورسٹی کے اردگرد ہر چیز دستیاب ہے۔

کیا مذکورہ صورت حال میں ہم اپنی نماز جمعہ یونیورسٹی والی مسجد میں ادا کر سکتے ہیں، مہربانی فرما کر بذریعہ ای میل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شہر قصبہ یا ایسا بڑا گاؤں ہونا ضروری ہے جہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہوں اور اس کو تجارتی و سرکاری مرکزیت حاصل ہو، لہٰذا صورت مسئولہ میں جہاں آپ کی یونیورسٹی واقع ہے اگر وہاں تمام ضروریات زندگی مہیا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہاں حاکم مجاز بھی ہے تو آپ کے لیے اس یونیورسٹی کی مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنا جائز ہے، اور اگر یہ شرائط نہ ہوں تو اس صورت میں آپ کے لیے یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کریں۔

"ولادائها شرائط منها المصر وفي ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض ويقيم الحدود" ......(فتاویٰ شامی : ۲/۵۹۰، فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

150 گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے جس میں مندرجہ ذیل سہولیات مہیا ہوں۔

پرچون کی دوکانیں آٹھ عدد ہیں، سبزی کی دوکانیں دو عدد ہیں، پٹرول وڈیزل کی ایک دوکان ہے، سرکاری ڈسپنسری موجود ہے مگر دو سال سے ڈاکٹر نہیں ہے، میڈیکل سہولت موجود ہے، آٹا، مرچ، چاول والی چکیاں موجود ہیں، اس کے علاوہ شادی یا غم کا کوئی موقع ہو تو اس کا سامان مرید کے شہر سے منگوانا پڑتا ہے، ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً ۲۲۰۰ ہے، ہمارا گاؤں ۱۵۰ گھروں پر مشتمل ہے، ہمارے گاؤں سے دوسرا گاؤں ایک کلومیٹر پر واقع ہے، آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں اور فتویٰ دیں کہ آیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، بنابریں مسئولہ بستی میں جمعہ کی نماز ادا کرنا شرعاً درست نہیں ہے بلکہ بروز جمعہ نماز ظہر ادا کرنا ہوگی۔

"وشرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله لاجمعه ولاتشریق ولاصلوۃ فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة "......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے پانچ کلومیٹر دور گھر میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر سے قریباً چار یا پانچ کلومیٹر دور ہے، ہمارے گاؤں میں قریباً ۱۰۰ کے لگ بھگ مکانات ہیں اور ضروریات روزمرہ زندگی میسر نہیں ہیں اور بالغ حضرات کی تعداد 150 ہے، اب کیا مذکورہ صورت حال کے مطابق اہل قریہ پر عید باجماعت اور جمعہ باجماعت واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ وعیدین کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر قصبہ ہو جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

"لقول علی رضی الله تعالیٰ عنه لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع ،رواه ابن ابی شیبة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

جب کہ مذکورہ فی السوال میں بستی قریہ صغیرہ ہے ،اس میں جمعہ وعیدین تو معاف ہیں باقی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنالازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوہزاروالی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے عظام شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں آبادی دوہزار اورنمازی پانچ سو ہیں اور آڑھت کی دوکان، بجلی کی دوکان، کریانہ سٹور، فرنیچر کی دوکان ہے ،اس طرح ٹریکٹر، موٹرسائیکلیں، کاریں بھی ہیں، اوردوسرے گاؤں سے لوگ بیع وشراء کے لیے آتے ہیں نیز شہر سے کوئی بھی چیز 20 منٹ میں آرام سے مل سکتی ہے؟

کیااس گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صحت جمعہ کے لیے مصر جامع یاقریہ کبیرہ کاہوناضروری ہے،صورت مسئولہ میں یہ نہ مصر جامع ہے اورنہ ہی قریہ کبیرہ ہےاس لیے یہاں جمعہ پڑھنادرست نہیں ہے۔

"وماعزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث قال فی البدائع وهوالاصح وتبعه الشارح وهواخص مافی المختصر "......(البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

"وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ......وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل

بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر "

......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ذکر کے مرکز میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام بیچ اس مسئلہ کے

مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ایک مرکز کھولا ہے ذکر وغیرہ کے لیے، جہاں باقاعدہ پنج وقتہ نماز ہوتی ہے جس میں نمازیوں کی تعداد 30 سے لے کر 70 تک ہے، ہمارے اردگرد فیکٹریاں ہیں اور کوئی دیوبند مکتبہ فکر کی مسجد بھی موجود نہیں ہے، اب ہم اپنے مرکز میں جمعہ کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں، کیا جمعہ پڑھنا پڑھانا درست ہوگا یا نہیں؟

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر آپ کی مذکورہ جگہ بلدیہ لاہور کی حدود کے اندر واقع ہے تو اس میں نماز جمعہ کی ادائیگی شرعاً درست ہوگی، مگر مسنون یہ ہے کہ کسی جامع مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کی جائے۔

"لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطر ولااضحی الافی مصر جامع "

......(ھدایه: ۱/۱۷۷)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة "......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"ومن صلی الجمعة فی الطاقات اوفی السدة الی دار الصیارفة اجزأه اذاکانت الصفوف متصلة لان اتصال الصفوف یجعل هذاالموضع فی حکم المسجد فی صحة الاقتداء بالامام "......(مبسوط : ۲/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوران خطبہ ہاتھ باندھنا یا گھٹنوں پر رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ جمعہ کے خطبہ کے دوران پہلے خطبہ میں تو تشہد کی حالت میں بیٹھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لیتے ہیں جب کہ دوسرے خطبہ میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے یا سنت ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں سینہ پر ہاتھ باندھنا یا گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا نہ واجب ہے اور نہ سنت ہے کسی بھی طریق سے بیٹھنا جائز ہے، البتہ تشہد کی طرح بیٹھنا مستحب ہے۔

"اذاشهد الرجل عندالخطبة ان شاء جلس محتبيا اومتربعا اوكماتيسر لانه ليس بصلاة عملاوحقيقة كذافي المضمرات ويستحب ان يقعد فيها كمايقعد في الصلاة كذافي معراج الدراية "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۸)

"وفي الحجة اذاشهد الرجل عندالخطبة ان شاء جلس محتبيا اومتربعا اوكماتيسر لانه ليس بصلاة حقيقة " ......(فتاویٰ التاتارخانية : ۲/۵۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تین سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کی آبادی تین سو ہے متعدد دوکانیں ہیں اور مساجد ہیں بعض لوگ اسے قریہ عظیمہ قرار دے کر جمعہ ادا کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ اگر نہیں تو کیا جو جمعہ ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر قضاء کرنا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مسئولہ بستی میں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں بنابریں مسئولہ بستی میں جمعہ کی ادائیگی شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز ادا کی جائے گی اور جتنا عرصہ وہاں کے لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے اتنے عرصے کی ظہر کی نمازیں قضاء کرنا ہوں گی۔

"شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولامفازة الخ"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع بگالہ موڑ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام بیچ اس مسئلہ شرعیہ کے

کہ موضع بگالہ موڑ تحصیل شکرگڑھ جس کی کل آبادی تقریباً 1000 مردو عورت بالغ افراد ہیں اور تقریباً 200 گھروں پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ دوسرا موضع کسراج ہے جس کی آبادی تقریباً 900 بالغ افراد ہیں اور تقریباً 150 گھروں پر مشتمل ہے۔

دونوں موضع کے درمیان حد فاصل مین سڑک ہے کہ جس کے ایک جانب بگالہ موڑ کی آبادی ہے اسی میں مخلوط کسراج موضع کی آبادی ہے، چند خاندان آبادی میں زرعی رقبہ مشترک ہونے کی وجہ سے آباد ہیں، جو اصل رہائشی کسراج کے ہیں، اور سڑک کے دوسری جانب کسراج کی آبادی میں مخلوط بگالہ موڑ کی آبادی بھی ہے، چند میٹر کے فاصلے پر ریلوے لائن ہے جو اس آبادی کو بقیہ کسراج کی آبادی سے جدا کرتی ہے، ان دونوں آبادیوں کے درمیانی فاصلہ کا شمار 1235 کرو تقریباً 165 میٹر ہے، موجودہ شاپ پر دکانوں کی کل تعداد ۲۷ ہے، جن میں تقریباً 6 دوکانیں پرچون سودا سلف کی ہیں، میڈیکل علاج معالجہ کے لیے چھ دوکانیں ہیں، سائیکل موٹر سائیکل مکینک تین دوکانیں ہیں، ویلڈنگ کی چار دوکانیں ہیں، بال کاٹنے کی چار دوکانیں ہیں، درزی کی چار دوکانیں ہیں، الیکٹریشن وبجلی سامان کی تین دوکانیں ہیں، ایک دوکان پٹرول وگیس سلنڈر کی ہے، بگالہ موڑ موضع میں مساجد تین ہیں اور کسراج میں مساجد دو ہیں، دونوں اہل سنت والجماعت کی ہیں، بگالہ موڑ کے ساتھ متصل آبادی دودے ہے جس میں ایک مسجد ہے، مذکورہ جامعہ علی المرتضیٰ اسی بستی بگالہ موڑ میں واقع ہے، تو آیا شرعی حوالہ سے جمعہ شروع ہوسکتا ہے جب کہ جامعہ ہذا اڑھائی کینال پر مشتمل ہے، چند کمرے سمیت جامع مسجد شعبہ حفظ ودرجہ کتب تعداد اساتذہ ۴ ہے۔

تسلی بخش جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں جس گاؤں کا ذکر ہوا ہے اس گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ اداء کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ مصر نہیں ہے اور نہ ہی فناء مصر میں داخل ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے۔

"(قوله شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعه ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصرجامع اوفی مدینة عظیمة رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم "......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"لاتصح الجمعة الافی مصرجامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطر ولااضحی الافی مصرجامع والمصرالجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود وهذاعن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ"......(هدایه :۱/۷۷)

"والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة وفتاویٰ قاضی خان"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بڑی جامع مسجد کے ہوتے ہوئے مارکیٹ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۱): السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے مارکیٹ میں ایک چھوٹے کمرے میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہاں پر جمعہ کی نماز ادا کروانا جائز ہے کہ نہیں، جب کہ ہمارے اردگرد قریب ہی بڑی جامع مساجد موجود ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مارکیٹ کے اس کمرے میں جس میں باجماعت نماز کا اہتمام کیا ہوا ہے اس میں جمعہ درست ہے کیونکہ

مارکیٹ مصر میں داخل ہے اور امصار وقصبات میں جمعہ کے اداء ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے، ہاں اس طرح کرنا اچھا نہیں ہے۔

"وفی العتابیة لو صلی الجمعة فی قریة بغیر مسجد جامع والقریة کبیرة لها قری وفیها وال وحاکم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم یبنوا"

......(فتاویٰ التاتارخانیة جدید: ۲/۵۴۸)

"ولو ان امیرا فتح ابواب القصر وامر المؤذن فاذن فجمع بالناس فی قصره فانه یجزیهم والمراد من فتح ابواب القصر الاذن للعامة بالدخول وقد ادی الجمعة وهو مستجمع لشرائطها ولكنه مسیء فیما صنع لان الموضع المعد لاقامة الجمعة فیه المسجد وقد جفا ذلك الموضع"

......(المبسوط: ۲/۱۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر کسی علاقہ میں شرائط جمعہ مفقود ہو جائیں تو جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک علاقے میں شرائط جمعہ پورے تھے اور وہاں بیس سال تک جمعہ ہوتا رہا لیکن آج کل وہ شرائط جمعہ مفقود ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس علاقے میں جمعہ کی نماز اب درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال جس جگہ فی الحال شرائط جمعہ نہ پائی جاتے ہوں وہاں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسی جگہ اگر جمعہ ہو رہا ہو تو اسے بند کر دینا چاہیے۔

"وعن محمد رحمه الله تعالیٰ ان کل موضع مصره الامام فهو مصر حتی انه لو بعث الی قریة نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصیر مصرا فاذا عزله تلحق بالقری".....(حلبی کبیری: ۴۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں عبدل خیل میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ مصر (شہر) میں ضروری ہے یا بڑے گاؤں میں بھی جمعہ کی نماز ضروری ہے؟ ہمارا گاؤں عبدل خیل علاقہ میں بڑا گاؤں شمار ہوتا ہے چنانچہ اس کی آبادی گزشتہ مردم شماری میں چار ہزار دوسو افراد تحقیق سے ہے اور اب مزید اضافہ بھی ہوا ہوگا، اس گاؤں میں پانچ مساجد ہیں دو ہائی سکول کے علاوہ ایف اے کالج بھی ہے، ہسپتال بھی ہے البتہ تھانہ آبادی میں نہیں ہے، لیکن تھانہ پولیس پہنچنے میں کوئی زیادہ دیر نہیں لگتی، چار دینی مدارس ہیں، ضروریات زندگی بآسانی میسر ہیں، تقریباً پچیس دوکانیں ہیں، ٹیلی فون بجلی کی سہولت بھی ہے، اور گاؤں کے راستے کھلے اور ترتیب سے ہیں، علاقے کے علماء کی اس آبادی کے بارے میں دو رائے ہیں بعض جمعہ واجب قرار دے رہے ہیں اور بعض منع کر رہے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جمعہ کے لیے ایسی بستی کا ہونا ضروری ہے کہ جس میں حاکم مجاز ہو یا اس میں بازاریں ہوں اور علاقے کے لیے تجارتی مرجعیت اس کو حاصل ہو اور عبدالخیل میں اب تک یہ دونوں مفقود ہیں لہٰذا اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

"وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق ......وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب اھ"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ساٹھ گھروں والے گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس میں تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور چھ دکانیں ہیں اور اسی طرح ایک بوائز ہائی سکول اور ایک مڈل گرلز سکول ہے جب کہ اسی گاؤں میں 1965ء سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کیا اس گاؤں میں شرعاً نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو اب اس کو ختم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ صرف شہر یا ایسے بڑے گاؤں میں ہوسکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں سڑکیں ہوں تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت ومرجعیت رکھتا ہو، غرض وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مشابہ ہو، بناء بریں صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان جمعہ کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہورہی کیونکہ یہ قریہ صغیرہ ہے، لہٰذا جب یہاں جمعہ کی ادائیگی درست نہیں تو پھر ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، جمعہ پڑھنے سے ظہر کی ادائیگی نہ ہوگی۔

لہٰذا یہاں فوری جمعہ ختم کر کے ظہر کی نماز ادا کی جائے، البتہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہوتو لوگوں کو تدبیر سے سمجھائیں اوران کو جمعہ ختم کر کے ظہر کی ادائیگی پر آمادہ کریں۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ساڑھے آٹھ سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً ساڑھے آٹھ سو ہے اکثر آبادی متصل ہے سہولیات مندرجہ ذیل ہیں، کریانہ سٹور دس عدد، کلاتھ سٹور دوعدد، حکیم دوعدد، غلہ منڈی تین عدد، ڈیزل ایجنسی دوعدد، آٹا چکی تین عدد، ہائر سیکنڈری سکول، گرلز پرائمری سکول، مساجد آٹھ عدد جب کہ تین مسجدوں میں جمعہ شروع ہے جو کہ مختلف مسلک رکھتے ہیں، آرا ٹال ایک عدد، پختہ سڑک اور بجلی، لوہار کی دوکان تین عدد، ٹیلر ماسٹر چار عدد، مذکورہ دوکانیں منفصل ہیں بازار کی شکل نہیں ہے۔

بیرونی آبادی تقریباً 180 افراد پر مشتمل ہے جو کہ اس کے آس پاس ہے فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، مذکورہ آبادی والے اسی قصبہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، مذکورہ قصبہ میں شرعی حکم کے مطابق جمعہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ شرعاً جمعہ شہر یا اس بڑی بستی میں ہو سکتا ہے جو اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے مناسب ہو گلیاں بازار ہوں اور تمام ضروریات زندگی وہاں میسر ہوں بناء بریں صورت مسئولہ میں مذکور بستی کے جو حالات ذکر کیے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر کے مشابہ نہیں، لہٰذا یہاں جمعہ وعیدین درست نہیں۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق"

......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خانوخیل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۲۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارا گاؤں خانوخیل کی آبادی تقریباً تین چار ہزار ہے، مکانات اکثر پکے ہیں، گاؤں میں دو پرائمری سکول مردانہ، ایک پرائمری سکول زنانہ، ایک مکتب سکول، شہری آبادی کے باہر ایک زنانہ مڈل سکول، ایک دینی مدرسہ حفظ تا موقوف علیہ تک تعلیم، چالیس دکانیں (جنرل سٹور، درزی کپڑے، کریانہ تیل ایجنسی وغیرہ) چار ڈاکٹر ایک ڈاکخانہ، پانچ مساجد، دو آٹا مشین دو آرا مشین وغیرہ موجود ہیں، جب کہ گاؤں میں ہسپتال اور بینک کی سہولت نہیں ہے، دکانیں متفرق ہیں، باقاعدہ بازار کی شکل میں نہیں ہیں، دو تین گلیوں کے علاوہ تمام گلیاں کچی ہیں، اسی طرح گاؤں میں کوئی ہوٹل چائے کھانے کا بھی نہیں ہے، پولیس چوکی بھی نہیں ہے۔

عرصہ پچاس ساٹھ سال سے بھی زائد یہاں جمعہ قائم ہے جب کہ اس وقت مذکورہ بالا سہولیات بھی نہیں تھیں، نماز جمعہ میں گاؤں کی آبادی کے علاوہ مختلف آبادیوں سے کثیر تعداد شریک ہوتی ہے، اردو فتاویٰ کو دیکھ کر خلجان پیدا ہوتا ہے کہیں صرف آبادی اور معمولی سہولیات کی وجہ سے جمعہ کے قیام کی اجازت ہے تو کہیں بصراحت تحریر ہے کہ تنہا آبادی معیار نہیں بلکہ بازار، بینک، ہسپتال وغیرہ قریہ کبیرہ کے لیے ضروری قرار دیے گئے ہیں، کہیں عرف کو مدار کہا گیا ہے تو دور حاضر کے عرف میں مذکورہ سہولیات کی عدم دستیابی سے قریہ صغیرہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

از روئے شریعت مطہرہ مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال خانوخیل میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے یہ نہ شہر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ......وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات اه"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے دس کلومیٹر دور دیہات میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا علاقہ ہے جس کے دو الگ گاؤں ہیں اور ان دونوں گاؤں میں گزشتہ بیس برس سے جمعہ کی نماز بھی ادا کی جارہی ہے اور نماز عیدین بھی پڑھی جاتی ہے، جب کہ ان دونوں گاؤں میں، نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط نہیں پائی جارہیں بالخصوص یہاں شہر نہیں ہے اور نہ ہی یہ گاؤں شہر کے ملحقات (فنائے شہر) میں آتے ہیں کیونکہ جس علاقے میں جمعہ کے لیے تمام شرائط پائی جاتی ہیں امسال نماز جمعہ ادا بھی کی جارہی ہے، ان گاؤں کا زمینی فاصلہ بہت دور کا ہے، یعنی گاؤں کرنگ شہر سے تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور گاؤں نمبر ۲ جالنگی شہر سے تقریباً تیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، ان گاؤں کی حالت یہ ہے کہ گاؤں نمبر ا میں تقریباً ایک سو مکانات پر مشتمل آبادی ہے ایک چھوٹی سی پرچون کی دکان بھی ہے، کچی سڑک بھی ہے بجلی کی سہولت اور پرائمری سکول بھی قائم ہے، اور اس گاؤں میں دو مقامات پر نماز جمعہ بھی ادا کی جارہی ہے اور نماز عیدین بھی پڑھی جاتی ہے۔

دوسرے گاؤں جالنگی میں آبادی تقریباً تین ہزار مکانات پر مشتمل ہے، اور گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سات آٹھ دوکانیں بھی ہیں جن سے وقتی ضروریات علاقہ پوری ہوتی ہیں، سڑک اور بجلی کی سہولت بھی میسر ہے، شہر کی زندگی کے بالکل خلاف عدم سہولت سے بسر اوقات ہوتی ہے، شہر سے اس کا فاصلہ تیس کلومیٹر ہے، اس گاؤں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مساجد واقع ہیں جن میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، اور دو مساجد میں عید کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں میں عرصہ بیس سال سے نماز جمعہ وعید پڑھی جاتی ہے، اور مستند علماء نے شروع کروایا ہے، علت یہ بیان کی گئی تھی کہ اگر یہاں جمعہ کی نماز نہ شروع کی جائے تو لوگ دین سے بہت دور ہو جائیں گے۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ آیا ان دونوں علاقوں (گاؤں کڑمنگ، جالگی) نماز جمعہ وعیدین ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی یا جمعہ کے ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھی جائے گی؟

(۲) حنفیہ کے نزدیک وجوب کے لیے شہر یا فنائے شہر شرط ہے تو کیا یہ دونوں علاقے اس شرط پر پورے اترتے ہیں؟

(۳) جو علماء کرام وخطیب حضرات یہ علت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو دین کے قریب کرنے کے لیے جمعہ شروع کروانا اس علاقے میں وقت کی شدید ضرورت تھی، ورنہ لوگوں کو جمع کرنا اور دین کی طرف راغب کرنا ایک مشکل امر تھا آیا ان حضرات کی یہ علت اجراء جمعہ کے لیے واقعی دلیل بن سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) اگر بالفرض یہاں ان دونوں گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں تو اتنا عرصہ ظہر کی نماز جو چھوڑی گئی اس کا وبال کس پر ہوگا؟ اور نماز ظہر کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟

(۵) اگر ان دونوں گاؤں میں جمعہ کی نماز واجب نہیں شرائط کی عدم موجودگی کی وجہ سے تو کیا اب ان مساجد میں جہاں گزشتہ طویل عرصہ سے جمعہ جاری ہے اب بند کر دیا جائے یا نہیں؟

شریعت محمدیہ کی رو سے ان سوالات کے مدلل جوابات عنایت فرمادیں، جزاکم اللہ خیرا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

سوال میں ذکر کردہ تفصیل حقیقت پر مبنی ہونے کی صورت میں اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار ہوں اور گلی کوچے ہوں اور ضرورت کی تمام اشیاء میسر ہوں، اور وہ تجارتی لحاظ سے مرجعیت ومرکزیت رکھتا ہو، اور مذکورہ صورت میں گاؤں کڑمنگ کسی بھی لحاظ سے مصر، قریہ کبیرہ اور اس کے فناء میں داخل نہیں، لہذا یہاں جمعہ وعیدین کی ادائیگی درست نہیں، اور گاؤں جالگی پر اگر قریہ کبیرہ کی مذکورہ بالا تعریف صادق آرہی ہو تو یہاں جمعہ کی ادائیگی درست ہے ورنہ نہیں، اور محض یہ دلیل کہ اگر جمعہ شروع نہ کیا گیا تو لوگ دین سے دور ہو جائیں گے جمعہ کے جواز کے لیے یہ دلیل درست نہیں ہے، لوگوں کو دین کے قریب لانے کے لیے اور جائز ذرائع اختیار کیے جائیں، ناجائز ذرائع کا سہارا نہ لیا جائے، اور جھگڑا کیے بغیر حسن تدبیر سے اگر جمعہ بند کرنا

ممکن ہوتو بند کردیا جائے ،اور ضابطہ کے اعتبار سے جب جمعہ کی ادائیگی یہاں درست نہ تھی تو ظہر کی قضاء ذمہ میں باقی ہے،اوراس سلسلہ میں مقامی مفتی حضرات سے بھی مشاورت کرلی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پاندوڑیا گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۸): کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں پاندوڑیا جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار سے اوپر ہے اور پرچون وغیرہ کی چند دکانیں ہیں ،عرصہ دراز سے اس میں جمعہ وعیدین پڑھائی جاتی ہیں بلکہ آس پاس ضلع شانگلہ کے کئی علاقوں کی یہی صورت حال ہے،جب کہ ضلع بونیر کے اکثر علاقوں میں جہاں شرائط جمعہ نہیں پائی جاتیں وہاں لوگ جمعہ وعیدین پرانے زمانے سے پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

اب اگران سے کہاجاتا ہے کہ یہاں جمعہ وعیدین درست نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر حاکم کا اذن باقی ہے حالانکہ یہ اذن اسوقت دیا گیا تھا جب پاکستان کی آزادی سے پہلے والی سوات نے جمعہ وعیدین کی اجازت دی تھی کہ جہاں جہاں گاؤں ہیں ان میں لوگ نماز جمعہ وعیدین پڑھیں ،جب بعد میں ان علاقوں کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہوا اور والی سوات کی امارت ختم ہوگئی پھر بھی لوگ آج تک جمعہ وعیدین پڑھتے چلے آرہے ہیں تو اس صورت حال کے پیش نظر درج ذیل امور قابل استفسار ہیں۔

(۱) کیا مذکورہ علاقوں میں جمعہ وعیدین درست ہے؟

(۲) اذن امیر کب معتبر ہے؟ کیا جہاں پر باقی شرائط جمعہ نہ پائی جائیں وہاں پر امیر کا اذن درست ہے؟

(۳) کیا اذن امیر اس کے مرنے یا حکومت ختم ہونے کے بعد بھی باقی رہتا ہے؟

(۴) کیا مذکورہ علاقوں میں حنفی المسلک علماء جمعہ وعیدین کے بارے میں امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دے سکتے ہیں؟ نیز یہ تلفیق بین المذاہب ہوگا یا نہیں؟

(۵) عدم صحت جمعہ وعیدین کی صورت میں مذکورہ علاقوں میں جمعہ وعیدین بند کرانے کے لیے سعی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ فساد کا خطرہ بھی ہو۔

(۶) اگر جمعہ درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے جمعہ ادا کیا ہے ان پر قضاء ظہر ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں نماز جمعہ وعیدین درست نہیں کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے

بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے یا ایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت ومرجعیت حاصل ہو یا حاکم مجاز ہو۔

"وقال قاضی خان والاعتماد علی ماروی عن ابی حنیفة فی المحلی کل موضع بلغت ابنیته ابنیة منی وفیهامفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام فهومصر جامع"......(البنایة شرح الهدایة: ۳/۴۵)

"قوله وفی القهستانی تائیدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیهااسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعاعلیه"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

(۲) اذن امیر اس وقت معتبر ہے جب جمعہ کی باقی تمام شرائط موجود ہوں۔

"ان الحکم بصحة الجمعة مبنی علی کون ذلک الموضع محلا لاقامتها فیه وبعدثبوت صحتهافیه لافرق فیه بین جمعة وجمعة فتدبر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۱)

(۳) اذن امیر اس کے معزول ہونے سے یا اس کی موت سے ختم ہو جائے گی۔

"(قوله اذن عام) ای لکل خطیب ان یستنیب لالکل شخص ان یخطب فی ای مسجد اراد: ح، اقول لکن لایبقی الی الیوم الاذن بعدموت السلطان الاذن بذلک الااذااذن به ایضا سلطان زماننا نصره الله تعالیٰ کمابینته فی تنقیح الحامدیة وسنذکرفی باب العیدین عن شرح المنیة مایدل علیه ایضا فتنبه"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۳)

"وعن محمد کل موضع مصره الامام فهومصر حتی لوانه بعث الی قریة نائبا الی اقامة الحدود ولقصاص یصیرمصرا فاذاعزله ودعاه تلحق بالقری"......(البنایه شرح الهدایة: ۳/۴۵)

(۴) مذکورہ دیہاتوں میں حنفی المسلک علماء جمعہ وعیدین کے جواز کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ نہیں دے سکتے اس سے تلفیق بین المذاہب لازم آتا ہے جو کہ باطل اور حرام ہے۔

"وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليد بعدالعمل باطل اتفاقا "......(درعلى هامش الرد : ۱/۵۵)

"وان الحكم الملفق المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة مثاله متوضى سال من بدنه دم ولمس امرأته ثم صلى فان صحة هذه الصلوة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي فان سيلان الدم لاينقض الوضوء عندالشافعي وينقضه عندابى حنيفة ولمس المرءة لاينقض الوضوء عندابى حنيفة وينقضه عندالشافعي والتلفيق باطل فصحته منتفية "......(كشف الاستار على هامش درالمختار: ۱/۱۵)

(۵) مذکورہ علاقوں کے دیہاتوں میں اگر جمعہ وعیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے تو ان علاقوں کے علمائے کرام کے لیے لازم ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں جمعہ وعیدین کی شرائط نہ ہوں بند کرنے کی کوشش کریں اور خود نماز ظہر پڑھیں۔

"فقال ابوسعيد اماهذافقدقضى ماعليه سمعت رسول الله ﷺ يقول من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان "......(صحيح مسلم : ۱/۵۱)

جن لوگوں نے اب تک وہاں جمعہ کی نمازیں ادا کی ہیں ان پر ظہر کی قضاء لازم ہے۔

"(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) لف و نشر مرتب وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الاالثلاثة المنهية كمامر"......

(الدرالمختار على هامش الردالمحتار: ۱/۵۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع محمودہ جودھیکا میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۹): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں موضع محمودہ جودھیکا جس کی آبادی 3522 نفوس پر مشتمل ہے جب کہ اس موضع محمودہ جودھیکا کی بستی فتح محمد کی آبادی 1295 نفوس پر مشتمل ہے اور اس موضع کی بستی سیفل پورہ جس کی آبادی 824 نفوس پر مشتمل ہے، ۶ مساجد میں پانچ وقت کی اذان اور نماز باقاعدگی سے ادا ہو رہی ہے، جب کہ تین مساجد زیر تعمیر ہیں اور ایک مسجد کے لیے جگہ کی تعیین کی جارہی

ہے،ضروریات زندگی کے لیے موضع محمود جودھیکا میں 22 عدد دوکانیں ،ایک عدد تیل ایجنسی آٹا مشین ۵ عدد ،لکڑی آرا مشین ۲ عدد، گورنمنٹ پرائمری سکول ۲ عدد پرائیویٹ سکول ۲ عدد اور میڈیکل سٹور ۲ عدد الحمدللہ موجود ہیں، موضع محمودہ جودھیکا جس کو نئی ترتیب کے مطابق یونین کونسل کا درجہ دیا گیا ہے اس کی مکمل آبادی تقریباً 3522 نفوس بنتی ہے، آیا موضع محمودہ جودھیکا میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: موضع محمودہ جودھیکا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ: بستی فتح محمد اور سیفل پورہ یہ دونوں گاؤں موضع محمودہ جودھیکا میں داخل ہیں اوران کالین دین آنا جانا یونین کونسل محمودہ جودھیکا ہے، محمودہ جودھیکا اور بستی فتح محمد کا تقریباً فاصلہ ساڑھے پانچ ایکڑ ہے، محمودہ جودھیکا اور سیفل پورہ کا فاصلہ تقریباً ایک ایکڑ ہے درمیان میں زرعی کاشت ہے۔

(جواب از مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر)

الجواب ومنہ الصدق والصواب

برتقدیر صحت واقعہ وصورت مسئولہ کے مطابق موضع محمودہ جودھیکا قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور قریہ کبیرہ میں جمعہ واجب الاداء ہوتا ہے موضع محمودہ جودھیکا عرف عام میں بڑا گاؤں سمجھا جاتا ہے، اور جہاں کل آبادی 3522 ہے اور ضروریات زندگی کی سہولیات تقریباً موجود ہیں اور بستی فتح محمد وسیفل پورہ موضع میں داخل ہیں اور یہ تینوں گاؤں ایک سمجھے جاتے ہیں لہذا موضع محمودہ جودھیکا میں بلاشک وتردد جمعہ جائز ہے۔

”وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق“

......(ردالمحتار: ۱/۱۴۸)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں جمعہ کے مسائل میں یوں لکھا ہے کہ عرف عام کا اعتبار ہے عرفاً جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے اور لوگ جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے، دوسری جگہ لکھا ہے کہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور دونوں کی کل آبادی 2000 نفوس ہے تو جمعہ وہاں درست وصحیح ہے، تیسری جگہ 1254 نفوس کی آبادی کے گاؤں میں جس کو عرف میں بڑا سمجھا جاتا تھا جمعہ جائز قرار دیا گیا (بحوالہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۵/۵۴،۵۶،۵۴،۳۷)

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

احقر خلیل احمد اخون

(جواب از جامعۃ الحمید لاہور)

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ قریہ کبیرہ وہ ہے کہ جس میں بازاریں ہوں جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے۔

"وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق اه "...... (فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

جب کہ یہاں ایک بازار بھی نہیں ہے، اس پر میرا مفصل فتویٰ "التمصر فی التمصر" کے نام سے موجود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حمید اللہ جان عفی عنہ

☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اٹک میں واقع مرواں گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ جب کہ اس گاؤں میں آٹھ کریانہ دوکانوں کے علاوہ نہ تو کوئی ہسپتال ہے نہ کپڑے اور نہ سونے اور نہ گوشت وغیرہ کی دوکانیں ہیں، نہ سوئی گیس اور نہ پٹرول پمپ اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور ضروریات کی اشیاء میسر ہیں اس گاؤں میں مردوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ 800 سے 1000 تک ہیں، اس گاؤں میں نماز جمعہ 50 سالوں سے اداء کیا جارہا ہے، مسجدوں کی تعداد تین ہیں جن میں سے دو مساجد میں نماز جمعہ ادا کیا جاتا ہے، مسئلہ مذکورہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسے گاؤں میں نماز جمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسا قریہ کبیرہ کا ہونا کہ اس میں بازاریں ہوں اور اس کے علاوہ اس کو تجارتی مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہو، یا اس میں ایسا حاکم مجاز ہو جو سزاء اور جزاء دینے کا مجاز ہو جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں میسر نہیں ہیں۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"وروى عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهوالاصح"......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹی،آر،پی کمپنی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کمپنی ٹی،آر،پی میں امام ہوں،وہاں پرایک جگہ مختص کی ہوئی ہے جہاں پر پانچ وقت کی نماز پڑھائی جاتی ہے لیکن وہ جگہ مستقل طور پر مسجد کے لیے وقف نہیں ہے اور نہ ہی مسجد کا کوئی نقشہ وغیرہ بنا ہوا ہے،کمپنی کے ملازمین جن کی تعداد تقریباً 400 کے قریب ہے وہاں نماز ادا کرتے ہیں،اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا اس جگہ پر جمعہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ کمپنی سے تھوڑے فاصلے پرایک مسجد ہے جہاں پر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے لیکن ملازمین کو کمپنی کی طرف سے وقت کم ملتا ہے کہ اس وقت میں وہ اس مسجد تک جائیں اور جمعہ کی نماز ادا کریں،اس سے ملازمین کی ملازمت میں حرج آتا ہے، اس وجہ سے یہ ملازمین اس مختص جگہ پر جمعہ کی نماز ادا کرنا چاہتے ہیں،آیا ان ملازمین کے لیے اس جگہ پر جمعہ کی نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب صادر فرما کر عنداللہ اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر وہ کمپنی یا فیکٹری شہر میں ہو یا فناء شہر میں ہو کہ اس جگہ پر نماز جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں تو اس فیکٹری یا کمپنی کے ملازمین کا اس جگہ نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے البتہ نماز جمعہ کے وقت اذن عام ضروری ہے۔

"الاذن العام من الامام وهو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين كافي فلايضر غلق باب القلعة لعدواولعادة قليمة لان الاذن العام مقرر لاهله وغلقه لمنع العدو لاالمصلي(قوله الاذن العام) اى ان ياذن للناس اذناعاما بان لايمنع احدا ممن تصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه وهذامرادمن فسر الاذن العام بالاشتهار وكذافي البرجندى اسماعيل وانماكان هذاشرطا لان الله تعالىٰ شرع النداء لصلاة الجمعة بقوله فاسعواالى ذكر الله والنداء للاشتهار "......(درمع الرد: ۱/۲۰۰)

"قوله وغلقه لمنع العدو الخ اى ان الاذن هناموجود قبل غلق الباب لكل من اراد الصلاة والذى يضر انما هومنع المصلين لامنع العدو "......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وانڈہ شاہ مدو میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) وانڈہ شاہ مدو جس کی کل تعداد مرد وزن چھوٹے بڑے 1520 پندرہ سو بیس ہے جس میں پانچ عدد دوکانیں ہیں لیکن دوکانوں میں صرف سبزی، چائے، گھی، چینی، دال وغیرہ ملتی ہیں، اس کے علاوہ دو عدد گھروں اور ایک دوکان میں دوائی بھی ملتی ہے باقی سہولیات میسر نہیں ہیں ،جیسا کہ کپڑا، گوشت، موچی، زرگر، ڈاکٹر، ہسپتال، ہائی سکول وغیرہ، وانڈہ شاہ مدو میں چھ عدد پرائیویٹ آب پاشی ٹیوب ویل بھی موجود ہیں، جسے لوگ اپنی ضروریات کے لیے استعمال کرتے ہیں، وانڈہ شاہ مدو میں گورنمنٹ مڈل سکول اور دو عدد پرائمری سکول موجود ہیں۔

(۲) وانڈہ شاہ مدو کے ساتھ وانڈہ نعمان ہے لیکن درمیان میں شاہراہ عام ہیں جو کہ نقشہ میں موجود ہے وانڈہ نعمان کی کل آبادی مرد، زن، چھوٹے بڑے، 969 ہیں جس میں ایک پرائمری سکول، مردانہ اور ایک غیر آباد پرائمری سکول زنانہ اور پانچ عدد چھوٹی چھوٹی پرچون کی دوکانیں ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، باقی سہولیات میسر نہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

(۳) وانڈہ شاہ مدو کے ساتھ ملحق وانڈہ خاوض ہے جس کی کل آبادی 357 ہے اور وانڈہ شاہ مدو اور وانڈہ خاوض کے درمیان صرف ایک قبرستان کا فاصلہ ہے جو کہ مشترکہ قبرستان ہے، وانڈہ خاوض میں ایک پرائمری سکول دوعدد پرائیویٹ آبپاشی ٹیوب ویل ایک عدد آٹا پیسائی مشین اور ایک پرچون کی دوکانیں ہیں باقی سہولیات میسر نہیں ہیں۔

(۴) وانڈہ شاہ مدو کے ساتھ ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر وانڈہ بلوچ واقع ہے جس کی کل آبادی 400 ہے باقی سہولیات میسر نہیں ہیں۔

اب مذکورہ وانڈہ جات کی مشترکہ آبادی 3246 ہے کیا اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں نقشہ بھی ملحقہ ہے۔

نوٹ: بیس مدارس سے جواب موصول ہوا کہ اس وانڈہ جات میں نماز جمعہ درست نہیں ہے ان مدارس میں جامعہ اشرفیہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت، جامعہ عثمانیہ لکی مروت، جامعۃ الرشید کراچی، جامعہ امدادیہ فیصل آباد وغیرہ مدارس ہیں، لیکن آپ کا جواب بھی ضروری ہے، اس لیے آپ سے جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جمعہ کے جواز کے لیے مصر (شہر) کا ہونا یا فناء مصر (یعنی مصر کی ضروریات کی جگہیں) کا ہونا ضروری ہے، اور مصر کی تعریف یہ ہے کہ اس میں حاکم مجاز جس کو حکومت بالا سے سزا دینے کا اختیار حاصل ہو جیسے جج یا اے سی وغیرہ مقرر ہو جو حدود وقصاص نافذ کر سکتا ہو، یا اس میں ایسی بازاریں ہوں جن کو آس پاس کے علاقوں کے لیے تجارتی مرجعیت و مرکزیت حاصل ہو، صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی میں دونوں شرائط نہیں ہیں اس لیے اس بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

”وعن محمد رحمه الله تعالیٰ انه قال كل موضع مصره الامام فهو مصر جامع حتى ان الامام اذا بعث الى قرية نائبا لاقامة الحدود فيهم وقاضيا يقضي بينهم صار ذلك الموضع مصرا واذا عزله ودعاه الى نفسه عادت قرية كما كانت“......(المحيط البرهاني : ۲/۴۳۹)

”وقال شيخ شمس الائمة السرخسي ظاهر المذهب ان المصر الجامع ان يكون فيه جماعات الناس وجامع واسواق التجارات وسلطان وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام ويكون فيه مفتي اذا لم يكن الوالي والسلطان مفتيا وفي التحفة وروى عن ابي حنيفة وهو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق

ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره ويرجع الناس اليه فيما وقع لهم من الحوادث وهذاهوالاصح "
......(الفتاوىٰ التاتارخانية : ۳۰/۲)

"عن ابي حنيفة كل موضع بلغت ابنيته ابنية منى وفيه مفتي وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام فهومصر جامع وفي المرغيناني ان هذاظاهرالرواية وهذاايضا يقرب من تعريف صاحب التحفة وعن محمدرحمه الله تعالىٰ كل موضع مصره الامام فهومصرحتى انه لوبعث الى قرية نائبا لاقامة الحدودوالقصاص تصير مصرا فاذاعزله تلحق بالقرى"......(حلبي كبيرى: ۵۷۴)

"وكمايجوز اقامة الجمعة في المصريجوزاقامتها خارج المصر قريبامنه نحومصلى العيد لان العيد ابدايكون في فناء المصر وفناء المصر الحق بالمصر فيماكان من حوائج اهل المصر واداء الجمعة من حوائج اهل المصر فيلحق بالمصر في اداء الجمعة هكذاذكرالمسئلة في شرح القدوري وفي فتاوىٰ شيخ الاسلام الفقيه ابي الليث شرط الفناء نصا فقال ويجوز اقامة الجمعة خارج المصر اذاكان في فناء المصرو في نوادرالصلاة لوان الامير خرج للاستسقاء وخرج معه ناس كثير فحضرت الجمعة فصلى بهم الجمعة في الجبانة على قدر غلوة من المصر اجزاهم لانه فناء المصر وفناء المصر حكم المصر"......(المحيط البرهاني : ۴۳۰/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھ ہزار والی آبادی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً 6000 افراد پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ایک بوائز ہائی سکول، ڈسپنسری اور کھانے پینے کی اشیاء مثلاً دال، چاول، چینی، چائے سبزیاں، تقریباً مل جاتی ہیں جب کہ بڑے گوشت اور چھوٹے گوشت کی کوئی ایک دکان بھی

نہیں ہے ، دیگر اہل حرف مثلاً نائی، موچی، کمہار، سنیارا وغیرہ نہیں ہیں ، ہمارا گاؤں ضلع لکی مروت سے 14 کلومیٹر دور ہے، آمد و رفت کے لیے سواری کا سامان تقریباً دو تین بجے دن تک ممکن ہے، اس کے بعد لکی مروت شہر سے اسپیشل سواری کے علاوہ رابطہ نہیں ہوسکتا ہے، پیدل جانا پڑتا ہے، اب آپ حضرات سے یہ بات دریافت کرنی ہے کہ کیا اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟

جب کہ علاقہ کے قرب و جوار میں جو دو اہم مدارس مثلاً دار العلوم الاسلامیہ لکی مروت اور جامعہ حلیمیہ درہ پیزو ضلع لکی مروت کے علماء کرام جمعہ و عیدین کی نمازوں کے عدم جواز کے قائل ہیں، کچھ عرصہ پہلے یہ صورت حال بنی کہ گاؤں کے چند علماء کرام نے جن کے رابطے علاقہ سے باہر مفتیان کرام سے بھی تھے اور یہ علماء کرام ہمارے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے جواز کے قائل تھے ، انہوں نے علاقے سے باہر کسی اور مفتی صاحب کو گاؤں میں بلا کر اپنے گاؤں کی سیر کرا کر اس مفتی صاحب کے کہنے پر جمعہ اور عیدین کی نمازیں شروع کیں۔

جیسا کہ اوپر آپ کو بتایا کہ علاقہ کے دو اہم دینی ادارے عدم جواز کے قائل ہیں جب کہ ہمارے علاقے کے ایک اہم مفتی جو کہ تقریباً اب ان کا شمار ملک کے اہم ترین مفتیان کرام میں ہوتا ہے، میری مراد حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم سابق رئیس دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور ہیں عدم جواز کے قائل ہیں ، اب ہم شش و پنج میں مبتلا ہیں کہ آخر ہم کیا کریں ، آیا نماز جمعہ اور عیدین پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں ، کیا ہم اس تردد والی صورت میں جمعہ اور عیدین پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

نوٹ: چند علماء جو جواز کے قائل ہیں اور چند عدم جواز کے، لہٰذا یہ ایک شک والی صورت پیدا ہوئی اور شک والے عمل کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"دع ما یریبک الی ما لا یریبک"...... (الحدیث)

لہٰذا اس شک والی صورت میں وہ علماء کرام جو عدم جواز کے قائل ہیں اگر جمعہ اور عیدین نہ پڑھیں تو کیا شریعت کی رو سے یہ علماء کرام گناہ گار تو نہیں ہوں گے، قرآن و حدیث کے رو سے مفصل و مدلل جواب با حوالہ دے کر اس تردد والی کیفیت سے آزاد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بندہ کا ایک مفصل فتویٰ اس سلسلہ میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے، یہاں مختصراً عرض ہے کہ جس آبادی

کو تجارتی مرکزیت ومرجعیت اور بازاروں پر مشتمل ہونا حاصل نہ ہو اور نہ اس میں حاکم مجاز ہو تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے یعنی جواز کے لیے ان دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، آپ کی بستی میں یہ دونوں مفقود ہیں، لہٰذا احناف کے نزدیک اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اس مسئلہ میں ظاہر الروایہ اور غیر ظاہر الروایہ دونوں کو ترجیح حاصل ہے، لہٰذا اصول احناف اور اصول افتاء کے مطابق فتویٰ ظاہر الروایہ پر دینا ضروری ہے۔

"قال فی البحر من کتاب الرضاع الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح لظاھر الروایة وفیه من باب المصرف اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاھر الروایة والرجوع الیه اه "......(شرح عقود رسم المفتی للعلامه ابن عابدین الشامی: ۱۰۸)

"وعبارة القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان ھذا مجتھد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب اه "......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں پتھراڑہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کا نام پتھراڑہ ہے جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہے اور اس گاؤں میں عرصہ دو سال سے جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جا رہی ہیں اس گاؤں میں جنرل سٹور، میڈیکل سٹور، سبزی فروش، موچی، درزی، حکیم، مرغی فروش، اور دیگر سہولیات میسر ہیں، کیا اس گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے؟ اور اسی گاؤں کے متصل ایک اور گاؤں ہے جس کا نام وارنہ ہے ان دونوں گاؤں کے درمیان تقریباً 20 یا 25 منٹ کی پیدل مسافت ہے، کیا اس وارنہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کرنا درست ہے، اس وارنہ گاؤں کی آبادی بھی تقریباً چار ہزار ہے، اول الذکر گاؤں میں اگر نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے تو جن لوگوں نے اب تک نماز جمعہ ادا کی ہے ان پر ظہر کی نماز کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر ایسی بستی میں بازاریں ہوں اور اس کو تجارتی مرکزیت ومرجعیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو تو اس میں جمعہ کی نماز جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اول الذکر گاؤں میں مذکورہ تفصیل کے ہوتے ہوئے نماز جمعہ درست ہے تو قضاء ظہر لازم نہیں ہے ورنہ لازم ہے۔

"ولادائها شرائط في غير المصلى منها المصرى هكذا في الكافي والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذا في الظهيرية وفتاوىٰ قاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا في الغياثية "......(فتاوىٰ الهندية: ١٣٥/١)

"قوله وفي القهستاني الخ تائيد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر وهذا اذالم يتصل به حكم "......(فتاوىٰ شامي: ١/٥٩٠)

"وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة "......(درعلى هامش الرد : ١/٥٣٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تین چار ہزار آبادی والے قصبہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(٥٣٥): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے قصبہ کی

آبادی تین اور چار ہزار کے درمیان ہے، گاؤں میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے، اس کے بعد ہماری مسجد کا نمبر آتا ہے، جس میں نمازیوں کی تعداد پندرہ سے بیس ہے بعض نمازوں میں یہ تعداد بڑھ کر تیس تک پہنچ جاتی ہے، اس کے علاوہ گاؤں میں ڈاکخانہ بھی ہے، ہائی سکول بھی ہے، لوگوں کی سہولت کے لیے چند دکانیں بھی ہیں، ہم اپنی دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: ضرورت کی تمام اشیاء نہیں ملتیں، اور تمام ضروریات کی دوکانیں بھی نہیں ہیں، نیز آبادی بھی متصل نہیں ہے، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے آبادی بھی دور دور ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تحریر پر غور اور زبانی استفسار سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ علاقہ میں آبادی متصل نہیں، بلکہ دور دور کافی فاصلہ پر مکانات ہیں، اور بیچ میں کھیتوں وغیرہ کا فاصلہ آجاتا ہے، اور اس میں ضرورت کی تمام اشیاء وغیرہ بھی میسر نہیں ہیں، اور حنفیہ کے نزدیک جمعہ صرف شہر، قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہوسکتا ہے کہ جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، بازار ہوں گلی کوچے ہوں، اور تجارتی لحاظ سے وہ مرکزیت اور مرجعیت رکھتا ہو، اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ علاقہ میں جمعہ کی ادائیگی درست معلوم نہیں ہورہی، البتہ بہتر یہ ہے کہ موقع دکھا کر کسی مفتی صاحب سے فیصلہ کروالیا جائے۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذاهوالاصح" ...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰، البحرالرائق: ۲/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صالح آباد کالونی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صالح آباد کالونی موضع کلیار ڈاکخانہ تروکہ تحصیل بساہیوال سرگودھا کی آبادی تقریباً پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے، جہاں پر ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی

ہیں، گوشت، کپڑا، برتن وغیرہ نہیں ملتے، کلینک اور ڈاکٹر کی سہولت موجود ہے، پوری کالونی میں ایک ہی مسجد ہے جہاں پر پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں اور جمعۃ المبارک باجماعت پڑھا جاتا ہے اور تقریباً ڈھائی سال سے جمعہ کی تمام نمازیں پابندی سے ہوتی رہی ہیں، اب جمعہ کی نماز بند کردی گئی ہے، اب جمعہ کی نماز کے لیے 5 یا 6 کلومیٹر سفر کرنا پڑتا ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جب جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرنا ہے، مسجد غیر آباد ہوگئی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) کیا اس بستی میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان جمعہ صرف شہر، قصبہ یا ایسے بڑے گاؤں میں ہوسکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام ملتی ہوں، گلیاں، بازار اور سڑکیں ہوں، اور وہ تجارتی یا انتظامی اعتبار سے مرکزیت و مرجعیت رکھتا ہو یعنی اردگرد دیہات وغیرہ کے لوگ وہاں سے اشیاء ضروریہ کی خرید وفروخت کے لیے آتے ہوں، آپ نے جو اپنی بستی کا حال لکھا ہے (کہ وہاں برتن و کپڑے وغیرہ نہیں ملتے) اس کے پیش نظر اس کو قصبہ، قریہ کبیرہ یا شہر کہنا مشکل ہے، لہٰذا یہاں جمعہ وغیرہ کی ادائیگی درست نہیں ہے، اور یہ کہنا کہ "جب جمعہ کی اجازت نہیں تو نماز پڑھ کر کیا کرنا ہے" سخت جہالت کی بات ہے، آپ لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے، اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی ضروری ہے، جمعہ فرض نہ ہونے سے ظہر والا فریضہ ساقط نہ ہوگا، اگر ممکن ہو تو کسی مستند مفتی کو موقع دکھا کر فیصلہ کروالیا جائے۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق ولها رساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذا هو الاصح" ......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰، البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کا خطبہ ایک آدمی دے اور نماز دوسرا پڑھائے:

مسئلہ نمبر (۵۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب کبھی کبھی

ایسا کرتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ تو دیتے ہیں لیکن نماز پڑھانے کے لیے کسی اور کو آگے کردیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر وہ دوسرا آدمی خطبے میں موجود ہو تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر وہ خطبہ ختم ہونے کے بعد آیا ہو تو اس کو جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کرنا جائز نہیں ہے اس سے جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوگی، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے خطبہ شرط ہے۔

"وان خطب وھو طاھر ثم احدث وامر رجلا بالصلوۃ فان کان الرجل المامور قد شھد الخطبة او بعضھا اجزأہ وان لم یشھد المامور الخطبة لایجزیه لانه یرید ان یبنی تحریمة الجمعة من غیر شرطھا وھو الخطبة فلایجزیه کما اذا لم یخطب الاول واراد ان یصلی بالناس الجمعة"......(التاتارخانیة جدید: ۲/۵۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوازِ جمعہ اور وجوبِ جمعہ کی شرائط:

مسئلہ نمبر (۵۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) جمعہ کی شرائط کیا ہیں؟ اور کیا وہ شرائط جوازِ جمعہ کی ہیں یا وجوبِ جمعہ کی؟ یا دونوں کی؟

(۲) اور اگر کسی جگہ 60 سال سے زائد عرصہ سے نمازِ عید ہو رہی ہے حالانکہ وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تو وہاں نمازِ عید کا کیا حکم ہے؟ اس کو بند کردیا جائے یا نہیں؟

(۳) اسی طرح اگر ایک جگہ پر 30 سال سے جمعہ شروع ہے جب کہ وہاں پر جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہیں تو کیا وہاں جمعہ بند کردینا چاہیئے یا جاری رہے؟

(۴) پانچ سے زائد مفتیان کرام سے پوچھا انہوں نے کہا کہ جس جگہ جمعہ وعیدین شروع ہیں وہاں ان کو بند نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ فتنہ کا دور ہے اور زمانے کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں اور احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ جب کہ کفایت المفتی: ۳/۱۸۰، پر یہ بات موجود ہے کہ جس جگہ عید اور جمعہ شروع ہے اور بند کرنے سے فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو بند نہیں کرنا چاہیئے۔

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات بالدلائل عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) جمعہ وعیدین کے جواز کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ علاقہ یا تو قریہ کبیرہ ہو یا ایسی بستی ہو کہ جس میں شاہراہیں اور بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت ومرجعیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، جو اپنی قوت اور غلبہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلوا سکے، اگر یہ شرائط جس میں موجود ہوں تو وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں گی ورنہ جائز نہیں ہے۔

(۴،۳،۲) نماز عید کے لیے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں اگر کسی جگہ جمعہ جائز نہیں تو وہاں نماز عید بھی جائز نہیں، اس کو بند کردیا جائے، اسی طرح جس جگہ جمعہ کی شرائط موجود نہ ہوں تو وہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں اس کو بند کردیا جائے، اور بعض حضرات جو فرماتے ہیں کہ اس کو بند نہ کردیا جائے کیونکہ فساد کا خطرہ ہے تو جواباً عرض ہے کہ اس قسم کا قول احناف کے ائمہ مجتہدین، ارباب تخریج، اصحاب تحقیق، اقوال ترجیح میں سے کسی مستند فقیہ کا ہمیں معلوم نہیں، اور چودہویں یا پندرہویں صدی کے مقلد محض مفتی کا قول حجت نہیں ہے۔

”وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح“......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

”تجب صلاة العيدين على من تجب عليه الجمعة بشرائطها“ ...... (البحر الرائق: ۱/۲۷۵)

”(قوله شرط ادائها المصر) ای شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحى الافي مصر جامع اوفى مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم“......(البحر الرائق: ۲/۲۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پانچ سو گھرانوں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۹): کیا فرماتے ہیں علماء احناف اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً پانچ سو گھرانوں پر مشتمل ہے اس میں دو جامع مسجدیں ہیں، ایک مین بازار میں اور ایک محلے کے اندر، پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے دونوں مسجدوں میں پانچوں نمازوں میں نمازیوں کی تعداد کم ہوتی ہے، البتہ جمعہ کے دن دونوں مسجدیں نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، اس کے باوجود محلے والی جامع مسجد کو منتقل کر کے بازار والی جامع مسجد کے بالکل قریب تعمیر کیا جارہا ہے، نئی تعمیر ہونے والی جامع مسجد کا فاصلہ پہلے سے موجود بازار والی مسجد سے تقریباً 250 فٹ ہے، واضح رہے کہ دونوں مسجدیں ایک ہی مسلک سے تعلق رکھنے والے حضرات کی ہیں۔

محلہ والی مسجد کو نماز جمعہ سے خالی کیا جارہا ہے اور اس کی جگہ دوسری جامع مسجد بازار والی جامع مسجد کے قریب تعمیر کی جارہی ہے، جس کے باعث پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑی عمر والے حضرات کو نماز جمعہ کے لیے مشقت کا سامنا ہے۔

(۱) اب قابل وضاحت امر یہ ہے کہ کیا اس محلے والی جامع مسجد کو بازار والی جامع مسجد کے قریب منتقل کرنا جائز ہے؟

(۲) نئی تعمیر کی جانے والی مسجد میں جمعہ کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مذکورہ گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ اداء کرنا جائز نہیں ہے، جمعہ کو منتقل کرنا تو بعد کا مسئلہ ہے جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا یا ایسے قریہ کبیرہ کا ہونا جس میں بازاریں ہوں اور اس کو آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرکزیت اور مرجعیت حاصل ہو یا اس میں ایسا حاکم مجاز ہو جس کو جزا و سزا دینے کا اختیار ہو، جب کہ آپ کے گاؤں میں یہ دونوں میسر نہیں ہیں۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

”اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنافی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القریٰ التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها“......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

”وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهوالاصح “......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سواآصل میں نمازجمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۰): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں شرعاًجمعہ کے فرض ہونے کے بارے میں مذکورہ شرائط کے ساتھ جب کہ گاؤں سواآصل کی آبادی تقریباً3500 ہےاورضروریات زندگی کی تقریباً تمام چیزیں مل سکتی ہیں،سہولیات ہیں،پولیس چوکی،پرائیویٹ ہسپتال،دوعددسرکاری سکول،اورآٹھ عددپرائیویٹ سکول ایک عددکالج برائے خواتین،لوہار،ترکھان،موچی وقبرستان یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی،سہولیات موجودہیں،اورالبتہ ڈاکخانہ وبینک اورکپڑے کی دوکان پہلے موجودتھیں فی الحال نہیں ہیں،اورمساجدکی تعدادسات ہے،کیامذکورہ شرائط کے ساتھ اس آبادی کی مساجدمیں جمعہ اداکیاجائے گایانہیں؟

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسے قریہ میں نمازجمعہ درست نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہرکا ہونا یاایسے قریہ کبیرہ کاہوناضروری ہے جس کوعلاقہ کے لیے تجارتی مرکزیت اورمرجعیت حاصل ہویااس میں ایساحاکم مجازہوجوسزاجزادینے کامجازہوجب کہ آپ کی بستی میں یہ دونوں میسرنہیں۔

”وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق

قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر وهذا اذا لم یتصل به حکم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهو الاصح "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں اور متصل بستیوں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں ایک گاؤں ہے جس کی ہیئت کچھ اس طرح سے ہے کہ گاؤں کے ساتھ مختلف آبادیاں/ بستیاں ملحق ہوتی ہیں جو کہ اس گاؤں کے ساتھ ساتھ آباد ہیں کہ اگر گاؤں کی مسجد میں اذان ہوتو ان بستیوں میں سنائی دے، اس گاؤں کی مجموعی آبادی بشمول ان بستیوں کے تقریباً 4000 سے متجاوز ہے، گاؤں کی مزید تفصیل یہ ہے کہ وہاں ایک بازار ہے جس میں ضروریات زندگی کی تقریباً تمام اشیاء مل جاتی ہیں، جیسے جنرل سٹورز، میڈیکل سٹور، حجام، قصاب، نان بائی، لوہار، موچی، ہاسپٹل، ہوٹل، بیکری، جوتا فروش، کریانہ اسٹورز، درزی، ڈاکخانہ، اور دو ہائی سکول یعنی گرلز ہائی سکول اور بوائز ہائی سکول، بوقت ضرورت ایمبولینس کی سہولت، اس کے علاوہ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ مثلاً ٹیچرز، معمار، ترکھان، لوہار، ڈرائیور وغیرہ بھی میسر ہیں، اس تمام صورت حال کے پیش نظر چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) کیا ایسے گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین درست ہیں؟

(۲) اسی گاؤں سے متصل ایک اور گاؤں ڈنہ کے نام سے آباد ہے، جو اپنی ضروریات زندگی کی چیزوں کے لیے اول الذکر گاؤں سے ہی منسلک ہے، اور دونوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ بھی نہیں، اگر ایک گاؤں سے پیدل چلیں

تو تقریباً 15 سے 20 منٹ میں دوسرے گاؤں پہنچ جائیں ،عرض یہ ہے کہ کیااس گاؤں ڈنہ میں جمعہ وعیدین ادا کرنادرست ہوگا یانہیں؟

نوٹ : یادرہے کہ اول الذکر گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں ،امام مسجد مخالف مسلک کا ہونے کے باعث لوگوں میں طرح طرح کے غلط عقائد ومسائل متعارف کروارہاہے ،خالی الذہن دیہاتی لوگوں کے عقائدونظریات کو یک لخت سنت نبوی ﷺ اور فقہ حنفی کے مسلم مسائل کے خلاف ڈھالا جارہاہے ،ایسے حالات میں ضرورت ہے اس امر کی کہ عوام جوکہ تقریباً جمعہ وعیدین ہی میں اجتماعی طور پر مل پاتے ہیں کو صحیح عقائد ومسائل سے متعارف کروایاجائے یاکم ازکم صحیح المسلک لوگوں کے ذہنوں کوتشویش سے بچایاجائے ،تو کیااس صورت حال کے تحت اول الذکر گاؤں سے متصل گاؤں ڈنہ میں نماز جمعہ وعیدین شروع کی جاسکتی ہیں یانہیں؟

(۳) میں نے کسی فتاویٰ میں پڑھاتھا کہ اگر مسلمان حاکم کسی بستی میں جمعہ شروع کرنے کی اجازت دے دے توجائزہے،گزارش ہے کہ موجودہ دور میں کس کی اجازت معتبر سمجھی جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۲،۱) بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اول الذکر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں اور نہ ہی ڈنہ گاؤں میں جمعہ جائزہے،کیونکہ جمعہ کے جواز کے لیے بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے یاایسا قریہ کبیرہ جس میں بازاریں ہوں یعنی اس کو تجارتی مرکزیت ومرجعیت حاصل ہو یاوہاں پر حاکم مجاز ہو۔

باقی اگر کوئی شخص لوگوں کے درمیان غلط نظریات پھیلا رہاہے تواس کے مقابلے میں لوگوں کے عقائد ونظریات کی حفاظت کے لیے کوئی متبادل طریقہ اختیار کیاجائے مثلاً درس قرآن وغیرہ لیکن اس شخص کے مقابلہ میں جمعہ وعیدین شروع کرنا شرائط نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔

(۳) حاکم کسی جگہ پرنماز جمعہ کی اجازت اس وقت دے سکتاہے جب جواز جمعہ کی تمام شرائط پائی جائیں۔

”(ولادائھا شرائط فی غیر المصلی) منھاالمصر ھکذافی الکافی والمصر فی ظاھر الروایۃ الموضع الذی فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی ھکذافی الظھیریۃ وفتاوی قاضی خان وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذافی التتارخانیۃ ومعنی اقامۃ الحدود القدرۃ علیھا“

......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

"(قولہ وفی القھستانی الخ تائیدللمتن "وعبارۃ القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذااذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع و اداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذااتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرائے نورنگ کے ساتھ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) ہمارا گاؤں سرائے نورنگ شہر سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے،کل آبادی تقریباً سوگھر ہوگی اور ضلع لکی مروت ہے،جب کہ چندگھر ضلع بنوں کی حدود میں بھی واقع ہیں جب کہ ساتھ والا گاؤں مشرقی سمت دوفرلانگ کے فاصلہ پر ہے یہ بھی نصف ضلع لکی مروت اورنصف ضلع بنوں میں واقع ہے اس کی آبادی تقریباً دوسوگھروں پر مشتمل ہوگی،ہمارے اور پڑوسی گاؤں کے درمیان ان کی آخری حد پر مدرسہ اور مسجد ہے وہاں کے ایک مدرس جوکہ مفتی بھی ہیں وہاں نماز جمعہ شروع کررہے ہیں،اوراس کے لیے مردم شماری کررہے ہیں جب کہ ہمارے گاؤں میں صرف لڑکوں کا سرکاری پرائمری سکول ہے،اورساتھ والے گاؤں میں بچیوں کا ایک پرائمری سکول ہے،بجلی پانی اور ٹیلی فون اورٹرانسپورٹ کی سہولت بھی موجود ہے،ان کے ماسواکوئی سرکاری ادارہ یامحکمہ نہیں ہے،نہ پولیس چوکی ہے نہ تھانہ ہے، نہ کچہری کا دفتر ہے کوئی بڑی دوکان بھی نہیں ہے،صرف چندایک دوکانیں دوسرے گاؤں میں اورایک ہمارے گاؤں میں ہے،جس میں بچوں کے استعمال کی اشیاء دستیاب ہیں،باقی اشیاء سبزی،گوشت،کپڑے وغیرہ کے لیے سرائے نورنگ جاناپڑتاہے،گاؤں اورسرائے نورنگ کے درمیان مختلف فاصلوں پردوگاؤں ہیں جس میں سے ایک شہر کے ساتھ ملحق ہے،جب کہ ایک اس سے آگے دوفرلانگ کے فاصلہ پر ہے،ایسی صورت میں اس گاؤں میں نماز جمعہ اورعیدین ہوسکتی ہیں یانہیں؟مدلل جوابات سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ جگہ مسجد یامدرسہ میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔

"لاتصح الجمعۃ الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری......والمصر الجامع کل موضع لہ امیروقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود اھ"......(الھدایۃ: ۱/۱۷۷)

"وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحکمه وعلمه اوعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وهوالاصح "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۵)

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مختصر خطبہ پڑھنے سے نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں جمعۃ المبارک کی نماز کے موقع پر ایک خطیب صاحب جمعۃ المبارک کا جو عربی میں خطبہ پڑھتے ہیں، اس کے پہلے حصہ میں وہ "الحمدلله ، نحمده " سے شروع کرکے آخر تک پڑھنے کے بعد کچھ قرآنی آیات پڑھتے ہیں اور پھر آخر میں "بارک الله لنا الخ " پڑھ کر ختم کرتے ہیں، دوسرے حصہ میں اسی طرح شروع کرکے سورۃ والضحیٰ پڑھتے ہیں اور پھر "ان الله یامر الخ" پڑھ کر ختم کرتے ہیں، اس کے بعد نماز جمعہ ہوتی ہے، جب لوگ چلے جاتے ہیں تو ایک شخص یہ شور مچاتا ہے کہ چونکہ خطیب صاحب نے مسنون خطبہ نہیں پڑھا لہٰذا خطبہ نہیں ہوا اور نماز جمعہ نہیں ہوئی۔

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ خطبہ ہوا ہے یا نہیں اور نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟

اور اگر دونوں چیزیں ہوگئی ہیں تو پھر ایسے شخص سے کیا سلوک کریں جس نے نمازیوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں خطبہ جمعہ درست ہوا ہے، اور نماز جمعہ بھی درست ہوئی ہے۔

"وفی الدرالمختار مع العلائیة وکفت تحمیدة اوتهلیلة اوتسبیحة للخطبة المفروضة مع الکراهة وقالا لابدمن ذکر طویل واقله قدرالتشهد الواجب "

......(درمختارعلی هامش الرد:۱/۵۹۸)

نوٹ : اس شخص نے چونکہ یہ بات لاعلمی کی بناء پر کہی ہے اس لیے اس کو سمجھا دیا جائے، البتہ خطیب صاحب کو بھی چاہیئے کہ تمام آداب کا خیال رکھیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے چودہ کلومیٹر دور شوگر ملز میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۴): محترمی و مکرمہ عافاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین

عرض یہ ہے کہ گوجرہ شہر سے تقریباً 14 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شوگر ملز ہے، شوگر ملز کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے اور شوگر ملز کے اندر ایک کینٹین ہے جب کہ شوگر ملز کے سامنے سڑک پر تقریباً 15 دوکانیں ہیں اور شوگر ملز کے اندر ایک پرائمری سکول ہے اور تھانہ یہاں سے تقریباً 2 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، شوگر ملز سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک جگہ چک 45 ہے، جس کی آبادی تقریباً آٹھ ہزار ہے اور وہاں پر ایک سڑک پر تقریباً 100 دوکانیں ہیں بینک بھی ہے اور یہاں سے تھانہ تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چک 45 اور شوگر ملز کے درمیان کھیت ہیں جب کہ کوئی اور گاؤں نہیں ہے، کیا اس شوگر ملز میں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جس بستی کو تجارتی مرجعیت و مرکزیت حاصل نہ ہو یا اس میں حاکم مجاز نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ جائز نہیں، لہٰذا شوگر ملز میں مندرجہ بالا شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ جائز نہیں۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب اه" ......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں ڈھانگڑی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ڈھانگڑی میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ گاؤں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ہمارا گھر شہر (مانسہرہ) کی حدود سے تقریباً دوسومیٹر کے فاصلے پر ہے، گاؤں کی آبادی تقریباً دوہزار ہے، گاؤں میں چار پانچ دوکانیں ہیں، جن پر ضرورت کی کچھ چیزیں ملتی ہیں، گاؤں میں دو پولٹری فارم اور ایک پلاسٹک کے جوتوں کا کارخانہ ہے ایک آٹے کی مل تیار ہوگئی ہے جو عنقریب کام شروع کرے گی، گاؤں میں بجلی، سوئی گیس اور ٹیلی فون کی سہولت موجود ہے، ہمارا ڈاکخانہ، پٹوارخانہ، ہائی سکول، کالج اور ہسپتال شہر میں ہیں۔

ہمارے گاؤں کو سٹی تھانہ کنٹرول کرتا ہے جب کہ دور کے گاؤں کو صدر تھانہ کنٹرول کرتا ہے، گاؤں میں ایک پرائمری سکول، دو مسجدیں اور دو دینی مدرسے ہیں، ہمارے گاؤں کو مانسہرہ کا دیہہ کہتے ہیں، لوگ تقریباً چالیس سال سے جمعہ کی نماز شہر میں پڑھتے ہیں، فتویٰ صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں آپ کا گاؤں شہر کی بلدیہ کے حدود سے باہر ہے اور اس کا نام بھی علیحدہ مستقل موجود ہے، اور اس کی آبادی بھی مصر جامع ہونے کے لیے کافی نہیں ہے اور نہ ہی یہاں تمام ضروریات زندگی ملتی ہیں لہٰذا یہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

"قوله وفي القهستاني تائيدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع اداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات "......(فتاویٰ شامي: ۱/۵۹۰)

"وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة اوميل ليس بشيء هكذاروا ه جعفر عن الامامين وهواختيار الحلواني وفي التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لاتجب الاعلى من يسكن المصر

اومایتصل بہ فلاتجب علی اھل السواد ولو قریباوھذا اصح ماقیل فیہ "

......(فتاوىٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خان خیل منڈازئی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۶): جناب مفتی صاحب مندرجہ ذیل سہولیات اورکوائف کی روشنی میں ہم اہلیان خان خیل منڈازئی یہ مسئلہ دریافت کرناچاہتے ہیں کہ کیاہمارے گاؤں مذکورہ بالامیں نماز جمعہ پڑھناجائز ہے یانہیں؟

نکات حسب ذیل ہیں۔

ہماراگاؤں تقریباً ۲۵۰۰ نفوس یعنی چھوٹے بڑے مردوعورت پر مشتمل ہے، یہ گاؤں سرکاری پختہ سڑک سے قریباً آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، سرکاری پختہ سڑک سے ایک کچی سڑک جس پر شنگل بھی ہے جوابھی زیرتعمیر ہے ہمارے گاؤں پر سے آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر سے گزرتی ہے اور ساتھ ساتھ ہمارے گاؤں اور پختہ سرکاری سڑک کے درمیان دوندیاں (ٹگرم اورچھل) حائل ہیں، بارش کی صورت میں ندیوں میں طغیانی کی وجہ سے گاڑیاں کبھی مسلسل چاریاچھ دن سرکاری پختہ سڑک تک بھی بالکل بندہوجاتی ہیں، کیونکہ افرادسخت طغیانی کی صورت میں ان کو عبورنہیں کرسکتے، گاؤں سے بازارتک آنے وجانے کے لیے تین چار ڈاٹسن اورایک گھوڑا گاڑی ہے، ڈاٹسن دن کے وقت بازارکاایک ٹرپ لگاتی ہے، جوواپس آکردوبارہ بازارکارخ نہیں کرتے، کسی آدمی کاان گاڑیوں سے رہ جانے کی صورت میں اسے مجبوراً پیدل یاکسی سائیکل پرجاناپڑتاہے، مزیدیہ کہ رات کویابےوقت بالکل سواری نہیں ہوتی ہے، رستہ غیرمحفوظ ہے، اورڈاکوؤں کابڑاخطرہ ہوتاہےایمرجنسی اورسخت بیماری کی صورت میں ڈاٹسن سپیشل پرمنہ مانگے کرایہ کا مطالبہ کرتے ہیں، گاؤں مذکورہ میں کوئی پولیس تھانہ نہیں ہے صرف ندی کے کنارے ہمارے گاؤں سے دوکلومیٹر کے فاصلہ پرایک چوکی ہے جس میں صرف تین پولیس کانسٹیبل تعینات ہیں، لیکن ایمرجنسی کی صورت میں باہر سے نفری کامطالبہ کرتے ہیں، یہ پولیس چوکی ہمارے گاؤں کے نام سے موسوم ہے، گاؤں مذکورہ میں تقریباً بیس دوکانیں ہیں، جس میں روزمرہ استعمال کی ضروری اشیاءتقریباً ملتی ہیں، مثلاً بجلی کے بورڈ، تاریں وغیرہ اورسائیکل خراب اورپنچر کی دودوکانیں ہیں، تاہم قصاب، کمہار، سناراورنائی کی دوکان نہیں ہے، مذکورہ گاؤں میں ایک B.H.U ہسپتال بھی ہے، جس میں تقریباً 1988ءمیں ایم ۔بی۔بی۔ایس ڈاکٹر کے لیے رہائش گاہ تعمیرکیاگیاہے، لیکن تاحال ڈاکٹرتعینات نہیں ہے، صرف ایک ڈسپنسر موجودہے، ہسپتال میں ایم بی بی ایس کی عدم موجودگی عدم تحفظ کی بدولت ہےاس گاؤں میں

ایک مردانہ ہائی سکول ہے، دو بوائز پرائمری سکول ہیں، اور ایک گرلز پرائمری سکول ہے، ابھی حال میں ہائی سکول میں سائنس ٹیچر کی تعیناتی عمل میں آئی ہے، اس سے پہلے اور اب بھی سائنس کے طلبہ نہیں ہیں، کیونکہ مقامی اساتذہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے غیر مقامی اساتذہ ہر وقت تبادلوں کے چکر میں رہتے ہیں، اس کی وجہ سرکاری پختہ سڑک سے دوری اور ہر وقت گاڑی نہ ملنے کی ہے، لہٰذا ان اساتذہ کو سڑک سے سائیکل یا پیدل چلنا پڑتا ہے، اس گاؤں میں تقریباً گیارہ مسجدیں ہیں، جس میں ایک بڑی مسجد بھی ہے، مذکورہ گاؤں میں آب نوشی کی دو سکیمیں ہیں، اور ایک زیر تعمیر ایکسچینج بھی ہے، کپڑے کی ایک دوکان بھی ہے، اور ایک عدد معیاری جنرل سٹور جس میں صندوق وغیرہ ملتے ہیں، غلے کی کوئی مستقل منڈی نہیں ہے، اور ڈاک خانے کی ایک برانچ بھی ہے جو ہفتے میں ایک بار ڈاک لاتے ہیں، مستری، لوہار، ترکھان اور موچی موجود ہیں، میڈیکل سٹور نہیں ہے، عام دوکانوں میں کھانسی وغیرہ شربت اور عام گولی ڈسپرین، پیراسیٹامول وغیرہ ملتے ہیں۔

گاؤں میں دو ڈیزل کی دوکانیں ہیں جو کہ ڈرموں میں تیل پمپ سے لاتے ہیں اور یہاں پر فروخت کرتے ہیں، اور ایک ویلڈنگ کی دوکان بھی ہے، گاؤں والوں کے دو ٹرک ہیں اور دو ٹریکٹر بھی ہیں، درزی بھی ہیں، اور پانچ عدد آٹا مشین بھی ہیں، گاؤں میں ایک دینی مدرسہ بھی ہے جس میں حفظ و ناظرہ اور درجہ اولیٰ کی کتب پڑھائی جاتی ہیں گاؤں کے قریب ایک قبرستان ہے، لیکن سرکاری جنازہ گاہ نہیں ہے، گاؤں میں کوئی بینک، عدالت اور ہوٹل وغیرہ نہیں ہے، جناب والا مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم اہلیان دیہہ نماز جمعہ کے ادا کرنے یا نہ کرنے پر جناب والا کے فتوے پر متفق ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ کی ادائیگی صحیح نہیں ہے، کیونکہ صحت اداء جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ گاؤں میں بازاریں اور کھلے راستے ہوں اور ارد گرد دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو اور یا وہاں پر حاکم مجاز ہو، جب کہ مذکورہ گاؤں میں یہ تمام شرائط مفقود ہیں۔

"وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع اداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری ......والمصر الجامع کل موضع لہ امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود"......(ھدایہ:۱۷۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میخوخپہ ضلع بونیر میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ضلع بونیر کے پہاڑی علاقے موسوم "میخوخپہ" ہے، جس کے گھروں کی مجموعی تعداد بشمول مضافات کے ایک سو ہے، جس میں خواتین وحضرات کی تعداد تقریباً چودہ سو ہے اور چھ متفرق دوکانیں ہیں جن میں اشیاء ضروریات میں سے کچھ میسر ہوتی ہیں اور کچھ کے لیے شہر کا رخ کرنا پڑتا ہے، شہر تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، نیز بچوں اور بچیوں کے پرائمری سکول، لوہار، کلرکار، ڈسپنسر معالج، نیز ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود ہے، جامع مسجد ایک ہے اور مضافات میں دو چھوٹی مساجد ہیں، عیدین وجمعہ میں قریبی گاؤں سے لوگ آتے ہیں اس کے باوجود مسجد میں جگہ باقی ہوتی ہے، اور گاؤں میں عالم دین موجود ہے جو صدیقیہ مدرسہ دہلی کے فارغ التحصیل ہیں۔

کچھ احباب کا کہنا ہے کہ والی سوات نے جمعہ جاری کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اندازاً جمعہ وعیدین ایک سوتیس سال سے قائم چلے آرہے ہیں، جب کہ موجودہ دور کے مقامی علماء کا کہنا ہے کہ قریہ ہذا میں شرائط جمعہ وعیدین ناپید ہیں، لہٰذا جمعہ وعیدین کا قیام درست نہیں ہے۔

☆ کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

☆ کیا مذکورہ گاؤں میں قیام جمعہ وعیدین شرعاً درست ہے؟

نیز اس بات پر سب اہل قریہ متفق ہیں کہ اگر مفتیان کرام قریہ ہذا میں جمعہ وعیدین کے بارے میں عدم جواز کا فتویٰ دیں تو ہم جمعہ وعیدین بند کردیں گے، جب کہ جمعہ وعیدین کے بند کرنے میں کوئی فتنہ فساد کا خطرہ بھی نہیں ہے۔

☆ شریعت کی روشنی میں مسئلہ ہذا کے بارے میں مکمل تحقیقی جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

احناف کے نزدیک نماز جمعہ صرف شہر، قصبے یا ایسے بڑے گاؤں میں ہوسکتا ہے جہاں ضروریات زندگی عام

ملتی ہوں، بازار ہوں، سڑکیں ہوں، اور وہ علاقہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے شہر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اور اس میں تجارتی مرکز اور حاکم مجاز ہو، اور جس گاؤں کی ایسی صورت حال نہ ہو وہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور سوال میں ذکر کردہ علاقہ کی موجودہ صورت حال کے مطابق چونکہ اس کا شمار فی الحال چھوٹے گاؤں میں کیا جائے گا اس لیے اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے، اور اگر والی سوات کا ثبوت مل بھی جائے تب بھی ان کی وفات کے ساتھ ہی ان کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

"وفی الشامیة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح" ......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۹۰)

"ومثله فی بدائع الصنائع کتاب الصلوة شرائط الجمعة : ۲/۱۹۰)

"وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیهااسواق ......انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"اقول لکن لایبقی الی الیوم الاذن بعدموت السلطان الاذن بذلک الااذاذن به ایضا سلطان زماننا نصره الله تعالیٰ کمابینته فی تنقیح الحامدیة " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کے قریب چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی 750 افراد پر مشتمل ہے جو کہ ایک بڑے گاؤں درجۂ شہر کے قریب واقع ہے، جس میں جمعہ کی نماز بامر شرع پڑھی جاتی ہے، بڑے گاؤں کا نام بڑا بھکین ہے اور چھوٹے گاؤں کا نام چھوٹا بھکین ہے، ان دونوں گاؤں کے درمیان سات سوفٹ کا فاصلہ ہے، جس میں فصل کاشت کی جاتی ہے، ان دونوں گاؤں کے قبرستان جدا جدا ہیں، جب کہ سرکاری ہسپتال اور سکول ایک ہیں، اب اس چھوٹے بھکین کو فناء مصر قرار دے کر ایک عالم نے نماز جمعہ شروع کیا ہے، وجوہات یہ بتاتے ہیں۔

(۱) دونوں کی اذانیں بغیر لاؤڈ اسپیکر سنی جاتی ہیں۔
(۲) دونوں گاؤں والے تکبیرات تشریق بھی پڑھتے رہے ہیں۔
(۳) جب کہ اس عالم نے نماز جمعہ شروع ہونے سے پہلے آٹھ یا نو سال سے لگاتار عید کی نمازیں بھی پڑھائی ہیں۔

اب اس چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نمازیں آج تک پڑھی جا چکی ہیں ان کی قضاء لازم ہے یا نہیں؟

نوٹ: بڑے گاؤں کے سارے علماء نماز جمعہ کے جائز ہونے کے خلاف ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

"قال فی الهندیة ، ولادائها شرائط فی غیر المصلی منها المصر هکذا فی الکافی والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة وفتاویٰ قاضی خان، وفی الخلاصة وعلیه الاعتماد کذا فی التتارخانیة ،ومعنی اقامة الحدود القدرة علیها هکذا فی الغیاثیة وکمایجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخارا لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشیء هکذا فی الخلاصة هکذا روی الفقیه ابو جعفر عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ وهو اختیار شمس الائمة الحلوانی کذا فی فتاویٰ قاضی خان "......(فتاویٰ الهندیة: ۱۴۵/۱)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے۔

(۱) جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے جب کہ مذکورہ فی السوال شہر نہیں بلکہ چھوٹا گاؤں ہے۔
(۲) جس طرح شہر میں جمعہ درست ہے اسی طرح فناء شہر میں بھی درست ہے، اور فناء وہ ہے جس میں شہر کے مصالح پائے جاتے ہیں جبکہ مذکورہ گاؤں میں اس مذکورہ بڑے شہر/گاؤں کے کوئی مصالح متعلق نہیں ہیں۔

(۳) جب دونوں بستیوں کے درمیان مزارع یعنی کھیت وغیرہ حائل ہیں تو یہ اتصال کے لیے مانع ہیں لہٰذا دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا اگرچہ اذان وغیرہ کی آواز ایک دوسری بستی میں سنائی دیتی ہوں اور فنٹوں اور گزوں کا اعتبار نہیں ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے یہی تفصیل منقول ہے، بناء بریں اس چھوٹی بستی میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اور عید کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں تو جب جمعہ درست نہیں ہے تو عید کی نماز قائم کرنا بھی درست نہیں ہے۔

(۴) اور جواب تک ظہر کی جگہ جمعہ کی نماز پڑھی تو ترک ظہر کا گناہ لازم ہوا، اتنے عرصہ کی نماز ظہر کی قضاء لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اراضی کے درمیان بسائی ہوئی بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۴۹): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ کا جواب درکار ہے براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں جواب فرمادیجئے، تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ کہ ہم لوگ پہلے بڑے گاؤں موضع کھارہ میں رہائش پذیر تھے، اور گاؤں سے آکر کھیتی باڑی لاتے تھے، عرصہ 30 / 35 سال سے ہم نے اپنی اراضی کے قریب ہی ایک بستی بسائی ہے، جو 45 گھروں پر مشتمل ہے، ہماری بستی میں ایک جامع مسجد بھی ہے، جہاں پر نمازیوں کی تعداد 55 تک ہے، نیز قریبی فیکٹری ایریا سے بھی لوگ نماز پڑھنے کے لیے آجاتے ہیں، اس طرح سے مسجد میں اچھی خاصی تعداد نمازیوں کی ہوجاتی ہے، اور یہ کہ ہماری وارڈ نمبر 6 موضع کھارہ کی وارڈ کے ساتھ منسلک ہے، جناب عالی! ہماری بستی موضع کھارہ کی مشمولہ آبادی ہے ہر طرح سے موضع کھارہ میں شامل ہے بڑے گاؤں موضع کھارہ کا فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، اور فیروزپور روڈ بھی ایک کلومیٹر ہے۔

ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمادیجئے کہ ہماری بستی میں نماز جمعۃ المبارک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

تنقیح: بستی کی پوری آبادی بھی تحریر کریں کہ چھوٹے بڑے مرد وعورت، مسلم وغیر مسلم کل کتنے افراد ہیں؟

جواب تنقیح: کل افراد کی تعداد 350 ہے۔

جناب عالی! ہماری بستی 350 افراد پر مشتمل ہے تاہم ہم سے آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر 30 گھر اور آباد ہیں

جوتقریباً 250 افراد پر مشتمل ہیں، اس طرح سے کل آبادی 600 ہے، ہماری بستیوں میں کوئی غیر مسلم نہ ہے تمام مسلمان ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے یا پھر قصبہ ہو (قریہ کبیرہ) جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے۔

"لقوله عليه السلام لا جمعه ولا تشريق الا فى مصر جامع رواه ابن ابى شيبة عن علىؓ "

جب کہ مذکور فی السوال گاؤں چھوٹا ہے اس میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہاں والوں کو ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بڑے گاؤں سے 16 ایکڑ کے فاصلے پر موجود چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۰): محترم جناب مفتی صاحب

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے اندر پانچ مسجدیں ہیں اور تمام مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہوتی ہے اسی گاؤں کے چند گھروں جن کی تقریباً آبادی 250 کے قریب ہے، اور بڑے گاؤں سے تقریباً 16 ایکڑ کے فاصلہ پر ہے، اور پٹواری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے، لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے، ہمارے گاؤں سے دو ایکڑ دور تقریباً ایک ڈیرے کی آبادی 150 کے قریب ہے، اور دوسرے ڈیرے کی آبادی تقریباً 200 ہے، اور تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے، اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

"وفیماذکرنااشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چالیس گھروں والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۵۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً چالیس گھروں پر مشتمل ہے آیااس میں جمعہ اورعیدین وغیرہ کی نماز پڑھانا قرآن وسنت اورفقہ حنفیہ کے مطابق کیساہے؟ جب کہ ہمارے گاؤں میں پوسٹ آفس اوربجلی گھراوربجلی کی سہولت بھی موجودہے،اورگاؤں بالکل سڑک پرواقع ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں شرائط کے مفقودہونے کی وجہ سے جمعہ اورعیدین کی نمازدرست نہیں ہے۔

"لاتصح الجمعۃ الافی مصرجامع اوفی مصلی المصر ولاتجوزفی القری لقولہ علیہ السلام لاجمعۃ ولاتشریق ولافطرولااضحی الافی مصرجامع والمصرالجامع کل موضع لہ امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود وھذاعن ابی یوسف "......(الھدایۃ : ۱/۱۷۷)

"اماالمصرالجامع فقداختلف الاقاویل فی تحدیدہ ذکرالکرخی ان المصرالجامع مااقیمت فیہ الحدود ونفذت فیہ الاحکام وعن ابی یوسف روایات ذکرفی الاصل کل مصرفیہ منبر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود فھومصرجامع تجب علی اھلہ الجمعۃ "......(بدائع الصنائع :۱/۵۸۴)

"اماشرائط وجوبھا اوجوازھا فکل ماھو شرط وجوب الجمعۃ وجوازھا فھوشرط وجوب صلاۃ العیدین وجوازھا من الامام والمصر والجماعۃ والوقت الاالخطبۃ فانھاسنۃ بعدالصلوۃ ولوترکھا جازت صلوۃ العید "

......(بدائع الصنائع : ۱/۶۱۶)

"والمصر فی ظاھرالروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی"......(الفتاوی الھندیۃ: ۱/۱۴۵)

"تجب صلوة العيد على كل من تجب عليه صلوة الجمعة كذافي الهداية ويشترط للعيد مايشترط للجمعة الاالخطبة كذافي الخلاصة"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں ڈیرہ اسلام دین میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں جناب مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میرا گاؤں ڈیرہ اسلام دین لاہور سے تقریباً ۲۳ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، جس کے حدود اربعہ اس طرح ہیں کہ وہ گاؤں واہگریاں کی ایک چھوٹی آبادی ہے جو کہ گاؤں سے تقریباً دوکلومیٹر مغرب میں ہے میرے گاؤں (ڈیرہ) کے شمال میں گاؤں ۲کلومیٹر جنڈیالہ اور جنوب میں ۴کلومیٹر اتو کے اعوان اور مغرب میں گاؤں نت اور گنجینہ سندھ تقریباً ۴ کلومیٹر پر واقع ہے، میرا ڈیرہ تقریباً ۵۰ یا ۶۰ گھروں پر مشتمل ہے، اور اس میں پرچون کی تقریباً تین عدد دکانیں ہیں اور گاؤں کے اردگرد ایک ایک دو دو گھروں کے ڈیرے بھی ہیں، تو اس مسئلے میں آپ سے عرض ہے کہ میرے ڈیرے میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ اردگرد نواح مذکورہ بالا دیہاتوں اور قصبوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں، جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں، بازار ہوں اور وہ چھوٹے دیہاتوں کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئولہ میں مذکورہ مقام میں جمعہ کی مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی درست نہیں ہے اور مذکورہ مقام کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے، اور نماز جمعہ کے عنوان سے اس کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی قضاء کرنا بھی ضروری ہے۔

"في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث"......(فتاوىٰ شامي: ۱/۵۹۰)

"في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق......لاتجوزفي الصغيرة التي

لیس فیھاقاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاھر انه اریدبه الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"فی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصران کان بینه وبین عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة علیه وان بلغه النداء وتقدیر البعدبغلوة اومیل لیس بشیء ھکذا...... ثم ظاھرروایة اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل به فلاتجب علی اھل السواد ولوقریبا وھذااصح ماقیل فیه "......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت میں شرکت کی بناء پر نماز جمعہ چھوڑنا:

مسئلہ نمبر(۵۵۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقامی آدمی کے لیے تبلیغی جماعت میں شریک ہوکراس بناء پر نماز جمعہ ادانہ کرنا کیساہے؟ بقول اس کے جمعہ کی ادائیگی محض ایک فرض کی ادائیگی ہے جب کہ جماعت تبلیغی کے ساتھ جانے پر جونماز ظہر پڑھی جائے گی اس کا ثواب انچاس کروڑ ہوگا کیا یہ استدلال از روئے شرع محمدی ﷺ درست ہے کیا اس سے وظیفہ جمعہ ساقط ہوجاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب بالغ آدمی نہ مسافر ہواور نہ بیمار ہو شہر کے اندر ہوتے ہوئے جمعہ کی نماز چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور جمعہ کی ادائیگی کے وقت میں تبلیغ کا کام کرنا اور جمعہ کی نماز کا چھوڑنا یہ بھی جائز نہیں ہے، اس لیے کہ نفس تبلیغ کا کام فرض کفایہ ہے، اور موجودہ مروجہ طریقہ سے تبلیغ کا کام صرف ایک اچھا ایجاد ہے نہ فرض ہے نہ واجب ہے، اور جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔

"فی باب الجمعة ، وھی فرض عین یکفرجاحدھا"......(درمختار: ۱/۱۰۹)

"ومن صلی الظھر فی منزله یوم الجمعة قبل صلوة الامام ولاعذرله کره له ذلک وجازت صلوته "......(ھدایه: ۱/۱۷۹)

"وحرم لمن لاعذرله صلوة الظھر قبلھا امابعدھا فلایکره غایة (فی یومھا

بمصر) لکونہ سببا لتفویت الجمعۃ وھو حرام "……(درمختار علی ھامش الشامی:۱/۲۰۳)

"ومنشاء الخلاف فی ذلک ان العلماء اتفقوا علی ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر من فروض الکفایات ولم یخالف فی ذلک الاالنزر"……(روح المعانی: ۴/۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع پہاڑ خیل تحصیل لکی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پہاڑ خیل تحصیل لکی میں جمعہ کی نماز فرض ہے یا نہیں؟

(۱) اس موضع کی کل آبادی 2210 افراد ہیں (۲) دس دکانیں ہیں، کپڑا اور ضرورت کی جملہ اشیاء کی فروخت بذریعہ پرچون ہوتی ہے (۳) ترکھان، لوہار، موچی، درزی، کمہار موجود ہیں اور اپنے پیشہ کی روزی کما سکتے ہیں (۴) دیہہ ہذا میں مڈل سکول بھی ہے (۵) ایک مسجد مکتب پرائمری سکول ہے (۶) ایک گرلز پرائمری سکول ہے مگر تا حال چالو نہیں ہے (۷) آج کل ہسپتال کی تعمیر شروع ہے جس میں ایک M.B.B.S ڈاکٹر کام کرے گا یا بڑا اسپنٹر کمپاؤنڈر کام کرے گا (۸) دیہہ میں یونین کونسل ہے مگر یونین گھر موضع شہاب خیل میں تعمیر شدہ ہے (۹) دیہہ ہذا کے اردگرد نو یا دس دیہات ہیں، بعض ضرورریات روزمرہ کی سودا سلف کے لیے یہاں آکر خرید وفروخت کر لیتے ہیں (۱۰) مویشی شفاء خانہ کا بابو کئی سال سے کام کرتا ہے، مگر سرکاری ہسپتال تعمیر شدہ نہیں ہے (۱۱) پینے کے پانی کا ٹیوب ویل بنا ہوا ہے مگر ابھی تک چالو نہیں ہے، دیہہ ہذا میں پائپ لائن مکمل ہے، اور دیہہ ہذا سے تین وانڈہ جات کو بھی پائپ لائن چلی گئی ہے (۱۲) دیہہ ہذا میں چھ مساجد ہیں (۱۳) دیہہ ہذا میں سات گلی کوچے ہیں (۱۴) دیہہ ہذا میں سات محلے ہیں (۱۵) دیہہ ہذا میں سب مسلمان ہیں سنی ہیں حنفیہ مسلک والے ہیں (۱۶) ۶۰ سال کے لگ بھگ صرف ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے مگر برٹش دور حکومت میں احتیاطی نماز پڑھی جاتی تھی، مگر پاکستان بننے کے بعد فرض جمعہ پڑھا جاتا ہے، واضح رہے کہ صرف اس مسجد کے محلہ والے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں، پانچ مساجد کے افراد اختلاف کرتے تھے اور جمعہ پڑھنا فرض نہیں سمجھتے البتہ چند ایک افراد دوسرے محلوں سے بھی نماز جمعہ پڑھنے جاتے ہیں (۱۷) مولانا حبیب اللہ صاحب ناظم مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ لکی، مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی، مولانا جمعہ خان

مدرسہ سرائے نورنگ، مولانا مفتی محمود قائد جمعیت نے جلسوں کی صورت میں دیہہ ہذا میں آکر دیہہ ہذا کو دیکھا، پھر عوام نے ہر ایک سے وقتاً فوقتاً جمعہ کی نماز کے بارے میں پوچھا ہے، ان حضرات نے دیہہ ہذا میں جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کو فرمایا ہے مگر زبانی، عوام دیہہ ہذا نے ان حضرات سے کوئی فتویٰ حاصل نہیں کیا ہے (۱۸) عام دیہاتی لوگوں سے جب پوچھا جائے کہ موضع پہاڑ خیل کیسی آبادی تو سب لوگ یوں کہتے ہیں کہ پہاڑ خیل قریہ کبیرہ ہے، یعنی عرف میں لوگ اس آبادی کو بڑا قصبہ بتاتے ہیں۔

نوٹ:(۱) تین دکانات متصل ہیں اور سات دکانات فاصلے پر ہیں، یعنی کہ بازار موجود نہیں ہے، حالانکہ دکانات بازار جیسے بڑی نہیں ہیں۔

نوٹ:(۲) مندرجہ بالا علماء سے جب جمعہ کا مسئلہ پوچھا تھا اس کو اب تقریباً دس بارہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذہب حنفی میں وجوب صلوٰۃ جمعہ کے لیے مصر (شہر) شرط ہے، تمام فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے متون، شروح، فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے، البتہ مصر کی تعریف میں فقہاء کرام کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے، بدائع الصنائع ص ۲۵۹، ۲۶۰ میں ملک العلماء نے کئی اقوال نقل کیے ہیں۔

پہلی تعریف:

"ذکر الکرخی ان المصر الجامع ما اقیمت فیه الحدود ونفذت فیه الاحکام"

اسی تعریف کو صاحب ہدایہ نے ص ۱۶۸ جلد اول میں باختلاف الفاظ نقل کرکے فرمایا ہے "وھو اختیار الکرخی وھو الظاھر من المذھب" اس کے بعد ملک العلماء نے مصر کے متعلق فقہاء کے چند اقوال نقل فرماتے ہوئے دو قول ذکر کیے ہیں، ایک قول ابی عبداللہ البلخی کا نقل کیا ہے کہ

"احسن ما قیل فیه اذا کانوا بحال لو اجتمعوا فی اکبر مساجدھم فھذا مصر تقام فیه الجمعة"

دوسرا قول آخر میں نقل کیا ہے کہ

"وروی عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه وعلم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث وھو الاصح انتھی"

فتاویٰ شامی، ۴۸۰ جلد اول میں فرماتے ہیں۔

قولہ وظاھر المذھب قال فی شرح المنیۃ والحدالصحیح مااختارہ صاحب الھدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود (الی ان قال) لان المراد القدرۃ علی اقامتھا علی ماصرح فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال الخ "

جیسے کہ بدائع کے دوسرے قول کی عبارت ہے اور پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ نے "سکک ورساتیق" ذکر نہیں کیا۔

"لان الغالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذالاحکام واقامۃ الحدود لایکون الافی بلد کذلک انتھی"

البحرالرائق: ۲/۲۴۶،۲۴۷، میں مذکور ہے۔

"وفی حدالمصر اقوال کثیرۃ اختاروامنھاقولین احدھما مافی المختصر ای الکنز وثانیھما ماعزوہ لابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھا وال ......فی البدائع وھوالاصح...... وعن ابی یوسف انہ ما اذااجتمعوا فی اکبرمساجدھم للصلوات الخمس لم یسعھم وعلیہ فتوی اکثر الفقھاء "

طحطاوی ۳۱۸ میں رقم ہے

"قولہ ولماکان حدالمصر مختلفا فیہ علی اقوال کثیرۃ ،الفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھماالجمعۃ من زمنہ ﷺ الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھومصر وکل تفسیر لایصدق علی احدھما فھوغیرمعتبر کقولھم ھومالایسع اھلہ اکبر مساجدہ اومایعیش فیہ کل محترف بحرفۃ وغیرذلک قولہ عندابی حنیفۃ صرح بہ فی التحفۃ عنہ ورواہ الحسن عنہ فی کتاب الصلوۃ کذافی غایۃ البیان وبہ اخذابویوسف وھوظاھر المذھب کمافی الھدایۃ واختارہ الکرخی والقدوری وفی العنایۃ ھوظاھر الروایۃ وعلیہ اکثرالفقھاء "

فقہاء کے اقوال مندرجہ میں سے بحرالرائق ۱۴۰ جلددوم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے ان میں

سے دو قول مختار کیے ہیں ایک کنزالدقائق کی تعریف مصر جس کو صاحب ہدایہ نے مختار کہا ہے اور ظاہر الروایۃ اور ظاہر مذہب ہے اور یہی معمول ابی یوسف ہے، جیسے کہ طحطاوی ۳۱۸ کے قول " وبه اخذ ابو یوسف " سے معلوم ہوتا ہے، اور دوسرا قول منسوب الی الامام الاعظم ہے۔

"انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق وفيهاوال الخ

اور اکبر مساجد کا قول تو امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے جیسے کہ بحرالرائق کے قول عن ابی یوسف سے واضح ہے اور اکثر فقہاء کا فتویٰ اسی روایت پر، بحرالرائق نے نقل کیا ہے، اور طحطاوی نے اس اکبر مساجد والی تعریف کو غیر معتبر کہا ہے بلکہ اسی ظاہر الروایۃ کے متعلق لکھا ہے " وعليه اكثر الفقهاء " تو رسم المفتی کے قوانین کے لحاظ سے ظاہر الروایۃ پر عمل کیا جائے گا، جیسے کہ البحر الرائق ۳۱۶ جلد اول اور منحۃ الخالق میں لکھا ہے۔

"فالمرجع من جهة المذهب وحيث اختلف الترجيح كمارأيت فلابدمن الترجيح فالمرجح من جهة المذهب مافي المتن لانه ظاهر الرواية كماصرح قاضي خان في شرحه وقال في المنحة ماعدا ظاهر الرواية ليس مذهبا لاصحابنا وفي الشامي صرح في كتاب الرضاع عن البحر حيث قال الفتوى اذااختلفت كان الترجيح بظاهر الرواية وفيه من باب المصرف اذااختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليها "

تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ خیل پر دو قول مختار میں سے کوئی تعریف بھی صادق نہیں آتی اور اکبر مساجد کی روایت تو رسم المفتی کے مطابق مرجوح ہے اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، الحاصل امام اعظم کا ظاہر مذہب یہی ہے کہ ایسا مقام جس میں اسواق اور سکک وغیرہ ہوں اور ایسا والی ہو جو احکام شریعت نافذ کر سکے وجوب جمعہ کے لیے شرط ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک سو اسی گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ مذکورہ میں کہ، مسئلہ نماز جمعہ کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

مسئلہ: ہمارے گاؤں میں زندگی کی اہم ضروریات تقریباً پوری ہوتی ہیں گاؤں میں تقریباً ۸ دوکانیں ہیں جن میں آٹا، گندم، گھی، چینی، چاول، سبزیاں، میوہ جات اس کے علاوہ جوتے زنانہ ومردانہ ڈیزل پیٹرول وغیرہ آسانی سے مل

جاتی ہیں، دوآٹا چکیاں بھی ہیں، ایک ڈاکٹر بھی ہے (پرائیویٹ) دودینی مدرسے بھی ہیں جن میں حفظ وناظرہ کے علاوہ درس نظامی کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں، دوسکول پرائمری اورمڈل اور ایک F,C قلعہ بھی ہے، اس کے علاوہ زنانہ ومردانہ کپڑا بھی مل جاتا ہے، الیکٹرک کامکمل سامان مع ملکینک بھی موجود ہے، گاؤں میں تقریباً ۸ ٹریکٹر اور ۱۰ گاڑیاں ہیں، روڈ تقریباً پکا ہے، گاؤں میں ۹ مساجد ہیں، گاؤں میں گھروں کی تعداد ۱۸۰ ہے، گاؤں میں ہسپتال، تھانہ اور ڈاکخانہ نہیں ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہاں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور ان سے مراد یہ ہے کہ جس میں کئی بازاریں ہوں اور عرفاً بازار وہ ہوتا ہے کہ جس میں مارکیٹ کی صورت میں مسلسل دوکانیں ہوں، اور ان کو آس پاس کے دیہاتوں کے لیے تجارتی مرجعیت ومرکزیت حاصل ہو اور منڈی کی طرح مستقل آنے جانے والے تاجر ہوں، یا اس میں حاکم مجاز ہو چنانچہ مذکورہ بستی میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی نہیں پائی جاتی، لہذا اس میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

"وفی القهستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعة اتفاقا علی ماقاله السرخسی رح (قوله وفی القهستانی) تایید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعا علیه وفیماذکرنااشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"

......(درمع الرد: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط ادائهاالمصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی لاجمعة ولاتشریق ولاصلوة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدینة عظیمة"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا فى توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافى مصر وتوابعه فلاتجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

"عن ابى حنيفةؒ انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذاهوالاصح "......(فتاوىٰ شامى:۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جن کو جمعہ کی نماز نہ ملی ہو وہ ظہر انفراداً پڑھیں گے یا جماعت کے ساتھ؟

مسئلہ نمبر(۵۵۶): (۱) کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن لوگوں کو جمعہ کی نماز نہیں ملی تو کیا وہ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے یا علیحدہ علیحدہ؟

(۲) کیانابینے شخص پر جمعہ کی نماز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) صورت مذکورہ میں شہر میں ظہر کی نماز الگ الگ پڑھیں گے۔

"والمسافرون اذاحضروايوم الجمعة فى مصر يصلون فرادى وكذلك اهل المصر اذافاتتهم الجمعة واهل السجن والمرض ويكره لهم الجماعة كذافى فتاوىٰ قاضى خان "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

(۲) صورت مذکورہ میں نابینا آدمی پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

"قوله سلامة العينين فلاتجب على الاعمى عندابى حنيفة رحمه الله خلافا لهما اذاوجد قائدا يوصله قوله فلاتجب على الاعمى عندابى حنيفة لافرق بين ان يجد قائداولاسواء كان القائد متبرعا اوباجرالخ "......(حاشية الطحطاوى على المراقى :۵۰۵)

"(قوله وقدرته على المشي) فلاتجب على المقعدان وجد حاملا اتفاقا خانية لانه غيرقادر على السعي اصلافلايجرى فيه الخلاف في الاعمى كمانبه عليه القهستاني "......(فتاوىٰ شامي: ۲۰۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

آفس کی بلڈنگ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۵۷): بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

کے بعد ادب سے گزارش یہ ہے کہ دو مسئلوں کی وضاحت چاہیے مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

مسئلہ نمبر(۱) آفس کی بلڈنگ میں ہم نے ایک کمرہ صرف نماز ظہر با جماعت کے لیے متعین کیا ہے جب کہ وقف نہیں مسجد کے لیے، یہاں ظہر کی نماز با جماعت پابندی سے ادا کی جاتی ہے نمازیوں کی تعداد تیس سے پچاس تک ہے، تو کیا ہم لوگوں کی آسانی کے لیے یہاں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۲) ایسی جگہ جہاں صرف ظہر کی نماز با جماعت ادا ہوتی ہے تو کیا دو جماعتیں کرانا یعنی پہلی جماعت 1:15 پر اور دوسری جماعت 1:45 پر ایسی جگہ جائز ہیں، تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بھی نماز جمعہ درست ہے، البتہ مصر اور اذن عام ہونا شرط ہے کہ نماز کے وقت عام مسلمانوں کو نماز جمعہ کے لیے آنے کی اجازت ہونی چاہیے، کہ اگر کوئی آنا چاہے تو آسکے اور اگر اس جگہ اذن عام نہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

(۲) مسجد کے علاوہ دوسری جگہ پر ایک سے زائد جماعتیں کرانا درست ہے، البتہ محلّہ کی مسجد میں اہل محلّہ کے لیے مکروہ ہے۔

"شرط ادائها المصر اى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول علي رضي الله عنه لاجمعه ولاتشريق ولاصلوة فطر ولااضحى الافي مصرجامع اوفي مدينة عظيمة " ......(البحرالرائق: ۲۴۵/۲)

”والشرط السادس الاذن العام وهو ان يفتح ابواب الجامع ويؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لو اجتمعوا في الجامع واغلقوا ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجزهم وكذلك السلطان اذا اراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار واذن للناس اذنا عاما جازت صلوته شهدها العامة اولم يشهدوها وان لم يفتح باب الدار واغلق الابواب واجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لم تجزهم الجمعة “......(المحيط البرهاني : ۲/۴۶۴)

”جاء انس بن مالك الى مسجد قدصلى فيه فاذن واقام وصلى بجماعة واستدل به من اختار الجماعة الثانية ووسع فيها احمد رحمه الله تعالى وذهب الشافعي رحمه الله تعالى ومالك رحمه الله تعالىٰ الى التضييق كماصرح به الترمذي وعن ابي يوسف رحمه الله تعالى في الكبيرى انهاتجوزبدون الاذان والاقامة اذالم تكن في موضع الامام ولعل ترك الاذان والاقامة مع ترك موضع الامام لتغييرها عن هيئة الجماعة الاولىٰ وفي ظاهر الرواية انهامكروهة ثم ان رواية ابي يوسف رحمه الله تعالى محلها فيمن فاتتهم الجماعة لانهم تعملوا ذلك اوتعودوه اماالثرانس رضي الله عنه فلادليل فيه لمافي مصنف ابن ابي شيبة انه جمع بهم وقام وسطهم ولم يتقدم عليهم فدل انه قصد تغيير الشاكلة كمافعله ابويوسف رحمه الله تعالى غيران ابايوسف رحمه الله تعالى غيرها بترك الاذانين وموضع الامام وانسارضي الله تعالىٰ عنه بترك التقدم عليهم على انه لم يجمع في مسجد محلته وانماجاء الى مسجد بني زريق وجمع بهم فيه ومسئلة الجماعة الثانية فيمااذاجمع اهل تلك المحلة في مسجدهم ثانيا“......(فيض الباري : ۲/۱۹۳،۱۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھ سو پچاس افراد والی بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۵۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اب سے چند سال پہلے ہماری یہ آبادی

تین چھوٹی چھوٹی بستیوں پر مشتمل تھی اب چونکہ اضافی آبادی کی وجہ سے تینوں بستیوں کی آبادی ایک دوسرے میں مل گئی ہے چند سال پہلے تینوں بستیوں میں تین مسجدیں تھیں، اب حالیہ آبادی اور اضافی تعداد کی وجہ سے تینوں مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں، مذکورہ مسجدیں تقریباً پانچ سے لے کر پندرہ تک مقتدیوں پر مشتمل ہیں، بستیوں کی آبادی تقریباً ۱۶۵۰ افراد جن میں بالغ اور نابالغ سب شامل ہیں، حالیہ آبادی میں تقریباً بارہ دوکانیں پرچون کی ہیں جن پر چائے چینی نمک وغیرہ مل جاتے ہیں، باقی دیگر کھاد، تیل، ڈیزل، پیٹرول، کھل، چوکر ادویات میسر ہیں، مرغی کا گوشت، ٹیلر ماسٹرز، آٹے کی چکیاں، ایزی لوڈ، عورتوں کی چوڑیاں، سائیکل پنکچر ومرمت کی دوکان موجود ہیں، فرنیچر کا سامان، دوعدد پرائمری سکول بوائز اینڈ گرلز، اور پرائیویٹ ہائی سکول بھی دستیاب ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس گاؤں میں جس کے ابھی کوائف ذکر ہوئے ہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

”ولادائها شرائط فی غیر المصلی منها المصر هکذافی الکافی والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذافی الظهیریة “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۴۵)

”قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولاصلوة فطر ولااضحی الافی مصرجامع اوفی مدینة عظیمة رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم “......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

”(قوله وظاهر المذهب) الخ قال فی شرح المنیة والحد الصحیح مااختاره صاحب الهدایة انه الذی له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وتزییف صدر الشریعة له عنداعتذاره عن صاحب الوقایة حیث اختار الحد المتقدم بظهور التوانی فی الاحکام مزیف بان المراد القدرة علی اقامتها علی ماصرح به فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره

یرجع الناس فیما یقع من الحوادث وھذاھو الاصح " ......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تقریر کے بعد خطیب منبر پر بیٹھا رہے یا نیچے اتر جائے؟

مسئلہ نمبر(۵۵۹): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اندریں مسئلہ ہذا کے کہ بروز جمعۃ المبارک خطیب جمعہ کی پہلی سنتیں ادا کر کے منبر پر تشریف لا کر خطبہ جمعہ (یعنی تقریر) دیتا ہے پھر اس کے بعد یعنی اذان سے قبل اکثر مساجد میں سنتوں کی ادائیگی کا وقفہ کیا جاتا ہے، براہ کرم شرعی طور پر وضاحت فرمائیں کہ اس وقفہ کے دوران خطیب کو منبر پر موجود رہنا چاہیے یا نیچے مصلے پر آ جانا چاہیے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر طرح جائز ہے چاہے اوپر بیٹھے یا نیچے، البتہ اگر خطیب صاحب کے منہ کے سامنے لوگ سنتیں ادا کر رہے ہوں تو پھر خطیب صاحب کو نیچے بیٹھ جانا چاہیے تاکہ عبادت کروانے کا شبہ لازم نہ آئے۔

"وصلاۃ الی وجہ انسان ککراھۃ استقبالہ فالاستقبال لو من المصلی فالکراھۃ علیہ والا فعلی المستقبل ولو بعیدا ولا حائل (قولہ ولو بعیدا ولا حائل) قال فی شرح المنیۃ ولو کان بینھما ثالث ظھرہ الی وجہ المصلی لایکرہ لانتفاء سبب الکراھۃ وھو التشبہ بعبادۃ الصور اھ وظاھرہ عدم الکراھۃ ولو کانت تقع المواجھۃ فی حالۃ القیام کمافی النھر والحلیۃ واستظھرہ فی الحلیۃ بان القاعد یکون سترہ للمصلی بحیث لایکرہ المرور وراءہ فکذا ھنا یکون حائلا قلت لکن فی الذخیرۃ نقل قول محمد فی الاصل وان شاء الامام استقبل الناس بوجہ اذا لم یکن بحذائہ رجل یصلی ثم قال ولم یفصل ای محمد بین ما اذا کان المصلی فی الصف الاول او الاخیر وھذا ھو ظاھر المذھب لانہ اذا کان وجھہ مقابل وجہ الامام فی حالۃ قیامہ یکرہ ولو بینھما صفوف اھ "......(در مع الرد: ۱/۶۴۷)

"(قولہ والصلاۃ الی ظھر قاعد) یتحدث ای لاتکرہ ......وقیدبالظھر لان

الصلاۃ الی وجہ احد مکروھۃ کمافی الجامع الصغیر قال فی المنیۃ والاستقبال الی المصلی مکروہ سواء کان المصلی فی الصف الاول اوفی الصف الاخیر ولھذاقال فی الذخیرۃ یکرہ للامام ان یستقبل المصلی وان کان بینھما صفوف وھذاھوظاھرالمذھب "......(البحرالرائق: ۲/۵۵)

"ویکرہ ان یصلی الی وجہ الانسان وھومحمل ماروی البزارعن علی انہ علیہ الصلاۃ والسلام رأی رجلا یصلی الی رجل فامرہ ان یعیدالصلاۃ ویکون الامر بالاعادۃ لازالۃ الکراھۃ لانہ الحکم فی کل صلوۃ ادیت مع الکراھۃ ولیس للفساد ولوکان بینھما ثالث ظھرہ الی وجہ المصلی لایکرہ لانتفاء سبب الکراھۃ وھوالتشبہ بعبادۃ الصور" ......(حلبی کبیری: ۳۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۷۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً ۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن درمیان میں کم وبیش فاصلے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کا اتصال شہر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس مذکورہ گاؤں میں دیگر مسالک (یعنی غیر مقلدین وبریلوی) کے لوگ عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں، جب کہ اس گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ متصل بازار موجود نہیں ہیں اور اس کی آبادی 1500 گھروں کے لگ بھگ ہے، اور حسب ضرورت اشیاء خورد ونوش بھی دستیاب ہیں اور سکول بھی موجود ہے، آیا اس مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مذکورہ گاؤں کے قریب واقع بستی جو کہ ۳۰ گھروں پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ اس گاؤں سے 114 ایکڑ ہے اور مزید یہ کہ اس بستی میں پہلے جمعہ شروع ہوا پھر امام کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے جمعہ رک گیا اور اب دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور مسلسل ایک سال سے ادا کیا جا رہا ہے، اس مذکورہ بستی والوں کا جمعہ ادا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا

ہے،اورقریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو،صورت مسئولہ میں مذکورہ دونوں مقامات کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے اور نماز جمعہ کے عنوان سے نماز ظہر کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے اور جو ظہر کی نمازیں اس بنیاد پر نہیں پڑھ چکے ہیں اس کی قضاء ضروری ہے۔

"في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدر على الانصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"في القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق......لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة اوميل ليس بشيء هكذا رواه ابوجعفر عن الامامين وهواختيار الحلواني وفي التتارخانية ثم ظاهرالرواية اصحابنا لاتجب الاعلى من يسكن المصر اومايتصل به فلاتجب على اهل السواد ولوقريبا وهذااصح ماقيل فيه اه"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے ۱۳ کلومیٹر دور گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟

نوعیت: ہمارا گاؤں چنوکی شہر سے تقریباً ۱۳ کلومیٹر مغرب کی جانب میگہ روڈ پر واقع ہے،کوٹ باوا چک 25 بشمولہ چک 25 کھوکھر جو کہ تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 1500 گھرانوں پر مشتمل ہے،کوٹ باوا چک 25 کل گھرانے تقریباً ۱۱۹ کل تعداد افراد تقریباً 905 بشمول مرد،عورت اور بچے،کل رقبہ

1257 ایکڑ (قابل کاشت زمین) دو عدد دوکانیں جن پر کریانے کے سامان کے علاوہ ڈیزل، پٹرول، سپرے، جوتی، آٹا میسر ہوتا ہے، اس کے علاوہ ہمارے گاؤں میں کپڑے کے ڈپو میسر ہوتے ہیں جس سے گاؤں کے لوگوں کی کپڑوں کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، ایک مرکزی مسجد عائشہ صدیقہ (حنفی، دیوبندی) دو عدد گورنمنٹ پرائمری سکول (بوائز، گرلز) ایک عدد قبرستان، ایک عدد عیدگاہ بمعہ چاردیواری ہے، ہمارے گاؤں سے تقریباً 2 کلومیٹر فاصلے پر جمشیر چک 24 کا اڈہ ہے جہاں سے ضروریات زندگی کی تمام اشیاء ملتی ہیں۔

مذکورہ مسجد عائشہ صدیقہ میں تقریباً 30 سال پہلے نماز جمعہ اہتمام کے ساتھ ادا کی جاتی تھی پھر کسی کے کہنے پر روک دی گئی، اب گاؤں کے لوگ اکثر تو نماز جمعہ پڑھتے ہی نہیں، کیونکہ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے وہ گاؤں (ہنجرائے کلاں) تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جہاں اکثر شیعہ اور متشدد بریلوی ہیں جو سابق ممبر قومی اسمبلی ابوالخیر ڈاکٹر محمد زبیر (صدر جمعیت علماء پاکستان) کے مرید ہیں، دوسرا گاؤں جمشیر چک 24 جو تقریباً تین کلومیٹر دور ہے جس میں دیوبندی حنفی کے علاوہ بریلوی اور اہل حدیث بھی ہیں، اب لوگ اہل حدیثوں اور بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھ کر گاؤں کا ماحول خراب کرتے ہیں، مذکورہ مسجد میں اگر نماز جمعہ شروع ہوجائے تو گردونواح کے لوگ بھی جمعہ عائشہ مسجد میں ہی ادا کریں گے۔

ان حالات میں قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہم گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں کوٹ باوا چک 25 میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے اس گاؤں کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کریں گے۔

"قوله وفی القهستانی الخ تایید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات

والظاھر انہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"قولہ شرط ادائھاالمصر ای شرط صحتھا ان تؤدی فی مصر جامع حتی لاتصح فی قریۃ ولامفازۃ لقول علی رضی اللہ عنہ لاجمعہ ولاتشریق ولاصلوۃ فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ " ......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"اماالمصر الجامع فشرط وجوب الجمعۃ وشرط صحۃ ادائھا عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعۃ الاعلی اھل المصر ومن کان ساکنا فی توابعہ وکذالایصح اداء الجمعۃ الافی المصر وتوابعہ فلاتجب علی اھل القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعۃ فیھا "......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں ٹبہ نین والی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد ہے جو ساٹھ فٹ لمبی اور چون فٹ چوڑی ہے، جس میں بارہ صفیں سما جاتی ہیں، مسجد کا صحن اس کے علاوہ ہے اور یہ مسجد گاؤں ٹبہ نین والی میں واقع ہے، اس گاؤں میں اس کے علاوہ اور کوئی مسجد نہیں ہے، سبھی لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں، ٹبہ نین والی کی کل آبادی ایک ہزار ساٹھ افراد پر مشتمل ہے، اس بستی کے قریب اور بھی آبادیاں ہیں۔

چاہ ٹبی والا: اس کی مسجد علیحدہ ہے۔

چاہ فقیراں والا: اس کی بھی مسجد علیحدہ ہے۔

چاہ کھڑ کاوالا: ان بستیوں کا فاصلہ ٹبہ نین وال سے 2 یا 3 ایکڑ ہے، ان تین بستیوں اور گاؤں کی آبادی 1442 افراد پر مشتمل ہے کچھ اور فاصلے پر اور بستیاں بھی موجود ہیں۔

بستی کوٹ حاجی باگڑا، چاہ باغ والا، چاہ تھووالا، حاجی روزدار خان، اس کے علاوہ کوٹ حاجی باگڑا، چاہ باغ والا ان کی مسجد بھی علیحدہ علیحدہ ہے، ان بستیوں کا ٹبہ نین وال سے فاصلہ پکے راستے سے 15 ایکڑ ہے اور کھیتوں سے سیدھا 12 ایکڑ ہے، ان بستیوں کی کل آبادی 379 افراد پر مشتمل ہے، ان کے علاوہ ایک بستی غازی آباد ہے جس کا فاصلہ ٹبہ نین وال سے 13 ایکڑ ہے، اس بستی میں تقریباً دس سال سے غیر مقلدین کے مسلک کے تحت نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، اس کی کل آبادی 216 افراد پر مشتمل ہے، ان تمام بستیوں کا پرائمری گرلز سکول علیحدہ ہے، مذکورہ تمام بستیوں کی اور گاؤں کی کل آبادی بالغ ونابالغ مرد وعورت 2037 افراد پر مشتمل ہے، گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ پرچون کی تقریباً 10 دوکانیں ہیں، ڈاکٹر حضرات کی دوکانیں بھی ہیں، ایک عدد چکی، ایک ویلڈنگ موٹر سائیکل مکینک، موٹر وائنڈنگ مکینک، دوعدد درزی کی دوکانیں اور ایک عدد پنچر کی دوکان ہے، دو پرچون کی دوکانوں پہ کبھی کبھی سبزی بھی مل جاتی ہے، اس کے علاوہ تمام بستیوں اور گاؤں کا قبرستان ایک ہے، اور گاؤں میں بوائز پرائمری سکول گرلز مڈل سکول علیحدہ موجود ہے، اس گاؤں میں نماز جمعہ میں اختلاف ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں دوگروہ بنے ہوئے ہیں، ایک گروہ نماز جمعہ ادا کرتا ہے اور دوسرا گروہ اسی مسجد میں نماز ظہر جماعت سے ادا کرتا ہے، اختلاف کی بنیاد جمعہ کی جامع شرائط کا نہ پایا جانا ہے، نماز جمعہ پڑھنے والے گروہ نے ایک پرچون کی دوکان پر ایک درجن جوتے، چار پانچ عدد مرغیاں رکھوادیں جو کہ فروخت ہونے کے ساتھ اور لائی جاتی ہیں، یادرہے کہ نماز جمعہ کا یہ مسئلہ چلنے سے قبل مرغی اور جوتے کی مستقل دوکانیں نہیں ہوتی تھیں، اس مسئلے کے بعد ایک پرچون کی دوکان پر یہ کام شروع کردیا اس کے علاوہ گھر میں چار پانچ تھان کپڑے رکھے ہوئے ہیں، یادرہے کہ بستی ٹبہ نین وال سے تقریباً 14 ایکڑ کے فاصلے پر ایک بستی میاں کوٹ ہے اس کی مسجد بھی علیحدہ ہے، جس کی آبادی 144 افراد پر مشتمل ہے اس بستی کا قبرستان علیحدہ ہے، اور یہ بستی نین وال بستی سے تقریباً سات ایکڑ کے فاصلے پر واقع ہے، نین وال کے اندر دو مسجدیں ہیں ایک غیر مقلدین کی ہے اور ایک مسلک بریلوی کی ہے، دونوں کے اندر نماز جمعہ ادا کیا جاتا ہے، بستی نین وال کا فاصلہ بستی ٹبہ نین وال سے تقریباً 21 ایکڑ ہے۔

نوٹ: اگر میاں کوٹ کی آبادی ٹبہ کی آبادی میں شامل کی جائے تو کل آبادی (2200) افراد بن جاتی ہے۔

نوٹ: ٹبہ نین وال میں دودھ دہی کی دوکان، رنگ ساز کی دوکان، حلوائی کی دوکان اور لوہار کی دوکان نہیں ہے، اس گاؤں کے تمام لوگ مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں، اس گاؤں ٹبہ نین وال میں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: یہ تحریر گاؤں کے دونوں گروہوں کے اتفاق رائے سے تیار ہوئی ہے اور دونوں گروہ اس تحریر کے مطابق موصول جواب پر عمل کریں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں ٹیہ نین وال میں نماز جمعہ اداء کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع نہ قریہ کبیرہ ہے، اس بستی کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز اداء کریں گے اور پہلے جتنے جمعے پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان پر لازم ہے۔

"قوله وفي القهستاني تايدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط ادائهاالمصر اى شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول على رضي الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحى الافي مصر جامع اوفي مدينة عظيمة" ......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"اماالمصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعه الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافي المصر وتوابعه فلاتجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع

الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذاھوالاصح "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حویلی کمہاروالی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حویلی کمہاروالی شہر راجہ جنگ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جس میں سبزی، فروٹ، کریانہ کی دو تین دوکانیں ہیں، اور سائیکل موٹر سائیکل کی مرمت کے لیے بھی ایک دوکان ہے، نیز ڈاکٹر، درزی، تیل، پان، موبائل کی بھی ایک ایک دوکان ہے، آٹا پیسنے والی ایک چکی ہے، اور عورتوں کی زیب وزینت مثلاً چوڑیاں، جوتے وغیرہ بھی دستیاب ہیں، اور اس میں جمعہ بھی بیس پچیس سال سے ہورہا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ جمعہ کی صحت ادا کے لیے جو شرائط فقہاء کرام نے ذکر کی ہیں وہ شرائط مذکورہ حویلی پر صحت صلاۃ جمعہ کے لیے کافی ہیں یا نہیں؟ شہر اور قصبہ کبیرہ کے علاوہ عام چھوٹے گاؤں میں صحت صلوۃ جمعہ وعیدین کی جو شرائط ہیں ان سے بھی ہمیں آگاہ کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں، کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، اور ان سے مراد وہ ہیں کہ جس میں بازاریں ہوں اور ان کو آس پاس کے دیہات کے لیے تجارتی مرجعیت ومرکزیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، چنانچہ مذکورہ گاؤں میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں لہٰذا اس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے، اور شروع سے جمعہ کی جتنی نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان پر لازم ہے۔

"قولہ وفی القھستانی تایید للمتن وعبارۃ القھستانی تقع فرض فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتھد فیہ فاذا اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدينة عظيمة "

......(البحرالرائق:۲/۲۴۵)

"اماالمصرالجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعه الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذالايصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنيفة انه بلدة کبيرة فيهاسکک واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

20 گھرانوں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۴): حضرات مفتیان کرام عرض ہے کہ ہمارے چند گھر ہیں جو کہ بیس کے قریب ہیں، یہ گاؤں سے دوکلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہیں اور گاؤں میں تمام اہل بدعت ہیں جن میں شیعہ مسلک سے بھی کچھ لوگ تعلق رکھتے ہیں، ہمارے لیے مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز تو بستی والے گاؤں کی کسی مسجد میں ادا کرلیتے ہیں مگر عیدین کے موقع پر یہ ہوتا ہے کہ گاؤں سے باہر بھی عیدین کی نمازیں بعض لوگ ادا کرتے ہیں تو اگر ہم نماز عیدین پڑھنے کے لیے گاؤں جائیں تو راستہ میں ہمیں کچھ حضرات روکتے ہیں اور جبراً نماز گاؤں سے باہر ادا کروالیتے ہیں۔

اور اگر ہم جبراً گاؤں جائیں تو مسجد والے تمام بستی والوں سے گاؤں میں عید کی نماز سے قبل 500 یا 1000 روپے ہر فرد سے لیتے ہیں پھر مسجد میں داخل ہونے دیتے ہیں، اور اگر یہ رقم ادا نہ کریں تو وہ مسجد والے بستی والوں کو رسوا کرتے ہیں جب کہ ہماری بستی والے غریب لوگ ہیں اور اس رقم کو ادا کرنے سے عاجز ہیں، ہماری بستی گاؤں سے منسلک ہے اور اس کے مضافات میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیاہم اپنی بستی والے جمع ہوکر عیدین کی نماز بستی میں باجماعت ادا کرسکتے ہیں؟ شرعی اعتبار سے ہمیں عیدین کی نمازیں گاؤں میں یا اپنی بستی میں ادا کرنی چاہئیں ؟اور ہمارا گاؤں تقریباً 2000 گھر پر مشتمل ہے اس میں جمعہ اور عیدین کی تمام شرائط موجود ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ وہ اپنی بستی میں ظہر کی نماز پڑھیں اسی طرح ان پر عیدین کی نماز پڑھنا بھی واجب نہیں ہے لہٰذا آپ حضرات کے لیے دوسری بستی میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔

"وفناء المصر هوالموضع المعدلمصالح المصر متصل به ومن كان مقيما في عمران المصر واطرافه وليس ذلک الموضع وبين المصر فرجة فعليه الجمعة ولوكان بين ذلک وبين عمران المصر فرجة من مزارع ومراعي كالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلک الموضع وان سمعوا النداء والخلوة والميل والاميال ليس بشرط"......(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۰۷)

"وكمايجوزاداء الجمعة في المصر يجوز اداؤهافي فناء المصر وهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابه ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلک الموضع وان كان النداء يبلغهم والخلوة والميل والاميال ليس بشيء هكذافي الخلاصة "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

"وتجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذافي الهداية ويشترط للعيد مايشترط للجمعة الاالخطبة كذافي الخلاصة "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں پپیالہ ضلع ہری پور میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۵): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں پپیالہ جو کہ تحصیل غازی ضلع ہری پور

میں موجود ہے اس گاؤں میں تقریباً بیس کے لگ بھگ محلے ہیں، ہر محلہ کا فاصلہ تقریباً پانچ سے دس منٹ کی پیدل مسافت ہے، یعنی بعض محلے قریب ہیں اور بعض محلے دور ہیں، اس پورے گاؤں کی آبادی تقریباً تین چار ہزار کے لگ بھگ ہے، ان میں آٹھ دوکانیں ہیں جن پر صرف چھوٹی موٹی ضروریات کا سامان ملتا ہے باقی بڑا سامان مثلاً آٹا، سبزی وغیرہ خریدنے کے لیے شہر جانا پڑتا ہے، اس گاؤں کی دکانیں بھی اکٹھی نہیں ہیں بلکہ بعض محلوں میں دو دو کانیں، بعض میں ایک دوکان اور بعض میں کوئی دوکان بھی نہیں ہے، دو پرائمری سکول ہیں ایک بچوں کا اور ایک بچیوں کا اور ایک یونین کونسل ہے، آٹھ مساجد ہیں جن میں سے دو مسجدوں میں باقاعدگی سے جمعہ اور عید کی نماز ہوتی ہے ان دو مسجدوں میں سے ایک میں تیس سال سے جمعہ ہو رہا ہے اور دوسری مسجد میں دس سال سے جمعہ ہو رہا ہے ان میں بھی بعض محلوں کے لوگ آتے ہیں، اس گاؤں کے قریب ایک اور علاقہ ہے جس کا نام پملیٹ ہے وہ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، وہاں پر بیس پچیس دوکانیں ہیں سکول بھی ہیں اکثر ضرورت کا سامان وہاں سے مل جاتا ہے، وہاں پر چھ، سات مساجد جن میں ہر ایک کے اندر جمعہ ہوتا ہے، اور بڑا شہر جہاں ہر قسم کی ضرورت کا سامان مل سکتا ہے وہ ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، اب گاؤں پپیالہ کے اندر جن دو مساجد کے اندر جمعہ وعید کی نمازیں ہو رہی ہیں کیا یہ شرعی اصول وضوابط کے تحت درست ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ تفصیل کی روشنی میں گاؤں پپیالہ میں نماز جمعہ ادا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مذکورہ گاؤں نہ مصر جامع ہے نہ قریہ کبیرہ ہے، اس بستی کے لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کریں گے اور پہلے جتنے جمعہ پڑھ چکے ہیں ان کی جگہ نماز ظہر کی قضاء ان کے اوپر لازم ہے۔

"قوله وفي القهستاني تاييدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرض في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهر "......(فتاویٰ شامی: ۵۹۰/۱)

"قوله شرط ادائهاالمصر اي شرط صحتها ان تؤدى في مصر حتى لاتصح في قرية ولامفازة لقول علي رضي الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر

ولاتصحی الافی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ"
......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"امالمصر الجامع فشرط وجوب الجمعۃ وشرط صحۃ ادائہا عنداصحابنا حتی لاتجب الجمعہ الاعلی اہل المصر ومن کان ساکنا فی توابعہ وکذالایصح اداء الجمعۃ الافی المصر وتوابعہ فلاتجب علی اہل القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعۃ فیہا"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہاسکک واسواق ولہارساتیق وفیہاوال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ اوعلم غیرہ یرجع الناس الیہ فیمایقع من الحوادث وھذاھوالاصح"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۱۲ گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۶): کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں عرصہ چارسال سے جمعہ کی نمازادا کی جارہی ہے، جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں کی آبادی ۱۲ گھروں پر مشتمل ہے اور ایک دوکان ہے، قبائلی علاقہ کی وجہ سے یکجا آبادی نہیں ہوتی، اس کے گردونواح میں آدھے کلومیٹر پر دوسری آبادی ہے جس میں تقریباً 15 گھر ہیں اور تین دوکانیں بھی ہیں ایک کلومیٹر پر آبادی ہے اس میں 9 گھر ہیں ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر آبادی ہے جہاں تقریباً 50 گھر ہیں دودو دکانیں ہیں، یہ علاقہ سب ڈویژن ہے تھانہ بھی ہے جس جگہ جمعہ ہوتا ہے وہاں ڈسپنسری B.H.U بھی ہے، اب کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں پر جمعہ نہیں ہوتا، آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہم جمعہ کی نمازادا کریں یا نہ کریں، اگرواقعی جمعہ ایسی جگہ نہیں ہوتا تو پھر پہلے جو چار سال تک پڑھ چکے ہیں ان کا کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا بھی شرط ہے اور سوال میں ذکر کردہ جگہ کے متعلق جو صورت حال ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق مذکورہ جگہ شرعاً شہر یا قصبہ کے حکم میں نہیں ہے لہٰذا مذکورہ جگہ پر جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنا لازم ہے، چار سال کی ظہر کی نماز کا اعادہ ضروری ہے یعنی قضاء کرنا ضروری ہے۔

"وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات "......(فتاوی شامی : ۲/۱۳۸)

"ویشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر وھومالایسع اکبرمساجدہ اھلہ المکلفین بھاوعلیہ فتوی اکثرالفقھاء مجتبی لظھورالتوانی فی الاحکام وظاھرالمذھب انہ کل موضع لہ امیر وقاض یقدرعلی اقامۃ الحدود کماحررناہ فیماعقلناہ علی الملتقی اھ"......(درمختارھامش علی الرد : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جمعہ میں تعجیل افضل ہے:

مسئلہ نمبر(۵٦۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) عرض ہے کہ ہمارے امام مسجد صاحب نے جمعہ کا وقت ڈیڑھ بجے سے دو بجے کردیا ہے، اور فرماتے ہیں کہ شریعت کے مطابق ہے، حالانکہ نماز جمعہ ایک بجے، سوا ایک بجے اور ڈیڑھ بجے عام طور پر ہوتا ہے، شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) عشاء کی نماز شریعت کے مطابق غروب آفتاب سے کتنے وقت بعد پڑھنی چاہیے؟ ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد یا اس سے کم یا اس سے زیادہ؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کا وقت ظہر کی نماز کا وقت ہے یعنی جب وقت ظہر داخل ہوجائے تو کسی بھی وقت جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اس میں وقت کی کوئی قید اور حد نہیں ہے، اور اس میں افضل تعجیل ہے مگر اس پر لڑائی لڑنا جہالت ہے۔

"ومن شرائطھا الوقت فتصح فی الظھر ولاتصح بعدہ اھ"

......(ھدایہ: ۱/۱۷۸)

(۲) جب شفق ابیض غائب ہوجائے تو عشاء کا وقت داخل ہوجاتا ہے نیز اس کا مدار بھی شہر کے محل وقوع اور موسم پر ہوتا ہے اس لیے گھنٹہ اور منٹ کے لحاظ سے اس کے ضابطہ کے طور پر کوئی مخصوص مقدار نہیں بتائی جاسکتی، ہر شہر کی ہر موسم میں مقدار مختلف ہوتی ہے۔

"واول وقت العشاء اذاغاب الشفق وآخروقتھا مالم یطلع الفجر "......(ھدایہ ۱/۷۹)

"ووقت المغرب منه الى غروب الشمس وهوالحمرة عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كمافي شروح المجمع وغيرهماو كان هوالمذهب قال ابن عابدين اى الى قولهما الذى هورواية عنه ايضا وصرح فى المجمع بان عليها الفتوى ورواه المحقق فى الفتح بانه لايساعده رواية ولادراية وقال تلميذه القاسم فى تصحيح القدورى ان رجوعه لم يثبت ......قال العلامة القاسم فثبت ان قول الامام هوالاصح ومشى عليه فى البحر مؤيدا له بماقدمناه عنه من انه لايعدل عن قول الامام الالضرورة من ضعف دليل اولتامل بخلافه " ......(فتاوىٰ شامی: ۲۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶۸): محترم جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سے جمعہ کی نماز کے جواز اور عدم جواز پر ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے،

ہمارے ہاں تین گاؤں مرمنڈی ملتان، مرمنڈی عظیم، اورکوٹکہ شادی خان مرمنڈی ہیں، یہ تینوں گاؤں پہلے آپس میں ذرا زیادہ فاصلے پر تھے، اب ان کی آبادی تقریباً بڑھتے بڑھتے آپس میں مل چکی ہے، اوران میں تقریباً 200 گز کا فاصلہ رہ گیا ہے، ان تینوں گاؤں کی تفصیل یہ ہے۔

(ا) مرمنڈی ملتان: یہ بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً 2500 نفوس یا اس سے کچھ زیادہ پر مشتمل ہے اس میں دس دوکانیں ہیں جن میں ضروریات زندگی یعنی کھانے پینے کی چیزیں، کپڑا، جوتے، سبزی اور غلہ وغیرہ دستیاب ہوتی ہیں، گاؤں میں بہت سے گلی محلے اورکوچے ہیں، مین روڈ سے گاؤں تک پکی سڑک آتی ہے، اس میں پانچ پرائمری مردانہ اور ایک پرائمری زنانہ سکولز ہیں اور ہر ایک میں بچوں کی بڑی تعداد پڑھتی ہے، ایک مردانہ مڈل سکول ہے، ایک دینی مدرسہ ہے، اس کے علاوہ چھوٹی بڑی گیارہ مسجدیں ہیں، یہاں کے عرف عام میں مرمنڈی ملتان کو بڑا گاؤں قریہ کبیرہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۲) کوٹنکہ شادی خان مرمنڈی: اس کی آبادی تقریباً 500 نفوس پر مشتمل ہے ایک پرائمری سکول ہے اور ایک مسجد ہے۔

(۳) مرمنڈی عظیم: مرمنڈی عظیم کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے، ایک پرائمری سکول مردانہ ایک پرائمری سکول زنانہ اور ایک مڈل سکول زنانہ ہے، چار مسجدیں ہیں۔

مرمنڈی عظیم والے لوگ عرصہ پانچ سال سے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں کیونکہ وہ ان تینوں گاؤں کو ایک ہی گاؤں تصور کرتے ہیں کیونکہ عرف میں یہ لوگ اپنے آپ کو ایک ہی گاؤں کے لوگ سمجھتے ہیں اس لیے کہ تینوں گاؤں والے ایک دوسرے کی شادی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں اور اگر شریک نہ ہو جائیں تو ناراض بھی ہو جاتے ہیں، اور تینوں گاؤں والے جنہوں نے شروع میں ان گاؤں کو آباد کیا تھا ایک ہی قوم غزنی خیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ تینوں گاؤں والوں نے ایک اصلاحی کمیٹی بنائی ہے جس میں ہر مسجد والوں کی نمائندگی موجود ہے یہ کمیٹی ان گاؤں کے چھوٹے بڑے تنازعات کا خود فیصلہ کرتی ہے اور تھانے تک نہیں جانے دیتی۔

ان گاؤں میں بجلی کے کھمبے ایک دوسرے کے گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو مرمنڈی ملتان کے حدود میں رہتے ہیں اور شناختی کارڈ مرمنڈی عظیم کا رکھتے ہیں، تینوں گاؤں اتنے قریب ہیں کہ ان کے لڑکے ایک دوسرے کے پرائمری سکول میں جاتے ہیں، ایک سرکاری ٹیوب ویل ہے جس کے پائپ تینوں گاؤں میں پھیلے ہوئے ہیں علاقے کا یونین کونسل مرمنڈی عظیم کے نام سے موسوم ہے اور ناظم مرمنڈی ملتان سے منتخب ہوا ہے۔

مرمنڈی ملتان اور کوٹنکہ شادی خان مرمنڈی، ان کا قبرستان بھی ایک ہے اور مرمنڈی عظیم والے کبھی اپنے مردوں کو مرمنڈی ملتان کے قبرستان میں دفن کرتے ہیں، اگر ان تینوں گاؤں کو ایک آبادی تصور کیا جائے تو تعداد 4000 تک پہنچتی ہے، پانچ سال پہلے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور کئی دیگر مفتیان حضرات نے آبادی کے ایک ہونے کی بناء پر جواز جمعہ کا فتویٰ دیا تھا، مرمنڈی ملتان اور کوٹنکہ شادی خان والے جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے، اور وہ اس سے بچنے کے لیے تینوں گاؤں آپس میں جدا کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے درمیان کوئی قابل ذکر فاصلہ نہیں ہے، اور کوٹنکہ شادی خان کا پرائمری سکول اور دینی مدرسہ جو کوٹنکہ شادی خان مرمنڈی کے نام پر ہیں بالکل مرمنڈی ملتان کی حدود میں واقع ہیں، لہٰذا یہاں کے لوگ حیران ہیں کہ کیا کریں؟

میں مستفتی عزیز الرحمٰن ولد عبداللہ جان 1987ء میں جامعہ امدادیہ فیصل آباد سے فاضل ہوں میرا ضمیر اور معمولی علم یہاں کی آبادی اور حالات کو دیکھ کر جمعے کی نماز جائز سمجھتا ہے، لیکن شروع کرنے کے لیے آپ کے فتویٰ کی ضرورت ہے، لہٰذا التماس ہے کہ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر جلد از جلد فتویٰ ارسال فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ظہر کے قطعی فرض کو ایک اختلافی عمل کے لیے شواہد کی وجہ سے چھوڑنا مقتضائے شریعت کے خلاف ہے، کیونکہ مصر جامع یا قریہ کبیرہ نہ ہونے کی صورت میں نماز جمعہ کے جواز میں اختلاف ہے۔

"تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیہا اسواق قال ابو القاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لانه ھذا مجتھد فیه فاذا اتصل به الحکم صار مجمعا علیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"ومن لاتجب علیہم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۴۵)

"لقوله علیه السلام لاجمعه ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اومدینة عظیمة ولم ینقل عن الصحابة رضی الله عنھم انھم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافی الامصار دون القری"......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۵۰۴)

"شرط ادائھا المصر وھو کل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام ویقیم الحدود اومصلاه فی مصرلاعرفات وتؤدی فی مصرفی مواضع والسلطان اونائبه فی البحر قوله شرط ادائھاالمصر ای شرط صحتھا ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصرجامع اوفی مدینة عظیمة رواه ابن ابی شیبة وصححه ابن حزم وکفی بقوله قدوة واماما واذالم تصح فی غیرالمصر فلاتجب علی غیراھله "......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"للجمعة شرائط بعضھافی نفس المصلی وبعضھا فی غیره فالتی فی غیره فستة احدھا المصر وھذا مذھبنا وقال الشافعی المصر لیس بشرط وکل قریة

یسکنها الاربعون من الاحرار البالغین لایظعنون عنها شتاء ولاصیفا تقام بها الجمعة وتکلموا فی المصر علی اقوال وروی عن ابی حنیفة ان المصر الجامع مایجتمع فیه مرافق اهلها دینا ودنیا وعن ابی یوسف ثلاث روایات وفی روایة قال کل موضع فیه امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود"......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۳۹،مکتبه رشیدیه: ۲/۵۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تمت المجلد الرابع بحمد الله تعالیٰ وعونه

جلد چہارم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل ہوئی، پانچویں جلد ان شاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے۔

یہ جلد حاضرِ خدمت، اگلی جلد بہت جلد

خصوصیات فتاوی ارشاد المفتین

(۱) ہر مسئلہ کے ساتھ عربی حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے، تاکہ عربی کتب کی طرف رجوع کا ذوق پیدا ہو اور یہ اب تک کے اردو فتاویٰ میں سے اس فتاویٰ کی انفرادی خصوصیت ہے۔

(۲) اکثر مسائل کے ساتھ متعدد معتبر کتب کے حوالہ جات دیے گئے ہیں تاکہ اگر ایک کتاب دستیاب نہ ہو تو دوسری اصل کتاب کی طرف رجوع ہو سکے۔

(۳) اصول وکلیات کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ہر مسئلہ کے ساتھ صریح جزیے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۴) جن مسائل میں ہمارے ائمہ احناف سے متعدد اقوال مروی ہیں ان میں راجح اور مرجوح کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(۵) ایک حوالہ اگر دوبارہ آیا تو اس کو صراحتاً ذکر کیا گیا، صرف اس کی طرف اشارہ پر اکتفا نہیں کیا گیا، تاکہ ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

(۶) ہر مسئلہ کا حوالہ حاشیہ میں دینے کی بجائے مسئلہ کے جواب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تاکہ دلیل سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۷) اصل مسئلہ سمجھانے کے ساتھ ساتھ شعائر اسلام کا دفاع اور اہل السنۃ والجماعۃ حنفیہ کے مسلک کی صحیح راہنمائی کی گئی ہے۔